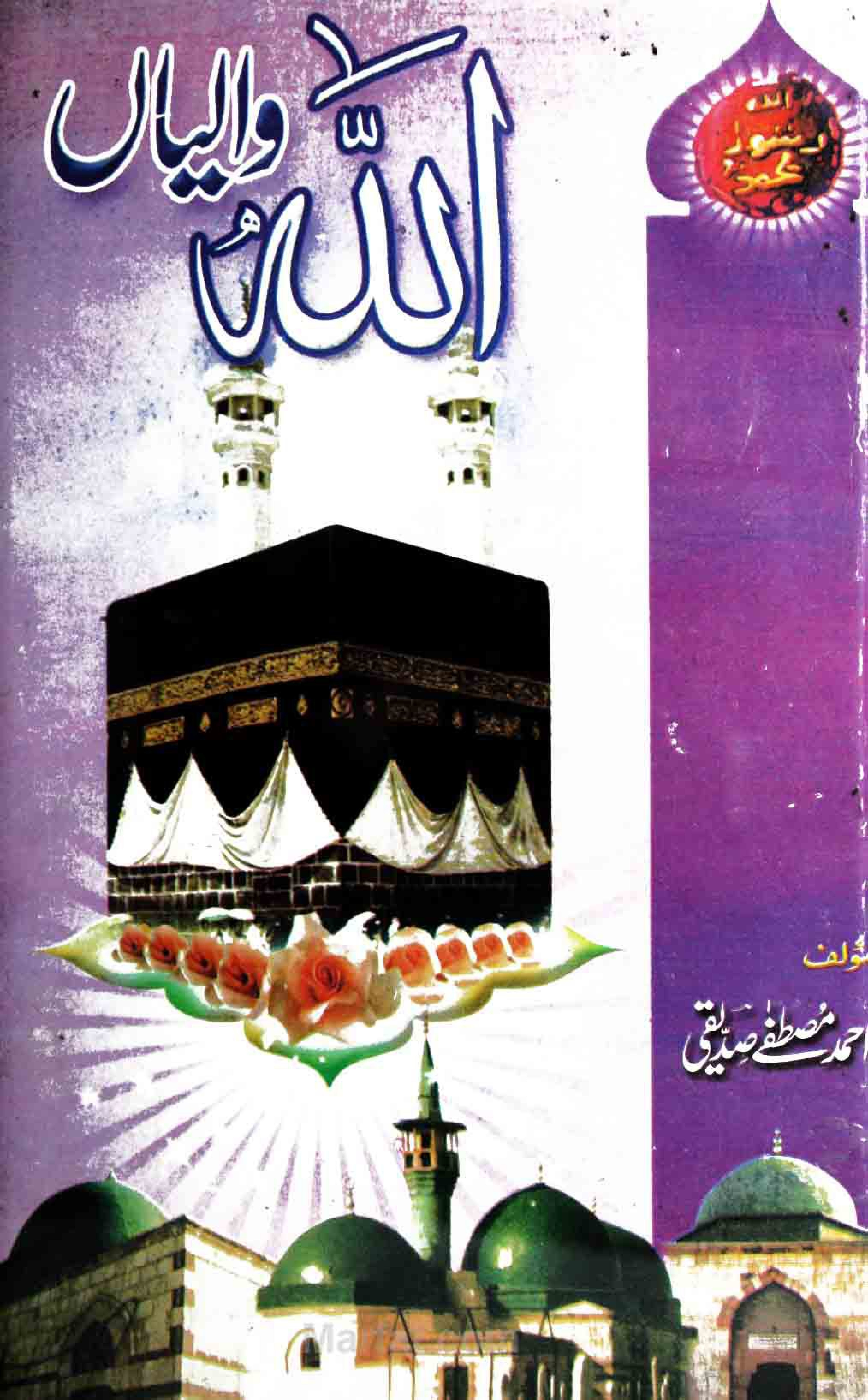

اللہ والیاں
اللہ
رسول
محمد
مؤلف
احمد مصطفےٰ صدیقی

Marfat.com

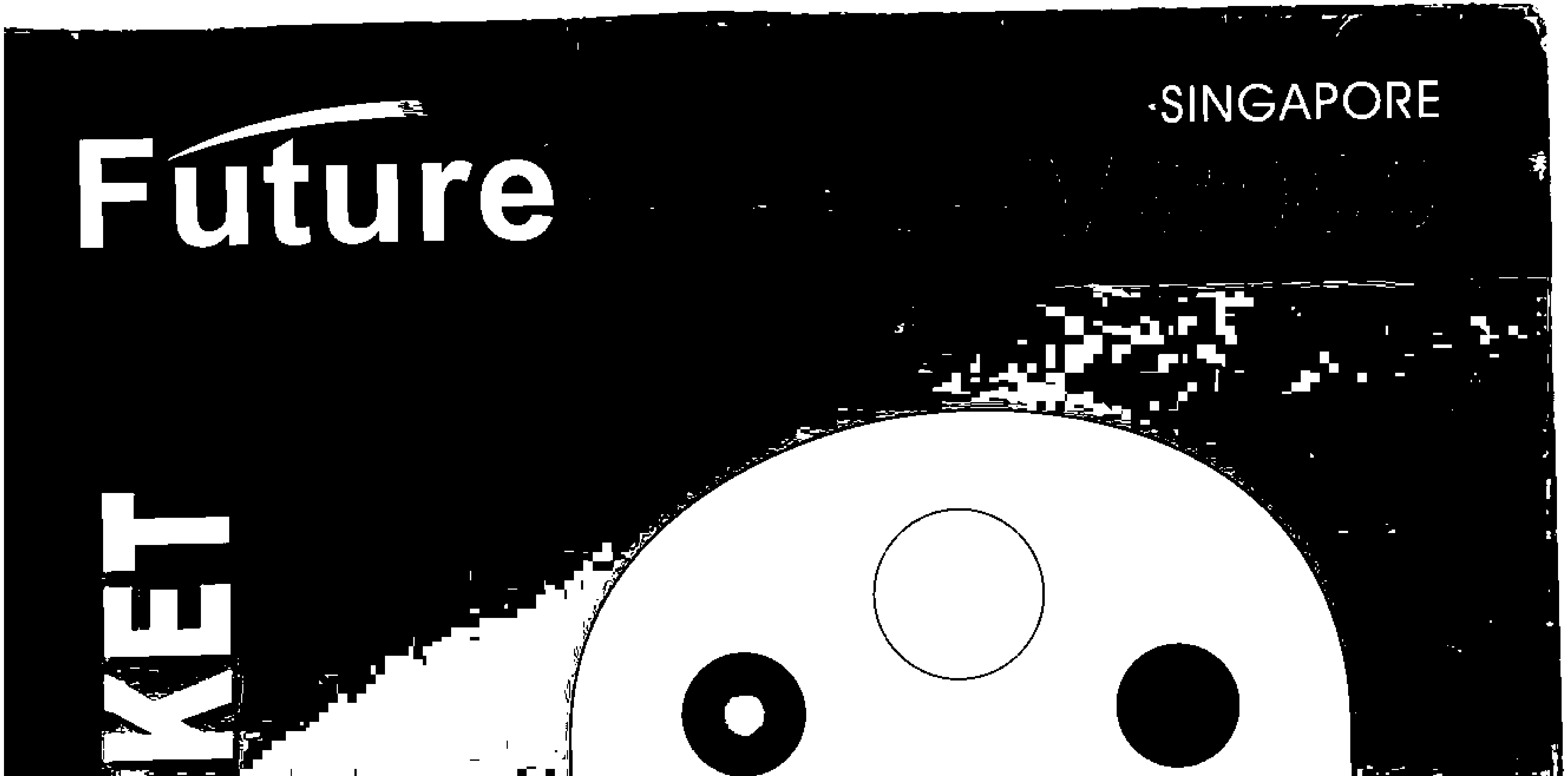

Marfat.com

اللہ والیاں

مؤلف

احمد مصطفےٰ صدیقی

زاویہ پبلشرز

8-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون: 042-7248657

موبائل: 0300-4505466 - 0300-9467047

Email: zavlapublishers@yahoo.com

Marfat.com

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2010

بار اول 1000

ہدیہ .... 150 روپے

زیر اہتمام .... نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزرز

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300880039

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 03007842176

ملنے کے پتے

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
حنفیہ پارک پبلی کیشنز، کھارادر، کراچی	
مکتبہ غنی سلطان، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور	0423-7226193
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، ملتان	061-4545486

Marfat.com

فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۷	حرفِ اوّل	۱
۱۱	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا	۲
۱۴	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا	۳
۱۸	حضرت رحمت رضی اللہ عنہا	۴
۲۰	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنتِ مزاحم	۵
۲۲	حضرت مریم علیہا السلام بنتِ عمران	۶
۲۴	اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۷
۳۳	اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۸
۴۷	اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ رضی اللہ عنہ	۹
۵۱	اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ	۱۰
۵۵	اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ	۱۱
۵۷	اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۲
۶۲	اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ جحش	۱۳

Marfat.com

۱۴	اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث	۷۱
۱۵	اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث	۷۴
۱۶	اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۷۷
۱۷	اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیَیٔ	۷۹
۱۸	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد مصطفےٰ ﷺ	۸۶
۱۹	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ	۹۱
۲۰	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ	۹۴
۲۱	خاتونِ جنّت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	۹۶
۲۲	خاتونِ کربلا حضرت زینبِ کبریٰ رضی اللہ عنہا	۱۱۷
۲۳	حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنت خباط	۱۳۸
۲۴	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب	۱۴۰
۲۵	حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	۱۴۴
۲۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ خطاب	۱۴۷
۲۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۵۲
۲۸	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس	۱۶۳
۲۹	حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	۱۷۰
۳۰	حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا	۱۷۲
۳۱	حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا	۱۷۹

Marfat.com

۳۲	حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا	۱۸۱
۳۳	حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا	۱۸۴
۳۴	حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا	۱۸۷
۳۵	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد	۱۹۰
۳۶	حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا	۱۹۲
۳۷	حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو بن الشرید	۱۹۹
۳۸	حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	۲۰۵
۳۹	حضرت اُمِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا	۲۰۷
۴۰	حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۰۸
۴۱	حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء	۲۱۰
۴۲	حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابوطالب	۲۱۲
۴۳	حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنتِ جحش رض	۲۱۴
۴۴	حضرت اُمِ خالد رضی اللہ عنہا بنت خالد رض بن سعید	۲۱۶
۴۵	حضرت اُمُ الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۱۷
۴۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس	۲۲۰
۴۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید	۲۲۲
۴۸	حضرت اُمِ حکیم رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۲۵
۴۹	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سلمہ رض	۲۲۷

Marfat.com

۵۰	حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا بنتِ ملحان	۲۲۹
۵۱	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ عقبہ	۲۳۱
۵۲	حضرتِ ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ	۲۳۳
۵۳	حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابو العاص ؓ	۲۳۷
۵۴	حضرت اروی رضی اللہ عنہا بنتِ عبد المطلب	۲۳۹
۵۵	اُمُ الخیر رضی اللہ عنہا بنتِ صخر	۲۴۱
۵۶	حضرت اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا	۲۴۲
۵۷	حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبد اللہ	۲۴۳
۵۸	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنتِ ثعلبہ	۲۴۴
۵۹	حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ خثمہ	۲۴۶
۶۰	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	۲۴۷
۶۱	حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا	۲۶۰
۶۲	سیدہ عائشہ رحمۃ اللہ علیہا	۲۶۱
۶۳	رابعہ رحمۃ اللہ علیہا بنتِ اسماعیل	//
۶۴	حضرت منفوسہ رحمۃ اللہ علیہا بنت زید	۲۶۲

Marfat.com

حرفِ اوّل

جولوگ رب العالمین کے در سے اپنی نسبت استوار کر لیتے ہیں اور حقِ بندگی ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں، وہ ساری کائنات کے لئے معزز و محترم ٹھہرتے ہیں۔ دنیا ایسے لوگوں کی سیرتوں سے روشنی حاصل کرتی اور ان کی عظمتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ ان محبوبانِ خدا کے تذکروں سے ذوق و وجدان کی پرورش ہوتی ہے اور ان کے احوال و اقوال کے مطالعہ سے دلوں میں ایمان و عرفان کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں، خواہ دنیا سے گذرے انہیں صدیاں بیت جائیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔

قرآن مجید نے ایسے پاکباز انسانوں کو حیاۃ طیبہ عطا ہونے کی خوشخبری سنائی ہے، فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً. (النحل۔۹)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حیاۃ طیبہ کا لفظی معنیٰ پاکیزہ زندگی ہے لیکن اس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ ساری پائیدار مسرتیں اور حقیقی کامیابیاں اس میں سمٹی ہوئی ہیں۔ دولت کی فراوانی اور سامانِ تعیش کے باوجود دل کو قرار اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا، جب تک اطمینان کی شمع روشن نہ ہو۔ یہی شاہراہِ حیات اعمالِ حسنہ کے چراغوں سے جگمگا رہی ہے تو آپ کی روح ایک کٹیا میں بیٹھے ہوئے بوسیدہ لباس پہن کر بھی مسرور و شاداں ہو سکتی ہے۔'' (تفسیر ضیاء القرآن)

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا الگ سے ذکر کیا گیا

Marfat.com

ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ صاحبِ ایمان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے عموماً مذکر کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ عورتیں بھی ضمناً اس خطاب میں شامل ہوتی ہیں۔ یہاں بھی ایسا کہا جا سکتا تھا لیکن خواتینِ اسلام کا خصوصی طور پر الگ سے ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اہل ایمان مردوں کو جس طرح اپنا ایمان محفوظ رکھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کے لئے کڑے امتحانوں میں سے گذرنا پڑا اسی طرح بہت سی صالح خواتین نے بھی اپنا ایمان بچانے اور حق کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ تاہم صنفِ نازک ہونے کی بناء پر اُن کا امتحان مَردوں کے امتحان سے دشوار اور سخت تر تھا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمتِ شان کے اظہار کے لئے اس آیت میں ان کا الگ سے ذکر فرمایا۔

احمد مصطفیٰ صدیقی کی زیرِ نظر کتاب ''اللہ والیاں'' ایسی ہی صالح خواتین کے ایمان افروز اور سبق آموز تذکروں کی ایک جامع دستاویز ہے۔ ان پاکدامن اور پاکباز خواتین کی سیرتوں میں ہر بیٹی اور ہر عورت کے لئے عفت و پاکدامنی، ایثار و قربانی اور حق کے لئے جانثاری کے بے شمار اسباق موجود ہیں۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو تسلیم و رضا کا پیکر اور شرم و حیا کا مجسمہ تھیں اور انہوں نے حقِ بندگی ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی کی آسائشیں، راحتیں اور مسرتیں قربان کر دیں اور یوں ابدی راحتوں اور مسرتوں کی حامل ''حیٰوۃ طیبہ'' کی حق دار قرار پائیں۔

ان ہستیوں کی اتباع ہر بیٹی کو ملتِ اسلامیہ کا قابلِ فخر فرد بنا سکتی ہے کیونکہ آج کی بیٹی کل کی بیوی اور ماں ہے۔ قرآن مجید نے نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کہہ کر عورت کو کھیت سے تشبیہ دی ہے اور یہ بات مُسلّم ہے کہ زمین اچھی تو فصل اچھی ہوگی۔ زمین خراب اور شور ہو تو فصل کیسی ہوگی؟ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کہہ کر بتایا کہ اے ماں جنت تیرے قدموں تلے رکھ دی ہے۔ اب تیری سیرت اور حکمتِ تربیت کا امتحان ہے کہ تو اولاد کو جنت کا مستحق بناتی ہے یا دوزخ کا۔ اور تربیت کا آغاز تو بچے کے کان میں آذان کہنے سے ہی ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے عالم شباب میں ایک دن اپنی والدہ محترمہ سے کہا۔ اماں جان! شکر ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔

Marfat.com

اس پاکباز خاتون نے فرمایا۔ بیٹا، یہ تیرا کمال نہیں یہ تیری ماں کے دودھ کا کمال ہے۔ رب العزت کی قسم میں نے تجھے کبھی دودھ بغیر وضو کے نہیں پلایا۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی ماں جیسی خواتین ہی اپنے خاندان، معاشرے بلکہ پوری مِلّت اسلامیہ کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان پاکباز بیبیوں کے وجود سے ایسی سعید روحیں وجود میں آتی ہیں جو مِلّت کے لئے مشعلِ راہ بنتی ہیں اور انسانیت کے لئے قابلِ فخر قرار پاتی ہیں۔

ایسی ہی روشن ہستیوں سے دخترانِ اسلام کو متعارف کرانے کے لئے زاویہ پبلشر، لاہور کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔ یقیناً آج کی مادہ پرست اور حیا باختہ سوسائٹی میں یہ کتاب ہر دخترِ اسلام کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوگی، جس سے روشنی پا کر وہ مِلّتِ اسلامیہ کے لئے باعثِ رحمت بن سکتی ہے۔

محمد نصر اللہ معینی

ایسوسی ایٹ پروفیسر

گورنمنٹ کالج راوی روڈ، شاہدرہ

لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

زیرِ نظر کتاب ''اللہ والیاں'' درجنوں مضامین کا مجموعہ ہے جو ترمیم واضافہ کے بعد اس مقصد کے تحت یک جا کر دیئے گئے ہیں، کہ مسلم خواتین کو ان پاکباز ہستیوں کے حالات سے آگاہ کیا جائے جن کے اسوۂ حیات پر عمل کرنا ہی ان کی نجات وفلاح کا باعث ہو سکتا ہے۔

اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب کہی جا سکتی ہے، کیونکہ اس سے قبل اللہ والیوں کے حالات یک جا کسی کتاب میں بھی نظر سے نہیں گزرے۔

''اللہ والیاں'' کے عنوان کے تحت بعثتِ نبویؐ سے پہلے اور بعد کی زیادہ سے زیادہ مومنات، صحابیات، صالحات اور عارفات کے حالات یکجا قلم بند کر دینے کی اس کوشش میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اسلوبِ نگارش دلکش اور عام فہم ہو، تاکہ اعلیٰ اور کم تعلیم یافتہ ہر مسلمان خاتون اس سے مستفیض ہو سکے۔

اگر کسی ایک خاتون کی زندگی بھی یہ کتاب پڑھ کر سدھر جائے اور وہ ان مقدس خواتین کے اتباع کو مشعلِ راہ بنا لے جنہیں قرآن حکیم نے ''مؤمنات'' اور ''صالحات'' کہہ کر پکارا ہے تو میں سمجھوں گا کہ اس کتاب کے مرتب وناشر کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔ خدائے عزیز وقدیر سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہم سب کے لئے شمع ہدایت بنائے اور اپنی رضاء وخوشنودی کی دولت سے نوازے۔ آمین!

طالب دعا

احمد مصطفیٰ صدیقی راہی

مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ عیسوی بمطابق ۲ محرم الحرام ۱۴۰۰ ہجری

(بروز جمعۃ المبارک)

Marfat.com

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابرہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی پہلی بیوی تھیں ۔ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور عجیب حالات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں آئیں ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ عراق سے ہجرت کر کے شام کی طرف روانہ ہوئے ، راستے میں ان کا گزر ایک ایسے شہر میں ہوا جہاں میلے یا جشن کی کیفیت تھی ۔ لوگ بیش قیمت ملبوسات سے آراستہ اِدھر اُدھر پھر رہے تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ طرب کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی نے اپنا شوہر خود منتخب کرنے کا اعلان کیا ہے ۔ چنانچہ اس غرض کے لئے بادشاہ کی بیٹی کو دوپہر کے وقت سوار ہو کر لوگوں کے ہجوم سے گزرتی ہے ۔ ابھی تک اس کی نظرِ انتخاب کسی پر نہیں پڑی ۔ اب اس کے آنے کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہو کر لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے کہ شہزادی کی سواری آ پہنچی ۔ اس کی نظر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پڑی ۔ صحت مند جسم اور چہرہ جلالِ نبوت سے منور ۔ فوراً اعلان کر دیا کہ میری شادی اس مسافر سے ہوگی ۔ شاہی کارندے اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے محل میں لے گئے ۔ بادشاہ اپنی بیٹی کا انتخاب دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا ہونے والا داماد کوئی صاحبِ ثروت ہوگا ۔ اب جو سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک نادار آدمی کو دیکھا تو بہت افسوس ہوا ۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بارہا سمجھایا کہ تیرا اس کا جوڑ نہیں ہے ۔ اپنے خیال سے باز آ جا لیکن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے قول پر جمی رہیں ۔ چنانچہ مجبوراً بادشاہ نے اپنی لختِ جگر کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کر دی ۔

چند دن وہاں گزارنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر جانے کا ارادہ ظاہر کیا ، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ جائیں گی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو انہیں بہت روکا لیکن آخر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر انہیں بھی ہمراہ لیا اور مصر کی طرف چل

Marfat.com

پڑے۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں کا بادشاہ نہایت ظالم اور بدکار ہے اور اس نے حکم دے رکھا ہے کہ کوئی عورت جب تک بادشاہ کے ملاحظہ سے نہ گزرے، نہ مصر کی حدود سے گزر سکتی ہے نہ وہاں قیام کر سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ایک صندوق میں بند کر کے حدودِ مصر سے گزرنا چاہا کہ بادشاہ کے ضرر سے محفوظ رہیں، لیکن پہرے داروں نے صندوق کھول لیا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہ عورت کہاں لئے پھرتے ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ میں ایک مسافر ہوں اور یہ عورت میری ایک قریبی رشتہ دار ہے۔ ہمارا شام جانے کا قصد ہے۔

بادشاہ نے کہا، تم دونوں کو ابھی چند روز یہاں ٹھہرنا ہوگا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ملازموں کو ان کی رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبوراً وہاں قیام کرنا پڑا۔ بادشاہ کی نیت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے متعلق صاف نہ تھی۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عدم موجودگی میں بادشاہ بُری نیت کے ساتھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے مولائے کریم مجھے اس کے شر سے بچا۔ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو مفلوج اور بعض روایتوں کے مطابق اندھا کر دیا۔ اب وہ نہایت عاجزی سے گڑگڑایا کہ اے نیک خاتون میری خطا معاف کر اور خدا سے دعا کر کہ مجھے اپنی اصل حالت پر لوٹا دے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "میرا شوہر خدا کا محبوب پیغمبر ہے تو اس سے معافی مانگ" بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عفوِ تقصیر چاہی، انہوں نے معاف کیا اور اس کے حق میں دعا مانگی۔ بادشاہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا اور اپنی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک نیک سیرت عورت پیش کی جن کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے کنعان پہنچے۔ وہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا

Marfat.com

ہوئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہ تھی، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کچھ افسردہ سی ہوگئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو کسی دوسرے مقام پر چھوڑ آ ؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اس مقام پر چھوڑ آئے جہاں آج کل کعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ وہاں آبادی ہوگئی۔ اس کی تفصیل حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں آئے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ وہاں ہی تشریف لے آئے۔ مدت گزر گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہوگئے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی بہت ضعیف العمر ہوگئیں۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس خیال سے بہت مغموم رہتی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔ کسی نہ کسی مہمان کو ضرور شریکِ طعام کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ سات روز تک کوئی مہمان نہ آیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بہت متفکر تھے۔ ساتویں دن دو نوجوان مسافرانہ حیثیت سے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے حد مسرت ہوئی۔ فوراً ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر مہمانوں کے سامنے رکھا۔ لیکن مہمانوں نے کھانے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دل میں ڈرے کہ شاید مہمان ناراض ہیں۔ ان دونوں نے ہنس کر کہا "اے خلیل اللہ ہم فرشتے ہیں اور لوطؑ کی قوم کو سزا دینے پر مقرر ہوئے ہیں۔ ہم تمہیں ایک بیٹے (اسحاقؑ) کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں۔" حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو بڑھیا (بانجھ) ہو چکی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔" فرشتوں نے کہا کہ اللہ کے حکم سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی افسردگی اور حیرت کو مسرت میں تبدیل کر دیا۔ حضرت اسحاقؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں آنے کا ذکر آ چکا ہے۔ نمرود کی موت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے کنعان پہنچے۔ یہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں فرزند کی پیدائش سے افسردہ رہنے لگیں۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بچے کو کسی اور جگہ چھوڑ آؤ! یہاں نہ رکھو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مطالبہ سے پریشان ہو گئے، لیکن منشائے الٰہی یہی تھا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ پورا ہو۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں ماں بیٹوں کو ساتھ لیا اور ایک لق و دق میدان میں اس مقام پر لا کر چھوڑا جہاں آج کل کعبہ ہے۔ جب اس بے آب و گیاہ میدان میں ماں بیٹوں کو چھوڑ کر واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''ہمیں چھوڑ کر آپ کہاں چلے ہیں''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا ''کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں سر ہلایا اور ماں بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لے گئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ کچھ وقت تو کھجوروں اور پانی نے ساتھ دیا۔ جب دونوں چیزیں ختم ہو گئیں تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئیں۔ صحرائے عرب کی خوفناک گرمی نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے معصوم بچے کو ہلکان کر دیا۔ پیاس سے بیتاب ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔ تھوڑی دور دو پہاڑیاں صفا اور مروہ تھیں۔ ان کے سات پھیرے کئے کہ شاید پانی میسر آ جائے لیکن مایوس لوٹیں۔ آخری دفعہ جب کوہِ مروہ سے اتریں اور بچے کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی

Marfat.com

ہیں کہ بچے نے جہاں اپنی ایڑیاں رگڑی تھیں ۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سجدۂ شکر بجالائیں۔ چشمے کے گرد مٹی کا احاطہ بنایا خود بھی سیر ہو کر پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔

چند دن بعد ایک قافلہ کا گزر اس طرف سے ہوا۔ اس چٹیل صحرا میں پانی کا چشمہ دیکھ کر قافلے والے حیران رہ گئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سارے حالات بتائے۔ قافلے کے لوگ طبعاً شریف النفس تھے۔ انہوں نے ساری سرگزشت سُن کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں آباد ہو جائیں۔ ہر سال پانی کے معاوضے میں آپ کو عشر دیا کریں گے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ان کی درخواست قبول کر لی اور وہ قافلہ وہیں آباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ یہ تمام بستی نہایت خوشحال ہو گئی۔ تمام لوگ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی از حد عزت کرتے تھے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح بھیڑ بکریوں کے گلے پالے اور ان کے بالوں کی تجارت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں برکت دی۔ آبادکار بھی ہر سال انہیں عشر دیتے۔ غرض نہایت آسودہ حالی اور اطمینان کے ساتھ ان کی گذر اوقات ہونے لگی۔ پانی کی وجہ سے دُور دُور سے لوگ آ کر اس جگہ آباد ہونے لگے اور چند سالوں کے اندر یہ مقام ایک خاصی بڑی بستی کی صورت اختیار کر گیا۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد اکثر ستاتی، لیکن ضبط سے کام لیتے۔ دل میں کسی قدر اطمینان بھی تھا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی تھی کہ ہم اس جنگل کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آباد کریں گے۔ کئی سالوں کے بعد فرزند کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو دیکھے بغیر اب نہیں رہ سکتا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''بیشک انہیں دیکھ آیئے! لیکن شرط یہ ہے کہ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ان سے مل لیں اور وہاں قیام نہ کریں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ شرط قبول کر لی اور اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں کئی برس بیشتر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑا تھا جب وہاں پہنچے تو ایک بے آب و گیاہ صحرا کی جگہ ایک شاداب و سرسبز آبادی دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔ لوگوں سے ساری کیفیت معلوم ہوئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

Marfat.com

بھی ملاقات ہوئی لیکن وہ انہیں نہ پہچان سکے۔ پھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے، انہوں نے دیکھ کر سلام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے انہیں فرطِ محبت سے گلے لگالیا۔

اس کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے تمام حالات سنائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔" حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بہت اصرار کیا کہ آپ گھوڑے سے اتر کر کچھ دیر آرام فرمائیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معذوری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں سارہ رضی اللہ عنہا سے قیام نہ کرنے کا عہد کر آیا ہوں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "آپ کا تمام لباس اور جسم گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے۔ آپ زمین پر قدم نہ رکھیں۔ میں ایک پتھر لا کر رکھ دیتی ہوں۔ اس پر کھڑے ہو جائیں تاکہ میں آپ کا ہاتھ منہ دھلا دوں۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات قبول کی اور پتھر پر کھڑے ہو کر ہاتھ منہ دھویا۔ اس پتھر کو اللہ تعالیٰ نے "مصلیٰ" کا نام دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سارے حالات سنائے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وقتاً فوقتاً مکہ تشریف لاتے اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مل جاتے۔

ایک دفعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو آپ کو خواب میں حکم ہوا کہ "اے ابراہیم! قربانی کر" صبح اٹھ کر منیٰ کے مقام پر ۱۰۰ دنبوں کی قربانی کی۔ دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا۔ صبح اٹھ کر خلیل اللہ علیہ السلام نے ۱۰۰ اونٹ قربان کئے اور سمجھے کہ میں نے حکمِ الٰہی کی تعمیل کر دی، لیکن تیسری رات پھر وہی خواب دیکھا، بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ کون سی چیز مجھے سب سے پیاری ہے کہ اسے خدا کی راہ میں قربان کر دوں۔ آخر خیال آیا کہ اسماعیل علیہ السلام دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کو راہِ خدا میں قربان کروں۔ اپنے ارادے کا اظہار حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیا، انہوں نے جواب دیا "ابا جان اللہ کا حکم بجا لائیے! انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے سعادت مند فرزند کو ساتھ لے کر منیٰ پہنچے۔ چلتے وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو شیطان نے بہکایا کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال کے ساتھ جواب دیا کہ "اے ملعون! دور ہو! اگر

Marfat.com

اللہ والیاں

مؤلف

احمد مصطفیٰ صدیقی

زاویہ پبلشرز
8-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: 042-7248657
موبائل: 0300-9467047 - 0300-4505466
Email: zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو اس کے سامنے ہمارا سرِ تسلیم خم ہے۔'' راستے میں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی تین مرتبہ کوشش کی، لیکن ناکام رہا۔

منیٰ پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹایا اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ شفقتِ پدری حکمِ الٰہی کی تعمیل میں مانع نہ ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے لختِ جگر کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دی لیکن جب آنکھوں سے پٹی کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام صحیح و سالم مسکرا رہے ہیں۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ ''اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوں کو ان کی نیکی کا اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔'' اسی واقعہ کی یاد میں مسلمان ہر سال عید الاضحیٰ مناتے ہیں، کعبہ میں پہنچ کر حج کرتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تیسری دفعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو انہیں خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹے مل کر تعمیرِ کعبہ میں مصروف ہو گئے۔ یکم ذیقعد کو تعمیر شروع کی اور ۲۵ ذیقعد کو مکمل کی۔ بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ.

ترجمہ: اور عام طور میں لوگوں کو سنا دو کہ وہ اس بیت الہ کا حج کرنے کو پیدل اور دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دُور دراز کی مسافت طے کر کے آئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کَانَ یَبْلُغُ صَوْتِیْ (میری آواز نہیں پہنچے گی) ربِ کریم نے فرمایا عَلَیْکَ الْاَذَانُ وَ عَلَیْنَا الْبَلَاغُ (تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا کام ہے) چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخلوقِ خدا کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے گوشے گوشے میں ان کی آواز پہنچا دی۔ آج صدیاں گزر جانے پر بھی لاکھوں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے کھنچ کر ہر سال کعبہ پہنچتے ہیں اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ فرزندِ ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہی نبی آخر الزماں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ عالم ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت رحمت رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ ان کی بیوی کا نام رحمت رضی اللہ عنہا تھا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا مال و دولت اور اولاد دے رکھی تھی لیکن انہوں نے کبھی ان چیزوں میں دل نہ لگایا۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ابلیس نے انہیں دنیا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کئی بار کوشش کی لیکن ناکام رہا، بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوا۔

''اے ملعون! تو اپنے سارے شیطانی حربے استعمال کر لے لیکن میرے بندوں کو گمراہ نہ کر سکے گا۔''

ابلیس نے کہا، ''جب تو نے دنیا جہان کی تمام نعمتیں اسے دے رکھی ہیں تو وہ پھر کیوں تیرا ذکر ہر وقت نہ کرے۔ اس کے مال و جسم پر اختیار دے پھر میں دیکھوں گا وہ کیسے تیرا شکر کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس کا مطلوبہ اختیار دے دیا۔

پہلے اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام مویشی ایک وباء پھیلا کر ہلاک کر دیئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی جبیں پر شکن تک نہ آئی۔ پھر اس نے ان کی تمام کھیتیاں برباد کیں اور اناج تباہ کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام بدستور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام بچے ایک مکان میں سو رہے تھے۔ ابلیس نے اس مکان کی چھت گرا دی۔ تمام بچے واصلِ بحق ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے سُنا، تو نہایت استقلال اور صبر کے ساتھ بولے اس کی امانت تھی اس نے لے لی۔ شکر الحمدللہ!

اب ابلیس نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو جذام کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ تمام جسم پھٹ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ لوگ متنفر ہو گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام شہر سے باہر ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی جاری رہتا۔ اس حالت میں صرف ایک اللہ کی بندی یعنی ان کی بیوی حضرت رحمت رضی اللہ عنہا نے ان کا ساتھ

Marfat.com

دیا۔انہوں نے اپنے شوہر کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔زخم دھوتیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا اوران کا پیٹ پالتیں ۔ایک دن ابلیس ایک طبیبِ حاذق کی صورت میں انہیں ملا اور کہا ''جب تک تمہارا شوہر خنزیر کا گوشت کھا کر اوپر سے شراب کا پیالہ نہ پیئے گا اس کا مرض نہیں جاسکتا۔'' حضرت رحمت رضی اللہ عنہا یہ اشیاء مہیا کر کے حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے لے گئیں۔انہوں نے فرمایا:

''بیوقوف! یہ شیطانِ لعین تھا تم نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا اور یہ حرام چیزیں لا کر میرا ایمان خراب کرنے لگی ہو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو اس قصور کی پاداش میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔''

حضرت رحمت رضی اللہ عنہا بہت شرمندہ ہوئیں ۔معافی مانگی اور پھر شوہر کی خدمت میں مصروف ہوگئیں۔آخر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضرت ایوب علیہ السلام کو کہا، اپنا پاؤں زمین پر مارو! آپؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔آپؑ نے اس میں غسل کیا تو تمام جسم کندن کی طرف صاف ہوگیا۔پھر حکم ہوا کہ اس نیک و پاک دامن بیوی کو سو سینکوں کی جھاڑو مار دو! تمہاری قسم پوری ہو جائے گی ۔حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور اولاد عطا فرمائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنتِ مزاحم

قرآنِ کریم میں آپ کو "اِمْـرَأَتَ فِرْعَوْنَ" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ آپ کا نام آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم تھا۔ آپ اس فرعون کی بیوی تھیں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے واسطہ پڑا۔ ایک عظیم المرتبت ملکہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں دینِ حق قبول کرنے کی توفیق دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش انہی کے زیرِ سایہ ہوئی۔ اس کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ فرعونِ مصر ایک باجبروت بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا بھر کی نعمتیں بافراط دے رکھی تھیں لیکن اپنے خالق اور منعم کا شکرگزار ہونے کی بجائے وہ طاقت اور دولت کے نشے میں بدمست ہو گیا اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے نجومیوں اور کاہنوں نے اسے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہارے اور تمہاری مملکت کے زوال کا باعث ہوگا۔ فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے فی الفور قتل کر دیا جائے۔ فرعون کے اس ظالمانہ حکم کے نتیجے میں ہزار ہا بچے موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے اپنے لختِ جگر کو ایک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ یہ دریا فرعون کے محل کے بیچوں بیچ گزرتا تھا۔ جب وہ صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے اندر پہنچا تو ملازموں نے اسے نکال کر ملکہ آسیہ کے سامنے کھولا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حسین و جمیل معصوم صورت دیکھ کر حیران رہ گئیں اور فی الفور انہیں اپنی گود میں لے لیا۔ فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا مزاحم ہوئیں اور فرمایا۔ "کیوں ناحق اس معصوم کی جان لیتے ہو! جس کے ماں باپ کا بھی پتہ نہیں ہے۔" فرعون اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بطور اناآسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملازم ہو گئیں اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ حتیٰ کہ جوان ہو گئے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فطرتِ صالح عطا کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو وہ فوراً ایمان لے آئیں۔ فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے انہیں طرح طرح کی ایذائیں دیں، لیکن وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی سے جمی رہیں۔

سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کا ذکر کیا ہے اور مؤمنین کے سامنے ان کی مثال پیش کی ہے۔

کئی موقعوں پر رسولِ کریم ﷺ نے بھی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان فرمائی۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے مصیبتیں سہتے سہتے جان دے دی، لیکن دینِ حق سے منہ نہ موڑا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت مریم علیہا السلام بنتِ عمران

نام مریم علیہا السلام، باپ کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔

ایک دفعہ حنہ نے منت مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے راہِ خدا میں دے دیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد انہیں لڑکی عطا کی جس کا نام مریم علیہا السلام رکھا گیا۔ اسے لے کر بیت المقدس پہنچیں۔ وہاں کے عابدوں میں سے ہر ایک نے مریم علیہا السلام کو اپنی تولیت میں لینا چاہا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی انہی میں تھے وہ حنہ کے بہنوئی تھے۔ حنّہ نے انہیں ہی سب خواستگاروں پر ترجیح دی اور حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے سپرد کر کے خود گھر واپس چلی گئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑی توجہ سے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کی۔ وہ بچپن سے ہی نہایت پاکباز اور عابدہ تھیں۔ طبیعت میں شوخی کا نام بھی نہ تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے رہنے کے لئے مسجد میں ایک حجرہ بنوایا۔ حضرت مریم علیہا السلام سارا دن وہاں عبادت میں مصروف رہتیں۔ رات کو حضرت زکریا علیہ السلام کے ہمراہ گھر تشریف لے جاتیں۔

ایک دن جب حضرت مریم علیہا السلام حجرے میں عبادت کر رہی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نادانستگی میں باہر سے حجرے کا دروازہ مقفل کر گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تین دن تک تشریف نہ لا سکے۔ چوتھے دن حضرت مریم علیہا السلام کا خیال آیا تو بہت پریشان ہوئے۔ فوراً آ کر حجرے کا دروازہ کھولا۔ دیکھا تو حضرت مریم علیہا السلام اطمینان سے نماز پڑھ رہی تھیں اور انواع واقسام کے کھانے اور پھل پاس پڑے ہوئے تھے۔

جب عبادت سے فارغ ہوئیں تو حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا۔ بیٹی یہ اشیاء بند حجرے میں کیسے آئیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا ”خالو جان! یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے سے بھیجیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا“:

”اے مریم علیہا السلام تو سارے جہاں کی عورتوں سے پاک ہے۔ اپنے رب کی بندگی کر۔ اپنے رب کے آگے سر بسجود ہو اور رکوع کیا کر۔“

Marfat.com

جب حضرت مریم علیہا السلام بالغ ہوئیں تو بعد ایام غسل کے لئے عین السوئ چشمہ پر گئیں۔ غسل سے فارغ ہوئیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ایک نوجوان کی شکل میں وہاں تشریف لائے۔ حضرت مریم علیہا السلام ایک اجنبی کو اپنے پاس دیکھ کر ڈر یں۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا" مجھے تیرے رب نے بھیجا ہے تا کہ تجھے ایک خوبصورت لڑکا اس کی طرف سے دوں۔"

حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا" یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں۔"

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا" تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے آسان ہے۔ میری قدرت سے بغیر باپ کے بچہ ہوگا اور یہ کام قرار پاچکا ہے۔"

یہ کہہ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے روح پھونکی اور غائب ہو گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام حیران وششدر اپنے حجرے میں جا کر بدستور عبادت میں مشغول ہوگئیں۔ چند دن بعد جب حمل کے آثار نمودار ہوئے تو یہودیوں نے تہمتیں لگانی شروع کر دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام خاموشی سے عبادت میں مصروف رہتیں اور کسی کو کچھ جواب نہ دیتیں۔

جب ۹ مہینے گزر گئے تو حکمِ الٰہی کے مطابق بیت اللحم پہنچیں اور کھجور کے ایک درخت کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ گئیں۔ وہاں ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پاس پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے اس میں غسل کیا اور نومولود کو بھی نہلایا اور پھر بچے کو لے کر بیت المقدس پہنچیں۔ لوگ ان سے پوچھنے لگے کہ یہ بچہ کیسے پیدا ہوا۔ حضرت مریم علیہا السلام خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو!

لوگوں نے بچہ کے پاس جا کر کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوتِ گویائی عطا کی اور آپ نے جواب دیا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے نبوت دی۔ کتاب دی، برکت دی اور خوش نصیب بنایا۔ مجھ پر خدا کا سلام و رحمت ہے۔"

لوگ ایک ننھے بچے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حیران رہ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت مریم علیہا السلام بالکل پاک اور باعصمت ہیں اور نومولود کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔ چنانچہ وہ آج تک "مقدس مریم علیہا السلام" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا اور لقب طاہرہ۔ ان کے والد خویلد بن اسد اور والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت زائدہ دونوں قریشی النسل تھے اور یوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ صرف نجیب الطرفین تھیں بلکہ ان کا شجرۂ نصب جناب رسول کریم ﷺ کے شجرۂ نسب سے جاملتا ہے۔

باپ کی طرف سے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔

(قصی جناب رسول اکرم ﷺ کے جدِ امجد تھے)

ماں کی طرف سے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی۔

(لوئی جناب رسول اکرم ﷺ کے بھی جدِ اعلیٰ تھے)

غرض دادھیال و ننھیال جس طرف نظر ڈالیں۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حسب و نسب نہایت ارفع و اعلیٰ ثابت ہوگا۔

آپ کے والد خویلد بن اسد بہت بڑے تاجر تھے اور عرب کے معززین قبائل بنی تمیم اور بنی کعب میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے۔ اپنی خوش معاملگی و دیانت داری کی بدولت وہ تمام اہل قریش میں بے حد ہردلعزیز اور محترم تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۵۵۵ عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ بچپن سے ہی آپ نہایت نیک، پاکباز، شریف الخیال تھیں۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سن شعور کو پہنچیں تو آپ کی شادی ابو ہالہ ہناش بن زرارہ تمیمی سے ہوئی۔ ہناش سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہی مرگیا۔ دوسرے کا نام ہند تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شمار ہوئے اور جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

Marfat.com

نباش کے انتقال کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی۔ ان سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ یہ ہند نبی کریم ﷺ کی اولین صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد عتیق بن عائد بھی فوت ہو گئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح ان کے ابنِ عم صیفی ابن امیہ کے ساتھ ہوا اور ان کے انتقال کے بعد انہیں جنابِ رسولِ کریم ﷺ کا شرفِ زوجیت حاصل ہوا، لیکن بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تیسرا اور آخری نکاح جنابِ رسولِ کریم ﷺ ہی سے ہوا۔

نبی کریم ﷺ کے حبالۂ زوجیت میں آنے سے پیشتر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی بیوگی کے ایام خلوت گزینی میں گزار رہی تھیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں گزارتیں اور کچھ وقت اس زمانہ کی معزز کاہنہ عورتوں میں صرف کرتیں اور ان سے زمانے کے انقلاب پر وقتاً فوقتاً بحث کیا کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغامات بھیجے لیکن انہوں نے سب رد کر دیئے کیونکہ پے در پے صدمات نے ان کی طبیعت دنیا سے اُچاٹ کر دی تھی۔

ادھر ان کے والد ضعیف العمری کی وجہ سے اپنی وسیع تجارت کے انتظام سے عاجز آ گئے۔ نرینہ اولاد کوئی زندہ نہ تھی۔ تمام کام اپنی ذہین اور عاقلہ بیٹی کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد خویلد کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام کاروبارِ تجارت نہایت احسن طریقہ سے جاری رکھا۔ اس وقت ان کی تجارت ایک طرف شام میں پھیلی ہوئی تھی تو دوسری طرف اطرافِ یمن میں۔ اس وسیع کاروبار کو چلانے کے لئے انہوں نے ایک بہت بڑا عملہ رکھا ہوا تھا جو بیسیوں عرب، یہودی اور عیسائی ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ حُسنِ تدبیر اور دیانت داری کی بدولت ان کی تجارت دن بدن ترقی کر رہی تھی اور اب ان کی نظریں ایک ایسے شخص کی متلاشی تھیں جو بے حد قابل، ذہین اور دیانت دار ہو، تاکہ وہ اپنے تمام ملازمین کو اس کی سرکردگی میں تجارتی قافلوں کے ہمراہ باہر بھیجا کریں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ کی عمر ابھی ۲۵

Marfat.com

سال ہی کی تھی کہ ان کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا چرچا عرب کے گھر گھر میں پھیل چکا تھا۔ ساری قوم میں وہ امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک اس مقدس ہستیؐ کے اوصاف حمیدہ کی بھنک نہ پڑتی۔ وہ اپنی تجارت کی نگرانی کے لئے ایسی ہمہ صفت موصوف شخصیت کی متلاشی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا سامانِ تجارت شام تک لے جایا کریں تو دوسرے لوگوں سے دوچند معاوضہ آپ کو دیا کروں گی۔ حضور ﷺ ان دنوں اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں تھے۔ انہیں وقتاً فوقتاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارت کا حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا پیغام منظور فرمالیا اور اشیائے تجارت لے کر عازم بصرہ ہوئے۔ چلتے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنا غلام میسرہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ کردیا اور اسے تاکید کی کہ اثنائے سفر میں حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

سرورِ کائنات ﷺ کی دیانت داری وسلیقہ شعاری کی بدولت تمام سامانِ تجارت دوگنا منافع پر فروخت ہوگیا۔ دوران سفر میں سردارِ قافلہ یعنی سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک حضور ﷺ کا مدّاح بلکہ جاں نثار بن گیا۔ جب قافلہ مکّہ واپس آیا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو میسرہ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو ان کے دل میں حُبِ رسول ﷺ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ ہاشمی نوجوانؐ ہی نبی آخرالزماں ﷺ ہے جس کی کتب عتیقہ میں خبر دی گئی ہے۔ اس سے پیشتر انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند ان کی گود میں آکر گرا جس سے سارا عالم منور ہوگیا۔ جب انہوں نے اپنے خواب کی تعبیر ایک عیسائی عالم سے پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ "اے شریفۂ عرب تمہیں خوشخبری ہو کہ دعائے خلیل ونوید مسیحا پیدا ہوچکے ہیں اور تم ان کے عقد میں آؤ گی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دل کی دنیا اب پلٹ چکی تھی۔ چنانچہ آپؓ نے اپنی لونڈی نفیسہ کی معرفت حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ کا ایما پاکر وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا اور سرپرست عمرو بن اسد کو بلالائیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور دوسرے اکابرِ خاندان کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم

Marfat.com

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2010

بار اول 1000

ہدیہ .... 150 روپے

زیر اہتمام .... نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزرز

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300880039

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 03007842176

ملنے کے پتے

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
حنفیہ پارک پبلی کیشنز، کھارادر، کراچی	
مکتبہ غنی سلطان، حیدرآباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور	0423-7226193
کتب خانہ ... مشتاق احمد، ملتان	061-4545486

Marfat.com

طلائی مہر قرار پایا۔اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۴۰ سال کی تھی۔

تمام کتب سیر متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔نکاح کے بعد حضور ﷺ اکثر گھر سے باہر رہنے لگے۔کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں میں جا کر معتکف رہتے۔غرض اسی طرح دس برس کا زمانہ گزر گیا۔ایک دن اسی طرح حضور ﷺ غارِ حرا میں معتکف تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ربِ ذوالجلال کے حکم سے جبریل امین علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور کہا ''قم یا محمد ﷺ''۔حضور ﷺ نے نظریں اوپر اٹھائیں تو اپنے سامنے ایک نورانی صورت کو کھڑے پایا جس کے ماتھے پر بخطِ نور کلمہ طیبہ رقم تھا۔جبریل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کو گلے سے لگا کر دبایا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ.
اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

(ترجمہ) پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔پڑھ تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہی کلمات جاری ہو گئے۔بعد ازاں حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔اس پانی سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر آپ کو وضو کرایا اور نماز پڑھا کر چلے گئے۔

اس حیرت انگیز واقعہ سے حضور ﷺ کی طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔گھر تشریف لائے تو فرمایا ''زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ'' اے خدیجہ مجھے کمبل اڑھا دو۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تعمیلِ ارشاد کی اور پوچھا کہ آپ کہاں تھے؟ میں سخت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیجا ہوا تھا۔حضور ﷺ نے تمام واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے من و عن بیان کر دیا۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''آپ سچ بولتے ہیں۔غریبوں کے دستگیر ہیں، مہمان نواز ہیں۔صلۂ رحم کا خیال رکھتے ہیں۔امانت گزار ہیں اور دکھیوں کے خبر گیر ہیں

Marfat.com

۔اللہ تعالیٰ آپؐ کوتنہا نہ چھوڑے گا۔'' پھر آپؐ کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں۔ جو اس زمانہ کا مشہور نصرانی عالم تھا اور گزشتہ الہامی کتابوں توریت، زبور و انجیل میں بہت درک رکھتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ جو حضور ﷺ کو پیش آیا تھا اس کے سامنے بیان کیا۔ ورقہ سب کچھ سمجھ گیا اور پکار اٹھا۔

''محمد ﷺ قسم ہے رب ذوالجلال کی کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہو اور جو غار میں تمہارے پاس آیا وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ جبریل علیہ السلام ہے۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپؐ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ اس وقت آپ کی مدد کے لئے میں سینہ سپر ہوتا۔

ورقہ کی اس گفتگو سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہو گیا اور انہیں یقینِ کامل ہو گیا کہ حضور ﷺ منصبِ رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں بعد جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی :

یَـا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ.

(ترجمہ) اے کملی اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔

تو آپؐ نے گھر تشریف لا کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو وحی کے الفاظ پڑھ کر سنائے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسی وقت حضور ﷺ کے قدموں پر گر پڑیں اور عرض کرنے لگیں:

یا رسول اللہ ﷺ میں آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتی ہوں، آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولؐ ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ.

سرورِ کونین ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا گلے سے لگایا۔ دعائے خیر دی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

حضور ﷺ سے نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۲۴ سال (یعنی نزولِ وحی کے بعد ۹ سال) زندہ رہیں۔ اس مدت میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے

Marfat.com

روح فرسا مصائب کونہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور آقائے دو جہاں کی رفاقت اور جان نثاری کا حق ادا کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے بعد سرورِ کائنات ﷺ کے متعلقین میں بھی اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی۔ نوجوانوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بڑوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارث سب سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر العوام رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ انہیں دیکھ کر صالح فطرت رکھنے والے دوسرے شرفائے عرب بھی آہستہ آہستہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوگئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی وسعت پذیری سے بے حد مسرت حاصل ہوتی تھی اور وہ اپنے غیر مسلم اعزاء و اقارب کے طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے آپ کو تبلیغِ حق میں رسول اللہ ﷺ کا دست و بازو ثابت کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنا تمام زر و مال اسلام پر نثار کر دیا تھا۔ ان کی دولت یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، بیکسوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے وقف ہو چکی تھی۔ ادھر کفارِ قریش نومسلموں پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے اور تبلیغِ حق میں ہر طرح کے روڑے اٹکا رہے تھے۔ رسولِ کریم ﷺ کو ستانے میں انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

جب حضور ﷺ کفار کی لایعنی اور بیہودہ باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں۔ ''یا رسول اللہ ﷺ آپؐ رنجیدہ نہ ہوں۔ بھلا کوئی ایسا رسولؐ بھی آج تک آیا ہے کہ جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔'' حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اس کہنے سے حضور ﷺ کی ہمت دوچند ہو جاتی تھی۔ غرض ایسے پر آشوب زمانے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نہ صرف حضور ﷺ کی ہم خیال اور غم گسار تھیں بلکہ ہر موقع پر اور ہر مصیبت میں آپ ﷺ کی مدد کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

''میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کہتا۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا۔''

Marfat.com

عفیف کندی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ زمانہ جاہلیت میں کچھ اشیاء خریدنے کے لئے میں مکہ آیا اور عباس رضی اللہ بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہرا۔ دوسرے دن صبح کے وقت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار کی طرف چلا۔ جب کعبہ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص آیا۔ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوخیز لڑکا آیا جو پہلے جوان کی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ ان تینوں نے نماز پڑھی اور چلے گئے۔ میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا "عباس رضی اللہ عنہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں انقلاب آنے والا ہے۔" عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاں تم جانتے ہو یہ تینوں کون ہیں؟" میں نے کہا "نہیں"۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ جوان اور لڑکا دونوں میرے بھتیجے تھے۔ جوان عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد ﷺ اور لڑکا ابوطالب بن عبدالمطلب کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ تھا۔ عورت جس نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھی، میرے بھتیجے محمد ﷺ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا دعویٰ ہے کہ اس کا دین الہامی ہے اور وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے، لیکن ابھی تک ان تینوں کے سوا کوئی اُس دین کا پابند میرے علم میں نہیں ہے۔" عباس رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سُن کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اے کاش چوتھا میں ہوتا۔

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کیسے نامساعد حالات میں سرورِ کائنات ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یہی ہمدردی، دل سوزی اور جان نثاری تھی کہ حضور ﷺ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جہاں اولاد کی پرورش نہایت حسن وخوبی سے کر رہی تھیں، وہاں امورِ خانہ داری کو بھی نہایت سلیقے سے نباہتی تھیں۔ انہیں خوبیوں کی بدولت حضور ﷺ نے ان کے حق میں "كَانَتْ أُمُّ الْعِيَالِ وَرَبَّةَ الْبَيْتِ" فرمایا۔

حضور ﷺ جتنی تعریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کرتے تھے اور کسی بیوی کی کبھی نہ کی۔ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اس کی تائید وتصدیق کی۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''چار عورتیں دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ مریم علیہا السلام بنت عمران، آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنتِ خویلد اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ۔''

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا ''جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا ''چار عورتیں جنت کی تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔ اوّل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، دوئم فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ، سوئم مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران، چہارم آسیہ رضی اللہ زوجۂ فرعون۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے دینی فراست بھی کمال درجہ کی عطا کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرِیْلِ السَّلَامِ وَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ السَّلَامُ۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دینی فراست تھی کہ انہوں نے جواب میں وَعَلَیْہِ السَّلَامُ نہیں کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ کہا کرتے۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے۔ اس کی بجائے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کہو! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی خداداد فراست سے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ پر درود و سلام نہ بھیجنا چاہیۓ کہ اس سے دعائے سلامتی دینا معلوم ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں بلکہ اس کے لئے ثناء زیبا ہے۔ اس لئے آپؑ نے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ کہا۔ گویا خالق و مخلوق کا فرق بتادیا۔ اسی طرح آپؑ نے جبریل علیہ السلام اور رسول کریم ﷺ پر بھی سلام بھیجا اور یہ مثال قائم کی کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہنچانے والے دونوں کے لئے سلامتی کی دعا مانگنی چاہیۓ۔

ہجرت کے تین سال پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طبیعت ناساز ہوئی۔ حضور ﷺ نے علاج معالجہ اور تسکین و تشفی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ ۲۰ رمضان المبارک کو (تین سال قبل ہجرت) ۶۵ برس کی عمر میں اسلام کی خاتونِ اوّل رضی اللہ

Marfat.com

عنہا نے سفرِ آخرت فرمایا اور مکہ کے قبرستان حجون میں دفن کی گئیں۔ حضورﷺ کو ان کی وفات کا بے پناہ صدمہ ہوا اور آپؐ اکثر ملول رہنے لگے تا آنکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا کوئی رشتہ دار جب کبھی آپؐ کے پاس آتا تو اس کی بے حد خاطر مدارات فرمایا کرتے۔

رحلتِ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد مدت تک حضورﷺ گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے۔ اسی طرح جب گھر تشریف لاتے تو ان کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورﷺ نے حسبِ معمول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنی شروع کی۔ مجھے رشک آیا، میں نے کہا ''یا رسول اللہﷺ وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے ان کے بعد آپؐ کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔'' یہ سن کر پیغمبرﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا ''خدا کی قسم مجھے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضورﷺ کے سامنے کبھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو چھ لڑکے لڑکیاں دیں۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جو چار برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد عبداللہ، پھر رقیہ رضی اللہ عنہا، پھر اُمِ کلثوم، پھر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دو سال کی عمر میں رحلت کی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کی تربیت نہایت محبت و شفقت سے کی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عائشہؓ نام ، صدیقہ لقب ۔ اُمِ عبداللہ کنیت ۔ یہ کنیت ۔ آپؓ نے اپنے جلیل القدر بھانجے عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے نام کی نسبت سے اختیار کی ۔ چونکہ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے پہلے کنیت بھی کوئی نہ تھی ۔ اس زمانے میں کنیت عرب میں شرافت کا نشان متصور ہوتی تھی ۔ اس لئے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی ''یا رسول اللہ ﷺ میری بھی کنیت تجویز فرما دیں ، کیونکہ دوسری تمام عورتیں اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تم اپنی کنیت عبداللہؓ (ابنِ زبیرؓ) کے نام سے رکھ لو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً تعمیل ارشاد کی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (بن ابی قحافہ بن عامر بن عمر بن کعب بن تیم) کی دخترِ نیک اختر تھیں ۔ والدہ کا نام اُمِ رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر تھا۔

آپ بعثت نبویؐ سے چار سال بعد ماہِ شوال میں پیدا ہوئیں ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ طفولیت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر باپ کے زیرِ سایہ بسر ہوا ۔ وہ بچپن ہی سے بے حد ذہین اور ہوشمند تھیں ۔ اپنے بچپن کی تمام باتیں انہیں یاد تھیں ۔ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی اچھی نہ تھی ۔

بچپن میں ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں میں ایک پردار گھوڑا بھی تھا ۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''عائشہؓ یہ کیا ہے'' جواب دیا ''گھوڑا ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے'' انہوں نے بے ساختہ کہا ''کیوں یا رسول اللہ ﷺ ! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے ۔'' حضور ﷺ نے یہ جواب سُن کر تبسم فرمایا ۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب آیۃ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

Marfat.com

وَالسَّاعَةَ اَدْھٰی وَ اَمَرُ. مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کھیل کود میں مشغول تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اول جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی کے ایماء پر یہ نسبت اس لئے فسخ کر دی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا سب گھرانا مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم کی تحریک پر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسولِ کریم ﷺ کے منہ بولے بھائی تھے۔ تعجب سے پوچھا "کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟" خولہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔ "ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی ہیں اور ایسے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔" جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی کون سی بات تھی کہ ان کی بیٹی رحمۃ اللعالمین کے نکاح میں آئے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ چنانچہ چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل ماہِ شوال میں رسولِ کریم ﷺ کے حبالۂ نکاح میں آ گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود نکاح پڑھایا۔ پانچ صد درہم حق مہر مقرر ہوا۔

ایک دفعہ شوال کے مہینے میں عرب میں طاعون کی خوفناک وباء پھیلی تھی جس نے ہزاروں گھرانوں کو ویران کر دیا تھا۔ اس وقت سے شوال کا مہینہ اہلِ عرب میں منحوس سمجھا جاتا تھا اور وہ اس مہینے میں خوشی کی تقریب کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال بعد شوال ہی میں ہوئی۔ اس وقت سے ماہِ شوال کی نحوست کا وہم لوگوں کے دلوں سے دُور ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی بشارت حضور ﷺ کو خواب میں ہو چکی تھی۔ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپ کو دکھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ "یہ تیری ہے"۔ آپؐ نے کھولا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح انتہائی سادگی سے ہوا۔ وہ فرماتی تھیں۔

"جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں اپنی ہمجولیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ مجھے اس نکاح کا حال تک معلوم نہ ہوا تا آنکہ میری

Marfat.com

والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیدائشی مسلمان تھیں، ان سے روایت ہے کہ "جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انہیں مسلمان پایا۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر روزِ ازل سے کفر وشرک کا سایہ تک نہ پڑا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے تین سال بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر سرورِ کائنات ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، ابورافع رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن اریقط کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے مکہ بھیجا۔ واپسی پر حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اور اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید تھے۔ عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، اُمِ رومان رضی اللہ عنہا (والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھیں۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محلہ بنو حارث میں اپنے والدِ محترم کے گھر اتریں۔ مدینہ کی آب وہوا شروع شروع میں مہاجرین کے موافق نہ آئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہایت تندہی سے ان کی تیمارداری کی۔ جب وہ صحت یاب ہوئے تو خود بیمار ہو گئیں۔ مرض کا حملہ اتنا شدید تھا کہ سر کے بال گر گئے۔ تاہم جان بچ گئی۔ جب صحت بحال ہوئی تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ "یارسول اللہ ﷺ! عائشہؓ کو آپؐ رخصت کیوں نہیں کرا لیتے۔" حضور ﷺ نے فرمایا "فی الحال میرے پاس مہر نہیں ہے۔" جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے پانچ سو درہم حضور ﷺ کی خدمت میں بطورِ قرضِ حسنہ پیش کئے۔ جو سرورِ کائنات ﷺ نے قبول فرما لئے اور وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج کر انہیں شوال ۱ ہجری میں رخصت کرا لیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹ سال اور بعض روایتوں کے مطابق ۱۲ برس تھی۔ رخصتی کے بعد سب سے اہم واقعہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیش آیا۔ وہ جنگِ احد میں ان کی شرکت تھی۔ میدانِ جنگ میں وہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ

Marfat.com

دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ جب حضور ﷺ کی شہادت کی خبر اُڑی تو مدینہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین اسلام دیوانہ وار میدانِ جنگ کی طرف لپکیں۔ وہاں پہنچ کر حضور ﷺ کو سلامت دیکھ کر سجدۂ شکر بجالائیں۔ ان سب نے مل کر حضور ﷺ کے زخموں کو دھویا اور پھر مشکیزے سنبھال کر زخمیوں کو پانی پلانا شروع کیا۔ جب دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جو اِدھر اُدھر منتشر تھے، حضور ﷺ کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے تو مدینہ واپس تشریف لائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کے ۴ واقعات بے حد اہم ہیں۔ افک، ایلا، تحریم اور تخییر۔ (۱) افک کا واقعہ یوں پیش آیا کہ غزوہ مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ راستے میں ایک جگہ رات کو قافلے نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رفعِ حاجت کے لئے پڑاؤ سے دُور نکل گئیں۔ وہاں ان کے گلے کا ہار جو وہ اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لائی تھیں، بے خبری کے عالم میں گر گیا۔ واپسی پر پتہ چلا تو بہت مضطرب ہوئیں۔ پھر اسی سمت واپس لوٹیں۔ خیال کیا کہ قافلے کے چلنے سے پہلے ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچ جائیں گی۔ جب ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ بہت گھبرائیں۔ ناتجربہ کاری کی عمر تھی۔ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ایک صحابی کسی انتظامی ضرورت کے سلسلے میں قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا۔ کیونکہ بچپن میں یا حکمِ نزولِ حجاب سے پہلے انہیں دیکھا ہوا تھا۔ ان سے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ جب واقعہ معلوم ہوا تو بہت ہمدردی کی اور اُمّ المؤمنین کو اونٹ پر بٹھا کر عجلت سے قافلے کی طرف روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت قافلہ میں جا ملے۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مشہور کر دیا کہ وہ اب باعصمت نہیں رہیں۔ چند سادہ لوح مسلمان بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ جنابِ رسالت مآب ﷺ کو بھی قدرتاً تشویش پیدا ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ناحق کی بدنامی کے صدمہ سے بیمار ہو گئیں۔ اس وقت غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور آیۂ برأت نازل ہوئی۔

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حرفِ اوّل	۷
۲	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا	۱۱
۳	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا	۱۴
۴	حضرت رحمت رضی اللہ عنہا	۱۸
۵	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنتِ مزاحم	۲۰
۶	حضرت مریم علیہا السلام بنتِ عمران	۲۲
۷	اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۲۴
۸	اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۳۳
۹	اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ رضی اللہ عنہ	۴۷
۱۰	اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ	۵۱
۱۱	اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ	۵۵
۱۲	اُمّ المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۵۷
۱۳	اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش	۶۶

Marfat.com

وَقَالُوْ هٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ . (سورہ نور)

(ترجمہ) جب تم نے یہ سنا تو مؤمن مردوں اور عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہ کیا کہ یہ صریح تہمت ہے۔

آیۂ برأت کے نزول سے دشمنوں کے منہ سیاہ ہو گئے۔ سادہ لوح مسلمان جو غلط فہمی کا شکار تھے سخت شرمندہ ہوئے اور نہایت عاجزی سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے معافی مانگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے والدین کو قدرتاً بے حد مسرت ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا میں صرف اپنے اللہ کی شکر گزار ہوں اور کسی کی ممنون نہیں۔

سرورِ کائنات ﷺ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ عصر کی نماز کے بعد ازواجِ مطہراتؓ کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت زینب بن جحش کے پاس کچھ زیادہ دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا۔ انہوں نے تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد کھایا ہے جو انہیں کسی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سکھا دیا کہ جب حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لائیں تو کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ (مغافیر ایک پھول ہوتا ہے، جسے شہد کی مکھی چوستی ہے۔ اس میں قدرے بُو ہوتی ہے اور آقائے دو جہاں ﷺ کو ہر قسم کی بُو ناپسند تھی) جب حضور ﷺ فرمائیں گے کہ مجھے زینب نے شہد پلایا ہے تو تم کہنا شاید یہ شہد مغافیر کی مکھی کا ہے۔ جب حضور ﷺ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو یہی سوال و جواب ہوئے اور پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی گفتگو دہرائی، تو حضور ﷺ کی طبیعت مبارک میں تکدّر پیدا ہوا۔ چنانچہ جب آپؐ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور انہوں نے حسبِ معمول شہد پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا "مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ. (سورہ تحریم)

Marfat.com

(ترجمہ) اے نبیؐ تم اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے اس کو اپنے لئے کیوں حرام کرتے ہو!

بعض روایتوں میں ہے کہ شہد کھانے کا واقعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیش آیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے لئے غلہ اور کھجور کی جو مقدار مقرر تھی وہ ان کی ضروریات کے لئے کافی نہ تھی اور وہ تنگدستی سے گزر اوقات کرتی تھیں، ادھر اموالِ غنیمت اور سالانہ محاصل میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات نے اپنے مقررہ گزارہ میں اضافہ کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز رکھا لیکن دوسری ازواجِ مطہرات اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور پہلوئے مبارک میں چوٹ لگی۔ آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ پر قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواجِ مطہراتؓ سے نہ ملیں گے۔ منافقین ایسے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ تمام صحابہ کرامؓ یہ خبر سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ جنابِ روحی فداہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے تھے جسمِ اطہر پر بان کے نشان بن گئے تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔" فرمایا "نہیں" جنابِ عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ خوشخبری تمام لوگوں کو سنا دی۔ تمام مسلمانوں اور ازواجِ مطہراتؓ میں مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میں ایک ایک دن گنتی تھی" انتیسویں دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا اور آج ۲۹ دن ہوئے ہیں۔" فرمایا "مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔"

واقعۂ ایلا کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس

Marfat.com

تشریف لائے اور فرمایا'' عائشہ میں تم سے ایک، لائے اور فرمایا''

سے مشورہ کر کے دو تو بہتر ہوگا''۔ حضرت عائشہ رہ کر کے دو تو بہتر

ﷺ وہ کیا بات ہے'' حضور ﷺ نے سورۂ احزا کیا بات ہے'' حض

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ يٰٓاَيُّهَا النَّ

زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ زِيْنَتَهَا فَـ

كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْ كُنْتُنَّ تُـ

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا لِلْمُحْسِنٰتِ

(ترجمہ) اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے (ترجمہ) اے

کی رونق درکار ہے تو آؤ میں تم کو ا کی رونق درکار

تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اور آخرت کا گ تعالیٰ اور اس کا

کے لئے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔ کے لئے اللہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عائشہ

مشورہ کی کیا ضرورت ۔ میں تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کیا ضرورت ۔ م

ہوں۔'' حضور ﷺ نے یہ جواب پسند فرمایا۔ پھر حضور ﷺ نے یہ

انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ بھی ویسا ہی جوا

نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ نبی کریم ﷺ کو

دعا فرمایا کرتے ''اے باری تعالیٰ یوں تو میں سـ کرتے ''اے بار

میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتا میں نہیں کہ وہ عا

گھر کا تمام کام حضرت عائشہ صدیقہ گھر کا تمام کام

دن آپ کی باری تھی۔ اپنے ہاتھ سے جو پکی باری تھی۔ ا

حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگیں جب اُنؐ کے کا انتظار کرنے

تشریف لا کر جگایا۔ کر جگایا۔

حضور ﷺ طہارت میں بہت اہتمام حضور ﷺ طہار

س خدمت کی انجام دہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی انجام دہی حض

Marfat.com

Marfat.com

عنہا کو دیتے وہ چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضور ﷺ استعمال فرماتے۔

۹ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کو دوشنبہ کے دن سرورِ کونین ﷺ کی روحِ اطہر نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضور ﷺ کا سرِ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ جسمِ اطہر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کے ایک گوشہ میں ہی سپردِ خاک کیا گیا۔

رحلتِ نبیٔ اکرم ﷺ کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ۴۸ برس آپؓ نے عالمِ بیوگی میں بسر کیے۔ اس تمام عرصے میں وہ تمام عالمِ اسلام کے لئے رُشد و ہدایت، علم و فضل اور خیر و برکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان کے فضائل و اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ سینکڑوں اوراق ان کے بیان کے لئے ناکافی ہیں۔ ۲۲۱۰ (دو ہزار دو سو دس) حدیثیں آپؓ سے مروی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ احکامِ شریعہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کے مسائل پوچھتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ ہو، یعنی ہر مسئلہ کے متعلق انہیں سرورِ کائنات ﷺ کا اسوہ معلوم تھا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔

بعض مخصوص فضائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ بروایت قاسم بن محمدؒ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ دس اوصاف مجھ میں ایسے ہیں جن میں دوسری ازواجِ مطہرات میں کوئی میری شریک نہیں۔

(۱) صرف میں ہی کنوار پن میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئی۔

(۲) جبریل امین علیہ السلام میری صورت میں حضور ﷺ سے ملے اور کہا کہ

Marfat.com

عائشہ سے شادی کر لیجئے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آیتِ برأت نازل فرمائی۔ ـت برأت نازل

(۴) میرے ماں باپ دونوں مہاجر ہیں۔ ہیں۔

(۵) میں رسولِ کریم ﷺ کے سامنے ہوتی تھی اور حضور ﷺ نماز میں مصروف ہوتی تھی ا
ہوتے تھے۔

(۶) میں اور رسول کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ ا برتن سے غسل

(۷) نزولِ وحی میں صرف میں آپ کے پاس ہوتی تھی۔ کے پاس ہوتی

(۸) جس شب کو میری باری تھی اسی رات کو رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی رات کو رسول ا

(۹) جب سرورِ کائنات ﷺ کی روحِ پاک نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی پاک نے ع
حضور ﷺ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا۔ د میں تھا۔

(۱۰) میرے ہی حجرہ کو رحمۃ اللعالمین ﷺ کا مدفن بننے کی سعادت نصیب ہوئی ﷺ کا مدفن

نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک دفعہ فرمایا۔ ''عائشہ کو عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے عائشہ کو عورتوں
شوربے میں ملی ہوئی روٹی کو عام کھانوں پر۔''

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں تمام ازواجِ مطہرات کے ۱۰ وقت میں تمام
ہزار درہم سالانہ مقرر تھے البتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ۱۲ ہزار درہم سالانہ دیے رضی اللہ عنہا
جاتے تھے۔ اس کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے تھے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو بہت فرماتے تھے ک
محبوب تھیں۔

جب عراق فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک موتیوں کی ڈبیہ بھی حضرت فاروقِ اعظم رضی یوں کی ڈبیہ بھی
اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ آپ نے لوگوں سے اجازت لے کر اسے حضرت عائشہ صدیقہ اجازت لے کر
رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''اے خدا! عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ اے خدا! عمر
کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں۔ آئندہ مجھے ان کے عطیات کے لئے زندہ نہ رکھنا۔'' کے عطیات
جب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے ت کا وقت قریب
فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ مجھے رسول عنہا کی خدمت

Marfat.com

کریم ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونے کی ﷺ کے پہلو۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عا
ہوئی تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی خاطر آج میں اس لن عمر رضی اللہ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عا
رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پہلو بہ پہلو استراحت نہ نبی اکرم ﷺ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حضرت عمر
کے عہدِ خلافت میں امتِ مسلمہ میں خوفناک فتنولافت میں ا
جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت ن غنی رضی ا
ضعیف العمر امیر المؤمنین کو قرآن مجید کی تلاوت ر امیر المؤ
شہید کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل ضرت عائش
علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں بعض صحابہ کرام وجہہ کے عہدِ
ایک گروہ انتقامِ عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اٹھا۔ انتقامِ عثمان
عنہ (حواریٔ رسول ﷺ) اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جلیسِ رسول ﷺ) او
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عا
تھا، اس لئے وہ نیک نیتی کے ساتھ اس جماعت لئے وہ نیک
قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ میں سے بعض لوگ حان رضی اللہ
مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سے انکاری تھے اور حقیقت اللہ عنہ اس
کرار رضی اللہ عنہ قاتلان کو کبھی پناہ نہ دے سکتے للہ عنہ قاتلا
واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ''جنگِ جمل'' تھا۔ حضرت یا۔ یہ واقعہ
جماعت کے ہمراہ بصرہ گئیں۔ بدقسمتی سے وہاں حلے ہمراہ بصرہ
تو انہوں نے ام المؤمنین کو نہایت احترام کے ساتھ ام المؤمنی
عنہا کو جب بھی یہ جنگ یاد آتی، وہ پھوٹ پھوٹ بھی یہ جنگ
سے ۲۰ سال پہلے معدوم ہو چکی ہوتی۔'' پہلے معدوم
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عائ

Marfat.com

جاتی ہے جن میں قاسم بن محمد۔ سروق تابعیؒ۔ عائشہ بنت طلحہؒ ابوسلمہؓ عروہ بن زبیرؓ بہت مشہور ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حدیث روایت کرتیں اس کا پس منظر اور اسباب وعلل بھی بیان کر دیتیں۔ جو توجیہ آپؓ کرتیں اسے باور کرنے کے لئے دور از کار تاویلوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ کورانہ تقلید کو آپؓ پسند نہ کرتیں۔ ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں نحس ہیں۔ عورت، گھر اور گھوڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ابوہریرہ رضی اللہ نے آدھی بات سنی۔ جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ پہلا فقرہ فرما چکے تھے وہ یہ کہ یہودی کہتے ہیں۔ نحوست تین چیزوں میں ہے، عورت، گھر اور گھوڑا۔"

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت سماعِ موتیٰ (فوت شدگان کا سننا) کے متعلق ہے کہ رسول کریم ﷺ نے آپؓ کے دریافت کرنے پر فرمایا۔

"وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مُردے پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنی تو اس کے ماننے سے انکار کیا اور فرمایا حقیقتِ حال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک یہودیہ کے جنازے پر گزرے، اس کے عزیز واقارب رو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ (یعنی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہے) اس کے بعد فرمایا کلام مجید میں واضح ارشاد ہے:

"کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھاتا"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جب ان کا وقتِ وفات قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ "حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سُن کر فرمایا۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ابو سعید پر رحم کرے۔ سرورِ کائنات کی مراد لباس سے اعمال تھے۔"

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ کا ارشاد ہے نمازِ عصر اور نمازِ فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل وسنت بھی جائز نہیں۔" بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا "عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا، حضور ﷺ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کو تاک کر نماز نہ پڑھے۔ (یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو)۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کھانا طلب کیا۔ پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ ایک شخص نے پوچھا ۔ یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے کہ جس میں سرورِ دو عالم ﷺ نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ اللہ کی قسم دن میں دو بار بھی حضور ﷺ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ ایک گھر مہمان اتریں ۔ گھر کی دو جوان لڑکیوں کو دیکھا کہ بغیر چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید کی آئندہ کوئی لڑکی چادر اوڑھے بغیر نماز نہ پڑھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے حد فیاض، مہمان نواز اور غریب پرور تھیں۔ ایک بار حضرت عبداللہ ابنِ زبیرؓ نے آپؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے ۔ آپؓ نے اسی وقت سب رقم غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کر دی۔ اس دن روزے سے تھیں ۔ شام ہوئی تو خادمہ نے کہا "ام المؤمنینؓ کیا اچھا ہوتا۔ آپؓ نے اس رقم سے کچھ گوشت ہی افطار کے لئے لیا ہوتا۔" فرمایا "تم نے یاد دلایا ہوتا۔"

آپؓ دن کا زیادہ حصہ عبادت میں یا لوگوں کو مسائل بتانے میں صرف کرتی تھیں۔ ان کا دل مہر ومحبت اور عفو وشفقت کا خزینہ تھا۔ دشمنوں اور مخالفوں تک کو معاف کر دیتیں ۔ مشہور شاعر صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واقعۂ افک میں غلط فہمی کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کا بہت رنج تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے حسان بن ثابتؓ کو معاف کر دیا تھا اور ان کی بہت عزت کرتی تھیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعض رشتہ دار حسان کو واقعہ افک میں شرکت کی وجہ سے برا

Marfat.com

کہنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ ان کو بُرا مت کہو۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے۔

معاویہ بن خدیج نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ وہ ان سے کبیدہ خاطر تھیں لیکن جب انہوں نے سنا کہ میدانِ جہاد میں معاویہ کا سلوک اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت اچھا ہوتا ہے۔ کسی کا جانور مر جائے تو اسے اپنا جانور دے دیتے ہیں، کسی کا غلام بھاگ جائے تو اسے اپنا غلام دے دیتے ہیں اور سب لوگ ان سے راضی ہیں تو فرمایا ''استغفر اللہ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں میں اس سے اس بناء پر ناراض نہیں رہ سکتی کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہیں۔ کیونکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا ہے کہ خداوندا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تُو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر، جو اس کے ساتھ سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۱۷ رمضان ۵۸ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ لوگوں نے نہایت کثرت سے اس رات مشعلیں روشن کر لی تھیں۔ ان کے انتقال سے تمام عالمِ اسلام میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ وصیّت کے مطابق رات کو بعد نماز وتر جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔

☆☆☆

مسجدِ عائشہ صدیقہؓ، مکہ مکرمہ سے ۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے احرام باندھا تھا۔

Marfat.com

۱۴	اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث	۷۱
۱۵	اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث	۷۴
۱۶	اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۷۷
۱۷	اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیَیّ	۷۹
۱۸	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد مصطفےٰ ﷺ	۸۶
۱۹	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ	۹۱
۲۰	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ	۹۴
۲۱	خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	۹۶
۲۲	خاتونِ کربلا حضرت زینبِ کبریٰ رضی اللہ عنہا	۱۱۷
۲۳	حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنت خباط	۱۳۸
۲۴	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب	۱۴۰
۲۵	حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	۱۴۴
۲۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ خطاب	۱۴۷
۲۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۵۲
۲۸	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس	۱۶۳
۲۹	حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	۱۷۰
۳۰	حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا	۱۷۲
۳۱	حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا	۱۷۹

Marfat.com

اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

بنت زمعہ رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام سودہ رضی اللہ عنہا تھا۔ باپ کا نام زمعہ بن قیس تھا جو قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔ ماں کا نام سموس بنت قیس تھا جو انصار کے خاندان بنو نجار سے تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو سے ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہایت صالح طبیعت عطا فرمائی تھی۔ جب رسولِ کریم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو آپؓ نے فوراً اسے قبول کرلیا اور اس طرح سابقون الاولون میں شمار ہوئیں۔ ان کے شوہر نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ کئی برس وہاں رہ کر مکہ واپس لوٹے، کچھ دنوں بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی۔ بن ماں کے بچوں کو دیکھ کر سرورِ کائنات ﷺ کی طبیعت مبارک افسردہ رہتی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ کی ایک جان نثار صحابیہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے ایک دن بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد میں ہمیشہ آپؐ کو ملول دیکھتی ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں! گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی۔'' خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''تو پھر آپ کو ایک رفیق و غم گسار کی ضرورت ہے، اگر اجازت ہو تو آپؐ کے نکاحِ ثانی کے لئے سلسلۂ جنبانی کروں۔''

رسولِ کریم ﷺ نے اسے منظور فرمالیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہ اب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے رسولِ کریم ﷺ کی خواہش بیان کی۔ حضرت سودہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے بخوشی حرمِ نبویؐ بننے پر اظہارِ رضا مندی کیا۔ ان کے والد زمعہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضورﷺ کا پیغام قبول کر لیا اور انہوں نے اپنی لختِ جگر کا نکاح سرورِ کائناتﷺ سے چار سو درہم پر خود پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ گھر تشریف لائے۔ وہ ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ اس نکاح کا حال سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں ساری عمر اپنی اس نادانی کا بہت قلق رہا۔

اپنے پہلے شوہر سکران رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر گر پڑا۔ انہوں نے یہ خواب حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ آپؓ نے کہا۔ اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمدﷺ کے نکاح میں آؤ گی۔

واقعی اس خواب کی تعبیر چند دن بعد پوری ہو گئی۔

بعض روایتوں کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضورﷺ کے نکاح میں آئیں اور بعض کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضورﷺ کا نکاح ثانی ہوا۔

۱۳ نبوی میں جب رسول کریمﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ سب حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے آئیں۔

آیتِ حجاب کے نزول سے پیشتر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت وغیرہ کے لئے باہر تشریف لے جاتی تھیں۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ ازواجِ مطہراتؓ کو باہر نہ نکلنا چاہیئے۔ اس کے لئے وہ ایک مرتبہ نبی کریمﷺ سے بھی عرض کر چکے تھے، لیکن حضورﷺ خاموش رہے تھے۔ ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف جا رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد بلند و بالا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا ''سودہؓ! تم کو ہم نے پہچان لیا۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے

Marfat.com

رسول کریم ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور تمام خواتین پردہ کی پابند ہو گئیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ظرافت بھی تھی جس سے رسولِ کریم ﷺ بعض اوقات محظوظ ہوتے۔

کبھی کبھی وہ جان بوجھ کر بے ڈھنگے پن سے چلتیں۔ حضور ﷺ دیکھتے تو ہنس پڑتے، ایک دن رات کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور ﷺ بڑی دیر تک رکوع میں رہے۔ صبح کو کہنے لگیں ''یا رسول اللہ ﷺ رات کو نماز میں اتنی دیر تک رکوع کیا کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ بڑی دیر تک میں اپنی ناک سہلاتی رہی۔'' حضور ﷺ سن کر متبسم ہو گئے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت رحم دل اور سخی تھیں جو کچھ آپؓ کے ہاتھ آتا تھا۔ اسے نہایت دریا دلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ وہ طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی ہدیۃً بھیجی۔ آپؓ نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا ''درہم'' بولیں ''تھیلی میں کھجوروں کی طرح؟'' یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی تھیں۔

چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سن زیادہ ہو چکا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نوعمر تھیں۔ آپؓ نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے ''میں نے کسی عورت کو حسد (یا جذبۂ رقابت) سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اتنے پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔''

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ۱۰ ہجری میں رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں۔ چونکہ دراز قد اور فربہ اندام تھیں اس لئے تیز چلنے سے مجبور تھیں۔ حضور ﷺ۔

Marfat.com

مزدلفہ سے روانگی سے پہلے انہیں چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ ان کو بھیڑ بھاڑ سے تکلیف نہ ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسولِ کریم ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا'' چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی نہایت سختی سے تعمیل کی۔ دوسری ازواجِ مطہرات ؓ ادائے حج پر اس حکم کا اطلاق نہیں کرتی تھیں لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا و حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد ساری عمر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں۔ ''میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں۔ اب اللہ کے حکم کے مطابق گھر سے باہر نکلوں گی۔''

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرتِ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ انہوں نے خلافتِ فاروقی میں جنگ جلولا میں شرکت کی اور نہایت بہادری سے لڑ کر رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضور رسولِ کریم ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

بنت عمر رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام حفصہ تھا۔ والد حضرتِ عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ والدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھیں جو بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ فقیہِ اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

بعثتِ نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

پہلا نکاح حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے ہوا جو بنو تمیم میں سے تھے۔ اپنے ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں۔ ہجرت مدینہ میں آپؓ بھی اپنے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہرؓ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور پامردی سے لڑے۔ لڑائی میں شدید زخمی ہوئے۔ چنانچہ انہیں اٹھا کر مدینہ لے گئے۔ علاج کے باوجود جاں بر نہ ہو سکے اور حضرتِ حفصہ بیوہ ہو گئیں۔

اپنی لختِ جگر کو بیوہ دیکھ کر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاحِ ثانی کی فکر ہوئی۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے تخلیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کے لئے کہا وہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نا گوار گزرا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان ہی دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی لختِ جگر سے نکاح کر لینے کے لئے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ابھی نکاح نہیں کرنا

Marfat.com

چاہتا۔ اب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات بیان کئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں سے بہتر ہے۔'' یہ گویا اپنی ذاتِ گرامی کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہو سکتی تھی۔ فوراً قبول کر لیا اور ۳ ہجری میں حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔

ایک دن رسولِ کریم ﷺ کو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ہو گئی کیونکہ حضور ﷺ نے وہاں کمال رغبت سے شہد کھایا جو کسی نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتقاضائے فطرت رشک پیدا ہوا۔ ان میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں بہ ناپا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ صورت واقعہ بیان کی اور کہا جب رسولِ کریم ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں تو ان سے کہنا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔''

یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے۔ اس میں ذرا ناخوشگوار سی بو ہوتی ہے اور رسولِ اطہر ﷺ کو بُو سے سخت نفرت تھی۔ مقصد یہ کہ حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں سے جو شہد کھایا اس کی وجہ سے مغافیر کی بُو دہن مبارک سے آتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ سے ویسا ہی کہا۔ حضور ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ مغافیر کی بُو آپؐ کے دہن مبارک سے آئے۔ فرمایا۔ آئندہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر آیتِ تحریم نازل ہوئی۔

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۵ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ

(ترجمہ) اے نبی اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو۔

واقعہ تحریم کے بعد حضور ﷺ نے ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے راز کی بات فرمائی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ بات نکل گئی۔ اس پر بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا۔

''اور جب پیغمبرؐ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور انہوں نے فاش کر دی

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو مطلع کر دیا تو پیغمبرؐ نے اس کا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑا۔ پھر جب ان سے کہا تو انہوں نے کہا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ پیغمبرؐ نے کہا مجھ کو خدائے علیم وخبیر نے خبر دی۔'' (سورۂ تحریم)

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے متفق ہو کر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو آیت نازل ہوئی۔ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر رسولِ خداؐ کے سامنے مظاہرہ کرو تو اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، تمام صالح مومنین اور سب کے بعد فرشتے نبیؐ کے مددگار ہیں۔ (سورہ تحریم)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں بہت بے باکی تھی۔ کبھی کبھار رسولِ کریم ﷺ کو بھی بے باکی سے جواب دیتی تھیں۔ ایک دن ان کے پدرِ محترم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا اور انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ ''میں نے سنا ہے کہ تم رسول کریم ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''بے شک میں ایسا ہی کرتی ہوں۔''

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ ''بیٹی ایسا مت کیا کرو! میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ کثرت سے نمازیں پڑھتیں اور روزے رکھتی تھیں۔ رسول کریم ﷺ سے بڑی بے باکی سے ہر قسم کے مسائل پوچھ لیتی تھیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اصحابِ بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ خدا تو فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا . تم میں سے ہر ایک واردِ جہنم ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں، مگر یہ بھی تو ہے'' ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں زانوؤں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

رسولِ کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت شفا رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف نے

Marfat.com

آپؓ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ رسولِ کریم ﷺ نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ جو رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد تا زندگی ان کے پاس رہا۔ یہ بڑا عظیم الشان شرف تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں۔

دجال کے شر سے بہت ڈرتی تھیں۔ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد تھا۔ اس میں دجال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو راستے میں مل گیا۔ انہوں نے اس کی بعض حرکتوں پر اظہارِ نفرت کیا۔ ابنِ صیاد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی۔ بھائی سے کہنے لگیں "تم اس سے کیوں اُلجھتے ہو، تمہیں معلوم نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔"

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔

وفات سے پیشتر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کی غابہ کی جائیداد کو صدقہ کر کے وقف کر دیں۔ اولاد آپؓ نے کوئی نہیں چھوڑی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ

آپؓ کا اسمِ گرامی زینب تھا اور خزیمہ بن حارث (بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر) کی بیٹی تھیں۔

آپؓ نہایت فیاض اور کشادہ دل تھیں۔ فقیروں اور مسکینوں کی امداد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتیں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتیں۔ ان صفات کی وجہ سے لوگوں نے انہیں ''اُمّ المساکین'' کا لقب دے دیا تھا۔

آپؓ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ جب ۳ ہجری میں جنگِ اُحد ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ لڑائی سے پہلے انہوں نے دعا مانگی ''اے خالقِ کون و مکان! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غضبناک ہو۔ میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اس کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں اور وہ میرے ناک کان کاٹ ڈالے تاکہ جب میں تجھ سے ملوں اور تو پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں تیرے اور تیرے رسول ﷺ کے لئے۔''

بارگاہِ الٰہی میں ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ملہم غیبی نے انہیں شہادت کی بشارت دی۔ چنانچہ فرمایا۔ ''اللہ کی قسم میں دشمن سے لڑوں گا۔ حتّٰی کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ کرے گا۔

چنانچہ اُحد کے معرکہ کارزار میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک چھڑی عطا فرمائی جس سے انہوں نے تلوار کا کام لیا۔ ایسی حالت میں لڑتے لڑتے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پرو دیئے اور یوں ان کی تمنا پوری ہوگئی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رسول کریم ﷺ نے اسی سال حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کرلیا۔ حق مہر ۱۲ اوقیہ قرار پایا۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً تیس سال کی تھی۔

سرورِ کائنات ﷺ کے عقدِ نکاح میں آئے ہوئے انہیں دو تین مہینے ہی گزرے تھے کہ پیغامِ موت آ گیا۔ خیر البشر ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں میں رخصت ہوئیں۔ دوسری سب ازواجِ مطہراتؓ نے حضور ﷺ کے بعد جامِ اجل پیا۔

☆☆☆

Marfat.com

۳۲	حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا	۱۸۱
۳۳	حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا	۱۸۴
۳۴	حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا	۱۸۷
۳۵	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد	۱۹۰
۳۶	حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا	۱۹۲
۳۷	حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو بن الشرید	۱۹۹
۳۸	حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	۲۰۵
۳۹	حضرت اُمِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا	۲۰۷
۴۰	حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۰۸
۴۱	حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء	۲۱۰
۴۲	حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابوطالب	۲۱۲
۴۳	حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنتِ جحش رض	۲۱۴
۴۴	حضرت اُمِ خالد رضی اللہ عنہا بنت خالد رض بن سعید	۲۱۶
۴۵	حضرت اُمُ الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۱۷
۴۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس	۲۲۰
۴۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید	۲۲۲
۴۸	حضرت اُمِ حکیم رضی اللہ عنہا بنت حارث	۲۲۵
۴۹	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سلمہ رض	۲۲۷

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ہند، کنیت اُمِ سلمہؓ باپ کا نام حذیفہ تھا جو قبیلہ بنی مخزوم میں سے تھے۔ ماں کا نام عاتکہ تھا۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد حذیفہ (جن کی کنیت ابو امیہ تھی) ایک دولت منداور بے حد فیاض آدمی تھے۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی ۔بیسیوں لوگ ان کے دستر خوان پر پلتے تھے۔ اگر کبھی سفر کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کے خورد نوش اور دوسری ضروریات کی کفالت انہی کے ذمہ ہوتی ۔ انہی فیاضیوں کی بدولت لوگوں نے انہیں ''زادالراکب'' کا لقب دے رکھا تھا اور وہ تمام قبائل قریش میں نہایت عزّت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ابوسلمہؓ بن عبدالاسد سے ہوا۔ وہ ایک صالح فطرت رکھنے والے انسان تھے۔ جب رسولِ کریم ﷺ نے تبلیغِ حق کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ ان کی پاکباز طبیعت اس سے متاثر نہ ہوتی۔ آپؓ نے اپنے قبیلہ کی مخالفت اور دوسرے مصائب کے علی الرغم فی الفور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی زمانہ میں دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوگئیں ۔ اس طرح یہ دونوں میاں بیوی اُن عظیم پاک فطرت انسانوں میں شامل ہوگئے، جنہیں سابقون الاولون بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سعید روحوں نے اسلام کی خاطر بڑی مصیبتیں اٹھائیں، لیکن جادہ حق سے ان کے قدم ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے ۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی، کفار بھی اپنی ایذارسانیوں میں اضافہ کرتے جاتے تھے۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان کے بچاؤ کے لئے ہجرت کرنا چاہے وہ ملکِ حبش چلا جائے ، جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔

Marfat.com

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ (بعض روایتوں کے مطابق) وہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ عازمِ حبش ہوئے۔ کچھ دن وہاں گزارنے کے بعد واپس آ گئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا قصد کیا۔ اس وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ اس پر انہوں نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے ننھے بچے سلمہ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پا پیادہ چل پڑے۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے لوگوں یعنی بنو مغیرہ کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جا سکتے ہو، لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اونٹ کی نکیل ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھین لی اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے چلے۔ اتنے میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگ بنو عبدالاسد آ پہنچے۔ انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچے سلمہ پر قبضہ کر لیا اور بنو مغیرہ سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے قبیلہ کے بچے کو تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے۔ ابوسلمہ رضی اللہ سے کہا ''تو اکیلا جہاں جی چاہے جا سکتا ہے۔''

اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہو چکا تھا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیوی بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بنو مغیرہ کے پاس اور ان کا بچہ بنو عبدالاسد کے پاس تھے۔ گویا دینِ حق کی خاطر تینوں باپ بیٹا اور بیوی جدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر اور بچے کی جدائی کا فطری طور پر بہت صدمہ تھا۔ وہ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتیں۔ پورا ایک سال ایسے ہی گزر گیا۔ ایک روز بنو مغیرہ کے ایک صاحبِ اثر اور رحم دِل آدمی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور کہا کہ ''یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے۔ ہم کب تک اس بیکس کو اس کے شوہر اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنو مغیرہ بخدا ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔'' اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے لوگوں کو بھی رحم آ گیا۔ انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ وہ

Marfat.com

مدینہ جا سکتی ہیں۔ جب بنو عبدالاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہیں ترس آ گیا اور انہوں نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ماں کے پاس بھیج دیا۔ اب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بچے کو گود میں لیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں تنعیم کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی عثمان رضی اللہ بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ انہوں نے جب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تنِ تنہا سفر کرتے دیکھا تو دل میں آیا ''اے عثمانؓ یہ مردانگی سے بعید ہے کہ یہ عورت خدا کی راہ میں یوں سفر کرے اور تُو اس کی مدد نہ کرے۔'' انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کشاں کشاں مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب کہیں پڑاؤ ہوتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور چلنے کے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے۔ غرض یوں چلتے چلاتے وہ قباء پہنچے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یہاں ہی مقیم تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ یہاں سے مکہ واپس چلے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے ہوئی۔ وہ اپنی نیک سیرت بیوی اور بچہ کو پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کی نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ ان کا قول تھا:

''میں نے عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے دادِ شجاعت دی۔ ان کا بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا۔ علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہو گئے لیکن چند ماہ بعد یہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی کی تکلیف سے واصلِ بحق ہو گئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بار بار پکارتی تھیں ''ہائے ہائے غربت میں کیسی موت آئی ہے۔''

جب رسولِ کریم ﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو حضور ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگو۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ کی آنکھیں وفات کے وقت کھلی رہ گئی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند کیں۔ ان کی نمازِ جنازہ

Marfat.com

پڑھتے وقت حضور ﷺ نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے ۹ تکبیریں کیسے کہیں؟ فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہزاروں تکبیروں کے مستحق تھے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بڑے عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ایک بار حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عازم فردوس ہو اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی واصلِ بحق ہو جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو بھی فردوس بریں میں جگہ دیتا ہے۔ آؤ ہم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرے دوسرا اس کے بعد مجرد زندگی گزارے۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا تم میرا کہا مانو گی۔؟

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تو سنو! اگر میں پہلے مر جاؤں تو تم میرے بعد ضرور نکاح کر لینا۔''

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بار بار پکارتی تھیں۔ ''ہائے ہائے غربت میں کیسی موت آئی ہے۔''

جب رسولِ کریم ﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو حضور ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگو۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ کی آنکھیں وفات کے وقت کھلی رہ گئی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند کیں۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے وقت حضور ﷺ نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے ۹ تکبیریں کیسے کہیں؟ فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہزاروں تکبیروں کے مستحق تھے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بڑے عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ایک بار حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عازم

Marfat.com

فردوس ہو اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی واصلِ بحق ہو جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو بھی فردوس بریں میں جگہ دیتا ہے۔ آؤ ہم دونوں عہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرے دوسرا اس کے بعد مجرد زندگی گزارے۔"

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا تم میرا کہا مانو گی۔؟

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے۔"

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تو سنو! اگر میں پہلے مرجاؤں تو تم میرے بعد ضرور نکاح کر لینا۔"

پھر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی۔ "اے مولائے کریم۔ اگر میں امہ سلمہ کی زندگی میں مرجاؤں تو تُو اسے مجھ سے بہتر جانشین دے۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ کی وفات پر تعزیت کے لئے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تلقین کی "اے اُمِ سلمہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر مانگو اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرو کہ وہ تمہیں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر جانشین دے۔"

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سوچا کرتیں کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے تا آنکہ وہ حضور ﷺ کے نکاح میں آگئیں۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی دستگیری کے خیال سے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ بھی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی کس مپرسی سے بہت متاثر تھے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے راہِ حق میں جو مصیبتیں اٹھائی تھیں حضور ﷺ کو ان کا بے حد احساس تھا۔ چنانچہ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت اُمِ سلمہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا اور شوال ۴ ہجری میں وہ حضور ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے بعد وہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر لائی گئیں جو وفات پا چکی تھیں۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا۔ حضور ﷺ نے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو خرمے کی چھال سے بھرا ہوا ایک چرمی تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بھی آپؓ نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت توجہ سے کی۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا یا نہیں'' فرمایا ''ہاں''۔

رسول کریم ﷺ کے صلب مبارک سے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سفینہ رضی اللہ عنہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ آپؓ نے سفینہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ تاحین حیات نبی کریم ﷺ کی خدمت کریں۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ ایک سادہ دل صحابیؓ تھے۔ ۵ ہجری میں حضور ﷺ نے بنو قریظہ کے شریر اور بدعہد یہودیوں کا محاصرہ کیا۔ بارگاہِ رسالتؐ سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہودیوں سے گفتگو کے لئے بھیجے گئے۔ دوران گفتگو میں ان سے ایک ایسا اشارہ سرزد ہو گیا جس سے مترشح ہوتا کہ حضور ﷺ کا ارادہ یہودیوں کو قتل کرنے کا ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بعد میں احساس ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کا راز افشا کر دیا ہے۔ بہت منفعل ہوئے اور اپنی غلطی ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسجدِ نبویؐ کے ستون سے باندھ دیا اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔

چند دن بعد سرورِ دو عالم ﷺ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ صبح اٹھے تو چہرۂ اقدس متبسم تھا۔ فرمایا آج ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بے حد مسرت ہوئی۔ عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنا دوں۔''

فرمایا ''ہاں اگر چاہو۔''

Marfat.com

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہو کر پکاریں۔

''ابولبابہؓ ! مبارک ہو! تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔''

حضرت ابولبابہ رضی االلہ عنہ سجدۂ شکر بجا لائے۔ دوسرے صحابۂ کرامؓ میں بھی یہ خبر بسرعت پھیل گئی اور وہ سب ابولبابہ رضی اللہ کو مبارکباد دینے مسجد نبویؐ میں اکٹھے ہو گئے۔

ایک دن نبی کریم ﷺ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آیۂ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ اَھْلَ الْبَیْتِ کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا ''بارِ الٰہا! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔'' حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ، یارسول اللہ ﷺ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔'' فرمایا ''تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ بَلٰی اِنْشَاءَ اللّٰہُ (ہاں اگر اللہ نے چاہا)

۶ ہجری میں رسول کریم ﷺ حج بیت اللہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ آپؐ نے مکہ سے ۱۹ میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا اور قریش کے پاس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع بھیجی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد افواہ پھیل گئی کہ قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی کہ اگر قریش مکہ سے ان کے ظلم کا انتقام لینے کے لئے لڑنا بھی پڑا تو منہ نہ موڑیں گے۔ ۱۴۰۰ اصحابہ کرامؓ نے بیعت کی جو تاریخ میں ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش مرعوب ہو گئے اور انہوں نے ان شرائط پر مسلمانوں سے صلح کی طرح ڈالی۔

۱۔ دس سال تک باہمی صلح رہے گی۔ دونوں طرف سے کسی کی آمد و رفت میں روک ٹوک نہ کی جائے گی۔

۲۔ اگلے سال مسلمانوں کو طواف بیت اللہ کی اجازت ہو گی لیکن طواف کے وقت ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو گا۔

Marfat.com

۳۔ تمام قبائل خود مختار ہیں، خواہ قریش سے مل جائیں یا مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ حلیف قبائل کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر رسول کریم ﷺ کے پاس چلا جائے تو قریش کے طلب کرنے پر اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا جائے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

رسول کریم ﷺ نے حکم الٰہی کے ماتحت یہ شرائط منظور کر لیں، لیکن عام مسلمان جو مصلحت خداوندی کو نہ سمجھ سکے۔ ان شرائط سے بہت شکستہ دل ہوئے، کیونکہ انہیں وہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف معلوم ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ نے صلح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قربانی کریں۔ شکستہ دل صحابہؓ کرام نے قربانیاں دینے میں کچھ تامل کیا۔ حضور ﷺ اس سے ملول ہوئے۔ آپؐ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا "یا رسول اللہ ﷺ! مسلمانوں نے آپ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا۔ آپؐ خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔" حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ قبول کر لیا اور کسی سے کچھ کہے بغیر خود ہی قربانی کی اور احرام اتارا۔ جب صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا فرمان ناطق ہے تو سب نے دھڑا دھڑ قربانیاں کیں اور سر کے بال منڈوا دیئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی زبانِ مبارک سے اَیُّھَا النَّاسُ ہی نکلا تھا کہ مشاط کو حکم دیا کہ "بال باندھ دو" اس نے کہا "اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی تو حضور ﷺ نے اَیُّھَا النَّاسُ ہی فرمایا ہے۔" حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں اپنے بال خود باندھے اور برہمی سے بولیں۔ "کیا ہم آدمیوں میں شامل نہیں؟" اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا۔

سبط رسولؐ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں پیشگوئی فرمائی۔ ۶۱ ہجری میں جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم المرتبت رفقاء کے ساتھ دشتِ کربلا میں جامِ شہادت

Marfat.com

نوش کیا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے اور بہت غمزدہ ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟"

فرمایا "حسینؓ کے مقتل سے آ رہا ہوں۔"

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ بے اختیار ہو کر رونے لگیں اور بلند آواز سے فرمایا۔ "عراقیوں نے حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کو قتل کیا۔ اللہ انہیں قتل کرے، انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ سے دغا کی، اللہ ان پر لعنت کرے"۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی مانند بے حد سخی تھیں۔ خود بھی سخاوت کرتی تھیں، دوسروں کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ زیادہ نہ ہوتا تو تھوڑا یا جو کچھ بھی ہوتا سائل کو دے ڈالتیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۳ ہجری میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو اولادیں تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سلمہؓ: حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی ہجرت کے دوران حبش میں پیدا ہوئے۔ دوسری ہجرت کے وقت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ کی دختر امامہ کا نکاح انہیں سے کیا تھا۔

۲۔ عمرؓ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں بحرین اور فارس کے عامل تھے۔

۳و۴ دُرّہ اور زینب: دونوں صاحبزادیاں تھیں۔ بعض روایتوں کے مطابق حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی صرف ایک ہی لڑکی زینب تھیں یعنی ان کی تین اولادیں دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ جحش

نام زینبؓ۔ کنیت ام الحکم، باپ کا نام جحش بن رباب تھا، جو قریش کے خاندان اسدیہ میں سے تھے، ماں کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا اور وہ رسولِ کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُـوْن بننے کا شرف حاصل کیا۔ جن مقدس ہستیوں نے ہجرت مدینہ میں سبقت کی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ رسولِ کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ حضور ﷺ انہیں بے حد محبوب رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سے کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعض وجوہ کی بناء پر یہ رشتہ پسند نہ تھا اور انہوں نے نکاح سے پہلے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ میں زید کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی۔'' لیکن حضور ﷺ اس نکاح میں بہتری سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کے منشاء کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہو گیا، لیکن دونوں کے تعلقات میں خوشگواری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ تقریباً ایک برس بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے پاس شکایت کی کہ ''یا رسول اللہ ﷺ زینبؓ مجھ سے زبان درازی کرتی ہے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔''

حضور ﷺ نے انہیں سمجھا دیا کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔

(ترجمہ) اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا۔
یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھو اور اللہ سے ڈرو!۔

بہر حال حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نباہ نہ ہونا تھا نہ ہوا

Marfat.com

۵۰	حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا بنتِ ملحان	۲۲۹
۵۱	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ عقبہ	۲۳۱
۵۲	حضرتِ ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ	۲۳۳
۵۳	حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابو العاص رضی اللہ عنہ	۲۳۷
۵۴	حضرت اروی رضی اللہ عنہا بنتِ عبد المطلب	۲۳۹
۵۵	اُمِ الخیر رضی اللہ عنہا بنتِ صخر	۲۴۱
۵۶	حضرت اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا	۲۴۲
۵۷	حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبد اللہ	۲۴۳
۵۸	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنتِ ثعلبہ	۲۴۴
۵۹	حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ خثمہ	۲۴۶
۶۰	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	۲۴۷
۶۱	حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا	۲۶۰
۶۲	سیدہ عائشہ رحمۃ اللہ علیہا	۲۶۱
۶۳	رابعہ رحمۃ اللہ علیہا بنتِ اسماعیل	//
۶۴	حضرت منفوسہ رحمۃ اللہ علیہا بنت زید	۲۶۲

Marfat.com

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بالآخر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایامِ عدّت پوری کر چکیں تو حضور ﷺ سے نکاح کرنا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور لوگ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے۔ چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور لوگوں میں زید رضی اللہ بن محمد ﷺ کے نام سے مشہور تھے۔ اس لئے حضور ﷺ کو عام لوگوں (اور بالخصوص منافقوں) کے اعتراض کے خیال سے اس نکاح میں تأمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ جاہلیت کی رسوم کا مٹانا منظور تھا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ. وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ. (الاحزاب)

(ترجمہ) تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو، جس کو اللہ ظاہر کر دینے والا ہے اور لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ ہی سے ڈرنا چاہیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں معترضین کو متنبہ کیا۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ.

(ترجمہ) اور محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہ ہوں گے۔

اور پھر حکم ہوا

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ

(ترجمہ) لوگوں کو ان کے (حقیقی) باپ کے نام سے پکارو!

حضور رسول کریم ﷺ نے یہ خدمت حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی کہ وہ آپ ﷺ کا پیغامِ نکاح لے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور کہا:

''زینبؓ! رسول اللہ ﷺ تم سے نکاح کے خواہش مند ہیں۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''میں اللہ کے حضور استخارہ کرتی ہوں''۔

یہ کہہ کر مصلے پر کھڑی ہو گئیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ پر وحی بھیجی۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا

(ترجمہ) پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض، ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی۔

Marfat.com

اور نکاح ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے اور بغیر انتظارِ اجازت اندر تشریف لے گئے۔

صبح کو دعوتِ ولیمہ ہوئی جس میں روٹی اور سالن کا انتظام کیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ ۳۰۰ آدمی دعوت میں شریک ہوئے۔ ۱۰۔۱۰ کی ٹکڑیوں میں آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ چند لوگ کھانا کھا کر باتوں میں مشغول ہو گئے اور اٹھنے کا خیال ہی نہ رہا۔ رسول کریم ﷺ از راہِ مروت انہیں اٹھنے کے لئے نہ فرماتے اور بار بار اندر آتے اور باہر جاتے۔ اسی مکان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی تھیں۔ جب بہت دیر ہوئی تو حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب نازل کی۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ. اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ. وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (احزاب)

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھر مت جاؤ مگر اس صورت میں جب تم کو کھانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تمہیں مدعو کیا جائے تو آ جاؤ، پھر جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ، کیونکہ اس بات سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے سو وہ تمہارے لحاظ سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہیں اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے مکان کے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہو گئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کئی خصوصیات کا مظہر تھا۔

۱۔ جاہلیت کی رسم کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے۔ مٹ گئی۔

۲۔ لوگوں کو حکم ہوا کہ کسی کو حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے (منہ بولے باپ) سے منسوب نہ کرو۔

Marfat.com

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا نکاح وحی کے ذریعے کیا۔

۴۔ نہایت شاندار ولیمہ کیا گیا جس میں بکری کا گوشت اور روٹی اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا مالیدہ شامل تھا۔ بکثرت لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔

۵۔ اس موقع پر آیتِ حجاب نازل ہوئی اور پردہ کا رواج ہوا۔

یہی خصوصیات تھیں جن کی بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت دیندار، پرہیز گار، حق گو اور مخیّر تھیں، ان کی عبادت و زہد کا خود رسولِ کریم ﷺ نے اعتراف فرمایا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں۔ آپؓ نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری۔ انہوں نے ذرا تلخ لہجے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دخل دینے سے منع کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''عمرؓ ان سے کچھ نہ کہو یہ اواہ (یعنی بڑی عابد و زاہد) ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

''میں نے دین کے معاملے میں زینبؓ سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔''

واقعہ افک میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش بھی غلط فہمی کی بناء پر شریک ہوگئی تھیں۔ لیکن جب رسول کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق استفسار کیا تو آپؓ نے صاف صاف کہہ دیا۔

''میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتی۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فیاضی میں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا ''تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔''

لمبے ہاتھ سے حضور ﷺ کی مراد فیاضی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پیش گوئی کی مصداق ثابت ہوئیں اور رسولِ کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد تمام ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہی وفات پائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود اپنے دست و بازو سے روزی کماتی تھیں۔ وہ فن دباغت جانتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی، اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتی تھیں۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وظیفہ ۱۲ ہزار درہم مقرر کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صرف ایک سال یہ وظیفہ لیا اور لیتے ہی حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا ''اے اللہ آئندہ یہ مال مجھ کو نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا زینبؓ بڑی مخیر ہیں۔

پھر مزید ایک ہزار درہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ انہوں نے وہ بھی فوراً خیرات کر دیئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۵۳ برس کی عمر میں ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے انتقال سے مدینہ کے فقراء و مساکین میں حشر بپا ہو گیا کیونکہ وہ ان کی مربی و دستگیر تھیں۔ وفات کے وقت سوائے ایک مکان کے کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ سب کچھ اپنی زندگی میں اللہ کی راہ میں لٹا چکی تھیں۔ اپنا کفن خود تیار کر کے رکھ چھوڑا تھا۔ وفات سے کچھ دیر پہلے وصیت کی کہ مجھے تابوتِ رسول اللہ ﷺ پر اٹھایا جائے۔ چنانچہ ان کی وصیت پوری کی گئی۔ وفات کے دن شدید گرمی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کی جگہ پر خیمہ لگوایا۔ نمازِ جنازہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرات محمد رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن جحش، اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی احمد اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر فرمایا۔

ذَهَبَتْ حَمِيْدَةً فقيد مفرع اليتامیٰ والارا

(ترجمہ) وہ نیک بخت بے مثل خاتون چلی گئیں اور یتیموں اور رانڈوں کو بے چین کر گئیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ۱۱ حدیثیں منقول ہیں جن کے راویوں میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ وغیرہ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث

آپؓ کا نام برّہؓ تھا۔ باپ کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ جو بنی خزاعہ کے خاندان مصطلق کے رئیس تھے۔ جب برّہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا تو حضور ﷺ نے ان کا نام جویریہؓ رکھا۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے ابنِ عم مسافع بن صفوان ذی الشفر سے ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث اسلام کے سخت دشمن تھے۔ قریش کے اشارے سے آپ نے اپنے قبیلہ کو مدینہ پر حملہ کے لئے تیار کیا۔ رسولِ کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپؐ ۲ شعبان ۵ ہجری کو مجاہدین کی ایک جمعیت کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حارث کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے مریسیع میں قیام کیا۔ یہاں کے لوگوں نے کچھ دیر مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن بالآخر شکست کھائی، ۱۱ آدمی مقتول ہوئے اور ۶۰۰ کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان گرفتار شدگان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپؓ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ چونکہ قبیلہ کے رئیس کی بیٹی تھیں، لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ تھا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی مجھ سے کچھ روپے لے کر چھوڑ دو۔ وہ راضی ہو گئے اور ۹ اوقیہ سونے کا مطالبہ کیا۔

اب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "مصیبت زدہ ہوں، آزاد ہونا چاہتی ہوں، ازراہِ کرم میری مدد فرمایئے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں تمہارا زرِ فدیہ ادا کر دوں اور تم سے نکاح کرلوں۔"

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فوراً راضی ہو گئیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان کا زرِ مکاتب ادا کر کے نکاح کر لیا اور ان کا پہلا نام (برّہ) بدل کر جویریہؓ نیا نام رکھا۔

Marfat.com

آپؓ کے حرمِ نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرامؓ نے قرابتِ نبوی ﷺ کا پاس کرتے ہوئے تمام اسیرانِ جنگ رہا کر دیئے۔

اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''میں نے جویریہؓ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلہ کے لئے باعثِ رحمت نہیں پایا۔''

اِدھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کو خبر ملی کہ ان کی بیٹی لونڈی بنالی گئی ہے۔ چنانچہ وہ بہت سا مال واسباب اونٹوں پر لاد کر بیٹی کی رہائی کے لئے عازم مدینہ ہوئے۔ راستے میں ۲ اونٹ جو انہیں پسند تھے، عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چھپا دیئے اور باقی اونٹ اور مال واسباب لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ''آپؐ میری بیٹی قید کر لائے ہیں، یہ تمام مال واسباب لے لیں اور اسے رہا کر دیں۔'' حضورؐ کو غیب سے اطلاع ملی کہ یہ شخص ۲ اونٹ چھپا آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''۲ اونٹ جو تم چھپا آئے ہو، وہ کہاں ہیں؟''

حارث یہ سن کر حیران رہ گئے اور اسی وقت نبی اکرم ﷺ کے قدم چومے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا لونڈی نہیں بنائی گئیں بلکہ حرمِ نبویؐ میں داخل کر لی گئی ہیں تو بے حد مسرور ہوئے اور شاداں وفرحاں بیٹی سے مل کر گھر واپس لوٹے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت عابدو زاہد تھیں۔ رسول کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو انہیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے انہیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت کرتے دیکھا۔ دوپہر کو پھر ادھر سے گزرے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اسی حالت میں پایا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم اکثر اسی حالت میں رہتی ہو۔ جواب دیا ''بے شک یا رسول اللہ ﷺ!'' حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کلمات پڑھا کرو تمہاری نفلی عبادت پر ترجیح رکھتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عدد خلقه سُبْحَانَ عدد خلقه سُبْحَانَ اللّٰہِ رضی نفسه ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رضی نفسه سُبْحَانَ اللّٰہِ زند عرشه سُبْحَانَ اللّٰہِ زند عرشه سُبْحَانَ اللّٰہِ مداد کلماته سُبْحَانَ اللّٰہِ مدادِ کلمته

ایک دن رسولِ کریم ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور پوچھا

Marfat.com

''کچھ کھانے کو ہے۔'' عرض کیا ''میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا بس وہی موجود ہے۔''
حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''لے آؤ جس کو صدقہ دیا گیا اس کو پہنچ چکا۔''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عزت نفس کا بھی بہت خیال تھا۔ چنانچہ اسیر ہونے پر اپنی آزادی کے لئے انہوں نے حتی الامکان پوری کوشش کی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ سال کی عمر میں ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث منقول ہیں جن کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث

آپؓ کا نام میمونہؓ تھا۔ والد کا نام حارث بن حزن قریشی تھا۔ والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا اور وہ قبیلۂ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح مسعود بن ثقفی سے ہوا۔ انہوں نے کسی وجہ سے طلاق دے دی۔ پھر ابورہم بن عبدالعزی کے نکاح میں آئیں۔ ۷ ہجری میں انہوں نے بھی وفات پائی۔ اب میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں۔

اسی سال رسولِ کریم ﷺ عمرہ کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے عمِ محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کی تحریک کی۔ حضور ﷺ رضا مند ہو گئے۔ چنانچہ احرام کی حالت میں ہی شوال ۷ ہجری میں بعوض ۵۰۰ درہم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر بمقام سرف حضور ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لئے گئے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی آخری بیوی تھیں۔ یعنی ان سے نکاح کے بعد حضور ﷺ نے اپنی وفات تک کوئی اور نکاح نہیں کیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت خدا ترس اور متقی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ ''میمونہؓ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلۂ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں۔''

مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ایک عورت سخت بیمار ہوئی۔ اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی اور اس نے اپنی

Marfat.com

منت پوری کرنے کے لئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رخصت ہونے آئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھایا کہ مسجدِ نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے تم بیت المقدس جانے کی بجائے مسجد نبویؐ میں ہی نماز پڑھ لو۔ ثواب بھی زیادہ ہوگا اور منت بھی پوری ہو جائے گی کہ مسجد نبویؐ اللہ تعالیٰ کو بیت المقدس سے زیادہ محبوب ہے۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپؓ کی خدمت میں اس حالت میں آئے کہ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ پوچھا۔ ''بیٹے پراگندہ مو کیوں ہو؟'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میری بیوی ''بیماری'' کی حالت میں ہے۔ وہی میرے سر میں کنگھا کیا کرتی تھیں لیکن اب اس حالت میں ہونے کی وجہ سے میں نے یہ کام لینا اس سے مناسب نہ سمجھا۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''واہ بیٹے کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں۔ ہم اسی حالت میں ہوتی تھیں اور رسولِ کریم ﷺ ہماری گود میں سر رکھ لیتے تھے اور قرآن پاک پڑھتے تھے اور پھر ہم اسی حالت میں مصلیٰ اٹھا کر مسجد میں رکھ آتی تھیں۔''

ایک دفعہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ داران کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ آپؓ سخت غضبناک ہوئیں اور اسے سختی سے جھڑک کر کہا۔ ''آئندہ کبھی میرے گھر میں قدم نہ رکھنا۔''

ایک دفعہ آپؓ نے ایک لونڈی کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تم کو جزا دے۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہت مخیّر اور فیاض تھیں، اس لئے وقتاً فوقتاً قرض لینے کی نوبت آ جاتی تھی۔ ایک دفعہ بہت زیادہ رقم قرض لے لی۔ کسی نے پوچھا ''امّ المومنینؓ اتنی زیادہ رقم کی واپسی کی کیا صورت ہوگی۔''

فرمایا ''میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ ہجری میں سرف کے مقام پر (جہاں ان کی رسم عروسی ادا ہوئی تھی) وفات پائی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات تھیں۔ ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلو!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن شداد وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ آپؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپؓ کے بھانجے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

حرفِ اوّل

جولوگ رب العالمین کے در سے اپنی نسبت استوار کر لیتے ہیں اور حق بندگی ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں، وہ ساری کائنات کے لئے معزز و محترم ٹھہرتے ہیں۔ دنیا ایسے لوگوں کی سیرتوں سے روشنی حاصل کرتی اور ان کی عظمتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ ان محبوبانِ خدا کے تذکروں سے ذوق و وجدان کی پرورش ہوتی ہے اور ان کے احوال و اقوال کے مطالعہ سے دلوں میں ایمان و عرفان کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں، خواہ دنیا سے گذرے انہیں صدیاں بیت جائیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔

قرآن مجید نے ایسے پاکباز انسانوں کو حیاۃ طیبہ عطا ہونے کی خوشخبری سنائی ہے، فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًامِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً. (النحل۔۹)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حیاۃ طیبہ کا لفظی معنیٰ پاکیزہ زندگی ہے لیکن اس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ ساری پائیدار مسرتیں اور حقیقی کامیابیاں اس میں سمٹی ہوئی ہیں۔ دولت کی فراوانی اور سامانِ تعیش کے باوجود دل کو قرار اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا، جب تک اطمینان کی شمع روشن نہ ہو۔ سچی شاہراہِ حیات اعمالِ حسنہ کے چراغوں سے جگمگا رہی ہے تو آپ کی روح ایک کٹیا میں بیٹھے ہوئے بوسیدہ لباس پہن کر بھی مسرور و شاداں ہو سکتی ہے۔'' (تفسیر ضیاء القرآن)

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا الگ سے ذکر کیا گیا

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام رملہ اور کنیت اُمِ حبیبہؓ تھی۔

بنی امریہ کے مشہور سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ گویا حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ بعثتِ نبوی سے سترہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا۔ دونوں نے اکٹھے ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد اس وقت اسلام کے سخت ترین دشمن تھے اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو عبیداللہ بن جحش اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبش کو ہجرت کر گئے۔ حبش پہنچنے کے چند دن بعد عبیداللہ مرتد ہو گئے اور عیسائی مذہب اختیار کر کے شراب نوشی شروع کر دی۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کو بہت سمجھایا کہ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو، لیکن اللہ نے ان کے دل پر مہر لگا دی تھی۔ کوئی اثر نہ ہوا اور عیسائیت کی حالت میں ہی رندانہ زندگی بسر کرتے ہوئے وفات پائی۔

حضور ﷺ کو جب عالمِ غربت میں حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی اطلاع ملی تو حضور ﷺ نے ان کے ایامِ عدّت پورے ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمیری کو نجاشی شاہِ حبش کے پاس اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دے۔ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعے رسولِ کریم ﷺ کا پیغامِ نکاح حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ انہیں بے حد مسرت ہوئی۔ اظہارِ تشکر کے طور پر لونڈی کو ۲ کنگن اور نقرئی انگوٹھیاں عطا کیں اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ شام کو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر خود نکاح پڑھایا۔ رسمِ نکاح سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ نکاح کے بعد حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بذریعہ بحری

Marfat.com

جہاز مدینہ پہنچیں۔ حضورﷺ ان دنوں خیبر کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک فطرت اور صالح خاتون تھیں۔ وہ ایسے وقت میں ایمان لائیں جب ان کے والد دشمنانِ اسلام کے قائد تھے۔ اسلام کی خاطر انہوں نے سفر کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور حبش میں غربت کی زندگی اختیار کی۔ حالانکہ ان کا گھرانا متمول اور ریاست کے لحاظ سے قریش میں بہت ممتاز تھا۔

فتح مکہ سے قبل ان کے والد ایک دفعہ ان سے ملنے مدینہ آئے۔ اس آمد کا مقصد یہ بھی تھا کہ اپنی بیٹی کی معرفت میعادِ صلح کی توسیع کے لئے کوشش کریں۔ جب وہ رسولِ کریمﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر الٹ دیا۔ ابو سفیانؓ کو ناگوار گزرا بولے ''تمہیں اس بچھونے پر اپنے باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔'' حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسولِ پاکﷺ کے بستر مبارک پر ایک مشرک بیٹھے۔'' ابو سفیانؓ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور صرف اتنا کہا ''تو میرے پیچھے بہت خرابیوں میں مبتلا ہو گئی۔''

ایک دفعہ رسولِ کریمﷺ نے فرمایا ''جو شخص ۱۲ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔'' حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں۔ اس کے بعد ساری زندگی ۱۲ رکعت نفل روزانہ نہایت پابندی سے پڑھتی رہیں۔

جب آپؓ کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو تین دن کے بعد خوشبو منگا کر رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا ''رسول کریمﷺ کا حکم ہے۔ کہ ایمان دار عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں۔ سوائے خاوند کے کہ اس کی موت پر چار مہینہ اور دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہیئے۔

اُمُ المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ ہجری میں ۷۳ سال کی عمر میں (اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں) وفات پائی۔ وفات سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا ''میرے اور آپؓ کے درمیان سوکنوں کے تعلقات تھے۔ اگر کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہو تو معاف کر دیجیئے! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے معاف کیا۔'' پھر ان کے لئے دعا مانگی۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''آپؓ نے مجھے خوش کیا اللہ تعالٰی آپؓ کو خوش رکھے۔''

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں جن کے راویوں میں کئی صحابی اور تابعین شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیَیّ

آپؓ کا نام زینب تھا۔ فتح مکہ کے بعد دوسری قیدی عورتوں کے ہمراہ مالِ غنیمت میں شامل تھیں۔ عرب میں مالِ غنیمت کا جو حصہ فاتح سردار کے حصہ میں آئے وہ صفیہ کہلاتا ہے۔ چونکہ آپؓ نبیؐ اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں اس لئے صفیہؓ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

انؓ کا باپ حُیَیّ بن اخطب ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا اور یہودیوں کے نامور قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ حُیَیّ نبی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں بے حد معزز و محترم تھا اور تمام قوم اس کی وجاہت کے آگے سر جھکاتی تھی۔ ان کی ماں ضرّہ بنت سموئیل تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہودیوں کے نامور خاندان بنی قریضہ سے ملتا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نانا بنی قریضہ کے رئیس تھے اور ان کی شجاعت اور جنگجوئی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ غرض ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب ایک خاص امتیاز رکھتا تھا۔

۱۴ برس کی عمر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایک مشہور اور نامور شہسوار سلام بن مشکم القرتلی سے ہوئی، لیکن دونوں میاں بیوی ۔ں بن نہ آئی۔ نتیجتاً سلام بن مشکم نے طلاق دے دی۔ اس طلاق کے بعد حیی بن اخطب (والد) نے آپؓ کا نکاح بنی قریضہ کے ایک مقتدر سردار کنانہ ابی الحقیق سے کر دیا۔ وہ خیبر کے رئیس ابو رافع کا بھتیجا تھا اور خیبر کے نامی قلعہ القموص کا حاکم تھا۔

۷ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی روز روز کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان کے مرکز خیبر پر چڑھائی کی۔ خیبر مدینہ کے شمال مغرب میں ایک نہایت زرخیز جگہ تھی۔ جہاں یہودیوں نے چند نہایت مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔ یہودیوں کی تمنا تھی کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر کے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ چنانچہ وہ مدت سے ایک جنگجو لشکر اور آلاتِ حرب و ضرب جمع کر رہے تھے۔ اپنی تیاری مکمل کر لینے کے بعد انہوں نے دو اور قبائل بنو غطفان اور بنی اسد کو بھی اس وعدہ پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ مدینہ کی فتح کے بعد نصف نخلستان انہیں دے دیا جائے گا۔

Marfat.com

جب نبی کریم ﷺ کو اس تیاری کا علم ہوا تو حضور ﷺ نے سباع بن عرفط غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور خود ۱۴۰۰ اصحابہؓ کے ہمراہ خیبر کی طرف کوچ کیا۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع یہودیوں کو دے دی۔ چنانچہ وہ مقابلے کے لئے تیار ہو کر کھلے میدان میں نکل آئے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کافی دن لگیں گے لیکن اسلامی لشکر نے حضور ﷺ کی زیرِ قیادت نہایت تیزی سے مسافت طے کی اور دن رات سفر کرتے ہوئے ایک دن صبح کے وقت خیبر کے نواح میں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر یہودی ششدر رہ گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمان اتنی جلدی آ پہنچیں گے۔ کھلے میدان میں لڑنا انہوں نے مناسب نہ سمجھا اور قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مجاہدین اسلام نے نہایت پامردی سے تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کا مقابلہ کیا اور نہایت جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے یہودیوں کے تین قلعوں پر قابض ہو گئے۔ یہودیوں کا سب سے مضبوط قلعہ القموص تھا۔ کئی دن گزر گئے لیکن سرتوڑ کوششوں کے باوجود یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ آخر ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم دے کر روانہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آشوبِ چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن کی برکت اور دعا سے انہیں صحت ہو گئی۔ حارث اور مرحب دو بھائی یہودیوں کے شجاع ترین سردار تھے۔ ان کی قوت اور شجاعت کی زمانے بھر میں دھوم تھی۔ سب سے پہلے حارث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے آیا اور فنونِ جنگ میں اپنی بے مثال مہارت کے باوجود ذوالفقارِ حیدرؓ کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی مرحب غضبناک ہو کر جنابِ علی کرم اللہ وجہہ پر جھپٹا لیکن اس کا حشر بھی اپنے بھائی جیسا ہوا۔ حیدرِ کرارؓ کی اس عدیم النظیر بہادری سے مسلمانوں میں بے پناہ جوش و جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے تکبیر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے پوری قوت سے یہودیوں پر حملہ کیا۔ یہودی سراسیمہ ہو کر قلعہ کے اندر گھس گئے۔ حیدرِ کرارؓ نے جوشِ شجاعت میں قلعہ القموص کے پھاٹک کو زور سے ہلایا اور پھر اپنی بے پناہ قوت سے اسے اکھاڑ کر پرے پھینک دیا۔ اب مسلمان قلعہ کے اندر گھس گئے۔ یہودیوں نے تھوڑی دیر مقابلے کے بعد ہتھیار پھینک دیئے اور عاجزی کے ساتھ صلح کے طالب ہوئے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ان پر رحم فرمایا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ زمین انہی کے پاس رہے۔ البتہ پیداوار کا نصف حصہ وہ مسلمانوں کو دیں گے۔

Marfat.com

جنگِ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ لڑائی یہودیوں کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہوئی۔ ان کے بڑے بڑے نامی بہادر اور سردار اس لڑائی میں مارے گئے۔ ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ بھائی اور شوہر بھی شامل تھے۔ گویا ان کے خاندان کے سارے افراد میدانِ جنگ میں کام آئے یا جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حالت بے حد قابلِ رحم تھی۔

جنگ کے بعد تمام قیدی اور مال غنیمت ایک جگہ جمع کئے گئے۔ جناب بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے رشتہ کی ایک بہن کو پکڑ لائے۔ رستہ میں یہودی مقتولین کی لاشیں خاک وخون میں لتھڑی پڑی تھیں۔ ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے محبوب والد، بھائی اور شوہر کی لاشیں بھی تھیں اور خاندان کے بعض دوسرے بزرگ بھی کٹے پڑے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے ان لاشوں پر نظر ڈالی اور چپ کی چپ رہ گئیں البتہ ان کی ساتھی بہن بے قابو ہوگئی اور نہایت شدت سے گریہ وزاری اور سینہ کوبی شروع کر دی۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو سرکارِ دوعالم ﷺ اس عورت کی گریہ وزاری سے متاثر ہوئے۔ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا تو خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئیں اور اس عورت کو حضور ﷺ نے دوسری طرف لے جانے کا حکم دیا اور پھر بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''بلال تمہارے دل میں رحم نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اس راستے سے لائے جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک وخون میں لتھڑے پڑے ہیں۔''

جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہونے لگی تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند فرمایا۔ چونکہ آپؓ تمام اسیرانِ جنگ میں ذی وقعت تھیں۔ اس لئے بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ زینب صفیہ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیسہ ہے۔ خاندانی وقار اس کے بشرے سے عیاں ہے۔ وہ ہمارے سردار (یعنی سرکارِ دوعالم ﷺ) کے لئے ہی موزوں ہے۔'' حضور ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرما لیا۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہے وہ اپنے گھر چلی

Marfat.com

جائیں یا پسند کریں تو آپؐ کے نکاح میں آ جائیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضورﷺ کے نکاح میں آنا پسند کیا اور ان کے حسب منشا حضورﷺ نے نکاح کر لیا۔ صہبا کے مقام پر رسمِ عروسی ادا کی گئی اور وہیں دعوتِ ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلتے وقت حضورﷺ نے انہیں خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت ۱۷ برس تھی۔ اس نکاح کے بعد یہودی پھر مسلمانوں کے خلاف کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضورﷺ نے حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان پر اتارا۔ ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر انصار کی عورتیں اور دوسری ازواج مطہراتؓ انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو حضورﷺ ان کے پیچھے چلے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "عائشہ تم نے اس کو کیسا پایا؟"

جواب دیا "یہودیہ ہے۔"

حضورﷺ نے فرمایا "یہ نہ کہو وہ مسلمان ہو گئی ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر چند ابھرے ہوئے نشانات تھے۔ حضورﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسے نشانات ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ "میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور میری گود میں آن گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ کو سنایا، جس سے وہ سخت غضبناک ہوا اور اتنے زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشانات اُبھر آئے۔ پھر اس نے کہا کیا تو ملکۂ عرب بننے کے خواب دیکھتی ہے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل، سیر چشم اور صابر تھیں۔ جب وہ اُمّ المؤمنین کی حیثیت سے مدینہ تشریف لائیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا انہیں دیکھنے آئیں تو انہوں نے اپنے بیش قیمت طلائی جھمکے اپنے کانوں سے اتار کر جنابہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیئے اور ان کی ساتھی خواتین کو بھی کوئی نہ کوئی زیور دیا۔

حضورﷺ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے اور ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار سفر میں ازواجِ مطہراتؓ ساتھ تھیں۔ اتفاق سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔

Marfat.com

آپؓ بہت غمگین اور پریشان ہوئیں۔حضورﷺ نے خود تشریف لا کر ان کی دلجوئی کی اور حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا''زینب تم صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت سخی اور بامروّت تھیں لیکن نامعلوم کیوں ان کی زبان سے نکل گیا۔''یارسول اللہﷺ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں۔''

یہ کلمہ رسولِ کریمﷺ کو پسند نہ آیا اور آپؐ نے دو تین ماہ تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کلام تک نہ کیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بمشکل ان کا قصور معاف کرایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا بیان ہے کہ''رسول اللہﷺ کی خفگی نے مجھے قریب قریب ناامید کر دیا اور میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہوں گی۔''قبولِ اسلام کے بعد یہودیت کا طعن آپؓ کے لئے بڑی دلآزاری کا موجب ہوتا تھا لیکن آپؓ نہایت صبر وتحمل سے کام لیتی تھیں اور کبھی کسی کو سخت جواب نہ دیتی تھیں۔

ایک بار نبی اکرمﷺ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ وجہ دریافت کی تو کہا''عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ بیوی ہونے کے علاوہ ہم حضورﷺ کی قرابت دار بھی ہیں لیکن تم یہودن ہو۔''حضورﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔

''اگر عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ان کا خاندانِ نبوت سے تعلق ہے تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا میرے باپ ہارون علیہ السلام اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمدﷺ ہیں۔''

ایک دفعہ کسی بات پر حضورﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناخوش ہو گئے۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا''آپؓ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی ،لیکن اگر آپؓ سرورِ دو عالمﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپؓ کو دیتی ہوں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کام کے لئے تیار ہو گئیں اور زعفران کی رنگی ہوئی ایک اوڑھنی لے کر اس پر پانی چھڑکا تاکہ اس کی خوشبو مہک جائے۔اس کے بعد حضورﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔آپؐ نے فرمایا۔''عائشہؓ یہ تمہاری باری کا دن نہیں۔''

بولیں''یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔''

Marfat.com

پھر تمام واقعہ حضور ﷺ کو سنایا اور حضور ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خوش ہو گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔ حضور ﷺ کے مرض الموت میں تمام ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کی عیادت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو بے چین دیکھ کر فرمایا "یا رسول اللہ ﷺ کاش آپؐ کی بیماری مجھے ہو جاتی۔" دوسری ازواجِ مطہراتؓ نے آپؓ کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا "واللہ وہ سچی ہے" یعنی ان کا اظہارِ عقیدت نمائشی نہیں بلکہ سچے دل سے وہ یہی چاہتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کوئی عورت صفیہؓ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے امیر المؤمنین سے شکایت کی کہ اُمّ المؤمنینؓ میں ابھی تک یہودیت کی بُو پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اب بھی ہفتہ (سبت) کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیقِ احوال کے لئے خود اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے جواب دیا "جب سے اللہ نے مجھے سبت (ہفتہ) کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہفتہ کو دوست رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں یہودیوں سے بے شک مجھے لگاؤ ہے کہ وہ میرے قرابتدار ہیں اور مجھے صلۂ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔" حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی سے بہت خوش ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو بلا کر پوچھا۔ "تجھے امیر المؤمنین کے پاس میری شکایت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔"

اس نے کہا "مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔"

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جا میں نے تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔"

علم و فضل میں بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بلند تھا۔ کوفہ کی عورتیں اکثر ان کے

Marfat.com

پاس مسائل دریافت کرنے آتیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، اسحاق رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، یزید رضی اللہ عنہ بن معتب اور مسلم رضی اللہ عنہ بن صفوان نے چند احادیث بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کی ہیں۔

آپؓ نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی اللہ کی راہ میں دے دیا۔

بے حد دردمند تھیں۔ جب ۳۵ ہجری میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا مفسدوں نے محاصرہ کرلیا تو آپؓ کو بہت رنج ہوا۔ ضعیف العمر امیر المؤمنین کی مصیبت سے بے چین ہوگئیں۔ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اشتر نخعی نے ان کے غلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپؓ کے خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ حالات بگڑے ہوئے تھے اور اشتر نخعی کے مقابلہ میں کامیابی مشکل تھی اس لئے آپؓ مصلحتاً واپس چلی گئیں اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کھانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

رمضان المبارک ۵۰ ہجری میں ۶۰ سال کی عمر میں آپؓ نے وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ترکہ ایک لاکھ درہم چھوڑے۔ اس کے ایک تہائی کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کے لئے کی۔ لوگوں نے اس کا حصہ دینے میں تامل کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہلا بھیجا ''لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرو۔''

ان کے ارشاد کے مطابق وصیت کی تعمیل کردی گئی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپؓ کا اسمِ گرامی زینب تھا۔ رسولکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی سے ۱۰ برس پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تیس برس کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کمسنی میں (بعثتِ نبویؐ سے قبل ہی) ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع سے ہوگئی۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوراً ایمان لے آئیں۔

بعثتِ نبویؐ کے بعد کفارِ مکہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوتِ حق پر لبیک کہنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ ان دونوں بدبختوں نے اپنے باپ کے کہنے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ ابوالعاص کو بھی کفار نے بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نہایت اچھا سلوک کرتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔ باوجود اتنی شرافت اور نیک نفسی کے ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا حتیٰ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان دنوں اپنے سسرال میں تھیں۔

Marfat.com

ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ صاحبِ ایمان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے عموماً مذکر کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ عورتیں بھی ضمناً اس خطاب میں شامل ہوتی ہیں۔ یہاں بھی ایسا کہا جاسکتا تھا لیکن خواتینِ اسلام کا خصوصی طور پر الگ سے ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اہل ایمان مردوں کو جس طرح اپنا ایمان محفوظ رکھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کے لئے کڑے امتحانوں میں سے گذرنا پڑا اسی طرح بہت سی صالح خواتین نے بھی اپنا ایمان بچانے اور حق کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگادی۔ تاہم صنفِ نازک ہونے کی بناء پر اُن کا امتحان مَردوں کے امتحان سے دشوار اور سخت تر تھا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمتِ شان کے اظہار کے لئے اس آیت میں ان کا الگ سے ذکر فرمایا۔

احمد مصطفیٰ صدیقی کی زیرِ نظر کتاب ''اللہ والیاں'' ایسی ہی صالح خواتین کے ایمان افروز اور سبق آموز تذکروں کی ایک جامع دستاویز ہے۔ ان پاکدامن اور پاکباز خواتین کی سیرتوں میں ہر بیٹی اور ہر عورت کے لئے عفت و پاکدامنی، ایثار و قربانی اور حق کے لئے جانثاری کے بے شمار اسباق موجود ہیں۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو تسلیم و رضا کا پیکر اور شرم و حیا کا مجسمہ تھیں اور انہوں نے حقِ بندگی ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی کی آسائشیں، راحتیں اور مسرتیں قربان کر دیں اور یوں ابدی راحتوں اور مسرتوں کی حامل ''حیوٰۃ طیّبہ'' کی حق دار قرار پائیں۔

ان ہستیوں کی اتباع ہر بیٹی کو ملتِ اسلامیہ کا قابلِ فخر فرد بناسکتی ہے کیونکہ آج کی بیٹی کل کی بیوی اور ماں ہے۔ قرآن مجید نے نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کہہ کر عورت کو کھیت سے تشبیہ دی ہے اور یہ بات مُسلّم ہے کہ زمین اچھی تو فصل اچھی ہوگی۔ زمین خراب اور شور ہو تو فصل کیسی ہوگی؟ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَات کہہ کر بتایا کہ اے ماں جنت تیرے قدموں تلے رکھ دی ہے۔ اب تیری سیرت اور حکمتِ تربیت کا امتحان ہے کہ تو اولاد کو جنت کا مستحق بناتی ہے یا دوزخ کا۔ اور تربیت کا آغاز تو بچے کے کان میں آذان کہنے سے ہی ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے عالم شباب میں ایک دن اپنی والدہ محترمہ سے کہا۔ اماں جان! شکر ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔

Marfat.com

۲ ہجری میں قریشِ مکّہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ لشکرِ کفار میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ بدر کے میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا اور حق غالب رہا۔ حملہ آوروں کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہیں ایک انصاری عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا۔ اہلِ مکّہ نے جب یہ خبر سنی تو قیدیوں کے قرابت داروں نے رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کے لئے زرِ فدیہ بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی مکّہ سے اپنے دیور عمر بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو حضور ﷺ بہت مغموم ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، کیونکہ اس ہار سے خاتونِ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد وابستہ تھی۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاص رضی اللہ کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکّہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فوراً مدینہ بھیج دیں۔'' تمام صحابہ کرامؓ نے ارشادِ نبویؐ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بھی یہ شرط قبول کر لی اور رہا ہو کر مکّہ پہنچے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھیجا کہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکّہ سے وہاں پہنچیں تو انہیں ساتھ لے کر مدینہ آ جائیں۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وعدے کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے روانہ کر دیا۔ کفارِ مکّہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ سرورِ کائنات ﷺ کی بیٹی مدینہ جا رہی ہے تو انہوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' میں انہیں جا گھیرا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے اپنا نیزہ گھمایا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں وہ حاملہ تھیں سخت چوٹ آئی۔ حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ بن ربیع غضبناک ہو گئے۔ اپنے تیر نکالے۔ انہیں ترکش پر چڑھا کر للکارے کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر ڈالوں گا۔ کفار رک گئے

Marfat.com

۔ابوسفیان بھی ان میں شامل تھے۔انہوں نے کہا۔ بھتیجے! اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔'' کنانہ نے تیر روک لیا اور پوچھا کیا کہنا چاہتے ہو؟۔ابوسفیان نے ان کے کان میں کہا'' محمدؐ کے ہاتھوں ہمیں جس رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔اگر تم اس کی بیٹیؓ کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینبؓ کے ہمراہ مکّہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر زینبؓ کو لے جانا۔'' کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکّہ واپس آ گئے۔ چند دن بعد وہ رات کے وقت چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر بطن یاجج پہنچے اور انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے سپرد کر کے مکہ واپس چلے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے تو پُر درد آواز میں دو شعر پڑھ رہے تھے۔

ذکرت زینب لما ورکت ارما — فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما

بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ — وکل بعل یثنی ما الذی علما

ترجمہ: جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے۔امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار اور دیانتدار تھے۔لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے اور وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور مالکوں کے طلب کرنے پر واپس لوٹا دیتے۔ مکّے میں ان کی بڑی ساکھ تھی۔لوگ اپنا مالِ تجارت انہیں دے کر فروخت کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے۔ ٦ ہجری میں ابوالعاصؓ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔مدینہ میں جب یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ۱۷۰ مجاہدین کو اس قافلہ کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ عیص کے مقام پر مجاہدین نے قریش کے قافلہ پر نہایت کامیاب چھاپہ مارا۔تمام مال و

Marfat.com

اسباب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابوالعاصؓ نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور رسولِ کریم ﷺ سے سفارش کی کہ ابوالعاصؓ کا مال انہیں واپس کر دیا جائے چونکہ ابوالعاصؓ نے مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ رسولِ کریم ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ ''اگر تم ابوالعاصؓ کا مال واپس کر دو گے تو میں ممنونِ احسان ہوں گا۔''

صحابہ کرامؓ کو تو ہر وقت خوشنودیٔ رسولؐ مطلوب تھی۔ فوراً تمام مال واسباب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ وہ تمام مال و متاع لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔ پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا ''اے اہلِ قریش! اب میرے ذمہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے۔'' تمام اہل مکہ نے یک زبان ہو کر کہا ''بالکل نہیں، خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم ایک نیک بہادر اور باوفا شخص ہو۔''

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''تو سن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو!''

یہ کہہ کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے ۔ یہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی ۔ اس لئے جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو کر مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں ۔ ۸ ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۔ اس کا سبب اسقاطِ حمل کی تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکہ سے آتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر ہوا۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنا تہہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔ نمازِ جنازہ رسولِ کریم ﷺ نے خود پڑھائی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہا نے قبر

Marfat.com

میں اتارا۔ رسولِ کریم ﷺ اس دن بے حد مغموم تھے۔ حضور ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''زینبؓ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک صاحبزادے علیؓ اور ایک لڑکی امامہؓ چھوڑی۔ جب مکہ فتح ہوا تو علیؓ رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ نے جنگِ یرموک میں شہادت پائی۔

تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ وفات سے پیشتر اپنی لڑکی امامہؓ کو حضرت زبیرؓ بن عوام (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امامہؓ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

Marfat.com

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ

آپ کا اسمِ گرامی رقیہؓ تھا۔ رسولِ کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں آپؓ کی ولادت بعثتِ نبویؐ سے ۷ برس پہلے ہوئی۔ سرورِ کائنات کی عمر اس وقت تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین برس چھوٹی تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے ابنِ عم عتبہ بن الولہب سے ہوا۔ جب سورۂ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ، نازل ہوئی تو عتبہ نے اپنے باپ ابی لہب کے حکم کے مطابق حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔

چند دن بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے اسلام قبول کیا۔ وہ بڑے نیک، ایماندار، متمول اور مخیّر تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اپنی دامادی کے لئے انہیں منتخب کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی دلی خواہش بھی یہی تھی۔ چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے مکہ ہی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

مکہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو بے حد ستایا تو حضور ﷺ نے انہیں حبش کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ رسولِ کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا واپس مکہ تشریف لے آئے۔ لیکن کفار کی ایذا رسانیاں پہلے سے بھی بڑھ گئی تھیں۔ چنانچہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ عرصہ تک ان کی خبر نہ ملی۔ حضور ﷺ بہت متفکر تھے۔ کسی عورت نے ایک دن آ کر خبر دی

Marfat.com

کہ میں نے عثمانؓ اور رقیہؓ کو بچشم خود حبشہ میں بخیریت دیکھا ہے۔ حضور ﷺ کو اطمینان ہو گیا۔

کافی عرصہ بعد حبشہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ کچھ دوسرے مسلمانوں اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آپؓ نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور پھر چند دن کے بعد رسولِ کریم ﷺ کی اجازت سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر اترے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ۲ ہجری میں حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کو چیچک نکلی۔ اس وقت رسولِ کریم ﷺ جنگِ بدر کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ بدر کو روانگی سے پیشتر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے مدینہ منورہ ہی میں ٹھہریں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا اور مالِ غنیمت سے بھی انہیں حصہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے۔ رسولِ کریم ﷺ ابھی بدر ہی میں تھے کہ حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی تکلیف بڑھ گئی اور آپؓ نے ۲۱ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

رسولِ کریم ﷺ اپنی لختِ جگر کی وفات کی اطلاع پا کر بہت مغموم ہوئے اور حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو جاری ہو گئے۔ مدینہ واپس تشریف لا کر حضور ﷺ حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ''عثمانؓ بن مظعون جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو'' (مہاجرین میں حضرت عثمانؓ بن مظعون پہلے صحابی تھے جنہوں نے مدینہ منورہ آ کر وفات پائی) حضور ﷺ کے اس ارشاد پر عورتوں میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''عمرؓ! انہیں رونے دو، دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج نہیں، البتہ نوحہ و بین سے بچنا چاہیے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن کی قبر پر تشریف لائیں اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضور ﷺ اپنی چادر مبارک کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھتے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے قیامِ حبشہ کے دوران میں ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسی صاحبزادے کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو

Marfat.com

عبداللہ اختیار کی۔

حضرت عبداللہؓ کی عمر ابھی ۶ برس کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری جس سے تمام چہرہ متورم ہو گیا اور اسی تکلیف سے جمادی الاول ۴ ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۔ حضور ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں باہم بے حد محبت تھی۔ ان کے تعلقات اتنے خوشگوار اور مثالی تھے کہ لوگوں میں یہ مقولہ ان کی نسبت بطورِ ضرب المثل مشہور ہو گیا۔

احسن الزوجین راھما الانسان رقیه و زوجها عثمان

(ترجمہ) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ

اُمِ کلثومؓ نام تھا۔ رسولِ کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں ۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بعثتِ نبویؐ سے ٦ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال چھوٹی اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ایک سال بڑی تھیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثتِ نبویؐ سے پہلے اپنے ابنِ عم عتیبہ بن ابولہب سے ہوا۔ جب رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور حضور ﷺ نے دعوتِ اسلام دینی شروع کی تو ابی لہب اور اس کی بیوی آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے۔ وہ رسول کریم ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی

تو ابولہب کو سخت غصہ آیا۔ اس کے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا (اگرچہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی) ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنته

یعنی میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے اس (محمدؐ) کی لڑکی کو طلاق نہ دی۔

دونوں بیٹوں نے بدبخت باپ کے حکم کی تعمیل کی۔

عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو اور عتیبہ نے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

واقعۂ طلاق کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ ۲ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ انہی دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

Marfat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوئیں۔ آپؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیں لیکن انہوں نے تامل کیا۔ رسول کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لئے حفصہؓ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ پھر فرمایا حفصہؓ کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیتا ہوں جو رقیہؓ کے فوت ہوجانے سے بہت غمگین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہا فوراً رضامند ہوگئے۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول کریم ﷺ سے ہوگیا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ سے پڑھا دیا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی اُمِ کلثومؓ کو اسی حق مہر پر جو رقیہؓ کا تھا تمہارے عقد میں دے دوں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد ۶ سال تک رندہ رہیں اور شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب، حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور ﷺ نے کفن کے لئے اپنی چادر دی۔ رسول کریم ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ رسول کریم ﷺ کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ قبر کے پاس بیٹھے تو اشکبار ہوگئے۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

Marfat.com

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام فاطمہؓ اور کنیت اُمِ محمدؓ تھی۔ سید الانبیاء سرورِ کائنات رسولِ کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔ دنیا میں آج تک کوئی عورت ایسی نہیں گزری اور نہ آئندہ گزرے گی جو حسب ونسب میں سیدۂ عالم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ آپؓ کا نام فاطمہؓ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ پر اور آپؓ کے دوست رکھنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔

حضور ﷺ نے آپؓ کو سیدۃ النساءؓ (دنیا اور جنت کی عورتوں کی سردار) کے لقب سے پکارا۔ دوسرے مشہور القاب زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ، اور زاکیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال درجہ جمال وکمال سے متصف فرمایا۔ اس مناسبت سے زہرؓ لقب قرار پایا اور اسی لقب نے زیادہ شہرت پائی۔

بتولؓ کے معنی قطع کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دنیا سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ اس لئے بتولؓ (تارک الدنیا) کے لقب سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حقیقت میں آپؓ تھیں بھی بتول۔ بچپن سے ہی نہایت متین، سنجیدہ اور پاکباز تھیں۔ دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود میں بالکل دلچسپی نہ لیتی تھیں بلکہ خاموشی سے اپنی والدہ محترمہؓ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ نے آپؓ کے اسی استغناء کی وجہ سے انہیں بتولؓ کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا صورت وسیرت میں رحمتِ دوعالم ﷺ سے کمال درجہ مشابہت رکھتی تھیں۔ اس لئے انہیں طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ اور زاکیہ کے القاب سے بھی پکارا گیا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ۲۰ جمادی الآخر ۴۱ ولادتِ نبویؐ (۶۱۱ عیسوی) میں پیدا ہوئیں۔ فجر کا وقت اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ان دنوں خانۂ کعبہ کی ازسرِنو تعمیر ومرمت ہو رہی تھی۔

Marfat.com

اس پاکباز خاتون نے فرمایا۔ بیٹا، یہ تیرا کمال نہیں یہ تیری ماں کے دودھ کا کمال ہے۔ رب العزت کی قسم میں نے تجھے کبھی دودھ بغیر وضو کے نہیں پلایا۔

حضرت بابا فرید گنجِ شکرؒ کی ماں جیسی خواتین ہی اپنے خاندان، معاشرے بلکہ پوری مِلّت اسلامیہ کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان پاکباز بیبیوں کے وجود سے ایسی سعید روحیں وجود میں آتی ہیں جو مِلّت کے لئے مشعلِ راہ بنتی ہیں اور انسانیت کے لئے قابلِ فخر قرار پاتی ہیں۔

ایسی ہی روشن ہستیوں سے دخترانِ اسلام کو متعارف کرانے کے لئے زاویہ پبلشر، لاہور کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔ یقیناً آج کی مادہ پرست اور حیا باختہ سوسائٹی میں یہ کتاب ہر دخترِ اسلام کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوگی، جس سے روشنی پا کر وہ مِلّتِ اسلامیہ کے لئے باعثِ رحمت بن سکتی ہے۔

محمد نصر اللہ معینی
ایسوسی ایٹ پروفیسر
گورنمنٹ کالج راوی روڈ، شاہدرہ
لاہور

Marfat.com

ایک اور روایت کے مطابق آپؓ کی ولادت بعثت نبویؐ سے ۵ سال قبل ہوئی جبکہ سرورِ کائنات ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ برس کی تھی۔ ایک تیسری روایت کے مطابق آپؓ کی پیدائش نبوتؐ سے ایک سال پہلے ہوئی۔

خاتونِ جنتؓ نے اس عالمِ فانی میں آنکھ کھولتے ہی تمام عالم کفر کو اپنے عظیم باپ کا مخالف پایا۔ بڑے نامساعد حالات میں ان کی پرورش شروع ہوئی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپؓ سے بے حد محبت تھی۔ جب تک زندہ رہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روزِ ازل سے ہی نہایت متین اور تنہائی پسند طبیعت لے کر آئی تھیں۔ نہ کبھی آپؓ نے کسی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ گھر سے قدم باہر نکالا۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ ان سے اور رسولِ اکرم ﷺ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے آپؓ کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ملتا۔ دنیا کی نمود و نمائش سے بچپن میں ہی سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی۔ انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو یہ قیمتی کپڑے اور زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفلِ شادی میں شرکت کی۔ گویا بچپن سے ہی آپؓ کی حرکات و سکنات سے خدادوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا چھوٹی سی عمر میں ہی شفقتِ مادری سے محروم ہو گئیں۔ اس صدمۂ جانکاہ سے آپؓ ہر وقت مغموم رہنے لگیں۔ معصوم عمر تھی کبھی ماں کی جدائی زیادہ محسوس ہوتی تو اشکبار ہو کر حضور ﷺ سے پوچھتیں۔ ''ابا جانؐ میری امی کہاں ہیں اور کب واپس آئیں گی۔'' حضور ﷺ غمزدہ ہو کر اپنی بن ماں کی بچی کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے اور فرماتے۔ ''اے میری لختِ جگر تیری ماں اللہ کے پاس چلی گئی ہے۔'' سیدۂ عالمؓ حضور ﷺ کا جواب سن کر خاموش جاتیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک نہایت عظیم عالم گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تدریس کا آغاز کر دیا

Marfat.com

تھا۔ ایک دفعہ جب وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تعلیم دے رہی تھیں تو ننھی بچی نے پوچھا ''اماں جان اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آ سکتے۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میری بچی اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تربیت کے خیال ہی سے حضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضور ﷺ کی حیات مبارک کلیتاً تبلیغِ حق کے لئے وقف ہو چکی تھی لیکن جب بھی آپ کو فرصت ملتی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے۔ انہیں دلاسا دیتے اور نہایت قیمتی نصائح سے نوازتے۔

تنہائی کے اوقات میں حضرت حفـ ـہ رضی اللہ عنہا بنت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق ۔ضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ آپؓ کے پاس وقتاً فوقتاً آ بیٹھتیں اور آپؓ کی غمگساری و دلجوئی کرتیں۔

رسولِ مقبول ﷺ کو کفار بڑی تکلیفیں پہنچاتے۔ کبھی سر مبارک پر خاک ڈال دیتے، کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا انہیں تسلی دیا کرتیں۔ کبھی اپنے جلیل القدر باپؐ کی مصیبتوں پر اشکبار ہو جاتیں تو حضور ﷺ انہیں تسلی دیتے اور فرماتے ''میری بچی گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔''

ایک مرتبہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کفار کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں رسولِ کریم ﷺ کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ اس شریر گروہ کے سردار عتبہ و شیبہ تھے۔ کسی نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو آ بتایا کہ تمہارے باپؐ کے ساتھ شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ بے چین ہو گئیں۔ دوڑتی ہوئی کعبہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اوجھڑی ہٹائی۔ کفار ارد گرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔

Marfat.com

سرورِ کونین ﷺ کی جلیل القدر بیٹیؓ نے ایک نگاہ خشم آلود ان پر ڈالی اور فرمایا "شریرو احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔" کچھ عرصہ بعد عتبہ و شیبہ جنگِ بدر میں مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔

جب کفارِ مکہ کی شرانگیزی اور ایذرسانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو بارگاہِ الٰہی سے رسولِ کریم ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں عازمِ مدینہ ہوئے۔ مدینہ پہنچنے کے کچھ دن بعد حضور ﷺ نے اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے اپنے غلام ابو رافعؓ اور زیدؓ بن حارثہ کو مکہ بھیجا۔ ان دونوں حضراتؓ کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے میدنہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور بنات طاہراتؓ حضور ﷺ کے پاس اپنے نئے گھر میں قیام پذیر ہوئیں۔

مدینہ کی ہجرت کے وقت فاطمۃ الزہرا سنِ بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کی التماس کی۔ حضور ﷺ خاموش رہے یا بعض روایتوں کے مطابق فرمایا "جو اللہ کا حکم ہوگا۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی یہی جواب دیا۔ چند دن بعد حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دی۔ یہ نسبت کیسے قرار پائی اس کے متعلق تین مختلف روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے مشورہ کیا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے کئی پیغام حضور ﷺ کو پہنچے ہیں لیکن آپؐ نے کوئی بھی منظور نہیں فرمایا۔ اب علیؓ باقی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے جان نثار اور محبوب بھی ہیں اور عم زاد بھی، معلوم ہوتا ہے فقر و تنگدستی کی وجہ سے وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نہیں بھیجتے۔ کیوں نہ انہیں پیغام بھیجنے کی ترغیب دی جائے اور ضرورت ہو تو ان کی مدد بھی کی جائے۔ تینوں حضراتؓ یہ مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے نکلے۔ وہ جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ

Marfat.com

الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ انہیں اپنی بے سروسامانی پر تأمل ہوا مگر ان حضرات ؓ کے مجبور کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دلی خواہش تو ان کی بھی یہی تھی لیکن فطری حیا پیغام بھیجنے میں مانع تھی۔ اب جرأت کر کے حضور ﷺ کو پیغام بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی استدعا فوراً قبول کر لی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے بزبانِ خاموشی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انصار ؓ کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرفِ مدعا زبان پر لائے۔ حضور ﷺ نے فوراً فرمایا **اھلاً و مرحبا** اور پھر خاموش ہو گئے۔ انصار ؓ کی جماعت باہر منتظر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور ﷺ کا جواب سنایا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ حضور ﷺ نے آپ ؓ کا پیغام منظور فرما لیا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے ایک دن ان سے پوچھا۔ ''کیا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا پیغام حضور ﷺ کو کسی نے بھیجا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''مجھے معلوم نہیں۔''

اس نے کہا ''آپ ؓ کیوں پیغام نہیں بھیجتے۔؟''

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میرے پاس کیا چیز ہے کہ میں عقد کروں۔''

اس نیک بخت نے مجبور کر کے جنابِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ حضور ﷺ کی جلالت اور کچھ فطری حیا کہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے۔

حضور ﷺ نے خود ہی توجہ فرمائی اور پوچھا ''علی ؓ! آج خلافِ معمول بالکل چپ چاپ ہو، کیا فاطمہ ؓ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو؟۔''

حیدرِ کرّار نے عرض کی ''بے شک یا رسول اللہ ﷺ۔''

حضور ﷺ نے پوچھا۔ ''تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے بھی کچھ ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا۔

Marfat.com

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی وہی مہر میں دے دو۔''

جنابِ علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ارشادِ نبویؐ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے ۴۸۰ درہم میں خرید فرمائی اور پھر وہ بھی انہیں ہی بطورِ ہدیہ واپس کر دی۔

زرہ کی قیمتِ فروخت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ''دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامانِ شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو۔''

پھر حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور دیگر مہاجرینؓ و انصارؓ کو بلا لاؤ۔ جب سب دربارِ رسالتؐ میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

''اے گروہِ مہاجرینؓ و انصارؓ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہؓ بنت محمدؐ کا نکاح اپنے بندۂ خاص علیؓ ابن ابی طالب سے کر دیا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عقد نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجابِ وقبول کراؤں۔'' پھر حضور ﷺ نے خطبۂ نکاح پڑھا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متبسم ہو کر فرمایا۔

''میں نے ۴۰۰ مثقال مہر کے عوض فاطمہؓ کو تیرے نکاح میں دیا۔ کیا تجھے منظور ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بسر و چشم''

پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ جمع اللہ شملکما و عز و جل کما و بارک علیکما و اخرج منکما کنزاً طیباً.

یعنی اللہ تم دونوں کی پراگندگی جمع کرے اور تمہاری سعی مشکور میں تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو۔

پھر سب نے دعائے خیر و برکت مانگی اور حضور ﷺ نے چھوہارے تقسیم فرمائے۔

تاریخِ نکاح کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مبارک نکاح صفر ۲

Marfat.com

ہجری اور بعض کے نزدیک محرم یا رجب ۲ ہجری میں ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق شوال ۳ ہجری میں نکاح ہوا۔ کچھ مؤرخین کا قول ہے کہ نکاح جنگِ احد کے بعد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ہوا۔ بہر حال نکاح کے وقت اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۱۵ سال کی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر تقریباً ۲۱ سال کی تھی۔

نکاح سے فراغت کے بعد حضور ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ ولیمہ بھی ہونا چاہیئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لئے ایک بھیڑ ہدیۃً نذر کی اور کچھ انصارؓ نے بھی اس کام میں ہاتھ بٹایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہر سے جو رقم بچ رہی تھی اس سے کچھ اشیاء خرید فرمائیں۔ دستر خوان پر کھجور، پنیر، نانِ جو اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ان ایام کا بہترین ولیمہ تھا۔

نکاح ہونے کے تقریباً ۹ یا ۱۰ مہینے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات ﷺ کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ان کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اپنی لختِ جگرؓ کو اب رخصت کر دیں۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میری بھی یہی آرزو ہے۔ دونوں حضراتؓ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے جو رسولِ اکرم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ ان کے سامنے اپنی تجویز پیش کی۔ وہ دونوں کو ازواجِ مطہراتؓ کے پاس لے گئیں۔ سب ازواجؓ مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو سب کی طرف سے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ترجمانی کی اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش ہے کہ اُن کی بیویؓ کو رخصت کر دیجئے۔" حضور رسالتمآب ﷺ راضی ہو گئے۔ چند درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا "جاؤ بازار سے چھوہارے اور پنیر لے آؤ۔" ان کے جانے کے بعد حضور ﷺ اپنے لختِ جگرؓ کی رخصتی کا انتظام فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۵ درہم کا گھی خریدا۔ ایک درہم کا پنیر اور ۴ درہم کے چھوہارے اور سب اشیاء لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے دستر خوان طلب کیا

Marfat.com

۔ان سب اشیاء کا مالیدہ بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ باہر جا کر جو مسلمان بھی ملے اسے اندر لے آؤ۔ چنانچہ کئی انصارؓ و مہاجرینؓ کو اس بابرکت دعوت میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ان کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا۔اپنے سینۂ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔پھر اپنی لختِ جگرؓ کا ہاتھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا۔

''اے علیؓ پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔''

اور ''اے فاطمہؓ تیرا شوہرؓ بہت اچھا ہے۔''

''اب تم دونوں میاں بیوی اپنے گھر جاؤ۔ پھر دونوں کو میاں بیوی کے فرائض و حقوق بتائے اور خود دروازے تک وداع کرنے آئے۔دروازے پر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں دعائے خیر و برکت دی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا دونوں اونٹ پر سوار ہوئے۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسیؓ نے ان کی نکیل پکڑی۔حضرت اسماؓ بنت عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمیٰؓ امِ رافع یا امِ ایمن رضی اللہ عنہا آپؓ کے ہمراہ گئیں

جہیز: سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی لختِ جگرؓ کو مندرجہ ذیل سامانِ جہیز دیا۔

۱۔ایک بستر مصری کپڑے کا جسمیں اون بھری ہوئی تھی ۔۲۔ایک نقشی تخت یا پلنگ ۔۳۔ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی ۔۴۔ایک مشکیزہ۔۵۔دو مٹی کے برتن (یا گھڑے) پانی کے لئے۔۶۔ایک چکی ۔۷۔ایک پیالہ۔۸۔دو چادریں۔ ۹۔دو بازو بند نقرئی۔۱۰۔ایک جانماز۔

جب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے نئے گھر چلی گئیں تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ پھر اندر داخل ہوئے۔ایک برتن میں پانی منگوایا۔اپنے دستِ مبارک اس میں ڈالے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا۔وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی حضور ﷺ کے سامنے آئیں۔آپؐ نے ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا۔''اے فاطمہؓ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے۔''

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر مسکنِ نبیؐ سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی ۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''بیٹی مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لئے آنا پڑتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تمہیں اپنے قریب بلا لوں۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا '' حضورؐ کے قرب و جوار میں حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے بہت سے مکانات ہیں۔ آپؐ ان سے فرمایئے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔''

حضرت حارثہؓ بن نعمان ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ جب سے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے ۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لئے حضور ﷺ سے التماس کی تو آپؐ نے فرمایا: ''میری لختِ جگر! حارثہؓ سے اب کوئی اور مکان خالی کرانے کے لئے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کئی مکانات دے چکے ہیں۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئی۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ حضور ﷺ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا۔ حضرت حارثہؓ دوڑتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب کے مکان میں لانا چاہتے ہیں۔ میں یہ مکان جو آپؐ کے متصل ہے خالی کئے دیتا ہوں۔ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو بلا لیجئے ۔ اے میرے آقا میرا جان و مال حضور ﷺ پر قربان ہے۔ اللہ کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا حضور ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا ''تم سچ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان میں منتقل کرا لیا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رفتار و گفتار اور عادات و خصائل میں رسول کریم ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں آپؓ نہایت متقی، صابر، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی

Marfat.com

تھیں۔چکی پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔گھر میں جھاڑو دینے اور چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔اس کے ساتھ ہی کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہ سلطان الفقراء تھے۔حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔جلیل القدر والد شہنشاہِ عرب بلکہ شہنشاہِ دو جہاں ﷺ تھے لیکن داماد اور بیٹی پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے۔ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا۔رات ہو چکی تھی۔ایک درہم کے جو کہیں سے خرید کر گھر پہنچے۔حضرت فاطمہ بتولؓ نے ہنسی خوشی اپنے نامدار خاوندؓ کا استقبال کیا۔جو آپ سے لے کر چکی میں پیسے روٹی پکائی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی۔جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا کہ حضرت فاطمہؓ دنیا کی بہترین عورت ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحاتِ اسلام دن بدن وسعت پذیر ہو رہی تھیں۔مدینہ منورہ میں بکثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا۔عرب میں یہ دستور تھا کہ فاتح کو لڑائی کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا اس کا تین چوتھائی لشکر کا حصہ ہوتا اور ایک چوتھائی فریقِ غالب کے سردار کا۔نبی کریم ﷺ نے حکمِ الٰہی اِنَّمَا غَنِمْتُم مِّنْ شَیْئٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ. (یعنی اے مسلمانوں جان رکھو کہ جو مال تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول ﷺ کا اور رسول ﷺ کے قرابتداروں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے) کے مطابق اس رواج میں تبدیلی کر دی اور صرف پانچواں حصہ اپنے پاس رکھ کر چار حصے عامۃ المسلمین کو تقسیم کر دیتے۔اپنا حصہ بھی حضور ﷺ سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے اور فقر و فاقہ اور قناعت سے اپنی زندگی گزارتے۔حتیٰ کہ اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے بھی حضور ﷺ نے کوئی آسائش کا انتظام نہ فرمایا۔اگر کبھی حضرت بتولؓ اشارۃً کنایۃً لونڈی یا کنیز کے لئے استدعا فرماتیں تو حضور ﷺ فرماتے، فقرا اور یتامیٰ کا حق فائق ہے۔کبھی ان کو دوسرے طریقوں سے سمجھا بجھا کر تسلی و تشفی کر دیتے۔

ایک دن حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں۔حضرت بتولؓ سے کہا "فاطمہؓ چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے

Marfat.com

تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے۔آج حضورﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں، جاؤ! سرکارِ دو عالمﷺ سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔'' حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن شرم وحیا حرفِ مدعا زبان پر لانے میں مانع ہوئی۔ تھوڑی دیر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر گھر واپس آگئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے حضورﷺ سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ پھر دونوں میاں بیوی حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی تکالیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ سرورِ کائناتﷺ نے فرمایا ''میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحابِؓ صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے، میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسولﷺ کی خوشنودی کی خاطر فقر وفاقہ اختیار کیا ہے''۔

دونوں میاں بیوی خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔ رات کو حضورﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم جس چیز کے خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ والحمدللہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ والحمدللہ ۳۳، ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے خادم سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس واقعہ کا خوب نقشہ کھینچا ہے:

افلاس سے تھا سیدہؓ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولؐ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کرسکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن — جن کا کہ صفۂ نبویؐ میں قیام تھا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ط

زیر نظر کتاب ''اللہ والیاں'' درجنوں مضامین کا مجموعہ ہے جو ترمیم واضافہ کے بعد اس مقصد کے تحت یک جا کر دیئے گئے ہیں، کہ مسلم خواتین کو ان پاکباز ہستیوں کے حالات سے آگاہ کیا جائے جن کے اسوۂ حیات پر عمل کرنا ہی ان کی نجات وفلاح کا باعث ہوسکتا ہے۔

اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب کہی جاسکتی ہے، کیونکہ اس سے قبل اللہ والیوں کے حالات یک جا کسی کتاب میں بھی نظر سے نہیں گزرے۔

''اللہ والیاں'' کے عنوان کے تحت بعثتِ نبویؐ سے پہلے اور بعد کی زیادہ سے زیادہ مومنات، صحابیات، صالحات اور عارفات کے حالات یکجا قلم بند کر دینے کی اس کوشش میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اسلوبِ نگارش دلکش اور عام فہم ہو، تاکہ اعلیٰ اور کم تعلیم یافتہ ہر مسلمان خاتون اس سے مستفیض ہو سکے۔

اگر کسی ایک خاتون کی زندگی بھی یہ کتاب پڑھ کر سدھر جائے اور وہ ان مقدس خواتین کے اتباع کو مشعلِ راہ بنالے جنہیں قرآن حکیم نے ''مؤمنات'' اور ''صالحات'' کہہ کر پکارا ہے تو میں سمجھوں گا کہ اس کتاب کے مرتب و ناشر کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔ خدائے عزیز وقدیر سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہم سب کے لئے شمع ہدایت بنائے اور اپنی رضاء وخوشنودی کی دولت سے نوازے۔ آمین!

طالب دعا

احمد مصطفیٰ صدیقی راہی

مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ عیسوی بمطابق ۲ محرم الحرام ۱۴۰۰ ہجری

(بروز جمعۃ المبارک)

Marfat.com

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں — میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہؓ پاک رہ گئیں — جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کہ ہر اہلِ بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترؐ خیرالانام تھا

ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سیدۃؓ النساء دخترِ شہنشاہِ دوعالمؐ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ آپؓ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا۔

''فاطمہؓ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر۔ اللہ تمہیں نیک اجر دے گا۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ علیؓ کو بلا لاؤ جس وقت میں ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدۃ النساءؓ جناب حسین علیہ السلام کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں۔

جنابہ سیدہؓ کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو وقت کے فاقے ہوتے تھے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ مسجد نبویؐ میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرکارِ دوعالم ﷺ کو دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''یہ کہاں سے آیا ہے؟'' سیدہؓ نے جواب دیا ''یارسول اللہ ﷺ تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جب بچوں کو کھلا رہی تھی۔ خیال آیا کہ رسولِ خدا ﷺ کو بھی تھوڑی سی کھلا دوں۔ اے خدا کے رسول ﷺ برحق یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔'' حضور ﷺ نے روٹی تناول فرمائی اور کہا ''اے میری بچیؓ چار وقت کے بعد یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپؐ کے منہ میں پہنچا ہے۔''

ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ

Marfat.com

دروازے پر ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن ہیں۔ آپ ﷺ یہ دیکھتے ہی واپس لوٹ گئے۔ حضرت سیدہؓ بہت دل گیر ہوئیں اور رونے لگیں۔ اتنے میں حضور ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت سیدہؓ نے ماجرا سنایا تو بولے حضور ﷺ نے کنگن اور پردے کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے دونوں چیزوں کو فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے انہیں راہِ خدا میں دے دیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اپنی بچی کے حق میں دعائے خیر و برکت مانگی اور ان اشیاء کو بیچ کر قیمت فروخت اصحابؓ صفہ کے اخراجات میں صرف کر دی۔

ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ کچھ کھانے کو مانگا۔ جنابہ سیدہؓ نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ جنابِ مرتضیٰؓ نے فرمایا "اے فاطمہؓ مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا۔"

سیدۃ النساءؓ نے جواب دیا "اے میرے سرتاجؓ میرے باپ ﷺ نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپؓ کو شرمندہ نہ کروں۔"

ایک دفعہ دوپہر کے وقت رسولِ کریم ﷺ بھوکے گھر سے نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ملے وہ بھی بھوکے تھے۔ تینوں حضرت ایوب انصاریؓ کے کھجوروں کے باغ میں پہنچے انہوں نے فوراً کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھا اور پھر بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کے کباب اور سالن تیار کر کے حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہؓ کو بھجوا دو۔ انہیں کئی دن سے فاقہ ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا ضعیف آدمی مسلمان ہوا، اسے دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے گئے اور پھر حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہی ہوں۔
حضور ﷺ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا "تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟"
حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا۔ "یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک اونٹنی

Marfat.com

ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔''

حضورﷺ نے پھر فرمایا ''تم میں سے کون ہے جو اب اس کا سر ڈھانک دے۔''

سید الفقراء حضرت علی مرتضیٰؓ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔

پھر حضورﷺ نے فرمایا۔ ''کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی کہ ''اے سچے رسولؐ کی بیٹیؓ اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔''

سیدہؓ عالم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا ''اے سلمانؓ قسم ہے ذاتِ پاک کی آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ کہو فاطمہؓ بنت محمدؐ کی یہ چادر رکھ لو اس غریب انسان کو تھوڑی سی جنس دے دو۔

سلمانؓ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے۔ اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ حیران رہ گیا اور پھر پکار اٹھا ''اے سلمانؓ خدا کی قسم۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ گواہ رہنا کہ میں فاطمہؓ کے باپؐ پر ایمان لایا۔'' اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمانؓ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہؓ کو واپس بھیج دی۔ وہ لے کر ان کے پاس پہنچے۔ سیدہؓ نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمانؓ کو دی۔ انہوں نے کہا اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے۔'' جواب دیا۔ ''سلمانؓ جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔''

حضرت سلمانؓ روٹی لے کر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی۔

''بار الہٰا فاطمہؓ تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا۔''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے ساری رات

Marfat.com

ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کیئے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کا ایک حصہ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا۔ ''میں بھوکا ہوں۔'' حضرت سیدہؓ نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج میں کچھ حصہ پیسا اور کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آ کر دستِ سوال دراز کیا۔ وہ سب کھانا اسے دے دیا۔ پھر تیسرا حصہ آپؓ نے پیسا اور کھانا تیار کیا۔ اتنے میں ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا۔ وہ سب کھانا اس کو دے دیا گیا۔ غرض سب اہلِ خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس سارے گھر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا.

(ترجمہ) اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

جنگ احد میں ابن قمیہ کے پتھر سے حضورﷺ کی پیشانی مبارک اور ابنِ ہشام کے پتھر سے حضورﷺ کا بازو مبارک زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے حضورﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا دوسری خواتین کے ہمراہ روتی ہوئی میدانِ احد میں پہنچیں۔ حضورﷺ کو زندہ سلامت دیکھ کر جان میں جان آئی لیکن پدرِ محترم کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غمزدہ ہوئیں۔ حضورﷺ کے زخموں کو بار بار دھوتی تھیں لیکن پیشانی کے زخم سے خون نہ تھمتا تھا۔ آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری اور خون تھم گیا۔

ایک دفعہ سیدۃ النساءؓ بیمار ہو گئیں۔ نبی کریمﷺ نے اپنے ایک معمر اور ذی مرتبہ صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنی لختِ جگرؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر داخلے کی اجازت مانگی۔ سیدہؓ نے عرض کی۔ ''تشریف لایئے۔'' حضورﷺ نے فرمایا میرے ساتھ عمران بن حصینؓ بھی ہیں۔ حضرت بتولؓ نے جواب دیا۔ ابا جانؐ میرے پاس ایک عباء کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں کہ پردہ کروں۔'' حضورﷺ نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک کر فرمایا۔ ''بیٹیؓ اس سے پردہ کر لو۔''

اس کے بعد حضورﷺ اور عمرانؓ اندر تشریف لے گئے اور سیدہؓ سے ان کا حال پوچھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ ''اباؐ جان شدت درد سے بے چین ہوں اور بھوک سے نڈھال ہوں کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔'' حضورﷺ نے فرمایا۔ ''اے میری بیٹیؓ

Marfat.com

صبر کر۔ میں بھی آج تین دن سے بھوکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جو کچھ مانگتا وہ ضرور مجھے عطا کرتا لیکن مَیں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔'' پھر رسول کریم ﷺ نے اپنا دستِ شفقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پشت پر پھیرا اور فرمایا۔

''اے لختِ جگر دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس فقر و غنا کے ساتھ کمال درجہ کی عابدہ تھیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا لیکن انہوں نے کبھی اپنی دعاؤں میں اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔

رسول کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غورا بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ سیدۃ النساءؓ سخت آزردہ ہوئیں۔ جب رسولِ کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو سیدہؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ علیؓ مجھ پر سوت (سوکن) لانا چاہتے ہیں۔'' حضور ﷺ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ ادھر غورا کے سرپرست بھی حضور ﷺ سے اس نکاح کی اجازت لینے آئے۔ سرورِ کائنات مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔

''آل ہشام علیؓ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن میں اجازت نہ دوں گا۔ کبھی نہ دوں گا۔ البتہ علیؓ میری لڑکی کو طلاق دے کر دوسری لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اس کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ جس سے اس کو دکھ پہنچا اس سے مجھے بھی دکھ پہنچا۔''

''میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹیؓ اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں۔''

حضور ﷺ کی یہ ناراضی دیکھ کر حضرت علیؓ نے اردہ ءکاح فوراً ترک کر دیا اور حضرت فاطمۃ لزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی تک کسی دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

حضور ﷺ کو جیسے اپنی بیٹیؓ سے محبت تھی ویسے ہی اپنے داماد اور نواسوں سے بھی بے حد پیار تھا۔ ان سے فرمایا کرتے۔ ''جن لوگوں سے تم ناراض ہو گئے میں بھی ان سے ناخوش ہوں گا، جن سے

Marfat.com

تمہاری لڑائی ہے ان سے میری بھی لڑائی ہے جن سے تمہاری صلح ہے ان سے میری بھی صلح ہے۔"

حضرت علیؓ سے فرمایا کرتے۔"اے علی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فرزندوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ بھی اپنے جگر کے ٹکڑے سمجھتے تھے۔ نہایت محبت سے انہیں بوسے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً انتیس برس کی تھی کہ رسولِ کریم ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ وصال نبویؐ سے کچھ دن پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خبر گیری کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی۔ جسے سن کر وہ رونے لگیں۔ پھر حضور ﷺ نے کوئی اور بات آپؓ کے کان میں فرمائی جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ جب چلنے لگیں تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان سے پوچھا"اے فاطمہؓ تیرے رونے اور ہنسنے میں کیا بھید تھا۔" سیدہؓ نے فرمایا جو بات حضور ﷺ نے اخفا میں رکھی ہے، میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔

رسولِ کریم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہ صدیقہؓ (اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت ام سلمہؓ) نے حضرت فاطمہؓ سے اس دن کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔"پہلی دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے جبریل امین علیہ السلام سال میں ہمیشہ ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال خلافِ معمول دو بار کیا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔" اس پر میں رونے لگی۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا تھا"تم اہلِ بیتؓ میں سب سے پہلے مجھے ملو گی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔" اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور میں ہنسنے لگی۔

رحلت سے قبل جب حضور ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ فرمایا"واکھب اباہ" ہائے میرے باپ کی بے چینی۔

حضور ﷺ نے فرمایا"تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔"

Marfat.com

سرورِ کائنات علیہ وسلم کے وصال سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپؓ نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔

یَا اَبَاہُ اَجَابَ رَبَّاہُ . یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاہُ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ سَعَاہُ

(ترجمہ) پیارے باپؐ نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں داخل ہوئے آہ جبریلؑ کو انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔

پھر دعا مانگی۔ ''بارِ الٰہا روحِ فاطمہؓ کو روحِ محمدؐ کے پاس پہنچا دے۔ خدایا مجھے رسول کریم علیہ وسلم کے دیدار سے مسرور کر دے۔ الٰہی بروزِ محشر شفاعتِ محمدؐ سے محروم نہ فرما۔''

رحلتِ مصطفیٰ علیہ وسلم پر آپؓ سے ایک مرثیہ بھی منسوب ہے۔ جس میں آپؓ نے فرمایا۔

''آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی علیہ وسلم کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرطِ الم سے شق ہو گئی ہے۔ ان پر قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ اور محلات روتے ہیں۔ اے خاتم الرسلؐ خدا آپؐ پر رحمت نازل فرمائے۔''

نبی اکرم علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تعزیت کے لئے آپؓ کے پاس آتے تھے لیکن آپؓ کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ تمام کتب سیر متفق ہیں کہ حضور علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضور علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور علیہ وسلم کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ فدک ایک موضع تھا جو حضور علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو اس شرط پر دے رکھا تھا کہ جو پیداوار ہو نصف وہ رکھیں اور نصف حضور علیہ وسلم کو بھیج دیا کریں۔ حضور علیہ وسلم اپنے حصے میں سے کچھ اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لئے رکھ لیتے اور باقی مسافروں اور مساکین پر صرف کر دیتے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بعض لوگوں نے بتایا کہ فدک نبی کریم علیہ وسلم کی ذاتی ملکیت تھا اور آپؓ اس کی وارث ہیں۔ آپؓ نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فدک کی وراثت کا دعویٰ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ''رسول اللہ علیہ وسلم کے اعزہ کو میں اپنے اعزہ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، لیکن مشکل یہ ہے کہ انبیائے کرامؑ جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کُل کا

Marfat.com

کُل صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اس لئے میں اس جائیداد کو تقسیم نہیں کرسکتا۔ البتہ حضور ﷺ کی حیاتِ اقدس میں اہلِ بیتؓ اس سے جو استفادہ کرتے تھے وہ ابھی بھی کرسکتے ہیں۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اس جواب سے بہت رنج پہنچا اور وہ ابوبکر صدیقؓ سے ناراض ہوگئیں اور اپنی وفات تک ان سے نہ بولیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپؓ نے انہیں اپنے مکان کے اندر آنے کی اجازت دے دی اور اپنی رنجش دور کردی۔

رسول کریم ﷺ کی جدائی کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تھا۔ وہ ہر وقت غمگین و دل گرفتہ رہتیں۔ ان کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے ۶ ماہ بعد ہی ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو ۲۹ سال کی عمر میں عازمِ فردوس بریں ہوئیں۔ وفات سے پہلے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو بلا کر فرمایا۔ ''میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہرؓ نامدار کے کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا۔ تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔''

حضرت اسماءؓ نے کہا۔ ''یا بنت رسول اللہ ﷺ میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔''

پھر انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور انہیں جوڑ کر اور پھر ان پر کپڑا تان کر سیدہ بتولؓ کو دکھایا۔ آپؓ نے اسے پسند فرمایا۔ بعد وفات آپؓ کا جنازہ اسی طریقہ سے اٹھا۔ جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا کیونکہ آپؓ کی وفات رات کے وقت ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا۔ نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ نے قبر میں اتارا۔ دارِ عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں۔

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا۔ اکثر آپؓ کے مزار پر تشریف لے جاتے اور انہیں یاد کر کے روتے اور بڑے دردناک اشعار پڑھتے۔ مثلاً

Marfat.com

''خدایا میری کیا حالت ہے کہ میں قبروں پر سلام کرنے آتا ہوں لیکن حبیب کی قبر میرے سوال کا جواب ہی نہیں دیتی۔ اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دیتی۔ کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہوگئی ہے۔''

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے چھ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محسنؓ، حضرت ام کلثومؓ، رقیہؓ اور زینبؓ۔ محسنؓ اور رقیہؓ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا تاریخ اسلام کے درخشندہ موتی ہیں۔

حضور ﷺ کی نسل حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی سے باقی رہی۔

صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ عورتوں میں کس کا درجہ بلند ہے۔ آپؐ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا مریمؑ، خدیجہؓ، آسیہؓ اور فاطمہؓ کا۔

ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے آپؓ کو جنت کی عورتوں کا سردار فرمایا۔ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے ''اے فاطمہ تم اور تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہوں گے۔''

ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا ''فاطمہؓ میرا پارۂ گوشت ہے جس نے اس کو غصہ دلایا اور ناراض کیا اس نے مجھے غصہ دلایا اور ناراض کیا۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپؓ کے شوہرِ نامدارؓ اور فرزندوںؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیۂ تطہیر نازل کی۔

حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کوئی بھی جگر گوشۂ رسولؐ پر فضیلت نہیں رکھتا۔

سیدۃ النساءؓ کے فضائل سے کتبِ سیر واحادیث بھری پڑی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کتبِ احادیث میں اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے رواۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ام سلمیٰؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی سفر میں گئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو حضرت

Marfat.com

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ انہیں عذر ہوا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اس کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپؓ سے پوچھا ۴۰ اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا ''تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس ۴۰ اونٹ ہوں تو میں سارے ہی دیدوں۔''

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''جانِ پدر عورت کے اوصاف کیا ہیں؟'' جواب دیا ''ابا جان عورت کو چاہیئے کہ خدا اور رسول کی تابعداری کرے۔ شوہر کی خدمت کرے۔ اولاد پر شفقت کرے۔ اپنی نگاہ نیچی رکھے۔ اپنی زینت کو چھپائے۔ نہ خود غیر کو دیکھے، نہ غیر اس کو دیکھ پائے۔'' حضور ﷺ یہ جواب سن کر بے حد خوش ہوئے۔

ایک دفعہ آپؓ علیل تھیں لیکن علالت میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں۔ جب علی مرتضیٰؓ صبح کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو آپؓ نماز کو کھڑی ہوگئیں۔ جب واپس تشریف لائے تو دیکھا آپؓ چکی پیس رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''اے رسولؐ خدا کی بیٹیؓ اتنی محنت نہ کیا کرو۔ تھوڑی دیر آرام کرلو، کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ۔'' فرمانے لگیں۔ ''خدا کی عبادت اور آپؓ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے۔ اگر ان میں سے کوئی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔''

علامہ اقبالؒ نے سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کی خدمت میں ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ — مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت — با یہودے چادرِ خود را فروخت
نوری و ہم آتشی فرمانبرش — گم رضائش در رضائے شوہرش
آن ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گردان و لب قرآں سرا
گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بدامانِ نماز

☆☆☆

Marfat.com

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابرہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی پہلی بیوی تھیں۔ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور عجیب حالات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ عراق سے ہجرت کر کے شام کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں ان کا گزر ایک ایسے شہر میں ہوا جہاں میلے یا جشن کی کیفیت تھی۔ لوگ بیش قیمت ملبوسات سے آراستہ ادھر اُدھر پھر رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ طرب کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی نے اپنا شوہر خود منتخب کرنے کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے بادشاہ کی بیٹی کو دوپہر کے وقت سوار ہو کر لوگوں کے ہجوم سے گزرتی ہے۔ ابھی تک اس کی نظرِ انتخاب کسی پر نہیں پڑی۔ اب اس کے آنے کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہو کر لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے کہ شہزادی کی سواری آ پہنچی۔ اس کی نظر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پڑی۔ صحت مند جسم اور چہرہ جلالِ نبوت سے منور۔ فوراً اعلان کر دیا کہ میری شادی اس مسافر سے ہوگی۔ شاہی کارندے اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے محل میں لے گئے۔ بادشاہ اپنی بیٹی کا انتخاب دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا ہونے والا داماد کوئی صاحبِ ثروت ہوگا۔ اب جو سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک نادار آدمی کو دیکھا تو بہت افسوس ہوا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بارہا سمجھایا کہ تیرا اس کا جوڑ نہیں ہے۔ اپنے خیال سے باز آ جا لیکن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے قول پر جمی رہیں۔ چنانچہ مجبوراً بادشاہ نے اپنی لختِ جگر کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کر دی۔

چند دن وہاں گزارنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر جانے کا ارادہ ظاہر کیا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ جائیں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو انہیں بہت روکا لیکن آخر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر انہیں بھی ہمراہ لیا اور مصر کی طرف چل

Marfat.com

خاتونِ کربلا حضرت زینبِ کبریٰ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام زینبؓ اور کنیت اُم الحسن یا بروایت دیگر ام کلثوم تھی۔ واقعۂ کربلا کے بعد آپؓ کی کنیت ام المصائب بھی مشہور ہے۔

آپؓ کے والد حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہٗ والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ، نانا سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ اور نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ غرض ننھیال اور ددھیال جس افق پر نظر ڈالیں، حضرت زینب کبریٰؓ آپ کو آسمانِ فضائل کا مہرو ماہ نظر آئیں گی۔

اپنے بے شمار خواص کی بدولت تاریخوں میں آپؓ کے متعدد القاب درج ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: نائبۃ الزہراؓ، شریکۃ الحسینؓ، ناموس الکبریٰؓ، صدیقہؓ، الصغریٰؓ، شجاعہؓ، فصیحہؓ، فاضلہؓ، عابدہؓ، زاہدہؓ، محبوبۃ المصطفیٰ ﷺ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جمادی الاول ۵ ہجری بمطابق ۶۲۷ عیسوی میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئیں۔ رسولِ کریم ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے۔ تین دن بعد آپؐ تشریف لائے اور فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ بچی کو گود میں لیا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر دہن مبارک میں کھجور چبائی اور اس کا لعاب بچی کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد بچی کا نام حضور ﷺ نے زینبؓ تجویز کیا اور فرمایا "یہ ہم شبیہ خدیجہؓ ہے۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پرورش اور تربیت کا آغاز سرورِ کونینؐ حیدر کرارؓ اور سیدۃ النساءؓ کے زیر سایہ ہوا۔ ایک دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرآن پاک کی تلاوت فرما رہی تھیں۔ معصوم بچی تھیں۔ بے خیالی میں سر سے اوڑھنی اتر گئی۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ نے دیکھا تو ان کے سر پر اوڑھنی ڈالی اور فرمایا بیٹی اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے۔

ایک دن حضرت حسینؓ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں معصومانہ لڑائی ہو گئی۔ سیدہ فاطمہؓ نے انہیں کلام مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا لڑائی سے خداوند کریم ناراض ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دونوں بچے ڈر گئے اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی نہ لڑیں گے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ بہت خوش ہوئیں اور انہیں سینے سے لگالیا۔ رسولِ کریم ﷺ بھی حضرت زینبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ حسنینؓ کی طرح وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہوئیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت زینبؓ بھی رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی اور یہ ان کا پہلا سفر اور پہلا حج تھا۔

اا ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ کا وقتِ وفات قریب آیا تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا۔ ''اپنے بچوں کو بلاؤ۔'' وہ سب بچوں کو حضور ﷺ کے پاس لے گئیں۔ اپنے شفیق نانا کو بے چین دیکھ کر سب بچے رونے لگے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے سینۂ مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ آپؐ نے ان کی پیشانی چومی اور اپنا دست شفقت ان کے سر پر پھیر کر دلاسا دیا۔

حضورؐ کی رحلت کے وقت سیدہ زینبؓ کی عمر تقریباً ۶ برس تھی۔ ۶ ماہ بعد شفیق والدہ سیدہ بتولؓ نے بھی وفات پائی۔ ان حادثوں نے ننھی زینبؓ کو سخت صدمہ پہنچایا۔ شفیق ناناؐ اور جاں نثار ماںؓ کی جدائی سے حیدرِ کرارؓ کے سارے بچے غم والم کی صورتیں بن گئے۔ شیرِ خداؓ باب علم نے بچوں کی تعلیم وتربیت کا کام خود سنبھالا اور کچھ مدت کے بعد ان کی نگرانی کے لئے ام البنین بنت خزام کلابیہ سے نکاح کرلیا۔ بابِ علم جب خود معلم ہوں تو شاگردوں کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانا۔ تھوڑی ہی مدت میں سارے بچوں کے دِل ودماغ علم وحکمت کے خزانوں سے معمور ہوگئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے جلیل القدر باپ کے علم اور دیگر اوصاف سے خوب استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ زہد وتقویٰ عقل وفراست، حق گوئی وبے باکی، عفت وعصمت اور عبادت وشب بیداری میں مثلِ فاطمۃ الزہراؓ ہوگئیں۔ دراز قد اور متناسب الاعضاء تھیں۔ چہرہ مبارک پر اپنے نانا کا جلال تھا اور حرکات وسکنات اور چال ڈھال میں وقارِ حیدری نمایاں تھا۔ مؤرخین متفق ہیں کہ علم وفضل میں قریش اور بنو ہاشم کی کوئی لڑکی آپؓ کے برابر نہ تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بے مثال خطیب تھے، وہ اپنے خطباب اور تقاریر میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیتے تھے دنیائے عرب میں آج تک ان کے اقوال ضرب المثل ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عظیم باپؓ کی فصاحت وبلاغت اور زورِ بیان ورثہ میں ملے۔ ان کے عدیم المثال خطبات تاریخ نے اپنے صفحوں میں محفوظ کرلئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر کون سا

Marfat.com

دل ہے جو پگھل نہ جائے اور کون سی آنکھ ہے جو اشکبار نہ ہو جائے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جنہوں نے یہ بے مثل خطبات سنے اور بدستور دنیا کے کتے بنے رہے۔ حسین علیہ السلام کو ان کے رفقاء کے ساتھ دشتِ کربلا میں شہید کیا اور خاندانِ نبوت کو بے پناہ مصائب میں مبتلا کیا۔

اپنے لختِ جگر کے علم و فضل سے شیرِ خداؓ بھی مطمئن تھے۔ ان کے زمانۂ خلافت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قیام بھی کوفہ ہی میں رہا۔ کوفہ کی خواتین اکثر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن حکیم کے معانی و مطالب پوچھا کرتیں۔ ایک دفعہ آپؓ چند عورتوں کے سامنے قرآن پاک کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے اور اپنی لختِ جگرؓ کی تقریر سنتے رہے۔ جب بیان ختم ہوا تو شیرِ خداؓ نہایت مسرور ہوئے۔ فرمایا۔ ''جانِ پدر میں نے تمہارا بیان سنا اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم کلامِ الٰہی کے مطالب اتنے عمدہ طریقے سے بیان کر سکتی ہو۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب سن بلوغ کو پہنچیں تو قبیلہ کندہ کے سردار اور رئیس اشث بن قیس نے ان کے لئے پیغامِ نکاح دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حیدرِ کرارؓ کے بھتیجے شہیدِ موتہ حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب کے فرزند عبداللہؓ شیر خداؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زینبؓ کے لئے خواستگار ہوئے۔ جناب مرتضیٰؓ کو اپنے بھتیجے سے بے حد محبت تھی۔ حضرت جعفرؓ طیار کی شہادت کے بعد رحمۃ اللعالمینؐ نے خود ان کی پرورش و تربیت کی اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد جنابِ علی مرتضیٰؓ ان کے نگران و سرپرست بنے۔ وہ بڑے پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے اور سیرت و صورت میں جوانانِ قریش میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ جنابِ مرتضیٰؓ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ خاندان کے چند بزرگ عبداللہ بن جعفرؓ کو ساتھ لے کر مسجد میں آ گئے اور خلیفۂ وقت جناب علی مرتضیٰؓ نے نہایت سادہ طریق سے اپنی لختِ جگر حضرت زینبؓ کا نکاح ان سے پڑھا دیا۔ اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر گیارہ سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق تیرہ برس کی تھی۔ نکاح کے بعد خاندان کی عورتیں انہیں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے گھر خود پہنچا آئیں۔ دوسرے دن انہوں نے دعوتِ ولیمہ کی۔ مہر کی رقم کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۸۰ درہم لکھا ہے اور بعض نے چالیس ہزار۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اس وقت تجارت کرتے تھے اور ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی نہایت خوشگوار تھی۔ وہ اپنے شوہر کی بے حد خدمت گزار تھیں اور وہ بھی ان کی دل جوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اگرچہ گھر میں لونڈیاں بھی تھیں اور خادم بھی، لیکن زیادہ تر گھر کا کام کاج وہ خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرمایا کرتے ''زینبؑ بہترین گھر والی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ شیرِ خداؑ کی بیٹی بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل یا حاجت مند ان کے دروازے پر آئے اور خالی ہاتھ چلا جائے یا کسی کی مصیبت کا انہیں پتہ چلے اور وہ اس کی خبر گیری نہ کریں۔ دونوں میاں بیوی کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کئی غیر مستحق لوگ بھی ان کے دستِ کرم سے فائدہ اٹھا لیتے تھے۔ امام حسینؓ نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا ''اے ابنِ عم! تم بہت اسراف سے کام لیتے ہو اور غیر مستحق لوگوں کو بھی اپنی پاک کمائی میں شریک کرتے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے جواب دیا ''اے بھائی کیا کروں، سائل کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا۔ اللہ نے مجھے دولت اس لئے دی ہے کہ اس کے بندوں میں بانٹوں۔''

خاوند کے گھر آسودہ حالی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔ وہ بدستور صبر و قناعت حلم و رضا، سادگی اور جفاکشی کا پیکر بنی رہیں۔

۳۷ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں کوفہ کو اپنا مستقر بنایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفرؓ بھی کوفہ تشریف لے آئے۔ کوفہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت تندہی سے درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کا کام سرانجام دیتیں۔ کوفہ کی اکثر خواتین ان کے پند و نصائح سے مستفیض ہوتیں۔ ان کے علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کا گھر گھر چرچا پھیل گیا۔ اسی اثناء میں وہ دردناک حادثہ پیش آیا جس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عظیم المرتبت باپؓ کے سایہ سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔

خوارج مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم کو انہوں نے خفیہ طور پر حضرت علیؓ کی شہادت کے لئے مقرر کیا۔ اس نے ایک تلوار زہر میں بجھائی اور کوفہ آ کر شیرِ خداؑ پر حملہ کی تاک میں رہنے لگا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کا دن تھا۔ شیرِ خداؑ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے عین سجدہ کی حالت میں

Marfat.com

ابن ملجم نے زہر آلود تلوار کا وار کیا۔ حیدرِ کرار سخت زخمی ہوئے۔ لوگ اٹھا کر گھر لے گئے۔ اپنے شفیق باپؓ کو اس حالت میں دیکھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے دنیا اندھیر ہو گئی، لیکن بڑے صبر و استقامت سے کام لیا۔ ابن ملجم کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے دشمن خدا تو نے امیر المومنین کو زخمی کر ڈالا۔''

ابن ملجم نے کہا۔ ''امیر المومنین کو نہیں تمہارے باپ کو۔''

حضرت زینبؓ نے فرمایا ''انشاء اللہ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

ابن ملجم نے نہایت بے حیائی سے جواب دیا۔ ''تو پھر آہ و فغاں کیوں کرتی ہو۔ خدا کی قسم کئی روز میں نے اپنی تلوار کو زہر پلایا ہے۔''

اس بیدرد تلوار کا زہر ہی تھا کہ شیر خداؓ کو اس نے پھر بستر سے نہیں اٹھنے دیا۔ ۲۱ رمضان المبارک کو یہ آفتاب رشد و ہدایت ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ وفات سے پیشتر حضرات حسنین علیہم السلام کو اپنے پاس بلایا اور انہیں وصیت کی کہ اپنے بہن بھائیوں کا خاص خیال رکھنا، ان کا دل آزردہ نہ کرنا، ان کے حقوق پورے کرنا اور صلہ رحمی سے پیش آنا۔ اپنے عالی رتبہ اور معدنِ علم و فضل باپؓ کی شہادت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، لیکن ابھی ان کی قسمت میں بڑے صدمے لکھے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔ شام میں امیر معاویہؓ خلافت کے مدعی تھے۔ اہل کوفہ نے حضرت امام حسنؓ کو ترغیب دی کہ شام پر حملہ کیا جائے۔ جنابِ امامؓ فطرتاً سکون پسند تھے اور جنگ و جدل کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن اسی اثناء میں امیر معاویہؓ نے مدائن کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ حضرت امام حسنؓ بھی لشکر فراہم کر کے مدائن کی طرف بڑھے۔ ساباط پہنچ کر اپنی فوج کے بعض آدمیوں میں بددلی کے آثار دیکھے۔ ان سے فرمایا کہ ''اگر تم لوگ لڑائی نہیں کرنا چاہتے تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف جنگ کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔'' لوگ یہ تقریر سن کر حیران رہ گئے۔

جنگ پسند لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی توہین کی امام حسنؓ ان لوگوں کی گستاخی اور شرارت سے سخت رنجیدہ ہوئے اور خلافت سے دل برداشتہ ہو گئے۔ امیر معاویہؓ کو انہوں نے لکھا کہ میں ان شرائط پر خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔

Marfat.com

۱۔ اہواز کا کل خراج میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے مخصوص ہوگا اور حسینؓ کو ۲ لاکھ سالانہ الگ دیئے جائیں گے۔

۲۔ گزشتہ جنگوں کا کسی سے انتقام نہیں لیا جائے گا اور ہر ایک کو امان دی جائے گی۔

۳۔ بنی ہاشم کو عطایا میں بنی امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

۴۔ شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نامناسب الفاظ نہیں کہے جائیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرائط فی الفور منظور کر لیں اور عارضی طور پر مسلمانوں میں جنگ وجدل کا خطرہ ٹل گیا۔

بنی ہاشم نے امام حسنؓ کا فیصلہ پسند نہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے جلیل القدر بھائی کے فیصلہ سے متفق نہ ہوسکیں لیکن ان کے احترام اور محبت کے لحاظ سے خاموش ہوگئیں۔ اس واقعہ کے چند سال بعد ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں امام حسنؓ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے (بنی امیہ کے چند افراد کی سازش یا کسی اور وجہ سے) جناب حیدر کرارؓ کے فرزند اکبر امام حسنؓ کو زہر دے دیا اور اسی کے اثر سے فقر وغنا کا وہ شہنشاہ اپنے مولائے حقیقی سے جاملا۔ والد ماجد کی شہادت کے چند سالوں کے بعد ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے انتہائی شفیق برادرِ بزرگ کی جدائی کا صدمہ عظیم سہنا پڑا۔ اس جانکاہ صدمہ نے انہیں قبل از وقت بوڑھا کر دیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۴۵ برس کے لگ بھگ تھی۔ حضرت امام حسنؓ نے کئی سالوں سے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئی تھیں۔

واقعہ کربلا

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کا اہم ترین دور شروع ہوا۔ واقعہ کربلا میں حضرت زینبؓ کی شرکت، ان کا کردار اور حادثۂ کربلا سے بعد کی تفصیلات کو تاریخ کے سینکڑوں صفحات نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ وہ مصائب و آلام کے ایسے طوفانوں سے گزریں جنہیں قلم بند کرتے ہوئے قلم کانپتا ہے اور سینہ شق ہوتا ہے۔ تمام

Marfat.com

مورخین متفق ہیں کہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؓ کی اس مظلوم بیٹیؓ سے زیادہ صفحہ ہستی پر کسی خاتون نے مصیبتیں نہیں اٹھائیں۔ انہوں نے اپنے نانا خیر البشر اور ختم الرسلؐ کی رحلت کو دیکھا، اپنی دل شکستہ ماں کو مولائے حقیقی کے پاس جاتے دیکھا۔ اپنے باپ فاتح خیبرؓ کو زہر آلود خنجر کا شکار ہوتے دیکھا۔ اپنے شفیق برادر بزرگؓ کے قلب وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے دیکھے اور دشت نینوا ریگزارِ کربلا میں جو کچھ انہوں نے دیکھا، تمام امتِ احمد مجتبیٰؐ تا قیامت اس پر نوحہ کناں رہے گی۔

حادثۂ کربلا ہماری کتاب کا موضوع نہیں ہے لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ناممکن ہے کہ کسی قدر تفصیل سے کام نہ لیا جائے۔

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسینؓ کے تعلقات میں چنداں ناخوشگواری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ امام حسینؓ کی بھانجی ام کلثومؓ (دختر عبداللہ بن جعفرؓ اور زینبؓ بنت علیؓ) کے نکاح کے لئے اپنے بیٹے یزید کا پیام بھی حضرت عبداللہ بن جعفر کو بھجوایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ امّ کلثومؓ کی شادی کا اختیار ان کے ماموں حسینؓ کو ہے۔ جب امام حسینؓ سے اس معاملہ میں سلسلۂ جنبانی کی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا اور امّ کلثومؓ کا نکاح قاسم بن محمد جعفرؓ طیار سے کر دیا۔

۵۶ ہجری میں امیرِ معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے اہلِ مدینہ سے بیعت لینی چاہی، معدودے چند لوگوں کے سوا تمام اہل مدینہ نے بیعت کر لی۔ ان بیعت نہ کرنے والوں میں حضرت امام حسینؓ بھی شامل تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے چنداں تعرض نہ کیا۔

۶۰ ہجری میں امیر معاویہؓ نے وفات پائی اور اِمام حسینؓ کے بارے میں یزید کے لئے وصیت چھوڑ دی کہ ''میرے بعد اہل عراق تمہارے مقابلہ میں کھڑے ہوں اور تم ان کو مغلوب کر لو تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابتدار، بڑے حقدار اور رسولِ کریم ﷺ کے عزیز ہیں۔''

حضرت امیرِ معاویہؓ کی وفات کے بعد عُبداللہ ابن زبیرؓ اور امام حسینؓ بنی امیہؓ کے مخالفین میں سب سے زیادہ بااثر شخصیتوں کے مالک تھے۔ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو تاکیدی حکم بھیجا کہ عبداللہؓ اور حسینؓ سے فی الفور میری بیعت لو۔ ولید نے انہیں بیعت کے لئے بلایا، لیکن حضرت امام حسینؓ نے عذر کیا اور مہلت چاہی۔ ولید رضا مند ہو گیا۔ حضرت امام حسینؓ نے واپس آ کر اپنے بھائی محمدؓ بن حنفیہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مکہ جانے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

چنانچہ آپؓ اپنے عزیز و اقارب اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر راتوں رات عازمِ مکہ ہوئے۔ ان سے پہلے عبداللہ بن زبیر بھی خفیہ طور پر مکہ چلے گئے تھے۔ مکہ پہنچ کر حضرت امام حسینؓ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ اس وقت انہیں اہل کوفہ کی طرف سے بلاوے پر بلاوا آنا شروع ہو گئے۔ بے شمار خطوط اور پیغامات امام حسینؓ کو موصول ہو رہے تھے جن میں اہل کوفہ انہیں کوفہ پہنچنے کی دعوت دے رہے تھے اور حلف اٹھا اٹھا کر التجائیں کر رہے تھے کہ آپؓ کوفہ تشریف لا کر اپنی خلافت کے لئے بیعت لیجئے۔ ہم فاسق و فاجر یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت امام حسینؓ مکہ کی فضا کو بھی سازگار محسوس نہیں کر رہے تھے، کیونکہ مکہ کے اکثر لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی تھے۔ چنانچہ آپؓ اہلِ کوفہ کے پیہم پیغامات کو رد نہ کر سکے اور کوفہ جانے کا قصد فرمایا۔ ان کے خیر خواہوں نے انہیں مشورہ دیا کہ کوفہ کے لوگ قابلِ اعتماد نہیں ہیں آپؓ کوفہ نہ جائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی یہی مشورہ اپنے محبوب بھائی کو دیا اور پھر عرض کی کہ پہلے کسی کو بھیج کر حالات کا اندازہ اچھی طرح کر لیں۔ امام حسینؓ کو یہ صائب مشورہ پسند آیا اور انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو اپنا نائب اور سفیر بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ جب مسلمؓ کوفہ پہنچے تو اہلِ کوفہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ہزار ہا اہل کوفہ نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؓ کی بیعت کر لی۔ حالات سازگار پا کر مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسینؓ کو پیغام دیا کہ آپؓ کوفہ تشریف لے آئیں۔

جب مسلمؓ بن عقیل کے قاصد عبداللہ بن سنان کے ذریعے امام حسینؓ کو اہل کوفہ کی عقیدت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے مکہ سے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت عمرو بن عبدالرحمٰنؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے بہی خواہوں نے انہیں بہت روکا لیکن انہوں نے فرمایا ''کہ دعوتِ حق دینے سے میں باز نہ رہوں گا اور جو لوگ حق کے متلاشی ہیں انہیں مایوس نہ کروں گا۔ مکہ میں خونریزی مجھے پسند نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کعبہ کی بے حرمتی ہو۔ مشیتِ الٰہی کے سامنے میرا سر خم ہے اور میں کوفہ ضرور جاؤں گا۔'' اس کے بعد ۸ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کو آپؓ اپنے اہلِ بیت اور معتقدین کے ہمراہ مکہ سے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ چھوٹی بچی صغریٰ بیمار تھیں، انہیں آپؓ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے سپرد کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے گھر بار والی تھیں۔ چاہتیں تو سفر کی صعوبتوں اور آئندہ

Marfat.com

خطرات کے پیشِ نظر مکہ ہی میں قیام پذیر رہ سکتی تھیں لیکن انہیں اپنے بھائی، ان کے بچوں اور دوسرے اقرباء سے والہانہ محبت تھی۔ گوارا نہ کیا کہ حسینؓ تنہا یہ پرخطر سفر اختیار کریں۔ اپنے دو فرزندوں عونؓ اور محمدؓ سمیت حسینی قافلہ میں شامل ہو گئیں۔ ان کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کہاں تھے اور وہ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کیوں نہ گئے۔ اس کے متعلق مورخین میں سخت اختلاف ہے۔

ایک روایت ہے کہ وہ مکہ میں ہی تھے اور ان لوگوں کے ہم رائے تھے جو حضرت امام حسینؓ کے سفرِ کوفہ سے متفق نہیں تھے۔ جب حضرت امام حسینؓ چلنے لگے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے ان کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی۔ عبداللہؓ بن جعفر بہن بھائیوں کی محبت سے آگاہ تھے۔ انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو امام حسینؓ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ چند منزلوں کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنے دونوں بیٹوں عونؓ اور محمدؓ کے ہمراہ اس جماعت سے آملے اور بہت کوشش کی کہ امام حسینؓ واپس لوٹ چلیں لیکن وہ رضامند نہ ہوئے۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بیٹوں کو جناب امامؓ کی خدمت میں پیش کیا اور انہیں ہدایت کی اگر خدا نخواستہ ماموں پر کوئی مصیبت آئے تو ان کے لئے سینہ سپر ہو جانا۔ اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔

دوسری روایت ہے کہ عبداللہؓ بن جعفر علیل تھے اور سفر کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اس لئے خود تو مکہ ہی میں رہے اور اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور بچوں عونؓ اور محمدؓ کو حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ بھیج دیا۔

ایک تیسری روایت ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ امام حسینؓ کی مکہ سے روانگی کے وقت بصرہ میں تھے۔ جب انہیں جناب امامؓ کے سفر کوفہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے خود بھی حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ خدارا آپؓ واپس لوٹ آئیں اور اموی حاکم عمرو بن سعید کا خط بھی امام حسینؓ کو بھجوایا جسمیں اس نے امام عالی مقامؓ سے تعرض نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور انہیں مکہ واپس لوٹنے کی ترغیب دی تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ اس وقت مدینے میں تھے۔ وہاں سے انہوں نے پہلے تو امام حسینؓ کو خط لکھا کہ آپؓ کوفہ کے سفر کا ارادہ ترک کر دیں اور پھر خود بھی اپنے دونوں بیٹوں عونؓ اور محمدؓ کو ساتھ لے کر اور اموی حاکم بن سعید سے امام حسینؓ کے لئے امان نامہ

Marfat.com

لکھوا کر تنعیم کے مقام پر امام حسینؓ سے آ کر ملے۔ امامؓ عالی مقام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے نانا جنابِ رسول کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے، میں اس حکم کو ضرور پورا کروں گا اور واپس نہ لوٹوں گا۔ حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ نے اپنے فرزندوں کو ماموںؓ کے پاس چھوڑا اور خود واپس لوٹ گئے۔

عبداللہ بن جعفرؓ کے قافلہ حسینیؓ میں شرکت نہ کرنے کا سبب خواہ کچھ ہی ہو لیکن یہ بات ثابت ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند عونؓ اور محمدؓ، حضرت امام حسینؓ کے قافلہ میں شامل تھے۔

ادھر امام حسینؓ کوفہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ادھر کوفہ میں حالات کا پانسہ پلٹ گیا۔ پہلے پہل تو کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کا دم بھرا اور حسینؓ پر جانیں قربان کرنے کے حلف اٹھائے، لیکن جب یزید نے نعمان بن بشیر کو کوفہ کی امارت سے معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا اور اس نے سختی سے کام لیا تو اہل کوفہ مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے شہید کرا دیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے محمدؓ بن اشعث سے فرمایا۔ ''تم میرے بچانے پر قادر نہیں لیکن کسی طرح میرا یہ پیغام حسینؓ تک پہنچا دینا کہ وہ کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتبار نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے لوٹ جائیں۔''

محمدؓ بن اشعث نے مسلم بن عقیلؓ کی وصیت پوری کی اور اپنے ایک قاصد کے ذریعے امام حسینؓ کو مسلمؓ بن عقیل کا پیغام بھجوا دیا۔ لیکن اس وقت تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مسلمؓ بن عقیل کو شہید کرنے کے بعد ان کے دو خورد سال بچوں محمدؓ اور ابراہیمؓ کو بھی سنگدل عبیداللہ نے پکڑوا کر شہید کرا دیا۔

حضرت امام حسینؓ جوں جوں کوفہ کی طرف بڑھتے انہیں تشویشناک خبریں ملتیں۔ جب وہ ثعلبہ کے مقام پر پہنچے تو بنو اسد کے ایک شخص نے جو کوفہ سے آ رہا تھا، انہیں مسلمؓ، ان کے بچوں اور ہانیؒ کی شہادت کی خبر دی۔ مسلم بن عقیلؓ نہایت زیرک اور شجاع تھے اور فی الحقیقت امام حسینؓ کا ایک قوی بازو تھے۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر جناب امامؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ مسلم بن عقیلؓ کے بھائیوں نے کہا خدا کی قسم جب تک اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک واپس نہ لوٹیں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا جب تم لوگ نہ ہوئے تو ہماری زندگی کس کام کی۔

Marfat.com

پڑے۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں کا بادشاہ نہایت ظالم اور بدکار ہے اور اس نے حکم دے رکھا ہے کہ کوئی عورت جب تک بادشاہ کے ملاحظہ سے نہ گزرے، نہ مصر کی حدود سے گزر سکتی ہے نہ وہاں قیام کر سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ایک صندوق میں بند کر کے حدودِ مصر سے گزرنا چاہا کہ بادشاہ کے ضرر سے محفوظ رہیں، لیکن پہرے داروں نے صندوق کھول لیا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہ عورت کہاں لئے پھرتے ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ میں ایک مسافر ہوں اور یہ عورت میری ایک قریبی رشتہ دار ہے۔ ہمارا شام جانے کا قصد ہے۔

بادشاہ نے کہا، تم دونوں کو ابھی چند روز یہاں ٹھہرنا ہوگا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ملازموں کو ان کی رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبوراً وہاں قیام کرنا پڑا۔ بادشاہ کی نیت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے متعلق صاف نہ تھی۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عدم موجودگی میں بادشاہ بُری نیت کے ساتھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے مولائے کریم مجھے اس کے شر سے بچا۔ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو مفلوج اور بعض روایتوں کے مطابق اندھا کر دیا۔ اب وہ نہایت عاجزی سے گڑگڑایا کہ اے نیک خاتون میری خطا معاف کر اور خدا سے دعا کر کہ مجھے اپنی اصل حالت میں لوٹا دے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ''میرا شوہر خدا کا محبوب پیغمبر ہے تو اس سے معافی مانگ'' بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عفوِ تقصیر چاہی، انہوں نے معاف کیا اور اس کے حق میں دعا مانگی۔ بادشاہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا اور اپنی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک نیک سیرت عورت پیش کی جن کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے کنعان پہنچے۔ وہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا

Marfat.com

اس وقت امام حسینؓ کے قافلہ میں بے شمار لوگ راستے سے شامل ہو گئے تھے۔ آپؓ نے سب ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''کوفیوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے، ان سے مدد کی توقع نہیں۔ تم لوگوں کی محبت و عقیدت کا میں شکر گزار ہوں، لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میری وجہ سے اپنی جانیں خطرہ میں ڈالو۔ اس لئے تم میں سے جو شخص جانا چاہے وہ خوشی سے جا سکتا ہے۔ میری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔''

یہ اعلان سن کر تمام لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور صرف آپؓ کے اہل بیت اور وہی مخصوص جاں نثار باقی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔

۲ محرم ۶۱ ہجری کو امام حسینؓ کا قافلہ ریگ زار کربلا میں اترا۔ حر بن یزید تمیمی کے ایک ہزار سولہ سوار حکومت شام کی طرف سے ذی خشم کے مقام سے اس قافلۂ حق کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ ۳ محرم کو عمرو بن سعد ۴۰۰۰ فوج کے ہمراہ کربلا پہنچا۔ یہ امام حسینؓ کا عزیز تھا لیکن حکومت کے لالچ میں اپنے ضمیر کو کچل دیا تھا۔ نہ معلوم کس خیال کے زیر اثر کربلا پہنچ کر امام حسینؓ سے گفتگو کی طرح ڈالی۔ انہوں نے فرمایا ''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں مکہ یا مدینہ چلا جاؤں گا۔''

عمرو بن سعد نے امام حسینؓ کا جواب ابن زیاد کو لکھ کر بھیجا۔ اس نے حکم بھیجا حسینؓ پہلے میری اطاعت کریں پھر دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرا حکم بھیجا۔ حسینؓ اور ان کے رفقاء پر پانی بند کر دو۔

عمرو بن سعد نے اس حکم کی تعمیل میں ۷ محرم ۶۱ ہجری کو فرات پر پہرہ بٹھا دیا لیکن ۹ محرم تک جنگ ٹالتا رہا کہ شاید مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے۔ ادھر ابن زیاد بے تاب ہو گیا۔ اس نے شمر ذی الجوشن کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میں نے تمہیں حسینؓ کی خیر خواہی کے لئے نہیں بھیجا۔ اگر ان سے بیعت نہیں لے سکتے تو فوج شمر کے حوالے کر دو۔ اب عمرو بن سعد کی عقل و خرد بالکل جواب دے گئی اور وہ سبطِ رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

۹ اور ۱۰ محرم کی درمیانی شب حضرت امام حسینؓ اور ان کے جاں نثاروں کی اس عالم میں آخری شب تھی۔ امام عالی مقامؓ نے اپنے رفقاء کو جمع کیا اور فرمایا۔

''میرے دوستو میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے نہایت ثابت قدمی سے میرا

Marfat.com

ساتھ دیا۔ تمہارے جیسے نیک اور وفادار ساتھی میں نے کہیں نہیں دیکھے اور اپنے اہلِ خاندان سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانا نہیں دیکھا۔ خداوند تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ کل کے دن میرے دشمنوں اور میرے درمیان آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ میں تم لوگوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل خاندان کو ساتھ لے لو اور اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تا آنکہ خدا یہ مصیبت آسان کر دے۔''

سید الشہداءؑ کے مٹھی بھر ساتھیوں نے یہ تقریر سنی۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی لیکن جس جرأت و وفاداری شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ انہوں نے کیا تا قیامت جن و بشر ان پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ امام مظلومؑ کے ساتھ وفاداری نے انہیں حیات جاوید عطا کر دی۔ سب نے بیک آواز رقت انگیز لہجے میں کہا۔

''اے فرزند رسولؐ ہمارے ماں باپ آپؑ پر قربان۔ کیا ہم آپؑ کا ساتھ اس لئے چھوڑ دیں کہ آپ خنجروں اور تیروں کا نشانہ بن جائیں اور ہم زندہ رہیں۔ خدا ہمیں اس دن کے لئے باقی نہ رکھے۔''

ان نفوس قدسی کے جواب سے جناب امامؑ اشک بار ہو گئے۔ بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ فرمایا۔ ''اے اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ آج انہوں نے اس بے کسی میں میرا ساتھ دیا ہے۔ حشر کے دن بھی انہیں میرا ساتھی بنائیو!''

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھی ہتھیاروں کی صفائی میں مصروف ہو گئے۔

حضرت زینبؑ کبریٰ کو ہونے والے واقعات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ سخت بے چین تھیں لیکن صبر سے کام لے رہی تھیں۔ جب حضرت امام حسینؑ کی تلوار صاف کی جانے لگی تو انہوں نے چند عبرت انگیز اشعار پڑھے۔ اس وقت وہ بے اختیار ہو گئیں۔ درد و الم سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ فریاد فریاد پکارتی تھیں اور کہتی تھیں۔ اے کاش آج کا دن دیکھنے کے لئے میں زندہ نہ رہتی۔ ہائے میرے ناناؐ، میری ماںؑ، میرے باپؑ، میرے بھائیؑ سب داغِ مفارقت دے گئے۔ اے بھائی اب ہمارا سہارا آپؑ ہی ہیں۔ ہم آپؑ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے۔

Marfat.com

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ''زینبؑ ذرا چین سے رہنے دو۔'' اس جواب سے حضرت زینبؑ کی آہ و زاری میں اور شدت پیدا ہوگئی۔ فرمایا ''میرے ماں جائے، آپؑ کے بدلہ میں میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔''

حضرت امام حسینؑ اپنی محبت بہن کی دلدوز باتیں اور فریاد و فغاں سن کر اشکبار ہو گئے۔ لیکن نہایت حوصلہ سے فرمایا۔

''اے بہن صبر کرو۔ خدا سے تسکین حاصل کرو۔ خدا کی ذات کے سوا ساری کائنات کے لئے فنا ہے۔ ہمارے لئے ہمارے نانا خیرالبشر کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ تم انہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا۔ اے بہن تمہیں خدا کی قسم ہے۔ اگر میں راہِ حق میں کام آ جاؤں تو میرے ماتم میں گریبان نہ پھاڑنا۔ چہرہ کو نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔''

اس وصیت کے بعد حضرت امام حسینؑ خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور صبح صادق تک تمام مقدس مہمانانِ کربلا تسبیح و تہلیل میں مصروف رہے۔

شبِ عاشورہ ختم ہوئی اور عاشورہ کا آفتاب قیامت صغریٰ اپنے جلو میں لئے ہوئے نمودار ہوا۔ حضرت امام حسینؑ سمیت بہتر نفوس قدسی ایک طرف تھے اور ہزاروں اشقیا پر مشتمل فوج دوسری طرف۔ لڑائی سے پہلے جناب امامؑ اور ان کے چند ساتھیوں نے نہایت دلدوز تقریریں کیں جن میں دشمنوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں، لیکن سوائے ایک مردِ مومن حر بن یزید تمیمی کے ان بدبختوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ (بعض روایتوں کے مطابق حر بن یزید کا بیٹا بھی امام حسینؑ کے جھنڈے تلے آ کر اپنی عاقبت سنوار گیا۔) جس وقت امام حسینؑ تقریر فرما رہے تھے۔ شدت الم سے حضرت زینبؑ اور دوسری خواتینِ اہلِ بیت کی چیخیں نکل گئیں۔ آپؑ نے عباسؑ اور علیؑ کو انہیں خاموش کرانے کے لئے بھیجا اور فرمایا ''میری عمر کی قسم ابھی ان کو بہت رونا ہے۔''

اس کے بعد مبارزت شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک آدمی میدان میں نکلتا اور اپنے حریف سے لڑتا۔ حسینی فوج کے کچھ مجاہدین نے جامِ شہادت پیا اور بہت سے عراقی بھی جہنم واصل ہوئے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ حُرؓ بن یزید اور دوسرے جان نثارانِ اہل بیت پامردی سے لڑے۔ دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں لیکن دونوں جماعتوں کی تعداد میں کوئی

Marfat.com

نسبت نہ تھی۔ دوپہر تک یہ تمام مردانِ حق دادِ شجاعت دیتے ہوئے دوشِ رسولؐ کے سوار پر قربان ہو گئے۔ ان کے بعد جوانانِ اہلِ بیت کی باری آئی۔ سب سے پہلے شبیہ پیغمبر علی اکبر بن حسینؓ میدان میں آئے اس شجاعت سے لڑے کہ اپنے دادا صاحب ذوالفقارؓ کی یاد تازہ کر دی۔ جب کئی دشمن انہوں نے مار گرائے تو سینکڑوں لعینوں نے انہیں نرغہ میں لے کر شہید کر دیا۔ حضرت زینبؓ نے اپنے اس بھتیجے کو بڑے ناز ونعم سے پالا تھا۔ خیمہ کے روزن سے جب انہوں نے علی اکبرؓ کو خاک وخون میں لوٹتے دیکھا تو بے تاب ہو گئیں۔ ''یا ابن خاہ'' کہتی ہوئی دیوانہ وار خیمہ سے باہر دوڑیں اور علی اکبرؓ کی لاش سے چمٹ گئیں۔ جناب امامؑ نے انہیں وہاں سے ہٹا کر خیمہ کے اندر بھیجا اور جوان فرزند کی لاش اٹھا کر خیمہ کے سامنے لے آئے۔

علی اکبرؓ کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ، احمد بن حسنؓ، ابوبکر عبداللہ بن حسنؓ، عبدالرحمٰن بن عقیلؓ، جعفر بن عقیلؓ، عبداللہ بن عقیلؓ، موسیٰ بن عقیلؓ عمر بن علیؓ، عثمان بن علیؓ اور دوسرے اعزہ سوائے نفوس کے ایک ایک کر کے نہایت شجاعت سے لڑتے ہوئے راہِ حق میں شہید ہو گئے۔

اب حضرت زینبؓ نے اپنے کمسن فرزندوں عونؓ اور محمدؓ کو رزمگاہ میں بھیجنے کے لئے اپنے محبوب بھائی سے اجازت چاہی۔ انہوں نے ان مہ پاروں کو لڑائی میں بھیجنے سے پس وپیش کیا۔ حضرت زینبؓ روتی ہوئی بھائی کے گلے سے لگ گئیں اور عرض کی۔ بھائی میرا دل نہ توڑو۔ عونؓ و محمدؓ کو پال پوس کر میں نے اسی لئے بڑا کیا ہے کہ اپنے ماموں پر جان نثار کریں۔ اس سے بڑھ کر مصیبت کا دن کبھی نہ آئے گا۔ ادھر زینبؓ نے انہیں رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی۔ میرے فرزندو آج اپنے نانا علیؓ اور دادا جعفر طیارؓ کی روحوں کو شرمندہ نہ کرنا اور میدانِ جنگ میں پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔

عونؓ اور محمدؓ نے دشمنانِ دین پر ایک زبردست حملہ کیا۔ بظاہر بچے تھے لیکن بنت حیدرؓ زینب کبریٰؓ کا دودھ پیا ہوا تھا۔ بڑوں سے بڑھ کر شجاعت دکھائی گئی۔ کئی بدبخت ان کی تلواروں کا شکار ہوئے۔ آخر انہوں نے نرغے میں لے کر تلواروں اور نیزوں کی بارش کر دی اور زینب کبریٰؓ کے یہ دونوں لال بقائے دوام کے تاج سروں پر پہن کر عازم خلد بریں ہوئے۔ دکھیاری زینبؓ اور مظلوم ماموں کے قلب وجگر کے ٹکڑے اڑ گئے۔ لیکن آسمان کی طرف نظر کی اور خاموش ہو گئے۔

عونؓ ومحمدؓ کی شہادت کے بعد خانوادۂ نبوت کے باقی مجاہدین نے بھی ایک ایک کر کے جامِ

Marfat.com

شہادت پیا۔اب حضرت امام حسینؓ تنہا رہ گئے۔زین العابدینؓ بیمار تھے اور لڑائی کرنے کے قابل نہیں تھے۔انہیں اللہ اور اپنی بہن زینبؓ کے سپرد کیا اور سب کو خدا حافظ کہہ کر فرزندانِ رسولؐ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔پیاس کا غلبہ تھا۔اپنے جگر کے ٹکڑوں اور جان نثاروں کی شہادت سے دل ٹوٹا ہوا تھا لیکن اس قیامت کا حملہ کیا کہ دشمنوں کے بادل کے بادل چھٹ گئے۔شیر خدا حیدر کرارؓ کے فرزند جس طرف رُخ کرتے۔صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتے۔شامی بار بار نرغہ کرتے تھے لیکن جونہی شمشیر حسینی چمکتی بھاگ کھڑے ہوتے۔دوشِ رسول کا سوار اب زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ہر طرف سے نیزوں، خنجروں، تیروں، تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔اتنے میں حصین بن نمیر نے ایک نیزہ پھینکا جو گلوئے مبارک میں پیوست ہو گیا۔دہن مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔اپنے چلّو میں تھوڑا سا خون لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا۔

''مولا! جو کچھ تیرے محبوبؐ کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔تجھی سے اس کی فریاد کرتا ہوں۔''

جلیل القدر بھائی کی عاشق زار بہن زینبؓ دل پر ہاتھ رکھے۔آفتابِ امامت کی حالت دیکھ رہی تھیں۔جب انہیں خون کی کلیاں کرتے دیکھا تو دوڑی ہوئی رزمگاہ کے قریب ایک ٹیلہ پر کھڑی ہو کر پکاریں۔

''اے عمرو سعد کیا قیامت ہے،ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔''

عمرو بن سعد کی آنکھوں پر لالچ نے پردہ ڈال دیا تھا لیکن قرابتدار تھا۔فرطِ ندامت سے حضرت زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

جنابِ امامؓ کی حالت اب لحہ بہ لحہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر تلوار چلائی۔سنان نے نیزہ مار کر آپؓ کو زمین پر گرا دیا۔پھر سنان بن انس (اور بعض روایتوں کے مطابق شمر ذی الجوشن) نے اس گردن پر خنجر پھیر دیا۔جس پر رحمت دو عالمؐ بوسے دیا کرتے تھے۔شہادت کے وقت جناب امامؓ کے جسم مبارک پر تمیں زخم تلوار کے، ۳۴ زخم نیزہ کے اور لاتعداد زخم تیروں کے تھے۔

سنگدل شامیوں کا دل ابھی تک ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔انہوں نے سیدۃ النساءؓ کے لال کا سر مبارک نیزہ پر چڑھایا اور تمام شہیدانِ راہِ حق کے مقدس جسموں کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال

Marfat.com

کیا۔ پھر انہوں نے اہل بیت کا سامان لوٹا۔ ایک بد بخت امام زین العابدینؓ کو شہید کرنا چاہتا تھا لیکن عمرو بن سعد نے کہا کہ اسے زندہ یزید کے سامنے پیش کریں گے۔ ایک روایت ہے کہ جب ایک بد بخت نے حضرت زین العابدینؓ کو شہید کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ آڑے آئیں اور فرمایا'' خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں، اس بیمار کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔'' ان کا عزم دیکھ کر بد بخت اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔

۱۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو تمام پسماندگان کو جن میں کچھ خواتین، بچے اور عابدؓ بیمار تھے، اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے چلے۔ شہداء کے لاشے ابھی میدانِ کربلا میں بے گور و کفن ہی پڑے تھے۔ جب یہ ستم زدہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا تو اس میں ماتم بپا ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کبریٰ رو رو کر کہتی تھیں:

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ آیئے دیکھئے آپؐ کے حسینؓ کا خون آغشتہ لاشہ چٹیل میدان میں پڑا ہے۔
اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔
آپؐ کی لڑکیاں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔
آپؐ کی ذریّت قتل کر کے گرم ریت پر بچھا دی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔
اے میرے نانا! یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے۔
ذرا حسینؓ کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔
اور میری چادر چھین لی گئی ہے۔''

زینب کبریٰؓ کا یہ نوحہ سُن کر دوست دشمن روتے تھے۔

جب اسیرانِ حق کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو ذلیل کوفی ہزاروں کی تعداد میں انہیں دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ بدعہد اور دغا باز کوفیوں کے ہجوم کو دیکھ کر شیر خداؓ کی بیٹیؓ بے اختیار ہو گئی اور بازارِ کوفہ میں انہوں نے بآواز بلند پکارا۔

''لوگو اپنی نظریں نیچی رکھو! یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی لٹی ہوئی اولاد ہے۔''

اس کے بعد آپؓ نے اہل کوفہ کے سامنے ایک عبرت انگیز خطبہ دیا۔ سارا مجمع بالکل ساکت

Marfat.com

وجامد ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حیدرِ کرارؑ تقریر فرما رہے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کی حمد و سپاس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

"اے کوفیو، اے مکارو، اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والو، خدا کرے تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں، تمہاری مثال ان عورتوں کی سی ہے جو خود ہی سوت کاتتی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔

تم نے خود ہی میرے بھائی سے رشتۂ بیعت جوڑا اور پھر اپنے خبث باطنی کی وجہ سے توڑ ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے۔ تمہاری فطرت میں جھوٹ اور دغا ہے۔ خوشامد اور شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں ہے۔ تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے۔

تم خیر البشرؐ کے فرزند کو جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں قتل کیا ہے، خدا کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

آہ کوفہ والو تم نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔

یاد رکھو! تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں رہتا ہے۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔"

اس خطبہ کو سن کر اکثر کوفیوں کے ضمیر نے ان پر لعنت بھیجی، روتے روتے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ خدام بن کثیر جو عرب کے فصیح ترین آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، وہ بھی حضرت زینبؑ کا خطبہ سننے والوں میں شامل تھا۔ خطبہ سن کر وہ ان کے زور بیان اور فصاحب و بلاغت سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ کہنے لگا۔ "واللہ اے علیؑ کی بیٹی تمہارے بڈھے سب بڈھوں سے، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتی۔"

دوسرے دن ابنِ زیاد نے دربار منعقد کیا۔ اسیران اہل بیت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت زینبؑ بہت خستہ حالت میں تھیں۔ ابن زیاد نے پوچھا "یہ عورت کون ہے؟" ایک لونی نے کہا۔ "زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔"

Marfat.com

ابن زیاد نے کہا" خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا۔"

حضرت زینبؓ نے نہایت بے باکی سے جواب دیا۔" خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں عزت بخشی۔ انشاء اللہ فاسق رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔"

ابن زیاد نے کہا۔" تم نے دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟"

حضرت زینبؓ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے انہیں درجۂ شہادت پر فائز کیا۔ عنقریب وہ اور تم داورِ محشر کے سامنے جمع ہوں گے۔ اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کس کا کیا حشر ہوتا ہے۔"

ابنِ زیاد جھلا کر بولا۔" بنی ہاشم کے سب سے زیادہ سرکش آدمی کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔"

حضرت زینبؓ کو ابن زیاد کے اس طرح اظہار مسرت کرنے سے بڑا دکھ ہوا۔ ان کا آبگینۂ دل حوادثِ کربلا سے ٹوٹ چکا تھا۔ بے اختیار رو دیں اور فرمایا:

" میری عمر کی قسم تو نے ہمارے گھر والوں کو نکالا۔ ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا۔ ہماری شاخوں کو کاٹا اور ہماری جڑوں کو اکھاڑا۔ اگر اسی سے تمہارا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا۔"

اس کے بعد ابن زیاد کی نظر حضرت زینؓ العابدین پر پڑی، پوچھا۔" لڑکے تم کون ہو؟۔"

آپؓ نے جواب دیا۔ " علیؓ بن حسینؓ۔"

ابن زیاد نے عمر و سعد سے پوچھا۔" اسے کیوں نہیں قتل کیا؟۔" اس نے جواب دیا۔" بیمار ہے۔"

ابن زیاد نے کہا" اسے میرے سامنے قتل کرو۔"

حضرت زینبؓ یہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور بولیں۔" اے ابنِ زیاد کیا تو ابھی تک ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا۔ کیا اس نقاہت اور بیماری کے مارے ہوئے مصیبت زدہ بچے کو بھی مارو گے۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔" یہ کہہ کر حضرت زینؓ العابدین کے ساتھ چمٹ گئیں۔ ابن زیاد کے دل میں کچھ خیال آ گیا اور اس نے حکم دے دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔ چند دن بعد ابن زیاد نے شہداء کے سر اور اسیران اہل بیت کو فوج کے پہرے میں یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔

Marfat.com

کوفہ سے دمشق تک کے طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد اسیرانِ اہل بیت یزید کے دربار میں پیش کیے گئے۔ ایک سرخ رنگ کے شامی نے فاطمہ بنت علیؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''امیر المؤمنین یہ لڑکی مجھے دے دیجیے''۔ زینبؓ تڑپ اٹھیں اور بولیں۔ خدا کی قسم یہ لڑکی نہ تجھ کو مل سکتی ہے اور نہ یزید کو جب تک کہ وہ اللہ کے دین سے نہ نکل جائے۔ شامی نے دوبارہ یہی سوال کیا، لیکن یزید نے اسے روک دیا۔

جب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو خواتین اہلِ بیت رونے لگیں۔ حضرت زینبؓ نے سر اقدس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے حسینؓ، اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل بند، اے دوشِ پیمبرؐ کے سوار، اے فاطمۃ الزہراؓ کے لختِ جگر، اے جنت کے جوانوں کے سردارؓ۔

یزید نے پوچھا۔ یہ عورت کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ حسینؓ کی چھوٹی بہن زینبؓ ہیں۔ یزید نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپؓ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔

حضرت زینبؓ نے دلیری سے جواب دیا۔ ''بے شک میرا بھائی سچ کہتا تھا۔''

یزید نے کہا۔ میری عمر کی قسم حسینؓ کے نانا میرے دادا سے بہتر تھے۔ حسینؓ کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں۔ رہا میرا باپ اور حسینؓ کا باپ تو سب کو معلوم ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔''

اس پر حضرت زینبؓ نے یزید اور اس کے اہلِ دربار کو مخاطب کر کے ایک دردناک تقریر کی۔ انہوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

> ''اے یزید گردشِ فلک اور ہجومِ آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب کرنے پر مجبور کر دیا۔ یاد رکھ ربّ العزت ہم کو زیادہ عرصہ تک اس حال میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا۔ تو نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا، اپنے آپ کو پہنچایا ہے۔ آہ تیرے آدمیوں نے دوشِ رسولؐ کے سوار، اس کے بھائیوں، فرزندوں اور رفقاء کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا۔ تو نے پردہ نشینانِ اہل بیت کی بے حرمتی کی۔ اے کاش تو اس وقت شہیدانِ کربلا

Marfat.com

کو دیکھ سکتا تو اپنی ساری دولت و حشمت کے بدلے ان کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا ہم عنقریب اپنے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بیدرد ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں اور یہ اس جگہ ہوگا جہاں اولادِ رسولؐ اور ان کے ساتھی جمع ہوں گے۔ ان کے چہروں کے خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی۔ جہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور ان کے ساتھی مرے نہیں اپنے خالق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کے لئے کافی ہے۔ وہ عادل حقیقی انبیاء کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا۔ وہی ہماری امیدگاہ ہے اور اسی سے ہم فریاد کرتے ہیں۔''

حیدرِ کرارؓ کی بیٹی کی گرج سُن کر یزید اور اس کے درباری سکتے میں آ گئے۔ یزید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں لوگ اہل بیت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے خواتین اہل بیت کو اپنے خاص حرم سرا میں ٹھہرایا اور جہاں تک ہو سکا ان کی دل جوئی کی کوشش کی۔ چند دنوں بعد اس نے نعمان بن بشیر کے زیرِ حفاظت قافلۂ اہل بیت کو مدینہ روانہ کر دیا۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا ''محملوں پر سیاہ چادریں ڈال دو تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ سیدۃؓ النساء کی دلفگار اولاد ہے۔''

نعمان بن بشیر نے جہاں تک ہو سکا ان مصیبت زدہ مسافروں کی مدد کی اور جہاں تک ہو سکا راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ جب یہ قافلہ کربلا پہنچا تو وہاں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور بنی ہاشم کے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت زینبؓ نے رنج والم سے پکارا۔

''اے بنی ہاشم تمہارا چاند غروب ہو گیا۔ اے میرے ناناؐ کے صحابیؓ تو نے جس کو اپنے آقاؐ کے دوش مبارک پر سوار کیا تھا اس کا جسم اطہر گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گیا۔''

اس کے بعد اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں۔ دوسرے لوگوں میں بھی ماتم بپا ہو گیا۔ جب قافلہ مدینہ پہنچا تو دن ڈھل چکا تھا۔ فاتح خیبر کی غیور بیٹیوں، زینبؓ اور فاطمہؓ نے نعمان بن بشیر کو اس کے حسنِ سلوک کے عوض اپنی چوڑیاں اتار کر بھیجیں اور فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہیں کہ تیری خدمت کا معاوضہ دیں۔

Marfat.com

ہوئے۔حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہ تھی ،حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کچھ افسردہ سی ہوگئیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کوکسی دوسرے مقام پر چھوڑ آؤ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اس مقام پر چھوڑ آئے جہاں آج کل کعبہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ وہاں آبادی ہوگئی۔اس کی تفصیل حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں آئے گی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ وہاں ہی تشریف لے آئے۔مدت گزر گئی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہوگئے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی بہت ضعیف العمر ہوگئیں۔ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس خیال سے بہت مغموم رہتی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔کسی نہ کسی مہمان کو ضرور شریکِ طعام کر لیتے تھے۔ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ سات روز تک کوئی مہمان نہ آیا۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بہت متفکر تھے۔ساتویں دن دونوجوان مسافرانہ حیثیت سے آئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے حد مسرت ہوئی۔فوراً ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر مہمانوں کے سامنے رکھا۔لیکن مہمانوں نے کھانے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام دل میں ڈرے کہ شاید مہمان ناراض ہیں۔ان دونوں نے ہنس کر کہا ''اے خلیل اللہ ہم فرشتے ہیں اور لوطؑ کی قوم کو سزا دینے پر مقرر ہوئے ہیں۔ہم تمہیں ایک بیٹے (اسحاقؑ) کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں۔'' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں۔''یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو بڑھیا (بانجھ) ہو چکی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔'' فرشتوں نے کہا کہ اللہ کے حکم سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔کچھ عرصہ بعد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی افسردگی اور حیرت کو مسرت میں تبدیل کر دیا۔حضرت اسحاقؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

نعمان بن بشیر اشکبار ہو گیا اور کہا۔ ''اے بناتِ رسولؐ خدا کی قسم میں نے جو کچھ کیا۔ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے کیا ہے۔''

حضرت زینبؓ نے اس کے لئے دعائے خیر کی۔

اس دن سارا مدینہ منورہ سوگوار تھا۔ ہزاروں لوگوں نے روتے ہوئے ان لٹے ہوئے مسافروں کی پیشوائی کی۔ حضرت زینبؓ نے روضۂ نبی کریم ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا۔

''اے میرے مقدس نانا جان! میں آپؐ کے فرزند اور اپنے بھائی حسینؓ کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپؐ کی اولاد کو رسیوں میں باندھ کر بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔''

حضرت زینبؓ کے الفاظ سے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر وہ اپنی ماں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے مزار پر حاضر ہوئیں اور اس درد سے روئیں کہ پتھروں کا کلیجہ بھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملیں۔ انہیں اپنی رودادِ غم سنائی اور سب کو صبر کی تلقین کی۔

بے پناہ مصائب نے حضرت زینبؓ کبریٰ کے دل و جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی ۶۲ ہجری میں آپؓ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور یوں یتیمانِ اہلِ بیت کی سرپرست شہدائے کربلا کی یادگار اور دشمنوں کو خوفِ خدا سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ اپنے محبوب و مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جاملیں۔

ایک روایت کے مطابق آپؓ اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کے ساتھ شام چلی گئیں دمشق کے پاس حضرت عبداللہ کی کچھ زمینداری تھی، وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہوگئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زینبؓ شہیدانِ کربلا کے مصائب نہایت دردانگیز لہجہ میں کمال فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو سناتی تھیں جس سے لوگ سخت متاثر ہوتے اور ان میں اہلِ بیت کی حمایت کا جذبہ پیدا ہوتا۔ عامل مدینہ نے ان حالات کی اطلاع یزید کو دی۔ اس نے حکم بھیجا کہ زینبؓ کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو۔ حضرت زینبؓ نے پہلے تو جانے سے انکار کیا پھر بعض بہی خواہوں کے سمجھانے بجھانے سے رضا مند ہوگئیں اور سکینہؓ اور فاطمہؓ بنات حسینؓ اور کچھ دوسری قرابت دار خواتین کے ہمراہ مصر چلی گئیں۔ وہاں کے والی مسلمہ بن مخلد انصاری نے ان کی نہایت عزت و تکریم کی اور اپنے دارالاقامہ میں انہیں ٹھہرایا۔ تقریباً ایک سال کے بعد حضرت زینبؓ نے ۵ رجب ۶۲ ہجری کو وہیں رحلت فرمائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا بنت خباط

اسمِ گرامی سمیہ تھا۔ باپ کا نام خباط تھا۔
مشہور صحابی حضرت عمارؓ بن یاسر کی والدہ تھیں۔

پہلے ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ ان کے حلیف یاسرؓ بن عامر سے نکاح ہوا۔ جب حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا۔

جب مکہ میں رسول کریم ﷺ نے تبلیغِ حق کا آغاز کیا تو حضرت سمیہؓ ان کے شوہر یاسرؓ اور فرزند عمارؓ نے فوراً دعوتِ حق قبول کر لی۔ اسلام لانے والوں میں حضرت سمیہؓ کا ساتواں نمبر تھا۔ اس وقت اسلام قبول کرنا مصائب و شدائد کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن اس چھوٹے سے مقدس خاندان نے نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر پرچمِ توحید کو مضبوطی سے تھام لیا۔

مشرکین نے انہیں دعوتِ حق قبول کرنے کے جرم میں خوفناک سزائیں دینا شروع کر دیں ۔ حضرت سمیہؓ کا عالمِ پیری تھا اور پھر عورت تھیں لیکن بیدرد مشرکین ان کے شوہر اور فرزند کے ہمراہ انہیں بھی لوہے کی زرہ پہنا کر تپتی ہوئی ریت پر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے۔ مگر عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ ان مقدس ہستیوں کے رگ و ریشہ میں اس درجہ سرایت کر گیا تھا کہ کسی صورت میں پھر شرک کی طرف لوٹنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ رسولِ کریمؐ اس طرف سے گزرتے تو ان کی حالت

Marfat.com

دیکھ کرفرماتے۔ ''آل یاسر صبر کرو اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔''

سارا دن تو یہ عذاب جھیلتے گزر جاتا۔ شام کو قدرے آرام ملتا۔ ایک دن رات کو گھر تشریف لائیں تو ابو جہل نے دشنام طرازی شروع کر دی کہ۔ ''اے بڑھیا تو سٹھیا گئی ہے کہ اپنے ساتھ اپنے خاوند اور بیٹے کو بھی بے دین کر ڈالا ہے۔'' یہ کہتے کہتے اتنا مغلوب الغضب ہوا کہ بے کس سمیہؓ کو برچھی کھینچ ماری۔ وہ اس صدمہ سے اسی وقت شہید ہو گئیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی سب سے پہلی شہید ہیں۔ حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی مرگِ بے کسی کا سخت صدمہ ہوا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ اب تو ظلم کی حد ہو گئی۔'' حضور ﷺ نے صبر کی تلقین کی اور دعا مانگی۔ ''اے اللہ آلِ یاسر کو جہنم سے بچا۔''

جب ابو جہل جنگ بدر میں مارا گیا تو حضور ﷺ نے عمارؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''قد قتل الله قاتل امک اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

اسمِ گرامی صفیہؓ، رسولِ کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو رسولِ کریم ﷺ کی حقیقی خالہ تھیں۔ گویا حضرت صفیہؓ ایک طرف تو نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور دوسری طرف خالہ زاد بہن۔

سید الشہداء عمِ رسول ؐ حضرت حمزہؓ حضرت صفیہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح حارث بن حرب سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح عوام بن خویلد سے ہوا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھائی تھے۔ حواریٔ رسول ؐ حضرت زبیرؓ انہی عوام سے پیدا ہوئے۔

ہجرت سے پہلے ہی مشرف باسلام ہوگئیں۔ رسول کریم ﷺ کی دوسری پھوپھیوں کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا یا نہیں، لیکن حضرت صفیہؓ کے متعلق سب متفق ہیں کہ وہ ہجرت سے پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔

حضرت صفیہؓ نے اپنے فرزند زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوۂ احد میں جب ایک اتفاقی امر سے مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت صفیہؓ ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے مدینہ سے نکلیں۔ جو لوگ میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے انہیں مارتی تھیں اور نہایت غصہ میں فرماتی تھیں ''رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگتے ہو۔''

حضور ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ کو آتے دیکھا تو ان کے ثابت قدم فرزند حضرت زبیرؓ کو پاس بلا کر ارشاد فرمایا ''صفیہؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔''

حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک کا مُثلہ کیا گیا۔ یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سید الشہداؓ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال کر چبا لیا۔ رسول کریم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ ماں جائی بہن اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی لاش کو اس حالت میں دیکھے۔ اسی لئے حضور ﷺ

Marfat.com

نے حضرت زبیرؓ کو ہدایت فرمائی کہ صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ جب حضرت زبیرؓ نے اپنی ماں کو ارشادِ نبویؐ سنایا تو وہ اس کی علت فائی سمجھ گئیں۔ بولیں ''مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں لیکن میں صبر کروں گی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی۔''

حضور ﷺ کو بھی اپنے جاں نثار چچا کی شہادت کا سخت غم تھا۔ جب انہوں نے اپنے عم محترمؓ کی لاش اس حالت میں دیکھی تو اشکبار ہو کر فرمایا۔ ''تم پر خدا کی رحمت ہو، تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔''

جب حضرت صفیہؓ نے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا تو حضور ﷺ نے انہیں شہیدِ حق حمزہؓ کی لاش مبارک دیکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ بادیدۂ پرنم لاش پر آئیں اور اپنی نے محبوب بھائی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے دیکھ کر ایک آہِ سرد کھینچی لیکن آہ وفغاں سے احتراز کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی۔ اپنے جاں باز بھائی کی شہادت پر ایک دردناک مرثیہ کہا جس میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا۔

ان یوماً اتیٰ علیک لیوم ''کورت شمس و کان مضیاً

(ترجمہ) آج آپ پر وہ دن آیا ہے کہ آفتاب سیاہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے روشن تھا۔

اپنے بھائی کی تدفین کے لئے حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں دو چادریں بھی پیش کیں اور پھر واپس لوٹ آئیں۔

جنگِ احد کے بعد حضرت صفیہؓ نے جنگ خندق میں شرکت فرمائی اور اس میں کمال شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ غزوۂ خندق میں حضور ﷺ نے مستورات کو بغرض حفاظت انصار کے ایک قلعہ فارع میں ٹھہر دیا تھا۔ یہ قلعہ یہود بنی قریظہ کی آبادی کے بالکل قریب واقع تھا۔ یہود نے مسلمانوں کو جنگ میں مشغول پا کر ان کی جاسوسی کرنے کی ٹھانی۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ایک جاسوس ''حصار فارع'' کی مقیم مستورات کی باتیں سننے کے لئے روانہ کیا۔ جب وہ حصار کے گرد چکر لگا رہا تھا حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا وہ اپنی خداداد فراست سے فوراً سمجھ گئیں کہ یہ شخص جاسوس ہے اور اس کی جاسوسی کے نتائج نہایت خطرناک ہو سکتے ہیں۔ حضرت صفیہؓ نے جلدی سے اٹھ کر خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور جا کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس

Marfat.com

نے تڑپ کر جان دے دی۔

اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے سمجھا کہ حصار کے اندر بھی ضرور مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ چنانچہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا اور یوں حضرت صفیہؓ کی شجاعت نے ایک بڑا خطرہ ٹال دیا۔ قلعہ فارع کی نگرانی حضرت حسان بن ثابتؓ کے سپرد تھی لیکن وہ کسی بیماری کی وجہ سے تلوار اٹھانے سے معذور تھے۔ اس لئے یہودی کا قضیہ نپٹانے کا کام حضرت صفیہؓ کو تنہا ہی انجام دینا پڑا۔

حضرت صفیہؓ نے ۷۳ سال کی عمر پائی اور حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ نہایت عقلمند، دور اندیش، شجاع اور صابر عورت تھیں اور تمام عرب میں اپنے حسب ونسب اور قول وفعل کے لحاظ سے نہایت امتیازی درجہ رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکۂ شاعری بھی عطا کیا تھا۔ تاریخوں میں ان کے بعض مرثیے ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔

اپنے والد عبدالمطلبؓ کی وفات پر انہوں نے جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

''رات کو ایک نوحہ کرنے والی آواز نے مجھے رلا دیا۔ وہ ایک مرد کریم کی موت پر نوحہ کناں تھی۔

اور اس حال میں میرے آنسو موتیوں کی طرح میرے گالوں پر بہنے لگے۔

افسوس ہے اس مرد کریم کی موت پر جو بیہودہ نہ تھا اور اس کی بزرگی کا چرچہ دور دور تک تھا۔

وہ عالی نسب، صاحب جود و سخا اور قحط سالی میں لوگوں کے لئے ابرِ رحمت تھا۔

پس اگر انسان کو اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے دوام ہوتا لیکن دوام کی کوئی صورت نہیں

تو وہ مرد کریم اپنی فضیلت اور قدیم شرافت کی وجہ سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

Marfat.com

یارسول اللہ آپؐ ہماری امید تھے۔آپ ہمارے محسن تھے ظالم نہ تھے۔
آپؐ رحیم تھے۔ہدایت کرنے والے تعلیم دینے والے تھے۔آج دن ہے
کہ ہر رونے والا آپ کے لئے گریہ کناں ہو۔
رسول اللہؐ پر میری ماں، خالہ، چچا اور ماموں قربان ہوں پھر میں خود اور میرا
مال بھی۔
کاش کہ خدا ہمارے آقا کو ہمارے درمیان رکھتا تو ہم کیسے خوش قسمت تھے
۔لیکن حکمِ الٰہی اٹل ہے۔
آپؐ پر اللہ کا سلام ہو اور آپؐ جنات عدن میں داخل ہوں۔
ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے۔
''اے آنکھ رسول اللہؐ کی وفات پر خوب آنسو بہا۔''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام حلیمہ تھا۔ والد کا نام ابی ذویب اور خاوند کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد سے تھا جو فصاحت و بلاغت اور پانی کی شیرینی کی وجہ سے مشہور تھا۔ سرورِ کائناتؐ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے۔ ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے۔ دوسرے میری پرورش بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔

شرفائے عرب میں دستور تھا کہ بچوں کو ماں کے پاس نہ رکھتے تھے بلکہ اکثر پرورش کے لئے دوسری عورتوں کو دے دیتے اور قرب و جوار کے قبائلی دیہات میں بھیج دیتے۔ بچے دیہات کی کھلی آب و ہوا میں پرورش پاتے۔ چند سال کے بعد ان کے والدین واپس لے جاتے۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد دیہات کی غریب عورتیں شہر میں آتیں اور جو بچے اس مدت میں پیدا ہوتے انہیں لے جاتیں۔

سرورِ کائناتؐ نے رونق افروز عالم ہو کر سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبہؓ نے چند دن دودھ پلایا۔ اسی اثناء میں قبیلہ بنی سعد کی چند عورتیں بچے لینے مکہ آئیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ دوسری سب عورتوں نے مالدار لوگوں کے بچے لے لئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو کوئی بچہ نہ ملا۔ واپس جانے والی تھیں کہ معلوم ہوا۔ سردار قریش عبدالمطلب کا ایک یتیم پوتا ہے، خاوند سے مشورہ کیا کہ اس بچے کا باپ تو دنیا میں ہے نہیں کہ ہمارے ساتھ اپنے بچے کی پرورش کے عوض کچھ سلوک کرے، البتہ اس کے دادا کی شرافت اور عالی نسبی سے توقع ہے کہ خدا اس بچے کے طفیل ہماری بہتری کی صورت کر دے۔ خاوند نے کہا کچھ مضائقہ نہیں۔ اس بچے کو ضرور لے لو۔ خالی ہاتھ جانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فوراً جا کر یتیم مکہ کو لے آئیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ بچہ دین و دنیا کا سردار ہے اور اسے دودھ پلا کر وہ فلک بوس مقام سعادت و عظمت حاصل کر لیں گی۔

ان دنوں عرب میں قحط کا عالم تھا۔ خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ سوکھ

Marfat.com

گیا تھا۔ فاقوں کی وجہ سے عورتوں کے پستانوں میں بھی دودھ نہیں اترتا تھا اور ان کے بچے بھوک سے بلبلاتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ آئیں تو ان کے ساتھ اپنا شیر خوار بچہ بھی تھا۔ یہ بھی بھوکا پیاسا ہر وقت روتا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس دن میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو گود میں لیا ہماری حالت یکسر بدل گئی۔ میری خشک چھاتیوں میں دودھ اتر آیا اور ہماری اونٹنی کے تھن بھی دودھ سے بھر گئے۔ دونوں بچوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور ہم نے بھی خوب اونٹنی کا دودھ پیا۔ جب مکہ سے چلنے لگے تو ہمارا مریل گدھا جو سارے قافلے سے پیچھے چلتا تھا۔ بہت تیز رفتاری سے چلتا ہوا سارے قافلے سے آگے چلنے لگا۔ میرا خاوند اور قافلے کے دوسرے لوگ بار بار یہی کہتے تھے کہ یہ بچہ بہت برکت والا ہے۔ اور حلیمہؓ بہت خوش قسمت ہے کہ ایسا سعادت مند بچہ اسے مل گیا۔ جب ہم اپنے گھر پہنچے تو ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ گاؤں کے دوسرے جانوروں کا دودھ بدستور خشک تھا اور لوگ ہماری حالت پر رشک کرتے تھے۔ آخر سب گاؤں والے میرے جانوروں کے ساتھ اپنے جانور چرانے لگے۔ خدا کی قدرت ان جانوروں کے بھی دودھ اتر آیا۔

حلیمہؓ اور ان کے گھر والے اس نصیبہ ور بچے پر سو جان سے فدا تھے اور نہایت محبت اور شفقت سے حضور ﷺ کی پرورش کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ دو برس کے ہوئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ وہ اپنے نونہال کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں اور اپنے فرزند کو خوب پیار کیا۔ جدا کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''مکہ کی آب ہوا اس وقت بہت خراب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپؓ فی الحال اس بچے کو میرے پاس رہنے دیں۔'' حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات مان لی اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ساتھ لے کر واپس اپنے قبیلہ میں آ گئیں۔

پانچ برس تک سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس پرورش پائی۔ حتیٰ کہ واقعہ شق الصدر پیش آیا۔ اس کی کیفیت یوں ہے کہ ایک روز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دو بچے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور کہا کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حارث بے تابانہ اس طرف دوڑے۔ دیکھا کہ حضور ﷺ سلامت ہیں لیکن چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو گلے لگا لیا اور پوچھا کیا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو

Marfat.com

سفید پوش آدمی میرے پاس آئے اور مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور اس میں سے میرا دل نکالا اور پھر اس میں سے کوئی چیز نکال لی۔ پھر میرے دل کو سینہ میں رکھ کر درست کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند یہ واقعہ سن کر بہت حیران اور متردد ہوئے کہ کہیں بچہ کو گزند نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد وہ حضورﷺ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچے اور عام الفیل کے چھٹے سال جبکہ حضورﷺ کی عمر پانچ سال اور دو دن کی تھی، دنیا کی سب سے قیمتی امانت کو ان کی والدہ کے سپرد کر دیا اور واقعہ شق الصدر اور اپنی تشویش کی کیفیت بیان کی۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا۔ ''تمہیں اندیشہ ہے کہ کوئی جن یا شیطان اس بچہ کو گزند پہنچائے گا۔ ہر گز نہیں۔ میرا بیٹا دنیا میں ایک عظیم الشان ہستی بننے والا ہے۔ یہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور خدا اس کی ہر حال میں حفاظت کرے گا''۔ اس کے بعد حضرت آمنہؓ نے وہ تحیر خیز معجزات بیان کئے جو انہیں ایامِ حمل میں اور ولادت نبویؐ کے وقت پیش آئے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بادل نخواستہ اس قیمتی متاع کو مکہ چھوڑ کر اپنے قبیلہ میں واپس آ گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں۔ ان کا سن وفات معلوم نہیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸ ہجری میں جب حضورﷺ کی عمر ۶۱ سال کی تھی آپؐ جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ یہ مقام مکہ سے ایک منزل پر ہے۔ اس وقت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضورﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ حضورﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھا کر ان کو بٹھلایا اور بے حد تعظیم و تکریم کی۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ یہ آنے والی حضرت حلیمہؓ نہ تھیں بلکہ ان کی بیٹی تھیں۔ بہر صورت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سالِ وفات کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے کئی بچے اور بھی تھے۔ دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام انیسہ اور دوسری کا نام حذافہ (شیماء) تھا اور ایک بیٹا عبداللہ تھا۔ یہ تینوں حضورﷺ کے دودھ شریک بھائی بہن تھے۔ حضرتؓ حلیمہ سعدیہ جنگِ حنین میں اپنے قبیلہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسیر ہو گئیں۔

حضورﷺ نے انہیں پہچان کر بے حد عزت و تکریم کی اور آزاد کر کے بہت دے دلا کر رخصت کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقد نکاح میں آنے کا ذکر آ چکا ہے۔ نمرود کی موت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے کنعان پہنچے۔ یہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں فرزند کی پیدائش سے افسردہ رہنے لگیں۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بچے کو کسی اور جگہ چھوڑ آؤ! یہاں نہ رکھو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مطالبہ سے پریشان ہو گئے، لیکن منشائے الٰہی یہی تھا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ پورا ہو۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں ماں بیٹوں کو ساتھ لیا اور ایک لق و دق میدان میں اس مقام پر لا کر چھوڑا جہاں آج کل کعبہ ہے۔ جب اس بے آب و گیاہ میدان میں ماں بیٹوں کو چھوڑ کر واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''ہمیں چھوڑ کر آپ کہاں چلے ہیں''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا ''کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں سر ہلایا اور ماں بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لے گئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ کچھ وقت تو کھجوروں اور پانی نے ساتھ دیا۔ جب دونوں چیزیں ختم ہو گئیں تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئیں۔ صحرائے عرب کی خوفناک گرمی نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے معصوم بچے کو ہلکان کر دیا۔ پیاس سے بیتاب ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔ تھوڑی دور دو پہاڑیاں صفا اور مروہ تھیں۔ ان کے سات پھیرے کئے کہ شاید پانی میسر آ جائے لیکن مایوس لوٹیں۔ آخری دفعہ جب کوہِ مروہ سے اتریں اور بچے کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ خطاب

آپؓ کا نام فاطمہ تھا اور کنیت ام جمیل تھی۔ باپ کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں۔ بنو عدی آپ کا قبیلہ تھا۔

آپؓ کی شادی حضرت سعیدؓ بن زید سے ہوئی جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور ان خوش قسمت ہستیوں میں شامل تھے جنہیں ہادیٔ برحق نے خود اپنی زبان مبارک سے جنت کی بشارت دی۔

حضرت سعیدؓ بن زید آغاز اسلام میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے اور حضرت فاطمہؓ بن خطاب بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے دونوں میاں بیوی سابقون اوّلون میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ بڑی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ ان کی ثابت قدمی کی بدولت ایک ایسی ہستی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی جس نے آگے چل کر دنیا بھر میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ یہ ہستی ان کے بھائی فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تھے۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔ اسی طرح شیر خدا حضرت حمزہؓ بھی عجیب حالات میں اسلام لائے۔ ان واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بڑے شجاع تھے۔ نبوت کا چھٹا سال تھا لیکن وہ بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔ ایک دن حضور ﷺ کوہِ صفا پر بیٹھے تھے اور لوگوں کو تبلیغ حق فرما رہے تھے۔ اتنے میں ابوجہل وہاں پہنچ گیا اور دشنام طرازی شروع کر دی۔ حضور ﷺ خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر ابوجہل نے حضور ﷺ کے رخِ اقدس پر ایک طمانچہ مارا (ایک روایت کے مطابق اس نے حضور ﷺ کے سر پر پتھر مارا جس سے خون جاری ہو گیا) حضور ﷺ خاموشی سے گھر چلے آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آ رہے تھے کہ ایک لونڈی نے چلا کر کہا "اے کاش آج محمدؐ کا باپ زندہ ہوتا۔"

Marfat.com

حضرت حمزہؓ نے غضبناک ہوکراس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بات ہے؟ لونڈی نے کہا" ابو عمارہ (حضرت حمزہؓ کی کنیت) تھوڑی دیر پہلے تم یہاں ہوتے تو اپنے یتیم بھتیجے محمد ﷺ کا حال دیکھتے کہ بنو مخزوم کے شریر ابو جہل نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

بنو ہاشم کے شیر حضرت حمزہؓ کا جذبۂ حمیت جوش میں آ گیا۔ غضبناک ہوکر خانۂ کعبہ کی طرف بڑھے جہاں ابو جہل بیٹھا ہوا شیخیاں بگھار رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ زور سے ابو جہل کے سر پر دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ دوسرا اور کیا چاہتے تھے کہ بنی مخزوم کے کچھ آدمی دوڑ کر اس کی مدد کو پہنچے اور حضرت حمزہؓ کو پیچھے ہٹا کر کہا۔ "حمزہؓ شاید تم بھی اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا" اگر ہو گیا ہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے۔ خدا کی قسم میرا بھتیجا جو کہتا ہے سب حق ہے۔ وہ خدا کا سچا رسولؐ ہے۔" اتنا کہہ کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا۔" بھتیجے میں نے تمہارا بدلہ ابو جہل سے لے لیا۔"

حضور رسول کریم ﷺ نے جواب دیا۔" عم محترم خوشی تو مجھے اس وقت ہوگی جب آپ دینِ حق قبول کریں۔"

حضرت حمزہؓ رقت انگیز لہجے میں بولے" جان عم میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین برحق ہے۔ میں اسے دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

حضور ﷺ کو اپنے جانباز چچا کے قبولِ اسلام سے بے حد مسرت ہوئی لیکن کفار میں بڑا جوش پھیلا۔ آیہ کریمہ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ وَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَسَبُ جَهَنَّمَ وَاَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ کا نزول بھی ہو چکا تھا۔ ابو جہل نے غضبناک ہوکر ایک اجتماع عام کیا اور کہا:

> "یا معاشر قریش اب تو ابن عبداللہ کی زبان درازیاں ہم سے نہ سنی جائیں گی۔ کل تک تو وہ صرف اپنے خود ساختہ مذہب کی تبلیغ کرتا تھا۔ آج تمہارے خداؤں کو وہ اور اس کے پیرو بُرا کہتے ہیں۔ تمہارے دین پر طعن کرتے ہیں۔ تمہارے آباؤ اجداد کو آتشِ جہنم کا ایندھن بتاتے ہیں۔ تم لوگوں کی غیرت وحمیت کو کیا ہوا؟ ہمارا ایک ایک آدمی بے دین ہوتا جا رہا ہے۔ تین دن پہلے حمزہؓ بھی اپنے آبائی دین سے منحرف ہو گیا۔ تم یہ روز روز کا جھگڑا ایک ہی دفعہ کیوں نہیں چکا دیتے۔ فساد کی جڑ کو کاٹ دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ کے دینِ کو پھلتا پھولتا

Marfat.com

دیکھوں۔تم میں سے جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا۔ہبل کی قسم میں اسے سرخ اونٹ (بے حد گراں بہا ہوتے تھے) اور چالیس ہزار درہم بطورِ انعام دوں گا۔ہے کوئی جواں مرد جو تلوار کی قسم کھا کر اس کام کو انجام دے۔''

حضرت عمر فاروقؓ اس مجلس میں موجود تھے۔بڑے شجاع اور زورآور تھے۔جوش میں آ کر کھڑے ہوئے اور پکار کر کہا۔''اے ابا حکم لات وعزیٰ کی قسم جب تک محمدؐ کو قتل نہ کروں گا زمین پر نہ بیٹھوں گا۔''

ان دنوں بشمول حضرت حمزہؓ صرف چالیس نفوس قدسی ختم رسالتؐ پر ایمان لائے تھے اور کفار کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے رسولِ کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بن ابی الارقم کے مکان میں مقیم تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمعِ رسالت کو بجھانے کا عزم کر کے حضرت ارقمؓ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔راستے میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے پوچھا ''عمرؓ یہ آج شمشیر بکف کدھر چلے ہو۔''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا ''محمدؐ بن عبداللہ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔''

حضرت نعیمؓ بن عبداللہ بے چین ہو گئے۔قریش کا یہ نامی بہادر ان کے آقا ومولاؐ کو قتل کرنے جا رہا تھا۔ان کا ارادہ بدلنے کی نیت سے بولے۔

''عمرؓ یہ بڑا خطرناک کام ہے۔بنو ہاشم اپنی تلواروں کو نیاموں میں ڈال کر نہیں بیٹھ رہیں گے۔کیا تمہیں خاندان عبدالمطلب اور خدیجہؓ کی ریاست وامارت سے خوف نہیں ہے؟۔''

حضرت عمرؓ نعیمؓ کی گفتگو سن کر غضبناک ہو گئے اور بولے۔

''تم نے بھی اپنا آبائی مذہب ترک کر کے محمدؐ کا دین اختیار کیا ہے۔کیوں نہ تمہیں پہلے اس کا مزہ چکھا دوں۔''

حضرت نعیمؓ بولے ''ہاں ہاں میں دین حق قبول کر چکا ہوں،لیکن ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں اور میری نسبت تم پر ان کا زیادہ حق ہے۔''

حضرت عمرؓ یہ سن کر جوش غضب سے بے قرار ہو گئے اور سیدھے فاطمہؓ بن خطاب کے مکان پر پہنچے۔اس وقت گھر کا دروازہ بند تھا اور فاطمہؓ کلام اللہ کی کچھ آیتیں پڑھ رہی تھیں۔حضرت عمرؓ نے ان کی آواز سن لی اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ عمرؓ ہیں۔اوراق کلام اللہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھولا۔حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔بولیں کچھ نہیں۔''

Marfat.com

اب حضرت عمرؓ کو اور بھی غصہ آیا۔ بولے "میں سن چکا ہوں تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے لپٹ گئے اور انہیں نیچے گرا کر زدوکوب کرنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو انہیں بھی مارا اور بال پکڑ کر گھسیٹے۔ پھر حضرت سعیدؓ پر ایک اور وار کیا چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ آگے آ گئیں اور وار اپنے آپؓ پر روکا۔ پیشانی اور سر سے خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ بولیں " بھائی بہن کو بیوہ کیوں کرتے ہو۔ بے شک پہلے مجھے ہلاک کر ڈالو۔ لیکن اب دین حق دل سے نہیں نکل سکتا۔ نہیں نکل سکتا۔ نہیں نکل سکتا۔ ہمارا خاتمہ دینِ محمد ﷺ پر ہی ہوگا۔"

فاطمہؓ بن خطاب کا استقلال اور ثابت قدمی دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ بہن کا خون بہتا دیکھ کر ان کے خون نے بھی جوش مارا اور کچھ سوچنے لگے۔ عرب کے اس نامور فرزند کو جس نے آگے چل کر فاتح عرب و عجم بنا تھا فاطمہؓ بنت خطاب نے اپنا خون بہا کر کسی اور ہی راستے پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر خاموشی سے بیٹھے رہے۔ پھر بولے جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت فاطمہؓ نے وضو کر کے اوراق کلام اللہ باہر نکالے اور اسی زخمی حالت میں بڑے جوش سے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کر دی۔

طٰهٰ O مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىO اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰىO تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰىO اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰىO

جوں جوں پڑھتی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی، جب انہوں نے پڑھا۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى O

تو حضرت عمرؓ ضبط نہ کر سکے بولے "اے فاطمہؓ جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے کیا وہ تمہارے خدا کا ہے۔؟"

فاطمہؓ نے جواب دیا "بیشک بھائی! ہمارا خدا بڑی شان اور قدرت والا ہے۔"

حضرت عمرؓ بولے "ذرا یہ اوراق مجھے بھی دو۔" حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ "بھائی ہمارے اللہ کا حکم ہے "لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ جس وقت کوئی پاک وصاف نہ ہو کلام الٰہی کو ہاتھ نہ لگائے۔ آپؓ پہلے غسل کریں۔ پھر میرے کہنے کے مطابق وضو کریں اس کے بعد شوق سے ان اوراق مقدس کو دیکھیں۔"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا، وضو کیا اور نہایت ذوق وشوق سے کلام الٰہی کو دیکھنا شروع کیا۔ جب ان کی نظر اس آیہ کریمہ پر پڑی۔

Marfat.com

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى

تو دل پانی ہوگیا۔ بے اختیار ہوکر رونے لگے۔ اتنا روئے کہ داڑھی کے سب بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا مَا اَحْسَنَ الْكَلَامِ۔ یہ کلام کتنا پیارا ہے۔

اس کے بعد اپنے بہنوئی اور بہن سے مخاطب ہوکر فرمایا ''خدا کے لئے میری زیادتی معاف کرواور گواہ رہو کہ میں سچے دل سے محمدؐ پر ایمان لاتا ہوں۔''

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت فاطمہؓ اور سعیدؓ کو حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے بے حد مسرت ہوئی اور وہ خدا کا شکر بجالائے۔ حضرت عمرؓ اب آستانۂ نبویؐ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت ارقمؓ کے مکان کا دروازہ بند تھا اور اندر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے چالیس جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ انہیں آج قریش کے اجتماعِ عام اور حضرت عمرؓ کے ارادہ کی خبر مل چکی تھی۔ جب دروازے پر دستک ہوئی تو سمجھ گئے کہ عمرؓ ہیں۔ جاں نثاران نبیؐ مرنے مارنے پر تیار ہو بیٹھے۔ عمِ رسولؐ شیر خدا حمزہؓ نے جو صرف تین دن پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ سب کو بٹھا دیا اور فرمایا ''عمرؓ سے میں نپٹوں گا۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اسکا سر قلم کردوں گا۔''

یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو تلوار عمرؓ کے گلے میں لٹکی ہوئی تھی اور وہ نہایت عجز کی حالت میں کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے سرورِ کائناتؐ کے قدموں پر آگرے۔ مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ یہ فاطمہؓ بنت خطاب کی قربانی تھی کہ جو عمرؓ رحمت دو عالمؐ کا سر اقدس اتارنے چلے تھے وہ اپنا سر نبی اکرمؐ کو دے بیٹھے۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ آپؓ نے حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کے صرف ایک بیٹا عبدالرحمٰن تھا اور ایک دوسری روایت کے مطابق چار بیٹے عبداللہ، عبدالرحمٰن، ازید اور اسود تھے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام اسماءؓ تھا اور ذات النطاقین لقب۔

والد ماجد صدیق اکبرؓ حضرت ابو بکر بن ابی قحافہؓ تھے۔ والدہ کا نام قتلہؓ بن العزیٰ تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے نانا قریش کے ایک نامور رئیس تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی سوتیلی بہن تھیں اور ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابو بکر حضرت اسماءؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

ہجرت نبویؐ سے ستائیس سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ روزِ اول سے نہایت پاکیزہ صفات کے حامل تھے۔ ظاہر ہے کہ اپنے پاکباز باپ کے زیر سایہ ان کی تربیت کیسی ہوئی ہوگی۔

قبولِ اسلام میں آپؓ سابقون الاوّلون میں شمار ہوتی ہیں۔ جب چاروں طرف کفر و شرک کی بجلیاں کوندرہی تھیں اور صرف سترہ نفوس قدسی مخفی طور پر ایمان لائے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوگئیں۔

حضرت اسماءؓ کا نکاح حواریٔ رسولؐ جناب زبیرؓ بن العوام سے ہوا جو بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے صاحبزادے تھے۔

جب رسول کریمؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جناب رسالت مآب کا رفیق سفر بننے کا شرف حاصل ہوا۔ شب ہجرت کو آپؐ نے اپنے بستر مبارک پر اپنے جاں نثار بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سلایا۔ دشمنوں کو خدا نے اندھا کر دیا اور حضورؐ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر پہنچے۔ انہوں نے اپنی لختِ جگر حضرت اسماءؓ کے ساتھ مل کر سامانِ سفر درست کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے ارادہ سے پہلے ہی آگاہ تھے۔ دو تین دن کا کھانا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تیار

Marfat.com

کرر کھا تھا۔ کھانا اور پانی کے مشکیزہ کو باندھنے کی ضرورت ہوئی۔ رسی گھر میں اس وقت موجود نہ تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھی۔ حضرت اسماءؓ نے اپنا کمر بند (نطاق) کھول کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے کھانے کے برتن کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ سرورِ کائناتؐ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور انہیں ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا۔

بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو ایک دوسری صورت میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کی رات کو رسول کریمؐ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی معیت میں مکہ سے نکل کر غار ثور میں مقیم ہو گئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روزانہ رات کو اپنے بھائی عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں اور حضورؐ اور اپنے والد ماجدؓ کو کھانا کھلا کر واپس آتی تھیں۔ تیسری شب کو حضورؐ نے حضرت اسماءؓ کے ذریعے شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کو پیغام بھیجا کہ تین اونٹ اور کوئی قابلِ اعتماد رہبر لے کر غار ثور میں پہنچ جائیں۔ حضرت علیؓ نے چوتھی شب کو تین اونٹ اور ایک رہبر لیا اور غارِ ثور میں جا پہنچے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین دن کا کھانا تیار کر کے ان کے ہمراہ گئیں اور حضورؐ کی روانگی کے وقت اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے اس سے کھانے کے برتن اور پانی کی چھاگل کا منہ باندھا۔ نبی اکرمؐ نے خوش ہو کر انہیں ''ذات النطاقین'' کا لقب عطا فرمایا۔

جب ہجرت کی پہلی شب رسول کریم نے رختِ سفر باندھا اور سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو دشمنانِ دین حضورؐ کے بچ نکلنے پر غم وغصہ سے دیوانے ہو گئے۔ پہلے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زدوکوب کیا۔ پھر انہیں چھوڑ دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا ''لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟۔''

انہوں نے جواب دیا ''میں کیا بتا سکتی ہوں۔''

ابوجہل کو سخت غصہ آیا اس نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرہ مبارک پر ایک بھرپور تھپڑ مارا جس سے ان کے کان کی بالی گر گئی۔

اس کے بعد کفار جوشِ غضب کی آگ میں جلتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نابینا والد ابی قحافہ (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) حضرت اسماءؓ سے مخاطب ہو کر بولے۔ ''بیٹی ابوبکرؓ نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈالا

Marfat.com

ہے۔ خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی گھر میں رکھا ہوا تمام روپیہ ساتھ لے گئے تھے۔ لیکن حضرت اسماءؓ نے ضعیف العمر اور نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک کپڑے میں کچھ پتھر ڈالے اور اس گڑھے میں رکھ دیئے۔ جہاں ابوبکر صدیقؓ کا روپیہ رکھا ہوتا تھا۔ پھر ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھ لیں۔ یہ کیا رکھا ہے؟ ابو قحافہ کو اطمینان ہو گیا۔ بولے ''ابوبکرؓ نے اچھا کیا۔ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا۔ اس کے جانے کا چنداں غم نہیں۔''

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول کریم ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو اپنے اہل وعیال کو لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ان کے ہمراہ عبداللہ بن بریقط کو تین اونٹ دے کر روانہ کر دیا اور اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہلا بھیجا کہ اپنی بہنوں اور ماں کو ساتھ لے کر مدینہ آ جاؤ۔

چنانچہ حضرت ام رومانؓ عائشہؓ اور اسماءؓ حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں۔ مدینہ آنے کے بعد عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے اپنے سحر سے (یا دعا سے) مسلمانوں کی نسل منقطع کر دی ہے۔ یہی دن تھے کہ ۱ ہجری میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔ مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے نعرہ ہائے تشکر و تکبیر بلند کئے کیونکہ یہود کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پر دے مارا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے نومولود فرزند کو گود میں لے کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے عبداللہؓ کو گود میں لے کر ان کے منہ میں ایک کھجور چبا کر ڈالی اور پھر انہیں دعائے خیر و برکت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں اور کفار کی سخت دشمن تھیں۔ ایک دفعہ ان کی ماں جو ابھی مشرکہ تھیں حضرت اسماءؓ سے کچھ روپے مانگنے مدینہ آئیں۔ آپؓ نے روپے دینا تو درکنار انہیں اپنے گھر ٹھہرانا بھی گوارا نہ کیا۔ البتہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معرفت حضورؐ سے دریافت کر بھیجا کہ ''میری ماں مشرکہ ہیں ان سے کیا سلوک کروں؟'' رحمۃ اللعالمینؐ نے فرمایا۔ ''اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو۔''

جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی وہ بہت مفلس

Marfat.com

اور تنگدست تھے۔ ان کی ساری متاع ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین فرسخ کے فاصلہ سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں۔ انہیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کو کھلاتیں۔ گھوڑے کے لئے گھاس مہیا کرتیں اور پانی کا ڈول کھینچتی تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج بھی خود ہی سرانجام دیتیں۔ روٹی اچھی طرح نہ پکا سکتی تھیں۔ پڑوس میں چند انصاری خواتین تھیں جو نہایت محبت سے ان کی روٹیاں پکا دیتیں۔ ایک دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر لادے چلی آ رہی تھیں کہ راستے میں رسول کریمؐ اپنے کچھ اصحاب کے ہمراہ مل گئے۔ رحمتِ دو عالمؐ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چاہا کہ اسماءؓ اس پر سوار ہو جائیں۔ حضرت اسماءؓ شرم کی وجہ سے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر میں اپنے شوہر زبیرؓ سے سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا ''سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہ آئی۔''

کچھ عرصے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں ایک غلام عطا کیا جس نے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت سنبھال لی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کم ہوئی۔

شروع شروع میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کرتیں۔ سرکارِ دو عالمؐ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ ''اسماءؓ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ خدا بھی ناپ کر روزی دے گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اپنی عادت سے توبہ کی۔ خدا کی قدرت حضرت زبیرؓ کی آمدنی بڑھنے لگی اور کچھ عرصہ بعد ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔

آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی۔ معمولی کپڑا پہنتیں اور نان جویں سے شکم پری کرتیں۔ البتہ دولت کو خیر خیرات کے کاموں میں بے دریغ صرف کرتیں۔ جب کبھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ضرورت مندوں کی مدد کے لئے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو خدا بھی تمہیں اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔

حضرت اسماءؓ نے ایک جائیداد ورثہ میں پائی جس کو انہوں نے ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور قاسم بن محمدؒ اور ابن ابی عتیق کو جو ان کے قرابتدار تھے اور حاجت مند تھے تمام رقم ان کو دے

Marfat.com

دی۔ باوجود اتنی فیاضی کے شوہر کے گھر بار کی حفاظت انتہائی دیانت داری سے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کی غیر حاضری میں ایک سوداگر آیا اور ان کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر التجا کی کہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں مجھے سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔ بولیں اگر میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو بڑی مشکل بن جائے گی۔ زبیرؓ کی موجودگی میں آکر سائل ہونا۔

حضرت زبیرؓ جب گھر تشریف لائے تو سوداگر پھر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر التجا کی۔ ''اے ام عبداللہ میں مسکین آدمی ہوں۔ آپؓ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔ اجازت مرحمت فرمائیں۔''

بولیں میرے گھر کے سوا تمہیں مدینہ میں اور کوئی گھر نہ ملا؟

حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ ''تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک مسکین کو بیع و شراء سے روکتی ہو۔

حضرت اسماءؓ نے اسے فوراً اجازت دے دی کیونکہ ان کا دلی منشاء بھی یہی تھا۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں زیادہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشاد نبویؐ کی تعمیل کی۔ صحابیاتؓ نے اپنے زیور تک اتار کر دے دیئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی تھی۔ آپؓ نے اسے فروخت کر دیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھ گئیں۔ جب حضرت زبیر گھر تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے وہ روپیہ مانگا۔ آپؓ نے فرمایا میں نے صدقہ کر دیا ہے۔'' حضرت زبیرؓ خاموش ہو گئے کیونکہ خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے وہ بھی طالب تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا دستِ سخاوت بے حد کشادہ تھا لیکن حضرت زبیرؓ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک دن نبی اکرم ﷺ سے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شوہر کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر یتیموں، مسکینوں کو کچھ دے سکتی ہوں؟'' آپؐ نے فرمایا ''ہاں دے سکتی ہو۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کمال درجہ کی عابدہ زاہدہ اور صابرہ تھیں۔ ایک دفعہ رسول کریمؐ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ متعدد صحابیاتؓ جن میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے نماز کو کئی گھنٹے تک طول دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی طبیعت کچھ کمزور تھی۔ تھک کر چور چور ہو گئیں لیکن بڑے استقلال کے ساتھ کھڑی

Marfat.com

ہیں کہ بچے نے جہاں اپنی ایڑیاں رگڑی تھیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سجدۂ شکر بجالائیں۔ چشمے کے گرد مٹی کا احاطہ بنایا خود بھی سیر ہو کر پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔

چند دن بعد ایک قافلہ کا گزر اس طرف سے ہوا۔ اس چٹیل صحرا میں پانی کا چشمہ دیکھ کر قافلے والے حیران رہ گئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سارے حالات بتائے۔ قافلے کے لوگ طبعاً شریف النفس تھے۔ انہوں نے ساری سرگزشت سن کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں آباد ہو جائیں۔ ہر سال پانی کے معاوضے میں آپ کو عشر دیا کریں گے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ان کی درخواست قبول کر لی اور وہ قافلہ وہیں آباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ یہ تمام بستی نہایت خوشحال ہو گئی۔ تمام لوگ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی از حد عزت کرتے تھے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح بھیڑ بکریوں کے گلے پالے اور ان کے بالوں کی تجارت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں برکت دی۔ آباد کار بھی ہر سال انہیں عشر دیتے۔ غرض نہایت آسودہ حالی اور اطمینان کے ساتھ ان کی گذر اوقات ہونے لگی۔ پانی کی وجہ سے دُور دُور سے لوگ آ کر اس جگہ آباد ہونے لگے اور چند سالوں کے اندر یہ مقام ایک خاصی بڑی بستی کی صورت اختیار کر گیا۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد اکثر ستاتی، لیکن ضبط سے کام لیتے۔ دل میں کسی قدر اطمینان بھی تھا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی تھی کہ ہم اس جنگل کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آباد کریں گے۔ کئی سالوں کے بعد فرزند کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو دیکھے بغیر اب نہیں رہ سکتا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''بیشک انہیں دیکھ آئیے! لیکن شرط یہ ہے کہ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ان سے مل لیں اور وہاں قیام نہ کریں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ شرط قبول کر لی اور اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں کئی برس بیشتر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑا تھا جب وہاں پہنچے تو ایک بے آب و گیاہ صحرا کی جگہ ایک شاداب و سرسبز آبادی دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔ لوگوں سے ساری کیفیت معلوم ہوئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

Marfat.com

رہیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں۔ حضورؐ نے چہرہ اور سر پر پانی چھڑکا تو ہوش میں آ ئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کبھی دردِ سر ہوتا اپنے سر کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتیں ''اے اللہ میں اگرچہ بہت خطا کار ہوں لیکن تیری رحمت اور تیرا فضل بے پایاں ہے۔''

اللہ تعالیٰ انہیں آرام دے دیتا۔

حضور رسول اکرم ﷺ کا ایک جبّہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھا۔ جب ان کا وقت وفات قریب آیا تو یہ جبہ مبارک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا اور جب تک زندہ رہیں اسے اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ اگر کبھی گھر میں کوئی علیل ہوتا تو اس بابرکت جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی بیمار کو پلاتیں۔ ان کے فضائل اور تقدس کی وجہ سے لوگ ان کی حد درجہ عزت کرتے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے آرزومند رہتے۔ دُور دُور سے آ کر ان سے اپنی تکالیف دور ہونے کی دعا کراتے۔ اگر کوئی بخار کا مریض ان کے پاس آتا تو دعا بھی کرتیں اور اس کے سینے پر پانی بھی چھڑکتیں۔ فرماتی تھیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''بخار نارِ جہنم کی گرمی ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شجاع بھی بہت تھیں۔ ایک دفعہ مدینہ میں چوریاں بہت ہونے لگیں بلکہ ڈاکے بھی پڑنے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سوتیں اور فرماتیں اگر کوئی چور یا ڈاکو ہمارے گھر آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ یعنی حضرت زبیرؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ مؤرخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ جن میں سب سے قرینِ قیاس یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان معمولی خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں سختی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصہ میں آ گئے اور حضرت اسماءؓ کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ان کے بڑے فرزند عبداللہؓ اتفاق سے گھر موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان سے مدد چاہی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو دخل اندازی سے منع کیا اور کہا کہ اگر تم نے اپنے ماں کی حمایت کی تو اسے طلاق ہے۔ حضرت عبداللہؓ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی آنکھوں کے

Marfat.com

سامنے بوڑھی والدہ کو تشدد کا شکار ہوتا دیکھیں۔ آگے بڑھے اور ان کا بازو حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہوگئی۔ ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہؓ زندگی کے آخری سانس تک ان کے کفیل رہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی فراخ حوصلہ اور نیک دل خاتون تھیں۔ حضرت زبیرؓ کی علیحدگی کے بعد بھی وہ ہمیشہ انہیں عزت واحترام سے یاد کرتیں اور ان کی خوبیوں کی مدح وتوصیف کرتیں۔

۳۶ ہجری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے درمیان ''جنگ جمل'' کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ اس جنگ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ میدانِ جنگ سے لوٹتے وقت ایک شخص عمرو بن جرموز نے وادیٔ سباع میں بے خبری کے عالم میں انہیں شہید کر دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو بہت روئیں اور یہ اشعار زبان پر لائیں۔

''ابنِ جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور بلند ہمت سے دغا کی۔ جب کہ وہ نہتا اور بے سروسامان تھا۔

''اے عمرو اگر تو اپنے ارادہ سے اس کو پہلے مطلع کر دیتا تو زبیرؓ کو ایک نڈر اور بے خوف شخص پاتا۔ خدا تجھے غارت کرے کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔ خدا کا عذاب تجھ پر ضرور نازل ہوگا۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تاریخِ اسلام میں بڑی اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ امام حسینؓ کی المناک شہادت کے بعد بنی امیہ کی قاہر طاقت کا آپؓ نے جس استقامت اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن زبیرؓ کو امام حسینؓ کے رفقاء جیسے چند ساتھی مل جاتے تو وہ بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ اس موقع پر ان کی جلیل القدر والدہ حضرت اسماءؓ نے جس حق پرستی، صبر ورضا اور جرأتِ ایمانی کا ثبوت دیا وہ ان کی کتابِ زندگی کا سب سے تابدار ورق ہے۔ ۳۰ ہجری یا ۳۱ ہجری میں حضرت اسماءؓ مستقل طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہنے لگیں۔ حضرت عبداللہؓ ان کی بے حد تعظیم اور خدمت کرتے تھے اور اپنی شہادت کے سال ۷۳ ہجری تک انہوں نے مسلسل اپنی ضعیف العمر ماں کی

Marfat.com

اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ حضرت اسماءؓ بھی اپنے سعادت مند فرزند کے لئے ہر وقت دعا گو رہتیں۔ یہ انہیں کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ علم و فضل، زہد و اتقاء حق گوئی و بے باکی اور شجاعت و بے خوفی کا ایک مثالی پیکر بنے۔ حضرت امام حسینؓ کی طرح انہوں نے بھی مرتے دم تک یزید کی بیعت نہ کی اور پھر اس کی موت کے بعد بھی اس کے جانشینوں کے مقابلے پر ڈٹے رہے۔ ٦٦ ہجری میں عراق اور عرب کے لوگوں نے انہیں متفقہ طور پر اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ ۷۲ ہجری تک انہوں نے مکہ معظّمہ میں اپنا علم خلافت بلند رکھا۔ ان چھ سالوں میں انہیں دو محاذوں پر لڑنا پڑا۔ ایک طرف مختار ثقفی کی زبردست جماعت تھی۔ دوسری طرف بنی امیہ کی قاہر قوت۔ وہ بڑے حوصلہ سے ان دونوں محاذوں پر لڑتے رہے۔ جب عبدالملک بن مروان مسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے تہیّہ کر لیا کہ وہ خلافت مکہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے سفاک ترین جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کو مقرر کیا۔

حجاج بن یوسف نے ایک زبردست فوج کے ساتھ یکم ذی الحجہ ۷۲ ہجری کو مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بے مثال استقامت دکھائی اور چھ ماہ تک اموی فوج کو مکہ پر قابض نہ ہونے دیا۔ حجاج نے محاصرہ میں اتنی سختی برتی کہ مکہ مکرمہ میں اناج کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ بیت اللہ کی عزت و حرمت کو بھی اس نے بالائے طاق رکھ دیا اور منجنیقوں سے کعبہ پر لگا تار پتھر برسائے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر پتھروں کی بارش میں بھی اس انہماک سے نماز پڑھتے کہ کبوتر ان کے سر اور کندھوں پر آ کر بیٹھ جاتے۔ محاصرہ کی شدت اور خوراک کی قلت سے تنگ آ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اکثر ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزندوں نے بھی بے وفائی کی اور حجاج کے پاس جا کر امان کے طالب ہوئے۔ لیکن اس بہتر سال کے بڈھے شیر نے بنی امیہ کے اقتدار کو تسلیم نہ کرنے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ جب گنتی کے صرف چند ساتھی رہ گئے تو حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ''اے مادرِ محترم میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے۔ اب سوائے چند جاں نثاروں کے کوئی بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے، اگر ہتھیار ڈال دوں تو ہو سکتا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو امان مل جائے۔

حضرت اسماء نے جواب دیا'' اے میرے فرزند اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رتبۂ

Marfat.com

شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اگر یہ تمہارا کھکھیڑ ادنیا طلبی کے لئے تھا تو تم سے بُرا کوئی شخص نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسرے لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جواب دیا۔''اے اماں میں نے آج تک جو کچھ کیا ہے خدا کی قسم سب حق کو سربلند کرنے کے لئے تھا۔ فسق و فجور سے میں محترز رہا۔ عمال کا کڑا محاسبہ کیا اور اپنی حدودِ خلافت میں جہاں تک بن پڑا عدل جاری کیا۔ لوگوں سے خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرائی اور اعمالِ بد سے انہیں روکا۔ بخدا دین کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ صرف یہ اندیشہ ہے کہ اہلِ شام میری لاش کا مثلہ کریں گے اور آپ کو رنج پہنچے گا۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔'' اے بیٹے جب بکری ذبح ہو جاتی ہے پھر خواہ اس کی کھال کھینچیں یا اس کے گوشت کا قیمہ کریں، اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ تو اگر لڑائی میں فتحیاب ہوا تو مجھے مسرت ہوگی اور اگر راہِ حق میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تو صبر کروں گی کہ یہ صبر میری عاقبت سنوارنے کا باعث ہوگا۔ اب جاؤ اور اللہ کی راہ میں لڑو۔''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے زرہ پہنی۔ ہتھیار لگائے اور آخری دفعہ ماں سے رخصت ہونے آئے۔ حضرت اسماءؓ نے ان کے لئے دعائے خیر کی اور پھر انہیں گلے سے لگایا۔ جب زرہ کی کڑیاں چبھیں تو پوچھا۔'' یہ کیا ہے؟'' حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا'' اماں جان زرہ ہے۔''

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔'' میرے فرزند شہادت کے آرزومند زرہ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اسے اتار دو، دامن کمر سے باندھو اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر حملہ کرو۔''

حضرت عبداللہؓ نے ماں کے حکم کی تعمیل میں زرہ اتار دی اور رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ کافی دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے۔ آخر زخموں سے چور چور ہو کر حضرت اسماءؓ کا یہ اولوالعزم فرزند اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا۔ حجاج نے ان کی نعش کو حجون پر لٹکا دیا۔ جہاں تین شبانہ روز تک لٹکی رہی۔ آخر حضرت اسماءؓ اپنی خادمہ کے ہمراہ تشریف لے گئیں اور اپنے پیارے بیٹے کی لاش کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا۔

'' کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار حرم گھوڑے سے اترے۔''

اس کے بعد حجاج کو اپنے اس فعل پر بڑی شرم دلائی جس پر اس نے حضرت عبداللہؓ کی لاش

Marfat.com

حضرت اسماءؓ کے سپرد کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب عبدالملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کر کے ان کی لاش کو حجون پر الٹا لٹکا دیا ہے تو اس نے حجاج کو ایک سخت خط لکھا اور حکم دیا کہ عبداللہؓ کی لاش فوراً ان کی والدہ کے سپرد کر دو۔ چنانچہ شہادت کے چند دن بعد حضرت عبداللہؓ کی لاش ان کی والدہ کو مل گئی۔ لاش کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ حضرت اسماءؓ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی کٹی پھٹی لاش کو نہایت صبر کے ساتھ غسل دیا۔ نہ روئیں نہ بین کیا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے حضرت اسماءؓ کی جرأتِ ایمانی اور صبر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیرؓ — سب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابن مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ — جس کی تقدیر میں تھا مرغانِ حرم کا شکار
حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیرؓ — فوج بے دین نے کیا کعبۂ ملّت کا حصار
دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد — بارشِ سنگ سے اٹھتا تھا جو اڑ اڑ کے غبار
تھا جو سامانِ سفر چار طرف سے مسدود — ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اک کنجِ مزار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا — ماں کی خدمت میں گئے ابن زبیرؓ آخر کار
جا کے عرض کی کہ اے اختِ حریم نبوی — نظر آتے نہیں اب حرمتِ دیں کے آثار
آپ فرمایئے! اب آپ کا ارشاد ہے کیا — کہ میں ہوں آپ کا اک بندۂ فرماں بردار
صلح کرلوں؟ کہ چلا جاؤں حرم سے باہر — یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار
بولیں وہ پردہ نشیں حرم سرِّ عفاف — حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجب مار
یہ زمیں ہے وہی قرباں گہ اسماعیل — فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیل کا شعار
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہ کے باآداب و نیاز — آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار!
پہلے ہی حملہ میں دشمن کی الٹ دیں فوجیں — جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم — ایک پتھر نے کیا آ کے سرِ رُخ کو فگار
خون ٹپکا جو قدم پر تو کہا از رہِ فخر — یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم — خون ٹپکا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار
زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک — آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار

Marfat.com

لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے جو اِک دن اُدھر جا نکلیں دیکھ کر نعش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا خدا نے تیرے لڑکے کو سزا دی۔ اس نے خدا کے گھر میں بے دینی پھیلائی تھی۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ ''تو جھوٹا اور ظالم ہے۔ میرا بچہ بڑا خدا پرست، عابد، زاہد اور نیکو کار تھا۔ تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت۔ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا۔ ہاں مجھے اس لقب پر فخر ہے لیکن سنو میں نے رسول کریمؐ سے ایک حدیث سنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ کذاب (مختار ثقفی) کو میں دیکھ چکی اور ظالم تو ہے۔ حجاج یہ دندانِ شکن جواب سن کر خاموش ہوگیا۔

حضرت اسماءؓ دعا مانگا کرتی تھیں کہ بار ''الٰہا جب تک میں عبداللہؓ کی میت نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ دینا۔'' ان کی یہ دعا قبول ہوئی حضرت عبداللہؓ کی میت کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا اور اس کے چند دن بعد ہی تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں خود بھی جنت الفردوس کو سدھاریں۔ آخر دم تک ہوش و حواس قائم تھے۔ تمام قوائے جسمانی دانتوں سمیت سلامت تھے۔ کئی مورخین کا بیان ہے کہ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ اس لئے عبداللہ ابن زبیرؓ کا واقعہ شہادت بچشمِ خود نہیں دیکھا۔ ٹٹول ٹٹول کر یا پوچھ پوچھ کر ہر کیفیت سے آگاہ ہوتی تھیں۔ ان کی وفات پر دوست دشمن سب نے ماتم کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

آپؓ کا نام اسماءؓ تھا اور قبیلہ خشعم سے تھیں۔ والد کا نام عمیس بن سعد تھا۔ والدہ کا نام ہند بن عوف تھا جو قبیلۂ کنانہ سے تھیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کا نکاح یکے بعد دیگرے تین ایسی جلیل القدر ہستیوں سے ہوا جو قصرِ اسلام کے عظیم الشان ستون تھیں۔ جو رہبرِ انسانیت سرور کائنات ﷺ کو حد درجہ محبوب تھیں اور جنہیں رحمتِ دو عالمؐ کھلے الفاظ میں جنت کی بشارت دے چکے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مہاجرِ حبشہ شہید موتہ حضرت جعفر طیارؓ ابن ابی طالب سے ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح ابو بکرؓ ابن ابی قحافہ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد تیسرا نکاح شیر خدا فاتح خیبر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سابقون الاولون میں شمار ہوتی ہیں۔ جب وہ اسلام لائیں تو سخت نامساعد حالات تھے اور ابھی قریباً تیس نفوس ہی اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کے شوہر حضرت جعفرؓ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانہ شروع کر دیا تو رسولِ کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے اپنی جان و ایمان کی حفاظت کے لئے حبش چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ۱۲ مردوں اور ۴ عورتوں کا قافلہ بندرگاہِ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔ ان کے پیچھے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس بھی شامل تھیں۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا، لیکن یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ حبش پہنچ کر یہ سب لوگ امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش مکہ کو اتنی دور بیٹھے ہوئے بھی مسلمانوں کا یہ امن و چین گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد تحفے تحائف کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ کسی طرح پناہ گزیں مسلمانوں کو اپنے

Marfat.com

ملک سے نکال دے۔ وفد قریش کے ارکان میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمروؓ بن العاص بھی شامل تھے جو بڑے زیرک اور سیاست داں تھے۔ انہوں نے حبش پہنچ کر نجاشی کے درباریوں اور پادریوں کو کچھ تحائف دے کر رام کرلیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ بادشاہ کے سامنے وہ وفد قریش کی حمایت کریں گے۔ اس کے بعد نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوکر تحائف پیش کئے اور عرض کیا کہ ہمارے چند سادہ لوح آدمیوں نے ایک نیا مذہب گھڑا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے ہم ملتجی ہیں کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کردیا جائے جو ہمارے پاس سے بھاگ آئے ہیں اور اب آپ کے ملک کو خراب کرنے پر کمربستہ ہیں۔ بطارقہ اور درباریوں نے وفد قریش کے مطالبہ کی پرزور تائید کی لیکن نجاشی ایک انصاف پسند اور رحم دل بادشاہ تھا۔ اس نے کہا جب تک میں خود ان لوگوں کو بلاکر تحقیقِ احوال نہ کرلوں انہیں تمہارے حوالے نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس نے سب مسلمان پناہ گزینوں کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔

دوسرے دن سب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ان سب نے متفقہ طور پر اپنا ترجمان زوجِ اسماءؓ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو مقرر کیا۔ نجاشی نے ان سے پوچھا اے لوگو وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لئے تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا۔

حضرت جعفرؓ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا۔

''اے بادشاہ، ہم سخت جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے۔ اپنی لڑکیاں زندہ زمین میں دفن کردیتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ انسانیت سے عاری تھے۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے خود ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسولؐ بنا کر بھیجا جسؐ کے حسب ونسب سچائی، شرافت، دیانت داری اور پاکبازی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ سچ بولنے وعدہ پورا کرنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، بت پرستی ترک کرنے، بدکاری اور فریب سے بچنے، ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی۔ ہم اسؐ کی تعلیم پر چلے۔ ایک خدا کی پرستش کی، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی۔ ہم کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر پھر بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا کرنا چاہا۔ ہم ان کے ظلم وستم سے تنگ آکر آپ کی حکومت میں چلے آئے۔''

Marfat.com

نجاشی یہ تقریر سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے حضرت جعفرؓ سے کہا۔ ''تمہارے نبیؐ پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کا کوئی حصہ مجھے سناؤ۔''

حضرت جعفرؓ بڑے نکتہ رس تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ نجاشی اہلِ کتاب ہے اور دین عیسوی کا پیرو ہے۔ انہوں نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ نجاشی ہکا بکا رہ گیا اور بے ساختہ پکار اٹھا۔

''خدا کی قسم تمہارے نبی کی کتاب اور انجیل مقدس ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔'' پھر قریش کے وفد سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''واللہ میں ان لوگوں کو کبھی اپنے ملک سے نہ نکالوں گا۔''

قریش کے وفد نے ایک دفعہ پھر کوشش کی کہ بادشاہ کا دل مسلمانوں کی طرف سے پھیر دیں۔ دوسرے دن دربار میں باریاب ہو کر عرض کی۔ ''اے بادشاہ یہ لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بہت برا عقیدہ رکھتے ہیں کیا آپ اس عقیدہ کے لوگوں کو پناہ دیں گے۔''

نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ دربار میں طلب کیا اور پوچھا۔ ''تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا ''اے بادشاہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی اور روح اللہ مانتے ہیں۔''

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا۔ ''واللہ جو کچھ تم نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے متعلق کہا وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔''

غرض قریش کی سفارت بے نیلِ مرام واپس لوٹ گئی۔ اس کے بعد تمام مسلمان بشمول حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نہایت امن سے حبش میں رہنے لگے۔

حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد چھ برس حبش میں رہے۔ جب ۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا تو وہ حبش سے مدینہ واپس آئے۔ خیبر کی فتح سے مسلمان پہلے ہی خوش تھے۔ اپنے ان بھائیوں کے آنے سے انہیں دوہری خوشی ہوئی۔ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کو گلے لگایا، ان کی پیشانی چومی اور فرمایا۔

''میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔''

حضرت اسماءؓ بنت عمیس، حضرت حفصہؓ کو ملنے ان کے گھر گئیں۔ وہاں حضرت عمر فاروقؓ بھی آ گئے۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے جواب دیا۔ ''اسماءؓ زوجۂ جعفرؓ بن ابی

Marfat.com

طالب۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔"ہاں وہ حبش والی، وہ سمندر والی۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔"ہاں وہی"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔"ہم کو تم پر فضیلت ہے، اس لئے کہ ہم مہاجر ہیں۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ فقرہ سن کر غصہ آیا بولیں۔"ہرگز نہیں، تم رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے، لیکن ہماری حالت اور تھی۔ ہم نہایت دور دراز مقام میں اپنے عزیز و اقارب سے بچھڑ کر صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر پڑے رہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔"

اتنے میں رسول کریم ﷺ بھی تشریف لیے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا"انہوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں، اس لئے تم کو زیادہ فضیلت ہے۔"

حضور ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بے حد مسرت ہوئی۔ حبشہ کے مہاجرین ان کے پاس آتے تھے اور اس واقعہ کی تفصیل سن کر خوش ہوتے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نامدار کو مدینہ آئے ہوئے ایک سال ہی گزرا تھا کہ ان کی آزمائش کا وقت آ گیا۔ شام کے ایک قصبہ موتہ کے رئیس شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول کریم ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ ازدی کو شہید کرا دیا۔ یہ ایک نہایت ذلیل حرکت تھی اور ایک بے گناہ سفیر کا قتل برداشت کرنا دوسرے سفیروں کی جانیں خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ جمادی الاول ۸ ہجری میں رسول کریمؐ کے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر موتہ کی طرف روانہ ہوا۔ فوج کا علم حضرت زیدؓ کو عطا کر کے فرمایا۔

"اگر زیدؓ شہید ہوں تو جعفرؓ علم سنبھال لیں۔ اگر جعفرؓ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ ان کی جگہ لیں۔"

موتہ کے علاقہ میں اتفاق سے ان دنوں ہرقل شاہِ روم بھی آیا ہوا تھا۔ شرجیل بن عمرو نے اپنی مدد کے لئے کچھ شاہی فوج بھی منگوا لی اور قیس جزام۔ لخم وغیرہ کے جنگجو قبائل بھی اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے تقریباً ایک لاکھ کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹ

Marfat.com

بھی ملاقات ہوئی لیکن وہ انہیں نہ پہچان سکے۔ پھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے، انہوں نے دیکھ کر سلام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے انہیں فرطِ محبت سے گلے لگالیا۔

اس کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے تمام حالات سنائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا" بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔" حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بہت اصرار کیا کہ آپ گھوڑے سے اتر کر کچھ دیر آرام فرمائیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معذوری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں سارہ رضی اللہ عنہا سے قیام نہ کرنے کا عہد کر آیا ہوں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی" آپ کا تمام لباس اور جسم گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے۔ آپ زمین پر قدم نہ رکھیں۔ میں ایک پتھر لا کر رکھ دیتی ہوں۔ اس پر کھڑے ہو جائیں تاکہ میں آپ کا ہاتھ منہ دھلا دوں۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات قبول کی اور پتھر پر کھڑے ہو کر ہاتھ منہ دھویا۔ اس پتھر کو اللہ تعالیٰ نے "مصلیٰ" کا نام دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سارے حالات سنائے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وقتاً فوقتاً مکہ تشریف لاتے اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مل جاتے۔

ایک دفعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو آپ کو خواب میں حکم ہوا کہ" اے ابراہیم! قربانی کر" صبح اٹھ کر منیٰ کے مقام پر ۱۰۰ دنبوں کی قربانی کی۔ دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا۔ صبح اٹھ کر خلیل اللہ علیہ السلام نے ۱۰۰ اونٹ قربان کئے اور سمجھے کہ میں نے حکمِ الٰہی کی تعمیل کر دی، لیکن تیسری رات پھر وہی خواب دیکھا، بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ کون سی چیز مجھے سب سے پیاری ہے کہ اسے خدا کی راہ میں قربان کر دوں۔ آخر خیال آیا کہ اسماعیل علیہ السلام دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کو راہِ خدا میں قربان کروں۔ اپنے ارادے کا اظہار حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیا، انہوں نے جواب دیا " ابا جان اللہ کا حکم بجا لائیے! انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے سعادت مند فرزند کو ساتھ لے کر منیٰ پہنچے۔ چلتے وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو شیطان نے بہکایا کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال کے ساتھ جواب دیا کہ" اے ملعون! دور ہو! اگر

Marfat.com

گیا۔ غازیانِ دین کی تعداد صرف ۳۰۰۰ تھی ۔ مزید کمک طلب کرنا ممکن نہ تھا اور پیچھے ہٹنا باعث ننگ ۔ اللہ کے بھروسہ پر غنیم کے ٹڈی دل سے نبرد آزما ہو گئے ۔ خوفناک جنگ ہوئی ۔ امیر لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ شہید ہو گئے ۔ اب حضرت جعفرؓ نے علم سنبھالا اور اس جرأت اور پامردی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفریں پکار اٹھی ۔ تقریباً نوے زخم اس مردِ حق نے اپنے بدن پر کھائے جن میں کوئی بھی پشت پر نہ تھا ۔ ایک ہاتھ قلم ہو گیا تو دوسرے ہاتھ سے علم سنبھالا ۔ دوسرا ہاتھ شہید ہوا تو دانتوں میں علم پکڑ لیا ۔ دشمنوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا ۔ تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی ۔ آخر رسولِ کریم ﷺ کا یہ قوی بازو اور دین حق کا سچا علمبردار شہید ہو کر گرا اور علم عبداللہؓ بن رواحہ نے سنبھالا ۔ وہ بھی دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے تو حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا ۔ موتہ کے میدان میں اب ایک نہایت خونخوار جنگ شروع ہو گئی ۔ خالدؓ بن ولید نے للکار کر مسلمانوں کو کہا کہ ''اے غازیانِ دین جنت الفردوس تمہارا انتظار کر رہی ہے اور پیچھے ہٹنے والوں کے لئے جہنم کے شعلے دہک رہے ہیں ۔ آگے بڑھو اور رضائے الٰہی کو پا لو ۔''

مسلمانوں نے اب ایک نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ حملہ شروع کیا ۔ لڑتے لڑتے خالد بن ولید کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں اور بالآخر غازیانِ دین کی بے پناہ شجاعت نے اپنے سے چالیس گنا جمعیت کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ۔ غنیم کے پسپا ہو جانے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ لشکرِ اسلام کو نہایت وقار کے ساتھ بچا کر واپس لے آئے ۔

جس وقت لڑائی کی آگ زور سے بھڑک رہی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ کا نقشہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا ۔ جب حضرت جعفرؓ کے دونوں بازو شہید ہو گئے اور پھر خود انہوں نے بھی جامِ شہادت پیا تو حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپؐ نے فرمایا ''میں جنت میں جعفرؓ کو دو نئے بازوؤں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھ رہا ہوں ۔'' حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق حضرت جعفرؓ طیار اور ذوالجناحین کے القاب سے مشہور ہوئے ۔ اس کے بعد جب حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا تو حضورؐ نے فرمایا ''اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے علم سنبھالا ہے ۔ چنانچہ اس دن سے حضرت خالد سیف اللہ کے خطاب سے پکارے گئے ۔

اس واقعہ کے بعد حضورؐ حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لے گئے ۔ وہ اس وقت آٹا گوندھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی تھیں ۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا ۔ جعفرؓ کے بچوں کو

Marfat.com

میرے پاس لاؤ۔ حضرت اسماءؓ نے بچوں کو خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ حضورؐ نے نہایت غم واندوہ کی حالت میں ان بچوں کو گلے سے لگایا اور ان کی پیشانیاں چومیں۔ حضرت اسماءؓ حضورؐ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئیں اور دریافت کیا "یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپ غمگین کیوں ہیں۔ کیا جعفرؓ کے متعلق کوئی خبر آئی ہے۔" حضورؐ نے فرمایا "ہاں وہ شہید ہوگئے۔" اس سانحہ جانگداز کی خبر سنتے ہی حضرت اسماءؓ کی چیخ نکل گئی۔ ان کی گریہ وزاری سن کر تمام مسلمان عورتیں جمع ہوگئیں۔ رحمتِ دوعالمؐ واپس تشریف لے گئے اور ازواجِ مطہراتؓ کو ہدایت فرمائی کہ آلِ جعفرؓ کا خیال رکھنا۔ وہ آج اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ انہیں سینہ کوبی اور بین کرنے سے منع کرنا۔"

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بھی اپنے شجاع چچا کی مفارقت کا شدید صدمہ ہوا اور وہ "واعماہ، واعماہ" کہہ کر روتی ہوئی بارگاہِ نبوتؐ میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے باچشم پرنم فرمایا۔ "بے شک جعفرؓ جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے"۔

اس کے بعد حضورؐ نے اپنی لختِ جگرؓ سے فرمایا "فاطمہ جعفرؓ کے بچوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ اسماءؓ آج سخت غمزدہ ہیں۔"

تیسرے دن رسولِ کریمؐ حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت جعفرؓ طیار کی شہادت کے ۶ ماہ بعد ۸ ہجری میں غزوہ حنین کے زمانہ میں رسول کریم ﷺ نے حضرت اسماءؓ کا نکاح اپنے محبوب رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پڑھا دیا۔ دو برس بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صلب سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت اسماءؓ حج کے لئے مکہ آئی ہوئی تھیں کہ ذوالحلیفہ میں محمد بن ابی بکرؓ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا ۔"یارسول اللہ ﷺ اب میں کیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا "غسل کرکے احرام باندھ لو۔"

۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی تو وصیت کی کہ اسماءؓ غسل دیں۔

صدیقِ اکبرؓ کے بعد حضرت اسماءؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر کی عمر اس وقت تقریباً تین برس کی تھی۔ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زیرِ سایہ ہی پرورش پائی۔

ایک دن عجیب لطیفہ ہوا۔ محمدؓ بن جعفرؓ طیار اور محمدؓ بن ابی بکرؓ اس بات پر جھگڑ پڑے کہ دونوں

Marfat.com

میں سے کس کا باپ افضل تھا اور کون زیادہ معزز ہے۔ یہ تکرار کافی دیر جاری رہی۔ حضرت علیؓ نے دونوں بچوں کی دلچسپ بحث سنی تو حضرت اسماءؓ سے فرمایا۔ ''تم اس جھگڑے کا فیصلہ کر دو۔'' حضرت اسماءؓ نے کہا ''میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفرؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابوبکرؓ سے اچھا کسی کو نہ دیکھا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسکرا کر فرمایا۔ ''تم نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔''

حضرت اسماءؓ کے ہاں حضرت علی مرتضیٰؓ کے صلب سے ایک فرزند یحییٰؒ پیدا ہوئے۔

۳۸ ہجری میں حضرت اسماءؓ کے نوخیز فرزند محمد بن ابی بکرؓ مصر میں قتل ہوئے اور ان کے مخالفین نے ان کی نعش بے دردی سے گدھے کی کھال میں جلائی۔ حضرت اسماءؓ نے یہ روح فرسا واقعہ سن کر نہایت صبر و شکر سے کام لیا اور مصلیٰ بچھا کر عبادت میں مصروف ہو گئیں۔

۴۰ ہجری میں حضرت علی مرتضیٰؓ نے شہادت پائی اور ان کے جلدی بعد حضرت اسماءؓ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

رسولِ کریم ﷺ جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے آپ کا مرض ذات الجنب تشخیص کیا اور حضرت امِ سلمیٰؓ کے مشورے سے حضورؐ کو دوا پلانی چاہی، حضورؐ نے دوا پینے کے عادی نہیں تھے۔ انکار فرمایا۔ اسی اثناء میں آپؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ ان دونوں نے دہانِ مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر میں حضورؐ کی غشی دور ہوئی تو کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ فرمایا یہ تدبیر اسماءؓ نے بتائی ہو گی۔ وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائی ہیں۔

حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ آپؐ نے انہیں مصیبت اور تکلیف میں پڑھنے کے لئے ایک دعا بتائی تھی۔ حضرت اسماءؓ تعبیرِ رؤیا میں بھی درک رکھتی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے اکثر خوابوں کی تعبیر لیتے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سات اولادیں ہوئیں۔

حضرت جعفرؓ سے محمدؓ، عبداللہؓ، عونؓ اور دو لڑکیاں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے محمدؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یحییٰؒ۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

آپؓ کا نام شفاءؓ۔ باپ کا نام عبداللہ ابن عبدشمس جو قریش کے خاندان عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ماں کا نام فاطمہ بنت ابی رہب تھا۔

آپؓ کی شادی ابوحشمہ بن حذیفہ عدی سے ہوئی۔ ہجرت سے پہلے بڑے ناسازگار حالات میں آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس لئے بڑی جلیل القدر صحابیاتؓ میں شمار ہوتی ہیں۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا زمانۂ جاہلیت میں بھی اہلِ مکہ میں بڑی عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں کیونکہ ایک تو آپؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، دوسرے جھاڑ پھونک جانتی تھیں۔ کئی امراض کے مریض ان کے پاس آتے اور وہ جھاڑ پھونک یعنی منتر ٹوٹکے سے ان کا علاج کرتیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی کو چیونٹی (زہریلی یا سخت قسم) کی کاٹتی تو وہ یہ منتر پڑھ کر کاٹے کی جگہ پھونکتیں۔ " بسم اللہ سر سلب جبر تعوذا من افواھم انلاتضر احد اللھم اکشف الباس رب الناس"

جب حضرت شفاءؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول کریمؐ نے ان کی بڑی توقیر کی اور ان سے فرمایا کہ حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا۔ اس لحاظ سے وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی استادہ ہوئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق آپؓ نے حضرت حفصہؓ کو چیونٹی کاٹے کا منتر بھی سکھا دیا۔

حضرت شفاءؓ بڑی عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔ انہیں رسول کریمؐ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضورؐ نے انہیں ایک مکان عطا کیا جس میں وہ اور ان کے بیٹے سلیمانؓ سکونت پذیر تھے۔

کبھی کبھی حضورؐ حضرت شفاءؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہیں آرام فرماتے۔ حضرت شفاءؓ کو حضورؐ سے اتنی عقیدت تھی کہ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بستر اور تہمد علیحدہ رکھ چھوڑا تھا

Marfat.com

تا کہ نبی اکرم ﷺ انہیں استعمال فرمائیں اوران کا پسینہ مبارک بچھونے اور تہد میں جذب ہوتا رہے ۔حضرت شفاءؓ نے ان دونوں مقدس چیزوں کو اپنی زندگی تک اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ کچھ عرصہ بعد اموی خلیفہ مروان نے ان سے یہ تبرّکات لے لئے۔ حضرت عمرؓ فاروق ان کی بہت قدرو منزلت کرتے۔اپنے عہدِ خلافت میں مختلف مسائل اور امور ملکی میں ان سے مشورہ لیتے اوران کی رائے کی بہت تعریف کرتے، فاروقِ اعظمؓ کی نگاہوں میں حضرت شفاءؓ بڑی صائب الرائے اور انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ چنانچہ وہ انہیں بازار کا اہتمام بھی سپرد فرمادیتے تھے اوران کے مشوروں کو بھی بہت وزن دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے انہیں بلا بھیجا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو اتفاق سے عاتکہؓ بنت اسیدؓ بھی وہاں آ گئیں۔ حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی۔ عاتکہؓ بنت اسیدؓ کی چادر حضرت شفاءؓ کی چادر سے بہتر تھی۔ شفاءؓ نے شکوہ کیا اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ تمہارے ہاتھوں پر مٹی پڑے۔ میں عاتکہؓ سے زیادہ قدیم الاسلام ہوں۔ تمہاری بنت عم بھی ہوں۔ تم نے مجھے خود بلا بھیجا تھا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود تم نے عاتکہؓ کو مجھ سے بہتر چادر دی۔ حالانکہ وہ بن بلائے محض اتفاق سے یہاں آ گئی تھیں۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا۔ ''واللہ یہ چادر تمہارے ہی لئے تھی لیکن جب عاتکہؓ آ گئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی، کیونکہ یہ نسبت میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہیں۔'' حضرت شفاءؓ خاموش ہوگئیں اور خوش خوش گھر واپس لوٹیں۔

حضرت شفاءؓ کی اولاد میں صرف ایک لڑکے سلیمانؓ اور ایک لڑکی کا پتہ چلتا ہے۔ لڑکی جلیل القدر صحابی حضرت شرجیلؓ بن حسنہؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضور رسول کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ فاروق سے حضرت شفاءؓ نے چند حدیثیں روایت کی ہیں ۔راویوں میں حضرت سلیمانؓ، ابوسلمہؓ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ شامل ہیں۔

حضرت شفاءؓ کی وفات کا حال تاریخوں میں درج نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام رملہ یا سہلہ یا رمیثہ تھا۔ اُمِ سلیم اور اُمِ انس کنیت تھی۔

غمیصاء اور رمیصاء لقب تھا۔ والد کا نام ملحان بن خالد (بن زید بن حرام بن جندب بن عامر) تھا۔ ماں کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی بن زید بن مناۃ تھا۔

رسول کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی حضرت اِمِ سلیمؓ کی دادی تھیں۔ اس نسبت سے حضرت اِمِ سلیمؓ رسول کریم ﷺ کی خالہ تھیں۔

آپؓ کی پہلی شادی مالک بن نضر سے ہوئی جو ان کے ہم قبیلہ تھے۔ مشہور صحابی حضرت انسؓ انہیں سے پیدا ہوئے۔ حضرت اِمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے نہایت صالح فطرت عطا کی تھی۔ اس لئے اوائلِ اسلام ہی میں مشرف باسلام ہو گئیں۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لئے حضرت اِمِ سلیمؓ کا شمار انصار کے سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

حضرت اِمِ سلیمؓ اپنے بچے انسؓ کو بھی کلمہ پڑھاتی تھیں اور انہیں شعائرِ اسلامی سکھاتی تھیں۔ ان کے خاوند مالک بن نضر بدقسمتی سے نہ صرف اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے بلکہ حضرت اِمِ سلیمؓ کے اسلام قبول کرنے پر بہت خفا ہوئے اور انہیں اپنے لڑکے انسؓ کو کلمہ پڑھانے سے منع کیا۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو کسی ترغیب وتخویف سے اتر جائے۔ حضرت اِمِ سلیمؓ نہایت سختی سے اسلام پر قائم رہیں اور اپنے فرزند کو بھی اسی رنگ میں رنگتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان سخت کشیدگی پیدا ہو گئی۔ مالک بن نضر ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہاں ہی فوت ہو گئے (یا ایک روایت کے مطابق کسی دشمن کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔)

حضرت اِمِ سلیمؓ اب بیوہ تھیں اور ان کا لاڈلا بچہ یتیم۔ نکاح کے پیغام آنے شروع ہو گئے لیکن حضرت اِمِ سلیم نے ہر ایک کو یہ جواب دیا کہ جب تک میرا بچہ سن شعور کو نہ پہنچے گا۔ میں کسی

Marfat.com

سے نکاح نہیں کرسکتی۔اس انکار کی وجہ ان کی اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت تھی۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے سعادت مند بچے کو سوتیلے باپ کے ہاتھوں کوئی تکلیف پہنچے۔

جب حضرت انسؓ جوان ہوئے تو ان کے قبیلے کے ایک شخص ابوطلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ابوطلحہؓ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔حضرت ام سلیمؓ نے پہلے شوہر سے ان کے شرک کی وجہ سے علیحدگی گوارا کی تھی وہ کیسے برداشت کرسکتی تھیں کہ ایک دوسرے مشرک سے نکاح کرلیں۔صاف انکار کردیا اور کہا:

''میں تو خدا کے سچے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائی ہوں۔افسوس ہے تم پر کہ پتھر اور لکڑی کے بتوں کو پوجتے ہو جو کسی کو نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتے۔میں رب واحد کی پرستار تم بتوں کے پجاری، میرا تمہارا میل کیسے ہوسکتا ہے۔''

یہ باتیں کچھ ایسے دلنشین انداز میں کہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کے دل میں اتر گئیں۔کچھ دن غور کرتے رہے اور پھر حضرت ام سلیمؓ کے پاس آ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔

حضرت ابوطلحہ کی مالی حیثیت بہت معمولی تھی لیکن حضرت ام سلیمؓ کو ان کے اسلام قبول کر لینے سے اتنی خوشی ہوئی کہ ان سے کہا:

''میں آپؓ سے نکاح کرنے پر رضامند ہوں، دنیاوی مہر معاف کرتی ہوں اور اپنا مہر تمہارا اسلام مقرر کرتی ہوں۔''

اس کے بعد اپنے فرزند حضرت انسؓ سے فرمایا ''اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح پڑھا دو۔'' چنانچہ حضرت انسؓ نے اپنی والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے پڑھا دیا۔وہ فرمایا کرتے'' میری والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے عجیب وغریب مہر پر ہوا۔''

حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بعد میں بڑے جلیل القدر صحابی ہوئے۔چنانچہ انہوں نے بیعتِ عقبہ میں شرکت کی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سرورِ دوعالم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔کچھ عرصہ بعد جب رسول کریمؐ مدینہ تشریف لائے۔حضرت ام سلیمؓ ان کے شوہر اور فرزند بے حد مسرور ہوئے۔نبی کریمؐ کا ورودِ مدینہ ان کے لئے یوم عید تھا۔حضرت امِ سلیمؓ اپنے فرزند انسؓ کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کی ''انسؓ کو میں حضورؐ

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کرتی ہوں اس کے لئے دعا فرمائیں۔" حضورؐ نے اظہارِ خوشنودی فرمایا اور حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت انسؓ نے بڑی تندہی سے رسولِ کریمؐ کی خدمت کی اور خدام خاص کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ حضورؐ انہیں بہت عزیز جانتے تھے۔

چند دنوں کے بعد رسول کریمؐ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ میں بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت امِ سلیمؓ کے مکان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہاں سید البشر ﷺ اور تمام مہاجرینؓ اور انصارؓ اس مقصدِ عظیم کے لئے جمع ہوئے۔

حضرت ام سلیمؓ بڑی اولوالعزم اور شجاع صحابیہ تھیں۔ رسول کریمؐ ان کی بہت قدر و منزلت فرماتے اور غزوات میں انہیں اور انصار کی چند عورتوں کو ضرور اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جنگِ احد (۳ ہجری) میں حضرت ام سلیمؓ اپنے شوہر ابوطلحہؓ کے ساتھ شریک تھیں۔ جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے۔ اس وقت ابوطلحہؓ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی حفاظت میں سینہ سپر تھے۔ حضرت ام سلیمؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں مشک بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

غزوہ خیبر ۷ ہجری میں بھی حضرت ام سلیمؓ شریک تھیں۔ حسب سابق اس غزوہ میں بھی انہوں نے نہایت مستعدی سے زخمیوں کی خدمت کی۔ جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہؓ بن حی نے رسولِ کریم ﷺ کے نکاح میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا تو حضورؐ نے انہیں حضرت ام سلیمؓ کے سپرد کیا کہ نہلا دھلا کر انہیں دلہن بنائیں کیونکہ جنگ کی صعوبتوں نے حضرت صفیہؓ کو بہت خستہ حال کر دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت ام سلیمؓ جنگ حنین میں شریک ہوئیں۔ یہ بڑے سخت غزوات میں شمار ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو تباہ کر دیں تو اہلِ مکہ کے تمام باغات اور جاگیرات جو طائف میں ہیں، ان کے قبضہ میں آ جائیں گے اور یوں مسلمانوں سے بت شکنی کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور چار ہزار جنگجوؤں کے ہمراہ مکہ کو روانہ ہوئے۔ وادیٔ حنین میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جب رسول کریم ﷺ نے خبر سنی تو ۱۲۰۰۰ مجاہدین کو ساتھ لے کر حنین کی طرف بڑھے۔ اس

Marfat.com

لشکر میں مکہ کے ۲۰۰۰ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے، جن میں نومسلم بھی تھے اور بت پرست معاہد بھی۔ یہ لوگ لشکر اسلام کے آگے آگے چل رہے تھے۔ ادھر دشمن نے ایک تنگ درہ میں اپنے تیراندازوں کو مسلمانوں کی گھات میں بٹھا دیا تھا۔ جونہی لشکرِ اسلام کے ہراول دستے ان کی زد میں پہنچے انہوں نے تیروں کی بے پناہ بوچھاڑ کر دی۔ مکہ کے نومسلمانوں اور معاہدین میں ابھی ثابت قدمی اور جان نثاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ گھبرا کر پیچھے کی طرف بھاگے اور باقی لشکر کو بھی سراسیمہ کر دیا۔

ادھر حملہ آوروں کی فوج نے اپنی پوری قوت سے چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا۔ لشکرِ اسلام میں انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ میدانِ جنگ میں سرورِ کائنات ﷺ کے ہمراہ سو، سوا سو کے قریب جان نثار رہ گئے تھے۔ اس نازک وقت میں حضرت ام سلیمؓ ایک خنجر ہاتھ میں لئے شمعِ نبوت ﷺ پر قربان ہونے کے لئے کمربستہ کھڑی تھیں۔ ان کے جانباز شوہر ابوطلحہؓ بھی نہایت پامردی کے ساتھ حضور ﷺ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا۔

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں اس میں مطلق جھوٹ نہیں　　میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں

جس جس مسلمان کے کان میں یہ آواز پڑی وہ پلٹ پڑا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کے نام لے لے کر بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سن کر فوراً پلٹے۔ اب حضور ﷺ نے فوج کو ازسرِنو مرتب کیا اور انصار و مہاجرین کو آگے بڑھا کر کفار پر ایک زبردست حملہ کیا۔ وہ بھی بڑی جرأت سے لڑے لیکن بالآخر دو حصوں میں منتشر ہو کر طائف اور اوطاس کی طرف بھاگ گئے۔ بعد میں حضور ﷺ سے رحم کے طالب ہوئے اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ حضرت ام سلیمؓ ہاتھ میں خنجر لئے کھڑی تھیں۔ ان کے شوہر ابوطلحہؓ نے حضور کو بتایا ''ام سلیمؓ خنجر ہاتھ میں لئے کھڑی ہیں۔'' حضورؐ نے ام سلیمؓ سے پوچھا خنجر کیا کروگی؟ ام سلیمؓ نے جواب دیا ''یا رسول اللہ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ حضور ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے۔ اس بعد حضرت ام سلیمؓ نے حضورؐ سے عرض کی ''یا رسول اللہ مکہ کے جو لوگ آج میدانِ جنگ سے بھاگے ہیں انہیں قتل کر دیں۔''

Marfat.com

سرورِ عالمؐ نے فرمایا۔ ''خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔''

ابو طلحہؓ کے صلب سے حضرت ام سلیمؓ کا ایک فرزند تھا جس کا نام ابو عمیرؓ تھا۔ ایک دن حضورؐ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ ننھے عمیرؓ کا چہرہ کچھ اترا ہوا تھا۔ آپؐ نے ام سلیم سے پوچھا ''کیا بات ہے آج ابو عمیرؓ کچھ سست ہے۔'' حضرت ام سلیم نے کہا ''یا رسول اللہؐ ابو عمیرؓ کی چڑیا (نفیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا، آج مر گئی ہے اسی لئے وہ غمگین ہے۔''

حضورؐ نے ابو عمیرؓ کو اپنے پاس بلایا اور اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر رکھ کر پوچھا

یا ابا عمیر ما فعل النفیر

اے ابو عمیر تیری نفیر (چڑیا) کیا ہوئی۔

ابو عمیرؓ جواب میں ہنس دیا اور پھر کھیل کود میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت سے رسول کریمؐ کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

چند دنوں کے بعد ابو عمیرؓ نے کمسنی ہی میں وفات پائی۔ ابو طلحہؓ اس وقت گھر سے باہر تھے۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے لاڈلے لختِ جگر کی رحلت پر کمال صبر و استقلال سے کام لیا۔ خاموشی سے اس کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو منع کیا کہ ابو طلحہؓ کو ابو عمیرؓ کی موت کی خبر دیں۔ رات کو حضرت ابو طلحہؓ گھر تشریف لائے۔ ام سلیمؓ نے انہیں کھانا کھلایا۔ جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر تم کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کر دو گے یا اس کا واپس لیا جانا تمہیں ناگوار گزرے گا۔''

حضرت ابو طلحہؓ نے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں۔''

بولیں۔ ''تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لیا۔ اب تمہیں اس کی طرف سے صبر کرنا چاہیئے۔''

حضرت ابو طلحہؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان سے کہا کہ ''تم نے پہلے کیوں نہ بتلایا۔''

بولیں ''تاکہ اطمینان سے کھانا کھا لو۔''

صبح اٹھ کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو اس کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔'' راستے میں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی تین مرتبہ کوشش کی، لیکن ناکام رہا۔

منیٰ پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹایا اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ شفقتِ پدری حکمِ الٰہی کی تعمیل میں مانع نہ ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے لختِ جگر کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دی لیکن جب آنکھوں سے پٹی کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام صحیح و سالم مسکرا رہے ہیں۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا ''اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوں کو ان کی نیکی کا اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔'' اسی واقعہ کی یاد میں مسلمان ہر سال عیدالاضحیٰ مناتے ہیں، کعبہ میں پہنچ کر حج کرتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تیسری دفعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو انہیں خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹے مل کر تعمیرِ کعبہ میں مصروف ہو گئے۔ یکم ذیقعد کو تعمیر شروع کی اور ۲۵ ذیقعد کو مکمل کی۔ بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ.

ترجمہ: اور عام طور میں لوگوں کو سنا دو کہ وہ اس بیت الہ کا حج کرنے کو پیدل اور دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دُور دراز کی مسافت طے کر کے آئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کَانَ یَبْلُغُ صَوْتِیْ (میری آواز نہیں پہنچے گی) ربِ کریم نے فرمایا عَلَیْکَ الْاَذَانُ وَ عَلَیْنَا الْبَلَاغ (تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا کام ہے) چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخلوقِ خدا کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے گوشے گوشے میں ان کی آواز پہنچا دی۔ آج صدیاں گزر جانے پر بھی لاکھوں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے کھنچ کر ہر سال کعبہ پہنچتے ہیں اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ فرزندِ ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہی نبیٔ آخر الزماں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رونق افروزِ عالم ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضورؐ نے ام سلیمؓ کے شیوۂ صبر و رضا پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ تمہیں اور ام سلیمؓ کو ابو عمیرؓ کا نعم البدل عطا فرمائے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابو طلحہؓ اور امِ سلیمؓ کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام عبداللہؓ رکھا گیا۔ ان کی تربیت حضورؐ ہی کے زیرِ سایہ ہوئی۔

حضور رسول کریم ﷺ ام سلیمؓ کے ہاں اکثر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو آرام فرماتے۔ جب بستر سے اٹھتے تو حضرت ام سلیمؓ حضورؐ کے پسینہ مبارک اور ٹوٹے ہوئے موئے مبارک ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں۔ حضورؐ سے آپؓ کو بے پناہ عقیدت تھی۔ ایک دفعہ فراغت حج کے بعد حضورؐ نے مقام منا میں موئے مبارک ترشوائے۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے شوہر حضرت ابو طلحہؓ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ام سلیمؓ نے موئے مبارک کو ایک شیشی میں بند کر کے خیر و برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

ایک بار سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ کے مشکیزے سے اپنا دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ حضرت ام سلیمؓ اٹھیں اور مشکیزہ کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ کے مبارک ہونٹ اس سے مس ہوئے ہیں۔

اگر کبھی حضور ﷺ کو ام سلیم کے گھر میں نماز کا وقت آ جاتا تو وہاں ہی چٹائی پر نماز ادا فرما لیتے۔ اپنی جان نثاری اور عقیدت کی بناء پر حضرت ام سلیمؓ رسول کریمؐ کی نظروں میں بھی بے حد محترم تھیں۔ ازواج مطہرات کے علاوہ عورتوں میں صرف انہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ سید البشرؐ خود چل کر ان کے گھر تشریف لاتے۔ حضورؐ فرمایا کرتے مجھے ام سلیمؓ پر رحم آتا ہے اس کے بھائی (حرامؓ) نے میری حمایت میں شہادت پائی ہے۔

ایک دفعہ ابو طلحہؓ گھر تشریف لائے اور حضرت ام سلیمؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، کچھ کھانا بھیج دو۔ آپؓ نے چند روٹیاں اپنے فرزند حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں اور کہا اسی وقت جا کر اپنے آقا کو کھانا کھلاؤ۔ جب حضرت انسؓ مسجد میں پہنچے تو وہاں رسولِ کریمؐ کے گرد بہت سے صحابہؓ کا مجمع تھا۔ حضورؐ نے حضرت انسؓ سے پوچھا۔ ''ابو طلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے؟'' عرض کی ''بے شک یا رسول اللہ ﷺ'' پھر پوچھا ''کھانے کے لئے؟'' انہوں نے کہا ''جی ہاں''۔

Marfat.com

حضورؐ سب صحابہؓ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت ابوطلحہؓ کو فکر ہوئی کہ اتنے نفوس کے لئے کھانا کافی نہ ہوگا۔ حضرت ام سلیمؓ سے کہا، اب کیا تدبیر کی جائے کہ یہ سارے اصحاب کھانا کھا سکیں۔ حضرت ام سلیمؓ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ یہ باتیں خدا اور خدا کا رسولؐ بہتر سمجھتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت کھانا موجود تھا آپؓ نے رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ حضورؐ حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں کھجوریں اور مکھن پیش کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ''میں روزے سے ہوں۔'' کچھ دیر بعد حضورؐ نے نماز نفل پڑھی اور ام سلیمؓ کے گھرانے کے لئے دعا مانگی۔ حضرت ام سلیمؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہؐ مجھے اپنے فرزند انسؓ سے جو حضورؐ کا خدمت گار ہے، بہت محبت ہے۔ اس کے لئے خاص طور پر دعا فرمایئے۔''

رحمت نبویؐ جوش پر تھی۔ حضورؐ نے نہایت توجہ کے ساتھ حضرت انسؓ کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔ اس دعائے مبارک کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انسؓ تمام انصار میں سب سے زیادہ متمول ہو گئے۔ نہایت طویل عمر پائی اور کثیر الاولاد ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھے کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے تو لوگوں نے کہا۔ ''غمیصاؓ'' بنت ملحان ہیں (صحیح مسلم) گویا حضور ﷺ نے ام سلیمؓ کو خود جنت کی بشارت دی۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت انسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زید بن ثابتؓ اور عمرو بن عاصمؓ نے چند احادیث روایت کی ہیں۔ لوگ اکثر ان سے مسائل دریافت کرتے اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔

سنِ وفات کے متعلق تاریخیں خاموش ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام نسیبہ تھا۔ ام عطیہؓ کنیت تھی۔ باپ کا نام حارث تھا جو انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؓ ان خوش نصیب ہستیوں میں سے تھیں جنہیں اوائل اسلام میں ہی خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپؓ نے ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

جب رسولِ کریمؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ جوق در جوق اسلام قبول کر کے حضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنے لگے۔ کئی انصاری خواتین جن میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ حضورؐ سے بیعت سے مشرف ہونا چاہتی تھیں۔ چونکہ رسول اکرمؐ غیر عورتوں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ مس نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ نے بیعت کی خواہش مند عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کی ہدایت فرمائی اور حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں۔

۱۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں گی۔
۲۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔
۳۔ چوری نہ کریں گی۔
۴۔ زنا سے بچیں گی۔
۵۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گی۔
۶۔ اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔

حضرت عمرؓ اس مکان پر تشریف لائے جہاں تمام خواتین جمع تھیں اور دروازے پر کھڑے ہو کر بیعت کی شرائط بیان کیں۔ تمام خواتین نے اپنے ہاتھ باہر نکالے اور یوں حضرت عمرؓ فاردق کی وساطت سے رسول کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہو گئیں۔ بیعت کے بعد حضرت امِ عطیہؓ نے عمر فاروقؓ سے پوچھا:

''اے عمرؓ! اچھی باتوں سے انکار نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟''

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا ''نوحہ اور بین نہ کرنا''

Marfat.com

سرورِ کائنات حضرت ام عطیہؓ پر بہت شفقت اور اعتماد فرماتے تھے۔ آپؓ ان چند خواتین میں سے تھیں جنہیں حضورؐ غزوات میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت ام عطیہؓ سات غزوات میں شریک ہوئیں۔ آپؓ مجاہدین کے لئے کھانا پکاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اگر لشکرِ اسلام میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو نہایت تندہی سے اس کی تیمارداری کرتی تھیں۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ نے ازراہ شفقت ام عطیہؓ کو صدقہ کی ایک بکری بھیجی۔ آپؓ نے اسے ذبح کر کے تقسیم کیا تو گوشت کا کچھ حصہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں بھی بھیجا۔ حضورؐ اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کھانا مانگا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی "یارسول اللہؐ اور تو کوئی چیز گھر میں موجود نہیں البتہ آپؐ نے نسیبہ کو جو بکری عطا کی تھی اس کا گوشت رکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "لاؤ! کیونکہ وہ حقدار کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

حضرت ام عطیہؓ رسول کریمؐ کے احکام کی پوری تعمیل کرتی تھیں اور کوئی کام حضور رسول اللہؐ کی اجازت کے بغیر نہ کرتی تھیں۔ اسی "تابعتِ رسولؐ" کی وجہ سے صحابیاتؓ میں ان کا درجہ مانا جاتا ہے۔

۸ ہجری میں رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو حضرت ام عطیہؓ نے چند عورتوں کے ساتھ انہیں آخری غسل دیا۔ رسول کریمؐ نے ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔ چنانچہ غسلِ میت کے بارے میں ان کی حدیث بہت معتبر مانی جاتی ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ و تابعینؒ ان سے غسلِ میت کی ترکیب و مسائل کے بارے میں سند لیتے تھے۔

حضرت ام عطیہؓ کی زندگی کی زیادہ تفصیلات تاریخوں میں درج نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی وفات کا حال کہیں لکھا ہے۔ البتہ اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ میں زندہ تھیں۔ ان کا ایک لڑکا جہاد پر گیا ہوا تھا وہاں بیمار ہو گیا اور علاج کی غرض سے بصرہ بھیج دیا گیا۔ حضرت ام عطیہؓ کو اطلاع ملی تو اسی وقت مدینہ منورہ سے عازمِ بصرہ ہوئیں لیکن قدرت کو منظور نہ تھا کہ لختِ جگر سے ان کی ملاقات ہو۔ جب وہ بصرہ پہنچیں تو وہ عالم ابدی کو رخصت ہو چکا تھا۔ آپؓ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔ یہاں آپؓ بنو خلف کے قصر میں ٹھہریں اور پھر ساری زندگی بصرہ ہی میں گزار دی۔ فرزند کی موت کے چوتھے دن آپؓ نے خوشبو منگا کر ملی اور فرمایا "شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے (خواہ وہ حقیقی فرزند ہو) تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔"

حضرت ام عطیہؓ سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔ انہیں حضرت انسؓ، ام شراجیلؓ، ابن عمیرؒ، ابن سیرینؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام عاتکہ تھا اور کنیت امِ معبد تھی۔ باپ کا نام خالد بن خلیف تھا جو بنی خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی تمیم بن عبدالعزی بن متقذ سے ہوا۔

آپؓ کا قیام مکہ سے مدینہ کے راستہ پر ایک مقام قدید میں تھا جو ایک صحرائی جگہ تھی۔

اُمِ معبد رضی اللہ عنہا عربوں کی روایتی مہمان نوازی سے خاص طور پر متصف تھیں۔ آتے جاتے مسافران کے خیمہ پر آرام کے لئے ٹھہرتے۔ وہ انہیں پانی پلاتیں اور حسب مقدور خدمت کرتیں۔

رسولِ کریمؐ ہجرت کے موقع پر جب غارِ ثور سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو راستے میں امِ معبدؓ کے خیمہ پر گزر ہوا۔ حضورؐ نے ام معبدؓ سے پوچھا ''بہن تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟''

حضرت ام معبدؓ نے جواب دیا ''اس وقت اور تو کچھ موجود نہیں۔ یہ ایک بکری حاضر ہے۔ تھوڑا سا دودھ دیتی ہے جو حضورؐ کے لئے کافی نہ ہوگا، چاہیں تو اسے ذبح کر لیں۔''

حضورؐ نے فرمایا ''اگر اجازت ہو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔''

حضرت ام معبدؓ نے عرض کی ''بصد شوق''۔

حضور رسول اکرم ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر بکری کے تھنوں کو چھوا اور برتن لے کر دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بکری کے دودھ میں اتنی افراط دی کہ برتن فوراً لبالب بھر گیا۔ یہ دودھ رسول کریمؐ اور حضورؐ کے رفیقوں (حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے غلام اور حضرت عبداللہ بن اریقطؓ) نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی حضورؐ اور ان کے رفقاء نے پیا۔ پھر تیسری بار بکری کو دوہا گیا اور برتن بھر گیا۔ یہ دودھ حضورؐ نے ام معبدؓ کے لئے چھوڑ دیا

Marfat.com

اور آگے روانہ ہوئے۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس بکری کا دودھ رسول کریمؐ نے دوہا۔ وہ بکری حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہد خلافت تک ہمارے پاس رہی۔ ہم صبح شام اس کا دودھ دوہتے تھے اور اپنی ضرورتیں بخوبی پوری کرتے تھے۔

حضور نبی کریمؐ کے تشریف لے جانے کے بعد اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بیوی سے پوچھا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ایک بابرکت نورانی صورت بزرگ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے بکری کو دوہا۔ خود بھی اپنے ہمراہیوں سمیت سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ دودھ ہمارے لئے بھی چھوڑ گئے۔

ان دنوں نبی کریمؐ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ مکہ عرب کا مرکزی شہر تھا۔ عرب کے کونے کونے سے لوگ یہاں حج اور دوسرے کاروبار کے سلسلے میں آتے رہتے تھے۔ جب وہ اپنے قبائل میں واپس جاتے تو لوگوں کو بتاتے کہ قریش میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے خدا ایک ہے اسی کی پرستش کرو۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور جوا، چوری، زنا اور دوسری برائیوں سے باز آؤ۔ چنانچہ ان قبائل میں رسول کریمؐ ''صاحبِ قریش'' کے نام سے معروف ہو چکے تھے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے شوہر کے کانوں میں بھی پیغامِ رسالت کی بھنک پڑ چکی تھی۔ جب اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے اسے دودھ کا واقعہ سنایا تو وہ بولا۔ یہ مسافر تو وہی ''صاحبِ قریش'' ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ذرا تم اس کا حلیہ تو بیان کرو۔''

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے بے ساختہ سید البشر ﷺ کا جو حلیہ مبارک بیان کیا تاریخ نے اسے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ آپؓ نے کہا:

> ''پاکیزہ صورت، کتابی چہرہ، خوش خلق، نہ توند نکلی ہوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، حسین و جمیل آنکھیں، موٹی اور سیاہ، بال گھنے اور لمبے، آواز میں بھاری پن، سیدھی گردن، آنکھ کی پُتلی روشن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، باوقار خاموش۔ تکلم دلنشیں۔ دور سے دیکھنے میں سجیلے اور دل ربا، قریب سے نہایت شیریں و خوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی بیشی الفاظ سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی (یعنی مسلسل مربوط اور بامحل) میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر

Marfat.com

نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی شاخِ تازہ، زیبیدہ منظر عالی قدر، رفقاء ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے لپکتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ ادھوری بات کرنے والا اور نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والا۔"

یہ صفات سن کر اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند بولا "یہ ضرور صاحبِ قریش ہے اور میں اس سے ضرور جا کر ملوں گا۔"

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام کے متعلق دو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے کان میں "صاحبِ قریش" کی بھنک پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ چنانچہ جب پہلے پہل ان کی نظر رسولِ اکرم ﷺ کے رُخِ انور پر پڑی تو ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ وہی "صاحبِ قریش" ہیں تو حید کے علمبردار ہیں اور نیکی و ہدایت کا سر چشمہ ہیں۔

بکری کا واقعہ دیکھ کر تو انہیں قطعی یقین ہو گیا کہ میرا مہمان معمولی مسافر نہیں بلکہ وہ جلیل القدر ہستی ہے جس کے لئے ابراہیم خلیل اللہ نے دعا مانگی تھی اور مسیح ابن مریمؑ نے جس کی آمد کی خوشخبری سنائی تھی۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اسی وقت صدقِ دل سے مسلمان ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد اُمِ معبد رضی اللہ عنہا مدینہ پہنچیں اور مشرف باسلام ہو کر حضور ﷺ کی بیعت سے سرفراز ہوئیں۔

حضور رسول کریم ﷺ کے قیامِ قدید کے متعلق ایک اور روایت ہے کہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کی ایک بکری کے حضورؐ نے تھن چھوئے اور اس کے دودھ میں برکت کی دعا مانگی۔ اس کے علاوہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے ایک دوسری بکری ذبح کی اور رسولِ کریمؐ اور ان کے ساتھیوں کو کھانا کھلایا۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کی زندگی کی دیگر تفصیلات تاریخوں میں نہیں ملتیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا

آپؓ کے نام کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ آپؓ اُمِ رومانؓ سے ہی مشہور ہیں۔

والد کا نام عامر بن عویمر (بن عبد شمس) تھا جو بنو کنانہ کے خاندان فراس میں سے تھے۔

آپؓ کا پہلا نکاح عبداللہ بن حارث سے ہوا اور انہیں کے ساتھ مکہ آ کر سکونت پذیر ہوئیں ۔عبداللہ کے صلب سے آپؓ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن حارث نے وفات پائی۔ چونکہ عبداللہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حلیف بن گئے تھے۔اس لئے ان کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ام رومانؓ سے خود نکاح کر لیا۔ جنابِ ابوبکر صدیقؓ کے صلب سے اِمِ رومانؓ کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے جو تاریخِ اسلام کی نہایت درخشندہ ہستیاں ہیں۔

جب سرورِ کائناتؐ نے تبلیغِ اسلام کا آغاز فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (بڑوں میں سے سب سے پہلے) صدائے رسالتؐ پر لبیک کہی اور ان کے ساتھ حضرت اِمِ رومان رضی اللہ عنہا بھی مشرف باسلام ہو کر سابقون الاولون میں شمار ہوئیں۔

ہجرت :۱۲ نبویؐ میں رسول کریمؐ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے ۔انہوں نے بھی حضورؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو اللہ کے بھروسے پر دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا۔

جب مدینہ پہنچ کر کچھ اطمینان ہوا تو رسولِ کریمؐ نے حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت ابورافعؓ کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ان کے ساتھ حضرت عبداللہؓ بن اریقط کو دو تین اونٹ اور زادِراہ دے کر مکہ بھیجا اور اپنے فرزند عبداللہؓ کو کہلا بھیجا کہ ام رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو اپنے ہمراہ مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ حضرت اِمِ رومانؓ، حضرت اسماءؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن ابوبکرؓ کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوئیں۔ جس وقت یہ

Marfat.com

قافلہ منیٰ پہنچا تو جس اونٹ پر حضرت امِ رومانؓ اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں بھاگ نکلا۔ حضرت امِ رومانؓ بہت مضطرب ہوئیں اور واویلا کرنے لگیں۔ خدا نے رحم کیا کہ اونٹ پکڑا گیا اور حضرت امِ رومانؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تکلیف نہ پہنچی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت امِ رومانؓ اپنے عزیزوں کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں اتریں جہاں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔

۶ ہجری میں افک کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین مدینہ کی سازش سے ناپاک تہمت لگائی گئی۔ جس میں بعض سادہ دل مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ اس کا مفصل ذکر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات میں آ چکا ہے۔ واقعہ کی صورت کچھ ایسی تھی کہ رسولِ اکرمؐ کی طبیعت مبارک بھی پُر ملال ہو گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے اپنے آقا کا ملال قیامت سے کم نہ تھا۔ دکھیا بیٹیوں کی پناہ گاہ دامانِ مادر ہی ہوتی ہے۔ حضورؐ سے اجازت لے کر گرتی پڑتی اپنے والدین کے گھر تشریف لائیں۔ یہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اوپر کی منزل میں تھے۔ حضرت امِ رومانؓ نیچے بیٹھی تھیں۔ بیٹی کو اس حالت میں آتے دیکھ کر پوچھا ''میری بچی خیر تو ہے کیسے آئیں؟'' حضرت عائشہؓ نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت امِ رومانؓ ماں تھیں دُکھ تو انہیں بھی بہت ہوا لیکن حضرت عائشہؓ کا دل رکھنے کے لئے کہا:

''بیٹی گھبراؤ نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اسے شوہر کی نظروں سے گرانے کے لئے سوتیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔''

حضرت عائشہؓ کے دل پر بنی ہوئی تھی۔ انہیں ماں کے جواب سے تسکین نہ ہوئی اور فرطِ الم سے ان کی چیخ نکل گئی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی بچی کی چیخ سن کر بالا خانے سے نیچے اترے۔ واقعہ سنا۔ رقیق القلب تو تھے ہی خود بھی رونے لگے۔ جب ذرا قرار آیا تو حضرت عائشہؓ سے کہا ''بیٹی تم اپنے گھر جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔''

جب وہ چلی گئیں تو صدیق اکبرؓ حضرت امِ رومانؓ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچے۔ ام المؤمنین رنج والم کی شدت سے بخار میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ حضرت امِ رومانؓ نے انہیں اپنی گود میں لٹا لیا۔

Marfat.com

نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد رسول کریمؐ گھر تشریف لائے اور فرمایا:

''عائشہؓ! اگر واقعی تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو خدا سے توبہ کرو۔''

حضرت عائشہؓ نے ماں باپ کی طرف دیکھا اور کہا آپؓ لوگ جواب دیں، لیکن وہ دونوں رحمتِ دو عالمؐ کے سچے شیدائی تھے۔ اپنے آقا کو پر ملال دیکھ کر اپنی بیٹیؓ کی حمایت کیسے کر سکتے تھے۔ کہنے لگے۔ ''ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔'' اب حضرت عائشہؓ صدیقہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ میں بالکل بے گناہ ہوں۔''

جب حضورؐ پر وحی نازل ہوئی جس میں قطعی طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت کر دی گئی تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا دل باغ باغ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا ''بیٹی اٹھو اور اپنے آقاؐ کے قدم لو۔''

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ''اماں جان نہ میں ان کی ممنون ہوں نہ اپنے والدین کی۔ میں صرف اپنے اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میری بے گناہی کی شہادت دی۔''

اسی سال کے آخر میں ایک یادگار واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اصحابِ صفہ میں سے تین بزرگوں کو اپنے گھر بطورِ مہمان لائے۔ پھر نبی اکرمؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ زیادہ دیر ہو گئی۔ جب گھر لوٹے تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا ''مہمانوں کو چھوڑ کر آپؓ کہاں چلے گئے تھے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا ''میں اپنے آقا و مولاؐ کی خدمت میں تھا تم مہمانوں کو کھانا کھلا دیتیں۔''

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''میں نے انہیں کھانا بھجوایا تھا لیکن ان لوگوں نے نہیں کھایا۔'' اب حضرت صدیق اکبرؓ خود کھانا لے کر گئے اور تینوں بزرگوں کو کھلایا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ تقریباً تین گنا کھانا برتنوں میں موجود رہا اور مہمان سیر ہو گئے۔ چنانچہ یہ سب کھانا اٹھوا کر رسولِ کریمؐ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رحمتِ دو عالمؐ نے خود ان کو قبر میں اتارا اور فرمایا ''جو شخص عورتوں میں حورعین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومانؓ کو دیکھے۔''

اس کے بعد حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت رحمت رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ ان کی بیوی کا نام رحمت رضی اللہ عنہا تھا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا مال و دولت اور اولاد دے رکھی تھی لیکن انہوں نے کبھی ان چیزوں میں دل نہ لگایا۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ابلیس نے انہیں دنیا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کئی بار کوشش کی لیکن ناکام رہا، بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوا۔

''اے ملعون! تو اپنے سارے شیطانی حربے استعمال کر لے لیکن میرے بندوں کو گمراہ نہ کر سکے گا۔''

ابلیس نے کہا، ''جب تو نے دنیا جہان کی تمام نعمتیں اسے دے رکھی ہیں تو وہ پھر کیوں تیرا ذکر ہر وقت نہ کرے۔ اس کے مال و جسم پر اختیار دے پھر میں دیکھوں گا وہ کیسے تیرا شکر کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس کا مطلوبہ اختیار دے دیا۔

پہلے اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام مویشی ایک وباء پھیلا کر ہلاک کر دیئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی جبیں پر شکن تک نہ آئی۔ پھر اس نے ان کی تمام کھیتیاں برباد کیں اور اناج تباہ کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام بدستور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام بچے ایک مکان میں سو رہے تھے۔ ابلیس نے اس مکان کی چھت گرا دی۔ تمام بچے واصلِ بحق ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے سُنا، تو نہایت استقلال اور صبر کے ساتھ بولے اس کی امانت تھی اس نے لے لی۔ شکر الحمد للہ!

اب ابلیس نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو جذام کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ تمام جسم پھٹ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ لوگ متنفر ہو گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام شہر سے باہر ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی جاری رہتا۔ اس حالت میں صرف ایک اللہ کی بندی یعنی ان کی بیوی حضرت رحمت رضی اللہ عنہا نے ان کا ساتھ

Marfat.com

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام برکہ اور کنیت اُمِ ایمن تھی۔

والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ جو حبش کے رہنے والے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں۔ جب انہوں نے وفات پائی تو حضورؐ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ان کی پرداخت اور پرورش کا شرف حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا ہی کو حاصل ہوا۔

جب رسول کریم ﷺ جوان ہوئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا وراثتاً حضورؐ کے حصہ میں آئیں۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح عبیدؓ بن زید سے ہوا، جو رسول اللہؐ کے صحابی تھے۔ حضرت عبیدؓ نے نہایت جانبازی سے لڑ کر جنگ حنین میں شہادت پائی۔ ان کے بعد رسول مقبولؐ نے حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے محبوب آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ سے پڑھا دیا۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلے ہجرت کر کے حبش گئیں۔ پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔

مدینہ پہنچ کر حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے جنگ احد اور جنگِ خیبر میں شرکت کی۔ وہ ان چند خواتین میں تھیں جنہیں ان غزوات میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی تیمارداری کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپؓ کے صاحبزادے ایمن بن عبیدؓ نے جنگ خیبر میں شرف شہادت حاصل کیا تو آپؓ نے نہایت صبر وضبط سے کام لیا۔

حضور رسول کریم ﷺ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کی نہایت عزت وتعظیم کرتے تھے اور

Marfat.com

فرماتے تھے ''اُمِ ایمنؓ میری ماں ہیں'' حضورؐ انہیں امّی کہہ کر خطاب فرماتے اور ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے **ھذہ بقیۃ اھلِ بیتی۔**

جب ان کے پہلے خاوند عبیدؓ بن زید نے وفات پائی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے وہ ام ایمنؓ سے نکاح کرے۔''

ایک دفعہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضورؐ سے عرض کی ''یا رسول اللہؐ مجھے سوار کر دیجئے'' حضورؐ نے فرمایا ''تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کر دوں۔'' حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا یہ مزاحِ لطیف نہ سمجھ سکیں کہا ''یا رسول اللہؐ اونٹ کا بچہ میرا بوجھ نہ سہار سکے گا اور میں اونٹ کا بچہ تو نہیں مانگتی۔''

حضورؐ نے متبسم ہو کر فرمایا ''میں تو تمہیں اونٹ کے بچہ ہی پر بٹھاؤں گا۔''

حضرت اُمِ ایمنؓ نے خیر البشرؐ کی پرورش کی تھی۔ اس لئے انہیں حضورؐ پر بہت ناز تھا۔ رسولِ کریمؐ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے شربت پیش کیا۔ حضورؐ نے کسی وجہ سے نہ پیا تو بہت ناراض ہوئیں۔

حضور رسولِ اکرمؐ کے پاس انصارِ مدینہ کے دیئے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر غلبہ حاصل ہوا تو حضورؐ نے انصارؓ کو اپنے نخلستان واپس کرنا شروع کئے۔ ان میں سے کچھ باغات حضرت انسؓ بن مالک کے بھی تھے جو حضورؐ نے ام ایمنؓ کو عطا کئے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے یہ باغات حضرت انسؓ کو واپس لوٹائے اور وہ ان کا قبضہ لینے آئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے ان کے دینے میں تأمل کیا۔ حضورؐ کو اطلاع ملی تو انہوںؐ نے ان باغات سے دس گنا زیادہ عطا فرما کر حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو راضی کر دیا۔

جب رسول کریم ﷺ نے وفات پائی تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا۔ وفورِ الم سے نڈھال ہو گئیں۔ بے اختیار روتی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمرؓ فاروق تشریف لائے۔ انہیں تسلی دی اور فرمایا ''رسولِ اکرمؐ کے لئے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔'' حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''یہ تو مجھے معلوم ہے۔ روتی میں اس لئے ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔'' یہ جواب سن کر حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔

جب فاروقِ اعظمؓ شہید ہوئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بہت روئیں اور فرمایا ''

Marfat.com

اَلْیَوْمَ وَہَنَ الْاِسْلَامُ'' آج اسلام کمزور پڑ گیا۔

حضرت انسؓ بن مالک، حنش ابنِ عبداللہؓ اور ابو یزید مدنی نے حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر سے ایمنؓ، دوسرے سے اسامہؓ۔ دونوں صحابیؓ تھے۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ نے جنگ خیبر میں شہادت پائی۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ نے بڑا درجہ حاصل کیا۔ حضورﷺ ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد

آپؓ کا نام فاطمہ تھا۔ والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔

رسولِ کریم ﷺ کے جَد حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں۔

رسولِ کریم ﷺ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؓ سے نکاح ہوا۔ انہیں سے شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے۔ گویا آپؓ خیر البشر ﷺ کی حقیقی چچی اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی خوشدامن تھیں۔

آپؓ پہلی ہاشمی عورت تھیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔

جب رسولِ اکرمؐ نے تبلیغِ حق کا آغاز فرمایا تو بنی ہاشم نے ان کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے بھی فوراً حق کی آواز پر لبیک کہی اور سابقون اولون میں شمار ہوئیں۔

ان کے فرزند حیدرِ کرارؓ رسول اللہؐ کے دست و بازو بنے اور شوہر جاں نثار سرپرست، بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب آخر دم تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تأمل ہے۔ جس شخص نے نہایت نامساعد حالات میں بھی اپنے یتیم بھتیجے کی سرپرستی سے ہاتھ نہ اٹھایا جس کے صلب سے حیدرِ کرارؓ جیسا فرزند پیدا ہوا اور جس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد جیسی جلیل القدر رفیقۂ حیات ملیں، وہ مشرک کیسے رہ سکتا تھا؟ حضرت ابو طالبؓ نے جس بے لوثی اور وفاداری کے ساتھ آخرِ دم تک حضورؐ کی سرپرستی کی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صالح فطرت عطا کی تھی۔ بھلا ایسا نیک نہاد اور نیک فطرت انسان نعمتِ اسلام سے کیسے محروم رہ سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض مصالح کے پیشِ نظر انہوں نے اپنا آبائی مذہب اعلانیہ ترک نہ کیا۔ پھر بھی اکثر مؤرخین متفق ہیں کہ اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت ابو طالبؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی فرماتی رہیں۔ رسول کریمؐ نے ان کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی۔

" لم یکن احد بعد ابی طالب ابر بی منھما "

ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا۔

جب عام مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ملا تو آپؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔ یہاں آپؓ کے فرزند جناب علی مرتضیٰؓ کا رسول اللہ کی لخت جگر زہرا بتولؓ سے نکاح ہوا۔ اس موقع پر زوجِ بتولؓ نے اپنی والدہ فاطمہ ﷺ بنت اسد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

'' میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپؓ کی مدد کریں گی۔''

رسول کریمؐ اکثر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد سے ملنے آتے اور ان کے گھر آرام فرماتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے مدینہ منورہ میں رسولِ کریمؐ کی حیات مبارک میں ہی وفات پائی۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن دیا اور تدفین سے پہلے قبر میں خود کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ '' ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے مہربانی نہیں کی۔ میں نے ان کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی کہ جنت میں بہشتی لباس ان کو پہنایا جائے اور قبر میں لیٹ گیا تا کہ شدائد قبر میں آسانی ہو۔''

آپؓ کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں۔ طالبؓ، عقیلؓ، جعفر طیارؓ، علی کرم اللہ وجہہ، اُمِ ہانیؓ، جمانہؓ اور ربطہؓ۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا اسمِ گرامی نسیبہؓ تھا لیکن تاریخ میں اپنی کنیت "اُمِ عمارہ" ہی سے مشہور ہیں۔ انصاریہ تھیں اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔

ہجرتِ نبویؐ سے تقریباً ۴۰ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

آپؓ کی شادی اپنے ابنِ عم زید بن عاصم سے ہوئی۔ ان سے دو لڑکے عبداللہؓ اور حبیبؓ پیدا ہوئے۔ زید کی وفات کے بعد آپؓ کا نکاح عربہ بن عمرو سے ہوا۔ ان سے بھی دو بچے پیدا ہوئے۔

جب رسول کریم ﷺ نے ظلمتِ عرب کو نورِ اسلام سے منور کرنے کا آغاز کیا تو کفار نے ان کے راستے میں مشکلات و مصائب کے پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ بالخصوص اہل مکہ نے تو صدائے حق کو دبانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن کفار کی ان کوششوں کے باوجود سرورِ کائنات کا آوازۂ حق دور و نزدیک پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے اکثر باشندوں نے بڑی صالح فطرت پائی تھی۔ جب وہاں یہ خبر پہنچی کہ مکہ کے قبیلہ قریش کے معزز ترین خاندان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کی راست گوئی، دیانت داری اور پاکبازی کا دوست دشمن سب کو اعتراف ہے۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور اللہ کا سچا رسولؐ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ نیک فطرت مدنیوں کے قلوب متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ ۱۱ ہجری نبوت میں حضورؐ کے ارشادات سن کر مدینہ کے ۶ آدمیوں کے سینے نور اسلام سے جگمگا اٹھے۔ انہوں نے خود بھی اسلام قبول کر لیا اور دوسرے لوگوں میں بھی تبلیغ شروع کر دی۔ دوسرے سال ۶ اور نیک بندے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان ۱۲ سعید روحوں کے ساتھ حضرت مُصعبؓ بن عمیر کو مدینہ روانہ کیا تاکہ وہاں تبلیغ حق کا فریضہ پوری تندہی سے انجام دیں۔ حضرت مُصعبؓ بن عمیر اور ۱۲ مدنی مسلمانوں کی پُر خلوص کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے لوگ بڑی تیزی سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ پہلے پہل جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں خاندان نجار بھی

Marfat.com

تھا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اسی خاندان کی ایک رکن تھیں ۔ اس لئے انہیں سابقون الاولون میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سن ۱۳ انبوتؐ میں ۷۳ مرد اور عورتیں مدینہ سے حضورؐ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور حج کے تین دن بعد ایک پہاڑی کی گھاٹی (عقبہ) کے نیچے نبی اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان دو عورتوں میں ایک منیع اور دوسری اُمِ عمارہؓ تھیں۔ اُمِ عمارہؓ کے شوہر عربہؓ بن عمرو بھی اس مقدس قافلہ میں شامل تھے۔ رسولِ کریمؐ نے ان لوگوں کو اللہ کا پیغام اپنے مخصوص انداز میں سنایا۔ جوں جوں یہ لوگ ارشاداتِ رسولؐ سنتے تھے۔ انہیں محسوس ہوتا تھا کہ مسرت اور اطمینان کا ایک سیلاب ہے جو انہیں بہائے لئے جا رہا ہے۔ سب نے نہایت خلوص کے ساتھ رسول کریمؐ سے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمارے شہر میں تشریف لے چلیں تا کہ سب لوگ نورِ رسالتؐ سے پوری طرح مستفیض ہوں۔"

حضورؐ نے پوچھا "جب تمہارے شہر میں جا بسوں تو کیا تم لوگ اپنی جان و مال اور اولاد کے ساتھ میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔"

اہلِ مدینہ نے جواب دیا "یا رسولؐ اللہ ہمیں اس کا اجر کیا ملے گا؟"

حضورؐ نے فرمایا "خلدِ بریں"

اب اہلِ مدینہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمیں کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔"

حضورؐ نے فرمایا "ہرگز نہیں۔ میرا جینا اور میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔"

اتنا سنتے ہی یہ عاشقانِ نبیؐ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے۔ سب نے سرورِ کائنات ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ اگر حضور ﷺ مدینہ تشریف لے چلیں تو ہم اپنی جان و مال اور اولاد سب کچھ راہِ حق میں قربان کر دیں گے۔"

اسی عہد پر حضورؐ نے اُمِ منیعؓ اور اُمِ عمارہؓ سے بھی بیعت لی۔ اگر چہ ان سے ہاتھ نہیں ملایا، کیونکہ رسالت مآبؐ خواتین سے ہاتھ ملانے سے اجتناب فرماتے اور ان کا زبانی عہد ہی بیعت کے لئے کافی سمجھتے۔

ہجرتِ نبویؐ کے تیسرے سال مسلمانوں کو احد کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ بھی اپنے نامدار شوہرؓ اور دو بیٹوں عبداللہؓ اور حبیبؓ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں۔ جب تک

Marfat.com

مسلمان فتح یاب رہے، آپؓ مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر مجاہدینِ اسلام کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ جب چند مسلمانوں کی ایک نادانستہ غلطی کی وجہ سے مجاہدین انتشار کا شکار ہو گئے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ گنتی کے چند مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عظیم جمعیت کے مقابلہ پر میدان میں رہ گئے۔ سرورِ کائناتؐ کے ان مقدس جاں نثاروں میں حضرت اُمِ عمارہؓ نے شمع رسالتؐ پر فدا ہونے کا تہیہ کر لیا۔ انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور خیر البشرؐ کے لئے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار بھی اس دن شمعِ رسالتؐ بجھانے پر تلے ہوئے تھے۔ بار بار یورش کر کے حضور ﷺ کی طرف بڑھتے۔ حضرت اُمِ عمارہؓ پہلے تو انہیں چند نفوس قدسی کے ہمراہ تیر اور تلوار سے روکتیں۔ جب کوئی سوار قریب آ کر حملہ آور ہوتا تو اس کا وار اپنی ڈھال پر روکتیں اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر ایسا بھر پور ہاتھ مارتیں کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ رہتے۔ اب نبی کریم ﷺ ان کے بیٹے عبداللہؓ کو آواز دیتے۔ وہ دوڑ کر اپنی ماں کے پاس پہنچتے اور دونوں ماں بیٹے مل کر حملہ آور کافر کو جہنم واصل کر دیتے۔

رسول کریمؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ ”غزوۂ احد میں اُمِ عمارہؓ کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے دیکھتا تھا۔“

یکا یک ایک بد بخت نے دُور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس سے رسالت مآب ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ شمعِ نبوتؐ کے پروانے مضطرب ہو کر ادھر متوجہ ہوئے تو ابن قمیہ نامی ایک کافی درّاتا ہوا حضورؐ کے قریب پہنچ گیا اور تلوار کا ایک تند وار کیا۔ حضورؐ خود پہنے ہوئے تھے۔ ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی اس کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں اور وہاں سے خون کی دھاریاں پھوٹ نکلیں۔ یہ سب کچھ چشمِ زدن میں ہو گیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ بے تاب ہو گئیں اور بڑھ کر ابن قمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شہسوار تھا لیکن حضرت اُمِ عمارہؓ ذرا بھی نہ گھبرائیں اور اس پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ اگر وہ زرہ نہ پہنے ہوتا تو اس جانبازہ مجاہدہؓ کے وار سے ختم ہو گیا ہوتا لیکن اس کی دوہری زرہ آڑے آئی اور اس نے پلٹ کر حضرت اُمِ عمارہؓ پر تلوار کا ایک بھر پور وار کیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ابن قمیہ کو بھی پھر ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ تیزی سے گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے زخم سے بڑی تیزی سے خون نکل رہا تھا۔ رسولِ کریمؐ نے ان کے زخم پر خود پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام

Marfat.com

لے لے کر فرمایا "آج اُمِ عمارہؓ نے ان سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔"

حضرت اُمِ عمارہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میرے لئے دعا فرمایئے کہ جنت میں بھی حضورؐ کی معیت اور قرب نصیب ہو۔"

حضورﷺ نے نہایت خشوع و خضوع سے ان کے لئے دعا مانگی۔

ما ابالی ما اصابنی من الدنیا

یعنی اب دنیا میں مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں

جنگِ احد میں حضرت اُمِ عمارہؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ بھی زخمی ہوئے۔ آپؓ نے خود اپنے ہاتھوں ان کا زخم باندھا اور پھر فرمایا "بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑو۔"

حضور رسولِ کریمؐ نے فرمایا "اے اُمِ عمارہؓ جتنی طاقت تجھ میں ہے کسی اور میں کہاں ہوگی؟"

جنگِ احد کے بعد آپؓ نے بیعت الرضوان، جنگِ خیبر، غزوۂ حنین اور فتح مکہ میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا۔

یمامہ کے قبیلے بنو حنیفہ کا ایک شخص مسیلمہ بن حبیب ۱۰ ہجری میں مدینہ منورہ پہنچا اور رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا لیکن جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو حرص و آز میں اندھا ہو کر مرتد ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے حضرت محمدؐ نے اپنی نبوت میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ اس کے بعد اس نے سرورِ کائنات کی خدمت اقدس میں یہ خط بھیجا۔

"مسیلمہ رسولِ خدا کی طرف سے محمدؐ رسول خدا کے نام!

السلام علیک۔ "میں آپؐ کے کام میں شریک ہوا اور نصف ملک میرے لئے اور نصف قریش کے لئے قرار پایا لیکن قریش ایک زیادتی پسند قوم ہے۔"

حضورﷺ نے مسیلمہ کو یہ جواب لکھوایا

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

"جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد تجھ کو معلوم ہو کہ ملک خدا کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کے لئے ہے۔"

Marfat.com

اس خط و کتابت کے جلد ہی بعد رسول کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اب مسیلمہ کھل کھیلا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں اس نے بڑے زور و شور سے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بنو حنیفہ کے رؤسا میں سے ایک شخص نہار الرجال ایاس بن عنفوہ، کافی عرصہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں رہا تھا اور حضورؐ نے اسے اہلِ یمامہ کا معلم یا نقیب اسلام مقرر کر کے بھیجا تھا۔ بد قسمتی سے یہ شخص بھی مرتد ہوگیا اور مسیلمہ کا داعی اور حامی بن گیا۔ اس نے ایک جھوٹی حدیث گھڑ کر لوگوں کو سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے سامنے فرمایا ہے کہ مسیلمہ میری نبوت میں شریک ہے۔ اس جھوٹی حدیث کو سن کر بہت سے لوگوں نے مسیلمہ کذاب کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ تقریباً ۴۰۰۰۰ جنگجو آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔ اب اس نے اپنے مخالفین کو بڑی اذیتیں پہنچانی شروع کر دیں۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے فرزند حبیبؓ بن زید عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ مسیلمہ کذاب کے آدمیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ جب وہ مسیلمہ کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ان سے سوال کیا "کیا تم محمدؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہو۔" انہوں نے جواب دیا "بے شک" مسیلمہ نے کہا نہیں کہو "مسیلمہ خدا کا رسول ہے۔" آپؓ نے نہایت سختی اور حقارت سے انکار کر دیا۔ ظالم مسیلمہ نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہو "مسیلمہ رسول اللہ ہے۔" جواں مرد حبیبؓ نے پھر انکار کیا۔ مسیلمہ غضبناک ہوگیا اس نے ان کا ایک ایک بند کٹ کرا اپنی نبوت کے ماننے پر اصرار کیا، لیکن اس مردِ حق کے پائے ثبات راہِ حق سے ذرا بھی نہ ڈگمگائے اور "محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں" پکارتا ہوا اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

وہ پاک نفس مجاہد جس نے اُمِ عمارہؓ کا دودھ پیا تھا، ایک کذاب کو کیسے رسول مان سکتا تھا۔ جب حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اپنے فرزند کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجا لائیں لیکن عہد کر لیا کہ مسیلمہ سے ضرور اس ظلم کا بدلہ لیں گی۔

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی پر مامور کیا تو حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت خالدؓ کی فوج میں شامل ہوگئیں۔ مسیلمہ نے بھی مقابلہ کی زبردست تیاری کی۔ اس نے بنو حنیفہ اور اپنے دوسرے حامیوں کی قبائلی عصبیت کو خوب بھڑکایا اور ۴۰۰۰۰ جنگجوؤں

Marfat.com

دیا۔انہوں نے اپنے شوہر کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔ زخم دھوتیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا اور ان کا پیٹ پالتیں۔ایک دن ابلیس ایک طبیب حاذق کی صورت میں انہیں ملا اور کہا ''جب تک تمہارا شوہر خنزیر کا گوشت کھا کر اوپر سے شراب کا پیالہ نہ پیئے گا اس کا مرض نہیں جا سکتا۔'' حضرت رحمت رضی اللہ عنہا یہ اشیاء مہیا کر کے حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے لے گئیں۔انہوں نے فرمایا:

''بیوقوف! یہ شیطانِ لعین تھا تم نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا اور یہ حرام چیزیں لا کر میرا ایمان خراب کرنے لگی ہو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو اس قصور کی پاداش میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔''

حضرت رحمت رضی اللہ عنہا بہت شرمندہ ہوئیں۔ معافی مانگی اور پھر شوہر کی خدمت میں مصروف ہو گئیں۔آخر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضرت ایوب علیہ السلام کو کہا، اپنا پاؤں زمین پر مارو! آپؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔آپؑ نے اس میں غسل کیا تو تمام جسم کندن کی طرف صاف ہو گیا۔ پھر حکم ہوا کہ اس نیک و پاک دامن بیوی کو سو سینکوں کی جھاڑو مار دو! تمہاری قسم پوری ہو جائے گی ۔حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور اولاد عطا فرمائی۔

☆☆☆

Marfat.com

کو حضرت خالدؓ بن ولید کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی ۔مسلمانوں کی تعداد مرتدین کا ایک چوتھائی بھی نہیں تھی، لیکن دینِ حق کی خاطر وہ اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج کا منہ پھیر دیا۔ اب مسیلمہ کے بیٹے شرجیل نے اپنے قبیلے کو خطاب کر کے کہا" اے بنو حنیفہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ آج قومی غیرت وحمیت کا دن ہے اگر تم نے شکست کھائی تو تمہارے اہل وعیال پر مسلمان قبضہ کر لیں گے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ مرو۔"

شرجیل کی اس تقریر نے بجلی کا کام کیا اور بنو حنیفہ اس شدت سے لڑے کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ مسلمانوں کو اب تک سخت لڑائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب حضرت خالدؓ بن ولید نے مسلمانوں کے تمام قبائل کو الگ الگ کر دیا اور اعلان کیا کہ ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے لڑے تا کہ پتہ چل جائے کون راہِ حق میں آج ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اس تدبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہر ایک قبیلے نے شجاعت اور ثابت قدمی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی اور اس جانبازی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج اپنے متواتر و مسلسل خوفناک حملوں کے باوجود انہیں پیچھے نہ دھکیل سکی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے تجربہ کار افسران شہید ہو گئے جن میں حضرت زید بن خطابؓ، حضرت ابو حذیفہؓ، حضرت ثابتؓ بن قیس وغیرہ بھی شامل تھے لیکن ان کے پایۂ ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اب مسیلمہ کی فوج پیچھے ہٹی اور اس نے باغ حدیقۃ الرحمٰن میں گھس کر اندر سے پھاٹک بند کر لیا۔ حضرت براٗ بن مالکؓ دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود پڑے اور نہایت شجاعت کے ساتھ لڑتے بھڑتے باغ کے دروازے پر پہنچ گئے اور پھاٹک اندر سے کھول دیا۔ اب مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شروع سے لے کر اب تک بڑی شدت کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ بار بار زخم کھاتی اور دشمنوں کی صفیں الٹتی مسیلمہ تک پہنچنے کوشش کرتیں لیکن بنو حنیفہ کی آہنی دیوار راستے میں حائل ہو جاتی۔ حضرت خالدؓ بن ولید مسیلمہ کو جہنم واصل کرنے کی تاک میں تھے لیکن موقع ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ اس وقت ۱۲۰۰ کے قریب مسلمان جامِ شہادت نوش کر چکے تھے لیکن ۹۰۰۰ کے قریب مرتدین بھی قتل ہو چکے تھے اور لڑائی کا رخ پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ اب مسیلمہ جان بچا کر بھاگنے کی فکر میں تھا کہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے اسے تاک لیا اور زخم پر زخم کھاتی اپنی برچھی سے صفیں الٹتی

Marfat.com

اس کی طرف بڑھیں ۔ اس کوشش میں انہیں ۱۱ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا چاہتی تھیں کہ اتنے میں دو تلواریں اس پر ایک ساتھ پڑیں اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے پہلو میں اپنے فرزند عبداللہؓ کو کھڑے پایا اور قریب ہی وحشی (قاتلِ حمزہؓ) کھڑے تھے۔ وحشی نے اپنا برچھا مسیلمہ پر پھینکا تھا اور حضرت عبداللہؓ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کے قاتل اور مسلمانوں کے اس بدترین دشمن کی موت پر سجدۂ شکر بجا لائیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور دوسرے صحابہ کرامؓ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور قدر و قیمت جانتے تھے۔ انہوں نے بڑی تندہی سے ان کا علاج کرایا اور کچھ عرصہ بعد ان کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ اگرچہ ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے خدا کی راہ میں داغِ جدائی دے گیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے سال رحلت کے بارے میں تمام تاریخیں خاموش ہیں۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں بھی زندہ تھیں اور انہی کے عہدِ خلافت میں انہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں ایک دفعہ مالِ غنیمت میں ایک نہایت قیمتی زر کا دوپٹہ بھی آیا۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ یہ دوپٹہ عبداللہؓ بن عمرؓ کی اہلیہ کو دے دیا جائے اور بعض نے کہا اُمِ کلثومؓ بنت علیؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں اس کی سب سے زیادہ مستحق اُمِ عمارہؓ ہیں کیونکہ احد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

ما التفت یوم احد یمینا و لا شمالا الا و ارھا تقاتل دونی

(یعنی احد کے دن میں جدھر دیکھتا اُمِ عمارہؓ ہی اُمِ عمارہؓ لڑتی نظر آتی تھیں)

چنانچہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے وہ دوپٹہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جو حارثؓ بن عبداللہ، اسعدؓ، عبادؓ بن تمیم بن زیدؓ، لیلیٰ (کنیز) اور عکرمہؓ سے مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو بن الشرید

آپؓ کا نام تماضر اور خنساء لقب تھا جو عربی زبان میں ہرنی کو کہتے ہیں۔ بہت چست ہوشیار اور خوبرو تھیں۔ اس لئے اس لقب سے مشہور ہوئیں۔

نجد کی رہنے والی تھیں اور قبیلۂ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے قبیلۂ سلیم کے ایک شخص رواحۃ بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اس کی موت کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابوعامر سے ہوا۔

حضرت خنساءؓ کے بچپن کے حالات تو معلوم نہیں لیکن اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ ان کی پرورش کسی بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ عنفوانِ شباب ہی میں شعروسخن کے نہایت اعلیٰ ذوق اور عربی ادب پر کامل عبور نے ان کی شہرت چاروں طرف پھیلا دی۔ شروع شروع میں وہ کبھی کبھار دو چار شعر کہہ لیا کرتیں۔ انہی دنوں ان کے قبیلہ کی بنو اسد کے ساتھ جنگ ہوگئی۔ اس جنگ میں ان کا بھائی صخر جس سے وہ بے پناہ محبت کرتی تھیں، شدید زخمی ہوا۔ حضرت خنساءؓ نے کئی ماہ تک بڑی تندہی سے اس کی تیمارداری کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ صخر بڑا شجاع، عاقل اور خوبصورت جوان تھا۔ حضرت خنساءؓ کو اسکی موت سے شدید صدمہ پہنچا۔ ان کے دل و دماغ میں ایک آگ بھڑک اٹھی جس نے نہایت دردناک مرثیوں کی شکل اختیار کر لی۔ انہوں نے صخر کے فراق میں ایسے ایسے دل سوز اور جانگداز مرثیے کہے کہ جو سنتا، اشکبار ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ان مرثیوں نے انہیں سارے عرب میں مشہور کر دیا اور نہ صرف عام لوگ بلکہ ان کے ہم عصر شعراء بھی ان کی استادی کا لوہا مان گئے۔

زمانۂ جاہلیت میں تمام اہلِ عرب ربیع الاول سے لے کر ذیقعدہ کے مہینہ تک مختلف مقامات پر بڑی دھوم دھام سے میلے لگاتے تھے۔ بازارِ عکاظ کا میلہ ان میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس میلے میں عرب قبائل کے تمام رؤوسا اور ہر قسم کے اہلِ ہنر و فن شامل ہوتے۔ قبائل کے

Marfat.com

نئے سردار چنے جاتے اور ہر قسم کے باہمی تنازعات کا فیصلہ ہوتا۔ غرض یہ میلہ ہر لحاظ سے نہایت اہم اور مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ عرب کے کونے کونے سے ہر چھوٹا بڑا شاعر اس میں شریک ہوتا اور لوگوں کو اپنا کلام سناتا۔ حضرت خنساءؓ بھی بازار عکاظ کے اس عظیم اجتماع میں ضرور شرکت کرتیں۔ جب ان کی آمد آمد ہوتی تو لوگ اس طرف ٹوٹ پڑتے اور ان کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال کر مرثیے سنانے کے لئے اصرار کرتے۔ جب وہ اپنے کسی مرثیہ کے چند اشعار پڑھتیں تو سامعین فرطِ رنج والم سے دھاڑیں مار مار کر روتے اور یہ سامعین کون ہوتے تھے۔ نہایت سنگ دل اور خوفناک جنگجو، جن کے لئے قتل و غارت محض ایک کھیل تھا۔ حضرت خنساءؓ کے اشعار سن کر ان کے دل بھی پگھل جاتے اور سیلِ اشک ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتا۔ یہ سیلِ اشک ان میں جذبۂ انسانیت بیدار کرنے کا باعث بنتا۔

حضرت خنساءؓ کو اپنی زبان کے صرف و نحو پر کمال درجہ کا عبور حاصل تھا۔ وہ مرثیہ گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ بازارِ عکاظ میں ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے تھے۔

''ارثی العرب'' یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو''

حضرت خنساءؓ نے اپنے بھائی صخر کی یاد میں جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''اے میری آنکھو! سخاوت اختیار کرو اور بخل سے کام نہ لو۔
کیا تم صخر جیسے سخی پر نہیں روتیں۔
کیا تم اس شخص پر نہیں روتیں جو نہایت جری اور جوانِ رعنا تھا۔
کیا تم اس سردار پر نہیں روتیں جو سرو قد تھا اور جس کا پرتلہ بڑا لمبا تھا۔
جو کمسنی میں ہی اپنے قبیلے کا سردار بن گیا۔
قوم نے اس کی طرف اپنے ہاتھ دراز کئے تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کر لئے
اور ان بلندیوں پر پہنچ گیا جو لوگوں کے ہاتھوں سے بھی بلند تھیں۔
اور اسی عزت و عظمت کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

Marfat.com

بزرگی اس کے گھر کا راستہ دکھاتی ہے۔
اگر شرافت اور عزت کا ذکر آئے تو دیکھو گے کہ صخر نے عزت کی چادر
اوڑھ لی ہے۔
صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتداء کرتے ہیں، گویا وہ ایک پہاڑ ہے۔
جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔''

بازار عکاظ میں عرب کا عظیم ترین شاعر نابغہ زبیانی بھی آتا تھا۔ سوق عکاظ میں ایک سرخ رنگ کا خیمہ اس کے لئے لگایا جاتا جو سارے میلے میں منفرد ہوتا۔

نابغہ اپنے دور کے شاعروں میں مسلم الثبوت استاد مانا جاتا تھا اور بڑے بڑے نامی شعراء اسے اپنے اشعار سنانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جب حضرت خنساءؓ پہلی مرتبہ بازار عکاظ میں آئیں اور ان کے اشعار نابغہ نے سنے تو بے اختیار پکار اٹھا۔

'' واقعی تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے ۔ اگر میں اس سے پہلے
ابوبصیر (اعشیٰ) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس زمانے کے تمام شعراء پر
فضیلت دیتا۔''

تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعر پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔

حضرت خنساءؓ کا آغاز پیری تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا۔ عرب کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے جگمگانے لگا۔ مکہ کے اکثر بدبخت لوگوں نے اس نورِ ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں بلکہ پھونکوں سے اس چراغ کو بجھانے دوڑے۔ ادھر مدینہ کے پاک نفس لوگوں کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی کہ اس متاعِ بے بہا کے میزبان بنیں۔ چنانچہ جب حضورؐ نے یثرب کی ہجرت فرمائی تو پیغامِ حق بڑی تیزی سے عرب قبائل کے کانوں میں پہنچنے لگا۔ حضرت خنساءؓ کے کانوں میں بھی اس پیغام کی بھنک پڑی۔ حساس اور صالح فطرت تھی۔ دل و دماغ کی دنیا بدل گئی۔ اپنے قبیلے کے چند لوگوں کو ساتھ لیا اور منزلوں پر منزلیں مارتی سرکارِ دوعالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس نعمت لازوال سے بہرہ اندوز ہوئیں جس نے انہیں خلدِ بریں کا حقدار بنا دیا۔ آقائے دو جہاںؐ بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنا کئے اور اظہارِ حیرت

Marfat.com

فرماتے رہے۔

اس کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس تشریف لے گئیں اور لوگوں کو پیغامِ رسالتؐ پہنچا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت خنساءؓ کبھی کبھار حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتیں۔ ان کے سر پر ہمیشہ بالوں کا ایک گچھا بندھا ہوتا جو عرب میں انتہائے غم کا مظہر ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس طرح کا سر بند باندھ کر سوگ منانا اسلام میں منع ہے۔ حضرت خنساءؓ نے جواب دیا۔

''ام المومنینؓ اس سر بند باندھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔''

حضرت عائشہؓ نے پوچھا ''وہ کیا؟''

حضرت خنساءؓ نے کہا ''ام المومنین میرا خاوند انتہائی فضول خرچ اور قمار باز تھا۔ اس نے اپنا تمام زر و مال جوئے میں ہار دیا اور ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ جب میرے بھائی صخر کو میری حالت کا پتہ چلا تو اس نے اپنے تمام مال کا بہترین نصف مجھے دے دیا۔ جب میرے شوہر نے اسے بھی ضائع کر دیا تو میرے بھائی نے اپنا بقایا مال کا بہترین نصف پھر مجھے دے دیا۔ صخر کی بیوی اس پر معترض ہوئی کہ تم اپنے مال کا بہترین حصہ اپنی بہن کو دیتے ہو اور اس کا شوہر اسے قمار بازی میں تلف کر ڈالتا ہے۔ یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا؟

میرے بھائی نے جواب دیا ''خدا کی قسم میں اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا۔ وہ پاک دامن ہے اور میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اس کے عار و ننگ کا لحاظ رکھوں۔ اگر میں مر جاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی والی چادر میرے غم میں چاک کر ڈالے گی اور میرے غم میں اپنے سر پر بالوں کا سر بند باندھے گی۔''

چنانچہ یہ سر بند اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھتی ہوں۔''

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں فتنۂ ارتداد کے شعلے عرب کے کونے کونے میں بھڑک اٹھے۔ حضرت خنساءؓ نے نہایت مضبوطی سے دامنِ اسلام تھامے رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں قادسیہ کی خوفناک جنگ پیش آئی جس نے ایران کی قسمت کا بڑی حد تک فیصلہ کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت خنساءؓ باوجود پیرانہ سالی کے اپنے چار مجاہد فرزندوں سمیت شریک ہوئیں اور

Marfat.com

یہ ان کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔

۱۳ ہجری میں جب حفاظتِ قوم اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اسلامی فوجیں ایران پر حملہ آور ہوئیں اور ایرانی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیں تو ایرانی قوم کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ انہوں نے اپنی ملکہ تختِ حکومت سے اتار کر جواں سال یزدگرد کو اپنا حکمراں بنایا اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے پوری قوت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے تجربہ کار سپہ سالار رستم نے ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا۔ ادھر عرب میں حضرت عمرِ فاروقؓ نے اعلانِ جہاد کر دیا اور تقریباً تیس ہزار مجاہدینِ اسلام کی فوج میں حضرت خنساءؓ بھی اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ شامل تھیں۔ قادسیہ کے میدان میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے معمول کے مطابق رستم کے پاس سفیر بھیج کر اسلام، جزیہ یا تلوار کی پیش کش کی۔

رستم نے تلوار یعنی جنگ کو ترجیح دی اور غضبناک ہو کر کہا ''میں سارے عرب کو برباد کر دوں گا۔''

چنانچہ رمضان ۱۴ ہجری میں قادسیہ کے میدان میں ایک خونریز جنگ لڑی گئی جو تین دن تک جاری رہی اور دنیا کی سخت ترین اور فیصلہ کن جنگوں میں شمار ہوئی۔

جس صبح لڑائی کا آغاز ہوا اس سے پہلی رات اور بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق عین آغازِ جنگ سے قبل حضرت خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کے سامنے ایک مؤثر تقریر کی۔ فرمایا:

> ''پیارے بیٹو! تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا اور اپنی خوشی سے ہجرت کی، ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی بوڑھی ماں کو فارس کے آگے لا کر ڈال دیا۔ خدائے واحد کی قسم اپنے ماں اور باپ کے جائز اور سچے فرزند ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ تمہارا نسب بیداغ ہے اور تمہارا حسب بے عیب ہے۔ یاد رکھو یہ دنیائے فانی عالم ابدی کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:
>
> **یا ایها الذین امنوا اصبروا وصابروا و رابطوا والتقوا الله لعلکم تفلحون .**

یعنی اے مسلمانو! (ان تکالیف کو جو راہِ حق میں تمہیں پیش آئیں) برداشت کرو اور

Marfat.com

ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ مراد کو پہنچو۔ (آل عمران پارہ لن تنالو۴)

جب تم دیکھو کہ جنگ کے شعلے پوری تیزی سے بھڑک اٹھے ہیں تو لڑائی میں گھس پڑو اور خوب لڑو اور رب ذوالجلال سے فتح ونصرت کے امیدوار رہو۔ انشاء اللہ آخرت میں سرخرو ہو گے۔ اب جہاد کی تیاری کرو۔"

چنانچہ جب لڑائی پورے جوش پر آئی۔ حضرت خنساءؓ کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں ایک ساتھ تھام کر میدانِ جنگ میں کود پڑے اور جس طرف جھکے ایرانیوں کے پرّے کے پرّے صاف کر دیئے۔ اپنی جلیل القدر ماں کی تقریر نے ان کے قلوب میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر لڑ رہے تھے کہ سینکڑوں ایرانیوں نے نرغہ میں لے کر شہید کر دیا۔ ان نونہالوں کے اسمائے گرامی یہ تھے:

حضرت عبداللہؓ، حضرت ابوشجرؓ، حضرت زیدؓ، حضرت معاویہؓ

جب حضرت خنساءؓ کو چاروں فرزندوں کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرمایا:

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے فرزندوں کو اپنی راہ میں قربان کرنے کی سعادت نصیب کی۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔"

حضرت خنساءؓ کے بچوں سمیت تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار مسلمانوں نے اس جنگ میں جامِ شہادت پیا اور یوم لامارث۔ یوم الاغواث اور یوم العماس کے خونریز معرکوں کے بعد ایرانی فوج کو شکست فاش دی، رستم بھاگتا ہوا مارا گیا اور ایرانیوں کی قسمت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی۔

حضرت خنساءؓ کے مجاہد فرزندوں کے نام دو سو درہم فی کس سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی شہادت کے بعد یہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام منتقل کر دیا۔

اسلام کی اس جلیل القدر خاتونؓ نے جنگِ قادسیہ کے دس سال بعد ۲۴ ہجری میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

آپؓ کا نام تاریخوں میں درج نہیں ہے۔اپنی کنیت اُمِ ورقہؓ ہی سے مشہور ہیں۔ باپ کا نام عبداللہ بن حارث تھا جو انصار کے کسی قبیلے سے تھے۔

جب نبی اکرمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوگئیں اور رسول کریمؐ کی بیعت کی۔

جب غزوۂ بدر کی تیاری ہونے لگی تو حضرت اُمِ ورقہؓ نے رسولِ کریمؐ سے اجازت مانگی کہ مجھے بھی لڑائی میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ ممکن ہے خدا مجھے شہادت نصیب کرے۔

حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''تم گھر میں رہو۔ خدا تم کو یہیں شہادت عطا فرمائے گا۔'' یہ ایک پیش گوئی تھی جو حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں پوری ہوئی۔

حضرت اُمِ ورقہؓ قرآن حکیم پڑھی ہوئی تھیں۔حضورؐ نے انہیں گھر کی عورتوں کا امام بنایا ہوا تھا اور ایک مؤذن بھی ان کی درخواست پر مقرر فرمایا تھا۔آپؓ عورتوں کی امامت کرتیں اور راتوں کو قرآن پڑھتیں۔

ایک دفعہ حضرت اُمِ ورقہؓ نے اپنے ایک غلام اور ایک لونڈی سے فرمایا ''میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو''۔ ان دونوں کی نیت خراب ہوگئی اور حضرت اُمِ ورقہؓ کے وعدے کا قبل از وقت فائدہ اٹھانا چاہا۔ رات کو دونوں بدبختوں نے ایک چادر ڈال کر اپنی مالکہ کو شہید کر ڈالا اور بھاگ گئے۔ یہ حضرت عمرِ فاروقؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ صبح ہوئی تو فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا ''آج خالہ ورقہؓ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آئی۔ معلوم نہیں ان کی طبیعت کا کیا حال ہے؟''

Marfat.com

اس کے بعد حضرت اُمِ ورقہؓ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا تو ایک گوشے میں چادر میں لپٹی ہوئی شہید پڑی ہیں۔ بہت صدمہ ہوا اور فرمایا "خدا کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا کہ تم گھر میں شہید ہوگی۔" اس کے بعد واپس آ کر لوگوں کو یہ افسوسناک خبر سنائی اور قاتلوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ یہ پہلے مسلمان تھے جنہیں مدینہ منورہ میں پھانسی کی سزا ملی۔

حضور رسولِ کریم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں وقتاً فوقتاً حضرت اُمِ ورقہؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کرتے تھے "آؤ! شہیدہ کے گھر چلیں۔" گویا حضرت اُمِ ورقہؓ کی شہادت صداقتِ رسول کا ایک زبردست نشان بنی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنتِ مزاحم

قرآنِ کریم میں آپ کو "اِمْـرَأَتَ فِـرْعَوْنَ" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ آپؓ کا نام آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم تھا۔ آپ اس فرعون کی بیوی تھیں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے واسطہ پڑا۔ ایک عظیم المرتبت ملکہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں دینِ حق قبول کرنے کی توفیق دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش انہی کے زیرِ سایہ ہوئی۔ اس کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ فرعونِ مصر ایک باجبروت بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا بھر کی نعمتیں باافراط دے رکھی تھیں لیکن اپنے خالق اور منعم کا شکرگزار ہونے کی بجائے وہ طاقت اور دولت کے نشے میں بدمست ہو گیا اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے نجومیوں اور کاہنوں نے اسے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہارے اور تمہاری مملکت کے زوال کا باعث ہوگا۔ فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے فی الفور قتل کر دیا جائے۔ فرعون کے اس ظالمانہ حکم کے نتیجے میں ہزارہا بچے موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے اپنے لختِ جگر کو ایک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ یہ دریا فرعون کے محل کے بیچوں بیچ گزرتا تھا۔ جب وہ صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے اندر پہنچا تو ملازموں نے اسے نکال کر ملکہ آسیہ کے سامنے کھولا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حسین وجمیل معصوم صورت دیکھ کر حیران رہ گئیں اور فی الفور انہیں اپنی گود میں لے لیا۔ فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا مزاحم ہوئیں اور فرمایا۔ "کیوں ناحق اس معصوم کی جان لیتے ہو! جس کے ماں باپ کا بھی پتہ نہیں ہے۔" فرعون اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بطور اناآسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملازم ہو گئیں اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ حتیٰ کہ جوان ہو گئے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

حضرت اُمِّ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام امیمہؓ اور کنیت امِ ابی ہریرہؓ تھی۔ باپ کا نام صفیح بن حارث تھا۔

آپؓ کے عام حالات زندگی کی تفصیل تاریخوں میں نہیں ملتی۔ ان کی شہرت کا سبب ایک تو یہ تھا کہ وہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے اسلام کے لئے خود رسولِ مقبولؐ نے دعا فرمائی تھی۔

جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ مشرکہ تھیں اور اسلام سے سخت متنفر تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسلام کے سچے شیدائی تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ ان کی والدہ بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ رہیں لیکن کچھ بس نہ چلتا تھا۔ ایک دن ان کی والدہ نے حضورؐ کی شان اقدس میں کچھ نامناسب الفاظ کہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ روتے ہوئے سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہؐ میری ماں کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولِ حق کی توفیق دے۔''

رحمتِ دو عالمؐ نے بارگاہِ الٰہی میں حضرت ابی ہریرہؓ کی والدہ کے لئے دعا مانگی۔ اُدھر ان کے دل کی دنیا زیر و زبر ہو گئی۔ غسل کر کے کپڑے بدلے اور جب حضرت ابو ہریرہؓ گھر تشریف لے گئے تو فرمایا ''اے فرزند گواہ رہنا کہ میں خدا اور اس کے سچے رسولؐ پر صدقِ دل سے ایمان لاتی ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور رسولِ کریم ﷺ کو اپنی ماں کے قبولِ اسلام کی اطلاع دی۔

حضور رسولِ مقبول ﷺ بھی مسرور ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام خدافہ اور عرف شیماءؓ تھا۔

باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ تھا۔ ماں حضرت حلیمہؓ سعدیہ تھیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوردسال تھے اور حضرت حلیمہؓ کی نگرانی میں پرورش پارہے تھے تو شیما رضی اللہ عنہا بھی اپنی والدہ کے ساتھ حضورؐ کو کھلایا کرتیں اور یہ شعر گایا کرتیں۔

"یا اللہ محمدؐ کو زندہ رکھ۔ یہاں تک کہ ہم ان کو جوان دیکھیں۔
پھر ہم ان کو ایک صاحبِ عزّت سردار دیکھیں۔ اس حال میں کہ ان سے
حسد کرنے والے دشمن مغلوب ہوں۔
اے اللہ محمدؐ کو دائمی عزت عطا کر۔"

حضرت شیماءؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنِ شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئیں۔ سالوں پر سال گزرتے چلے گئے۔ حضرت شیماءؓ گمنامی کی حالت میں اپنے قبیلہ میں زندگی بسر کرتی رہیں لیکن ان کی دعا یا ان کا گایا ہوا گیت عملی صورت اختیار کرتا رہا۔

حضرت شیماءؓ کے ننھے محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے وہ رفعت و عظمت عطا کردی تھی کہ جن وملائک اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی ذاتِ گرامی پر نازاں تھا۔ رمضان ۸ ہجری کو حضورؐ نے مکہ فتح کیا اور شوال ۸ ہجری میں غزوۂ حنین پیش آیا۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبیلوں نے طائف کی جاگیروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ پر حملہ کا قصد کیا۔ دوسری طرف حضورؐ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مکہ سے نکل کر وادیٔ حنین میں اترے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ امان کے طالب ہوئے۔ رحمۃ للعالمینؐ نے سب کو معافی دے دی اور جب قیدی اُن کے سامنے پیش کیئے گئے تو انہیں بھی آزاد کردیا۔

Marfat.com

انہی قیدیوں میں شیماؓ بھی تھیں۔ جب وہ حضورؐ کے سامنے لائی گئیں تو عرض کی ''یارسول اللہؐ میں آپؐ کی رضاعی بہن ہوں'' (رسول کریمؐ اور شیماؓ دونوں نے حلیمہؓ کا دودھ پیا تھا) اس کے بعد انہوں نے ایک ایسا نشان بتادیا کہ ان کی بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ حضورؐ اپنا عہدِ طفلی یاد کر کے آب دیدہ ہوگئے اور اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر حضرت شیماءؓ کو نہایت عزت سے بٹھایا۔ پھر ان سے فرمایا ''بہن اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت آرام سے رہو اور اگر اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہو تو اختیار ہے۔''

حضرت شیماءؓ کی زندگی اپنے قبیلہ میں ہی گزر گئی تھی۔ انہوں نے واپس جانا چاہا اور ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا۔ حضورؐ نے نہایت عزت واکرام کے ساتھ انہیں اپنے قبیلہ میں واپس بھیج دیا اور جاتی دفعہ کچھ روپیہ ایک بکری، تین غلام اور ایک لونڈی ان کو عنایت فرمائے۔

حضرت شیماءؓ کے مزید حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء

آپؓ کا نام ربیع تھا۔ باپ کا نام معوذ بن حارث تھا جو انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے۔ ماں کا نام اُمِ یزیدؓ بنت قیس تھا۔

عفرا حضرت ربیعؓ کی دادی تھیں اور معوذ بن حارث کی تمام اولاد اپنی دادی کی اولاد مشہور تھیں۔

حضرت ربیعؓ کی شادی ایاس بن بکر لیثی سے ہوئی۔

ابھی رسولِ کریمؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی کہ حضرت ربیعؓ بنت معوذ کے کانوں میں توحید کی آواز پڑی۔ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ انہیں واقعہ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ۶ ہجری میں حضور ﷺ اپنے رفقاءؓ سمیت حج کے ارادے سے عازمِ مکہ ہوئے۔ چونکہ جنگ وجدل کی نیت نہ تھی، اپنے ساتھ کوئی ہتھیار وغیرہ نہ لئے۔ صرف قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے انیس میل کے فاصلے پر واقع ہے تو حضورؐ نے اپنے آنے کی اطلاع دینے اور مکہ میں داخلے کی اجازت لینے کے لئے حضرت عثمانؓ بن عفان کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ ان کے جانے کے بعد مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا ہے یا قید کر دیا ہے۔ مسلمان بالکل بے سروسامان تھے لیکن سرورِ کائنات کو یہ خبر سن کر بہت رنج ہوا۔ آپؐ نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''تم میں سے کون ہے جو خدا کی راہ میں ثابت قدمی سے لڑنے کا عہد کرتا ہے اور اپنی جان خدا اور خدا کے رسولؐ کے لئے وقف کرتا ہے۔''

حضور ﷺ کے ۱۴۰۰ ساتھیوں نے جن میں حضرت ربیع بنت معوذ بھی شامل تھیں۔ بیک آواز جواب دیا ''یا رسول اللہ ﷺ ہم آپؐ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔'' چنانچہ اسی عہد پر حضورؐ نے ان تمام نفوس قدسی سے بیعت لی۔ ان بے سروسامان مجاہدوں کا جذبۂ جاں نثاری دیکھ کر بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا۔

Marfat.com

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃَ.

چنانچہ تاریخ میں یہ بیعت ''بیعت رضوان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو اس بیعت میں شرکت کی وجہ سے بڑا درجہ حاصل ہوا۔

حضرت ربیعؓ ان خوش قسمت خواتین میں تھیں جنہیں حضورؐ غزوات میں لشکرِ اسلام کے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت ربیع ؓ نے کئی غزوات میں شرکت کی اور بڑی تندہی سے مریضوں کی تیمار داری کرنے اور مجاہدین کو پانی پلانے کے علاوہ کئی دوسری خدمات انجام دیں۔ رسولِ کریم ﷺ سے بے پناہ عقیدت رکھتی تھیں اور وہ بھی ان پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ربیعؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ چھوہارے اور انگور لے کر گئیں۔ حضورؐ نے قبول فرمائے اور حضرت ربیعؓ کو از راہِ قدر دانی کچھ سونا عطا فرمایا۔

ایک دفعہ رسولِ کریمؐ حضرت ربیعؓ کے گھر تشریف لائے اور ان سے وضو کے لئے پانی مانگا۔ حضرت ربیع ؓ نے نہایت مسرت وعقیدت سے کھڑے ہو کر حضورؐ کو وضو کرایا۔ عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابو عبیدہ بن محمدؓ نے ایک دفعہ حضرت ربیعؓ سے سرورِ کونینؐ کا حلیہ مبارک پوچھا تو آپؓ نے جواب دیا۔

''بیٹا تم نے اگر حضور ﷺ کو دیکھا ہوتا تو یوں سمجھتے گویا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔''

حضرت ربیعؓ کے ایک بھائی کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے مشہور دشمن اسلام ابوجہل کو جنگِ بدر میں قتل کیا۔ ایک دفعہ ایک قریشی عورت اسماء بنت مخربہ جو عطر بیچا کرتی تھی اپنا عطر فروخت کرنے حضرت ربیع ؓ کے گھر آئی اور حضرت ربیع ؓ سے ان کے خاندانی حالات پوچھنے لگی۔ جب اسے پتہ چلا کہ حضرت ربیع ؓ کے بھائی نے ابوجہل کو قتل کیا تھا تو اس کی خاندانی عصبیت عود کر آئی اور بولی ''تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بہن ہو''۔ حضرت ربیع ؓ کو ایک مسلمان عورت کے منہ سے ابوجہل کے لئے سردار کا لفظ سُن کر بہت غصہ آیا۔ فرمایا ''میں تو غلام کے قاتل کی بہن ہوں۔'' اسماء کو ابوجہل کی یہ اہانت ناگوار گزری۔ کہنے لگی ''مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔'' حضرت ربیعؓ نے جوشِ ایمان میں جواب دیا۔ ''مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ میں تمہارے عطر کو گندگی سمجھتی ہوں۔''

حضرت ربیع کا سالِ وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔

آپؓ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں۔ راویوں میں ابو عبیدہ بن محمد، عبداللہ بن محمد عقیل، عائشہ بنت انس شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابو طالب

فاختہ نام اور اُمِ ہانی کنیت تھی۔

رسولِ کریم ﷺ کی بنتِ عم اور حضرت جعفر طیارؓ اور حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

ان کی ماں جلیل القدر صحابیہ فاطمہؓ بنت اسد اور باپ، سرپرستِ رسولؐ جناب ابو طالب تھے۔ گویا خالص ہاشمی النسل تھیں۔ دادھیال آفتاب تو ننھیال ماہتاب تھا۔

اُمِ ہانیؓ کی شادی ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے ہوئی۔

۲۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو جب رسولِ کریم ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے اسی دن اسلام قبول کر لیا۔ البتہ ان کے شوہر ہبیرہ نجران کی طرف بھاگ گئے اور یہ شعر کہے۔

> ”تیری عمر کی قسم میں نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بزدلی سے پیٹھ نہیں پھیری، نہ قتل کے خوف سے، مگر میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو تیر اور تلوار سے کام لینا کافی نہ دیکھا جب تک اپنی جائے قیام تنگ نہ دیکھی ٹھہرا رہا۔ پھر لوٹ آیا جس طرح شیر اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔“

حضور ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت اُمِ ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے قبولِ اسلام سے خوش ہوئے اور ان کے مکان میں غسل فرمایا اور نماز پڑھی۔

حضرت اُمِ ہانیؓ نے اپنے مکان میں دو مشرکوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ سرورِ عالم ﷺ نے بھی انہیں پناہ دیدی۔

Marfat.com

اسی زمانے میں ایک دن حضور ﷺ حضرت اُمِ ہانی ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں شربت نوش فرمایا اور اس میں کچھ حضرت اُمِ ہانی ؓ کو عطا فرمایا۔ وہ روزہ سے تھیں لیکن اس شربت کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر پی گئیں۔ حضورؐ نے ان سے روزہ توڑنے کا سبب پوچھا تو جواب دیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کا جوٹھا کیسے واپس کر سکتی تھی۔''

سرورِ کائناتؐ نے ایک روز ازراہِ شفقت اُمِ ہانیؓ سے فرمایا ''اُمِ ہانی بکری لے لو۔ یہ بڑی خیر و برکت والا جانور ہے۔''

حضرت اُمِ ہانیؓ فقہ سے بھی دلچسپی رکھتی تھیں اور وقتاً فوقتاً نبی کریمؐ سے مختلف مسائل دریافت کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول کریمؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ چلنے پھرنے میں کمزوری محسوس کرتی ہوں، کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جسے بیٹھے بیٹھے پڑھ سکوں۔''

حضورؐ نے بڑی شفقت سے ایک وظیفہ بتا دیا۔

''ایک روایت میں اس وظیفہ کی تصریح یوں کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اُمِ ہانی سے فرمایا کہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ، ایک سو مرتبہ الحمد للہ، ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔''

حضرت اُمِ ہانی نے امیرِ معاویہؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

اولاد میں عمرو، ہانی یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔

حضرت اُمِ ہانیؓ نے رسول کریم ﷺ سے ۴۶ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے راویوں میں عبداللہؓ بن عباسؓ، عبداللہؓ بن حارث، عبداللہؓ بن عباسؓ اور عروہؓ بن زبیرؓ جیسے اکابر شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنتِ جحشؓ

حمنہؓ نام تھا۔ جحش بن رباب کی بیٹی تھیں جو قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن حزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں، جو رسول کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

مشہور جاں نثار رسولؐ حضرت عبداللہؓ بن جحش آپؓ کے حقیقی بھائی اور اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش آپؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جلیل القدر صحابی حضرت مصعبؓ بن عمیر سے ہوا۔ وہ سابقون الاولون میں تھے۔ حضرت حمنہؓ نے بھی انہی کے ساتھ دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ اس کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

۳ ہجری میں حضرت حمنہؓ کو جنگِ احد میں شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ دوسری خواتین کے ہمراہ زخمیوں کی تیمارداری کرتیں، مجاہدین کو پانی پلاتیں اور بوقتِ ضرورت زخمیوں کو ان کے گھر پہنچاتی تھیں۔

جنگِ احد میں ان کے شوہر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے نہایت جانبازی سے لڑ کر شہادت پائی۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر بہت خوبرو اور خوش لباس تھے۔ رسول کریمؐ نے ان کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا:

> ''میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن تم

Marfat.com

بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہو گے۔"

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنی یادگار ایک لڑکی زینب چھوڑی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت حمنہؓ کا نکاح حضرت طلحہؓ سے ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابیؓ تھے اور حضورؐ نے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ محمد (سجاد) اور عمر دو لڑکے ان سے پیدا ہوئے۔

حضرت حمنہؓ چند دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کی طرح واقعۂ افک میں منافقین کے فریب میں آ گئیں اور حضرت عائشہؓ پر لگائی گئی جھوٹی تہمت کی تائید کی۔

بارگاہِ خداوندی سے جب حضرت صدیقہؓ کی بریت ہوئی تو آپؓ نے بھی توبہ کی۔ اگرچہ حضرت صدیقہؓ کو ان کی شرکتِ افک کا ہمیشہ قلق رہا۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے ۲۰ ہجری کے بعد کسی سال انتقال کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا بنت خالدؓ بن سعید

آپؓ کا نام اَمتہ اور کنیت اُمِ خالد تھی۔

جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن سعیدؓ بن عاص کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کا نام ہمنہ بنت خلف تھا۔

حضرت اُمِ خالدؓ حبش میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت ان کے والدین مکہ سے ہجرت کر کے حبش میں قیام پذیر تھے۔

آپؓ نے مسلمان ماں باپ کی گود میں آنکھ کھولی، اس لئے پیدائشی مسلمان تھیں۔ جب نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو چند سالوں کے بعد اُمِ خالدؓ بھی اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ آ گئیں۔ اس وقت وہ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔

جس وقت مسلمان حبشہ سے روانہ ہونے لگے تو نجاشی شاہ حبشہ نے نہایت عقیدت سے ان مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

"تم سب رسول اللہؐ کو میرا اسلام پہنچادینا۔"

حضرت اُمِ خالدؓ فرمایا کرتی تھیں، میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھی جنہیں شاہ حبش نے رسول اللہؐ کے لئے پیغامِ سلام دیا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نبی اکرم کو نجاشی کا سلام پہنچایا۔

مدینہ آ کر آپؓ کا نکاح رسول کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوا۔ ان کے صلب سے دو بیٹے عمر اور خالد پیدا ہوئے۔

کریب بن سلمان کندی اور ابراہیم بن عقبہ وغیرہ نے حضرت اُمِ خالدؓ سے چند احادیث روایت کی ہیں۔

وفات کا حال معلوم نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فطرتِ صالح عطا کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو وہ فوراً ایمان لے آئیں۔ فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے انہیں طرح طرح کی ایذائیں دیں، لیکن وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی سے جمی رہیں۔

سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کا ذکر کیا ہے اور مؤمنین کے سامنے ان کی مثال پیش کی ہے۔

کئی موقعوں پر رسولِ کریم ﷺ نے بھی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان فرمائی۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے مصیبتیں سہتے سہتے جان دے دی، لیکن دینِ حق سے منہ نہ موڑا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمُّ الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام لبابہ اور کنیت اُمّ الفضل تھی۔ باپ کا نام حارث بن حزن اور ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت حارث حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت اسماءؓ بنتِ عمیس آپؓ کی اخیانی بہن تھیں۔ یعنی دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھیں۔ البتہ باپ الگ تھے۔

حضرت اسماءؓ پہلے حضرت جعفر طیارؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نکاح میں آئیں اور جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آخری نکاح ہوا۔ آپؓ کی ایک تیسری بہن سلمٰیؓ کی شادی حضرت حمزہؓ سے ہوئی۔

خود حضرت اُمّ الفضلؓ عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔ حضرت اُمّ الفضلؓ کی والدہ ہند بنت عوف پر لوگ رشک کرتے تھے کہ سمدھیانے کے لحاظ سے کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں ہوئی۔

خواتین میں جس خاتون کو سب سے پہلے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ دوسرے نمبر پر حضرت اُمّ الفضلؓ کو اس نعمتِ عظمٰی کے حصول کا شرف حاصل ہوا۔ اس لئے وہ سابقون الاوّلون میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

حضرت اُمّ الفضلؓ نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

Marfat.com

حضرت اُمّ الفضلؓ نہایت پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں ۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتیں۔

حضور رسول کریم ﷺ کے رشتہ میں چچی تھیں اور اُن سے بہت محبت وعقیدت رکھتی تھیں ۔ نبی کریمؐ ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے ۔ دوپہر کا وقت ہوتا تو وہاں ہی آرام فرماتے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ رسولِ کریم کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر حضور ﷺ کے بال صاف کرتیں اور کنگھی پھیرتیں۔

ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''اُمّ الفضلؓ، سلمیٰؓ، میمونہؓ اور اسماءؓ چاروں مؤمنہ بہنیں ہیں۔''

حضرت اُمّ الفضلؓ نہایت مسرور ہوئیں کہ آقائے دو جہاںؐ نے خود اپنی زبان مبارک سے انہیں مؤمنات میں شامل فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ الفضلؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریمؐ کے اعضائے مبارک میں سے ایک عضو ان کے گھر میں ہے۔ انہوں نے اپنا خواب رسول کریمؐ سے بیان کیا تو حضورؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ میری لختِ جگر فاطمہؓ کو فرزند عطا کرے گا اور تم اس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔ یہ شہیدِ کربلا امام حسینؓ تھے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ نے انہیں اپنا دودھ پلایا اور ان کی کفیل بن گئیں۔ اس لئے سارا خاندانِ نبوت حضرت اُمّ الفضلؓ کی بہت عزت وتکریم کرتا تھا۔ ایک دن حضرت اُمّ الفضلؓ امام حسینؓ کو اپنی گود میں لئے ہوئے رسولِ کریمؐ کے پاس تشریف لائیں۔ حضورؐ نے اپنے پیارے نواسےؓ کو ان کی گود سے لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ ننھے حسینؓ نے حضورؐ کی گود مبارک میں پیشاب کر دیا۔ حضرت اُمّ الفضلؓ نے فوراً حضورؐ کی گود سے لے لیا اور جھڑک کر کہا۔

''ارے ننھے یہ تو نے کیا کیا کہ اپنے بابا جان کی گود میں پیشاب کر دیا۔''

رسولِ کریمؐ کو اُمّ الفضلؓ کا اتنا جھڑکنا بھی گوارا نہ ہوا اور فرمایا ''اُمّ الفضلؓ تو نے میرے بچے کو یونہی جھڑکا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد پانی منگا کر لباس مبارک کا پیشاب آلود حصہ دھلوا دیا۔

Marfat.com

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اُمِّ الفضلؓ کو رسول کریمؐ کے ساتھ حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ عرفہ کے دن بعض لوگوں نے خیال کیا کہ حضورؐ روزہ سے ہیں۔ جب حضرت اُمِّ الفضلؓ کو ان لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دودھ کا پیالہ رسولِ کریمؐ کو بھیجا۔ حضورؐ نے اسے نوش فرمالیا۔ اس سے لوگوں کا شک دور ہوگیا۔

حضرت عباسؓ کے صلب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اُمِّ الفضلؓ کو ۶ لڑکے اور ایک لڑکی عطا کی جن کے اسماء یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، معبد، عبیداللہ، قثم، عبدالرحمٰن اور اُمِّ حبیبہ۔

حضرت اُمِّ الفضلؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں اپنے شوہر کے سامنے ہی وفات پائی۔ نمازِ جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی۔

حضرت اُمِّ الفضلؓ سے ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس

آپؓ کا نام فاطمہؓ تھا۔ ماں کا نام امیمہ بنت ربیعہ اور باپ کا نام قیس خالد اکبر تھا۔

آپؓ کا پہلا نکاح حضرت ابوعمرو حفصؓ بن مغیرہ سے ہوا۔ انہوں نے کسی وجہ سے طلاق دیدی تو حضورؐ کے ارشاد کے مطابق دوسرا نکاح اسامہ بن زیدؓ سے ہوا۔

اوائلِ اسلام میں ہی مشرف باسلام ہوگئیں اور پھر ہجرت کے دورِ اوّل میں دوسری خواتین کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت فاطمہؓ بنتِ قیس صورت اور سیرت ہر لحاظ سے ہمہ صفت موصوف تھیں۔ وہ نہایت عقل مند ذی علم اور صائب الرائے خاتون تھیں۔

۱۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول کریمؐ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں ایک لشکر لے کر عازمِ یمن ہوئے۔ اس لشکر میں حضرت فاطمہؓ کے شوہر ابوعمرو حفصؓ بھی شریک تھے۔ روانگی سے پہلے انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو طلاق دے دی۔ آپؓ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم عدت کا زمانہ اپنے ابنِ عم حضرت ابنِ مکتومؓ کے ہاں گزارو۔ وہ نابینا اور نہایت شریف النفس بزرگ تھے۔ جب عدت کا زمانہ گزر گیا تو معاویہؓ بن سفیانؓ، ابوجہمؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ حضورؐ خود انہیں شرفِ ازدواج بخشیں گے لیکن مصلحتِ خداوندی اس میں نہ تھی۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہؓ نے اپنے نکاحِ ثانی کے بارے میں رسول اللہؐ سے مشورہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ ''معاویہؓ مفلس ہے، ابوجہمؓ سخت مزاج ہے۔ تم اسامہؓ بن زیدؓ سے نکاح کرلو۔''

حضرت فاطمہؓ کچھ متامل ہوئیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیوں عذر ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔'' چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے سرورِ کائناتؐ کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے نکاح کرلیا۔ وہ بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے اور حضورؐ انہیں

Marfat.com

بہت عزیز رکھتے تھے۔ان سے نکاح کے بعد حضرت فاطمہؓ لوگوں کے نزدیک قابلِ رشک بن گئیں۔

۴۳ ہجری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے وفات پائی تو حضرت فاطمہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد تازندگی دوسرا نکاح نہیں کیا اور اپنے بھائی ضحاک بن قیس کے پاس رہنے لگیں۔ یزید نے جب انہیں عراق کا حاکم مقرر کیا تو ان کے پاس کوفہ چلی آئیں اور وہاں ہی مستقل سکونت اختیار کی۔

مروان کے عہدِ حکومت میں حضرت فاطمہؓ کی بھانجی کو ان کے شوہر عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے طلاق دے دی تو آپؓ نے اسے کہلا بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ۔ مروان نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا حضورؐ نے خود مجھے اپنے ایامِ عدت اپنے ابنِ عم کے پاس گزارنے کی اجازت دی تھی۔ اس لئے میں نے اپنی بھانجی کو بھی اپنے پاس بلایا ہے۔ مروان نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور ان کی بھانجی کو اپنے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔

تاریخوں سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپؓ عبداللہؓ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت تک حیات تھیں۔ سنِ وفات کے متعلق تمام تاریخیں خاموش ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید

آپؓ کا نام اسماءؓ اور اُمِ سلمہ کنیت تھی۔ باپ کا نام یزید بن السکن تھا۔

جب نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مشرف باسلام ہوگئیں اور چند عورتوں کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور یہ تقریر کی:

"یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان ہوں۔ میں مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لائی ہوں۔ خداوند کریم نے حضورﷺ کو مردوزن سب کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے۔ ہم حضورﷺ پر ایمان لائے ہیں لیکن عورتوں اور مردوں کی حالت میں بڑا فرق ہے۔

عورتیں گھروں کے اندر رہتی ہیں اس لئے مردوں کی طرح نماز باجماعت، نمازِ جمعہ اور نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی حج اور جہاد میں عمومیت سے حصہ لے سکتی ہیں۔ البتہ جب مرد باہر ہوتے ہیں، عورتیں ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں، ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے اہل وعیال کی پوشاک کے لئے کپڑا بنتی ہیں۔ کیا عورتوں کو بھی مردوں کے کارہائے خیر کا اجروثواب ملے گا۔"

رسولِ کریمﷺ کے پاس اس وقت بہت سے صحابہ کرامؓ جمع تھے۔ حضورؐ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا "کیا تم نے دین کے بارے میں کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی ہے۔" صحابہ کرامؓ نے جواب دیا "یارسول اللہﷺ ہمارے خیال میں بھی نہ آسکتا تھا کہ کوئی عورت ایسی گفتگو کرسکتی ہے۔ اس پر رسولِ اکرمﷺ نے اسماءؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا "عورت کے لئے شوہر کی رضا جوئی بہت ضروری ہے۔ اگر ایک عورت فرائضِ زوجیت ادا کرتی ہے اور شوہر کی فرماں برداری کرتی ہے تو اس کو بھی مرد کے برابر اجر ملے گا۔"

Marfat.com

حضرت اسماءؓ اوران کی ساتھی خواتین رسولِ اکرمؐ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سن کر بہت مسرور ہوئیں۔

حضرت اسماءؓ اس وقت اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں۔ حضورؐ کی نظر ان پر پڑی تو حضورؐ نے پوچھا "کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ حضرت اسماءؓ نے نفی میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا "کیا تم کو یہ پسند ہے کہ آخرت کے دن خدا ان کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے۔"

حضرت اسماءؓ نے کنگن اپنے ہاتھ سے فوراً اتار دیئے اور عرض کی "یا رسول اللہؐ اگر ہم زیور نہ پہنیں تو شوہر کی نظروں سے گر جائیں گی۔

حضورؐ نے فرمایا "تو پھر چاندی کے زیورات بنواؤ اوران پر زعفران مل دو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے۔" اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے دوسری خواتین کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی بیعت کرنا چاہی اور حضور رسول اللہؐ سے اپنا دستِ مبارک بڑھانے کے لئے عرض کی۔ حضورؐ نے فرمایا "میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ البتہ تم ان باتوں کا اقرار کرو تو بیعت ہو جائے گی۔

(۱) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ (۲) کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ گی۔
(۳) چوری نہ کرو گی۔ (۴) زنا سے بچو گی۔
(۵) کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ گی۔ (۶) اچھی باتوں سے انکار نہ کرو گی۔

حضرت اسماءؓ اور دوسری خواتین نے صدقِ دل سے ان باتوں کا اقرار کیا اور اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

جب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی رخصتی ہوئی تو حضرت اسماءؓ نے چند دوسری خواتین کے ہمراہ انہیں سنوارا اور انہیں حجلے میں بٹھا کر رسولِ کریمﷺ کو اطلاع دی۔ حضورﷺ تشریف لائے۔ کسی نے دودھ پیش کیا۔ حضورﷺ نے تھوڑا سا نوش فرما کر باقی دودھ حضرت عائشہؓ کو دیا۔ انہوں نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ حضرت اسماءؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہؐ جو دیتے ہیں لے لو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بھی کچھ دودھ پی لیا۔

ایک دفعہ حضرت اسماءؓ رسولِ کریمؐ کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھیں کہ وحی نازل ہوئی۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اونٹنی اس وقت بوجھ تلے دبی جاتی تھی۔ میں ڈرنے لگی کہ کہیں اس کی

Marfat.com

ٹانگیں نہ ٹوٹ جائیں۔

ایک مرتبہ کاشانۂ نبوتؐ میں حاضر ہوئیں۔حضورؐ نے دجّال کا ذکر فرمایا۔ بڑی متاثر ہوئیں اور رونے لگیں۔حضورؐ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تشریف لائے تو حضرت اسماءؓ کی شدتِ گریہ سے بدستور ہچکی بندھی ہوئی تھی۔حضورؐ نے فرمایا ''اتنا کیوں روتی ہو؟'' حضرت اسماءؓ نے جواب دیا ''یارسول اللہؐ ہم سے تو اتنی بھوک بھی برداشت نہیں ہوتی کہ لونڈی اطمینان سے آٹا گوندھ کر روٹی پکالے۔دجال کے عہد میں جو قحط پڑے گا ہم اپنے ایمان پر کیسے ثابت قدم رہیں گے۔

حضورؐ نے فرمایا ''اس دن کثرت سے اللہ کا ذکر بھوک سے بچائے گا۔''

پھر انہیں دلاسا دیا۔ کہ گریہ وزاری کی ضرورت نہیں۔اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں گا تو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جاؤں۔اگر دجال کا ظہور میرے بعد ہوا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی خود حفاظت کرے گا۔''

حضرت اسماءؓ بہت مہمان نواز، عاقل، خدا ترس اور شجاع تھیں۔حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں انہیں یرموک کی عظیم لڑائی میں دوسری خواتین کے ہمراہ جہاد کی سعادت بھی نصیب ہوئی جب ایک موقع پر مسلمان پیچھے ہٹ گئے اور عیسائی فوج عورتوں کے خیموں تک آ پہنچی تو تمام عورتیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئیں۔ان میں حضرت اسماءؓ بھی شامل تھیں۔انہوں نے اپنی چوب سے نو رومیوں کو ہلاک کیا۔

حضرت اسماءؓ نے جنگِ یرموک کے کافی عرصہ بعد وفات پائی۔چند احادیث بھی آپؓ سے مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ حکیم رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام معلوم نہیں۔ کنیت اُمِ حکیم تھی اور اسی سے مشہور ہیں۔

باپ کا نام حارث بن ہشام تھا جو قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھے۔ ماں کا نام فاطمہ بنت ولید تھا جو حضرت خالدؓ بن ولید کی ہمشیرہ تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت اُمِ حکیمؓ سیف اللہؓ کی بھانجی تھیں۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کی پہلی شادی اپنے ابن عم عکرمہؓ بن ابو جہل سے ہوئی۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کا خسر ابو جہل اور شوہر عکرمہؓ مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ حضرت اُمِ حکیمؓ بھی ان کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہیں۔ ابو جہل تو جنگ بدر میں کفر کی حالت میں ہی قتل ہوا۔ البتہ عکرمہؓ نے دوسرے کفار کے ساتھ شمعِ اسلام کو بجھانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ غزوۂ احد میں اُمِ حکیمؓ نے بھی اپنے شوہر کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف زور و شور سے حصہ لیا۔ جب ۸ ہجری میں سرورِ کائناتؐ نے مکہ فتح کیا تو حضرت اُمِ حکیمؓ اپنی والدہؓ فاطمہ بنت ولید کے ہمراہ مشرف باسلام ہو گئیں۔ عکرمہؓ سالہا سال تک مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہؐ قابو پا کر ان کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ اس موقع پر وہ اپنی جان بچا کر یمن بھاگ گئے۔ اُدھر رحمت دو عالم ﷺ نے معافی عام کا اعلان کر دیا جس سے اسلام کے بڑے بڑے دشمن بھی مستفیض ہوئے۔ حضرت اُمِ حکیمؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی۔ سرکارِ دو عالمؐ نے عکرمہؓ کی زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیا اور انہیں معاف فرما دیا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ یمن گئیں اور عکرمہؓ کو سارا ماجرا سنا دیا۔ وہ اپنی جان بخشی کے متعلق سُن کر اتنے متاثر ہوئے کہ کفر و شرک کی تمام نجاستوں کو دل سے نکال دیا۔ اُمِ حکیمؓ کے ہمراہ واپس آ کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت عکرمہؓ کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ جس شدت سے انہوں نے اسلام کی مخالفت کی تھی اب اس سے کئی گنا زیادہ شدت کے ساتھ انہوں نے اسلام کی خدمت کی۔ کئی غزوات میں بڑے جوش سے

Marfat.com

شرکت کی اور حق شجاعت ادا کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں جب مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی تو حضرت عکرمہؓ بھی اُمِ حکیمؓ کے ہمراہ مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو گئے۔ کئی معرکوں میں نہایت جانبازیوں سے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور بالآخر اجنادین کی لڑائی میں نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور یوں اپنے تمام سابقہ گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔

ایامِ عدّت گزرنے کے بعد اُمِ حکیمؓ کو نکاح کے پیغام ملنے شروع ہو گئے۔ ان میں حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا پیغام بھی تھا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ نے اور سب پیغام تو رد کر دیئے البتہ خالد بن سعیدؓ سے نکاح پر رضامندی ظاہر کی۔ خالد بن سعیدؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ سابقون الاولون میں تھے اور دو ہجرتوں سے مشرف ہوئے تھے۔ (پہلی ہجرت حبش کی اور دوسری ہجرت مدینہ کی تھی) فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک، وغیرہ میں سرورِ کائنات کے ہمرکاب رہے تھے۔ اس لئے اُمِ حکیمؓ نے انہیں سب پر ترجیح دی۔ چنانچہ ۴۰۰ دینار مہر پر آپؓ کا نکاح حضرت خالد بن سعیدؓ کے ساتھ مرج الصفر کے مقام پر ہو گیا۔ یہ جگہ دمشق کے قریب واقع ہے۔ اس وقت لشکرِ اسلام دمشق کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور عیسائیوں سے جھڑپیں ہو رہی تھیں۔ نکاح کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے رسمِ عروسی ادا کئے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ نے کہا "دشمن سے لڑائی کا ہر وقت خطرہ ہے۔ چند دن ٹھہر کر اطمینان سے یہ رسم ادا ہو جائے تو بہتر ہوگا۔" حضرت خالدؓ نے فرمایا "مجھے اس معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے۔" حضرت اُمِ حکیمؓ خاموش ہو گئیں۔ رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ صبح کو دعوتِ ولیمہ کی گئی۔ ابھی لوگ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ ایک رومی نے مبارز طلبی کی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ تیر کی طرح جھپٹ کر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور نہایت بہادری سے لڑ کر اس کے ہاتھوں جامِ شہادت پیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت اُمِ حکیمؓ اپنے شوہر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ اسی وقت نہایت جوش سے اٹھیں اپنے کپڑوں کو باندھا اور خیمہ کی چوب اکھاڑ کر لڑائی میں شریک ہو گئیں۔ زخمی شیرنی کی طرح ہر طرف حملے کرتی تھیں اور اپنی چوب سے رومیوں کو مار گراتی تھیں۔ اس معرکہ میں ان کے ہاتھ سے ۹ رومی جہنم واصل ہوئے۔ اس معرکہ کے بعد خلافتِ فاروقی کے عہد میں آپؓ کو جنگِ یرموک میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں بھی دوسری خواتین کے ہمراہ آپؓ نے رومیوں کے خلاف بڑی دلیری سے جنگ کی۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کی زندگی کے اور حالات کتبِ سیر میں درج نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت مریم علیہا السلام بنتِ عمران

نام مریم علیہا السلام، باپ کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔

ایک دفعہ حنہ نے منت مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے راہِ خدا میں دے دیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد انہیں لڑکی عطا کی جس کا نام مریم علیہا السلام رکھا گیا۔ اسے لے کر بیت المقدس پہنچیں۔ وہاں کے عابدوں میں سے ہر ایک نے مریم علیہا السلام کو اپنی تولیت میں لینا چاہا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی انہی میں تھے وہ حنہ کے بہنوئی تھے۔ حنہ نے انہیں ہی سب خواستگاروں پر ترجیح دی اور حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے سپرد کر کے خود گھر واپس چلی گئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑی توجہ سے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کی۔ وہ بچپن سے ہی نہایت پاکباز اور عابدہ تھیں۔ طبیعت میں شوخی کا نام بھی نہ تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے رہنے کے لئے مسجد میں ایک حجرہ بنوایا۔ حضرت مریم علیہا السلام سارا دن وہاں عبادت میں مصروف رہتیں۔ رات کو حضرت زکریا علیہ السلام کے ہمراہ گھر تشریف لے جاتیں۔

ایک دن جب حضرت مریم علیہا السلام حجرے میں عبادت کر رہی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نادانستگی میں باہر سے حجرے کا دروازہ مقفل کر گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تین دن تک تشریف نہ لا سکے۔ چوتھے دن حضرت مریم علیہا السلام کا خیال آیا تو بہت پریشان ہوئے۔ فوراً آ کر حجرے کا دروازہ کھولا۔ دیکھا تو حضرت مریم علیہا السلام اطمینان سے نماز پڑھ رہی تھیں اور انواع واقسام کے کھانے اور پھل پاس پڑے ہوئے تھے۔

جب عبادت سے فارغ ہوئیں تو حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا۔ بیٹی یہ اشیاء بند حجرے میں کیسے آئیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا "خالو جان! یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے سے بھیجیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا":

> "اے مریم علیہا السلام تو سارے جہاں کی عورتوں سے پاک ہے۔ اپنے رب کی بندگی کر۔ اپنے رب کے آگے سربسجود ہو اور رکوع کیا کر۔"

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سلمہؓ

آپؓ کا نام زینبؓ تھا۔ باپ کا نام ابی سلمہؓ بن عبدالاسد تھا۔ وہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ماں اُمُّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ تھیں جو ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد سرورِ کائناتؐ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

جب مسلمانوں نے حبش کی طرف ہجرت کی تو ان میں حضرت اُمِ سلمہؓ اور حضرت ابو سلمہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت زینبؓ کی ولادت حبش میں ہی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت اُمِ سلمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت زینبؓ ان کے ساتھ تھیں۔ مدینہ پہنچیں تو حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر صدیقؓ نے زینبؓ کو اپنا دودھ پلایا۔ ماں باپ نے ان کا نام برہ رکھا تھا، لیکن رسولِ کریمؐ نے بدل کر زینبؓ رکھ دیا۔

۴ ہجری میں جب حضرت اُمِ سلمہؓ سے سرکارِ دو عالم ﷺ کا نکاح ہوا تو حضرت زینبؓ بھی ان کے ساتھ آئیں۔

حضور رسولِ کریمؐ حضرت زینبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضورؐ نے نہایت توجہ اور شفقت سے ان کی پرورش کی۔ حضرت اُمِ سلمہؓ سے نکاح کے وقت زینبؓ شیر خوار تھیں۔ حضورؐ گھر تشریف لاتے اور زینبؓ کو دودھ پیتے دیکھتے تو واپس ہو جاتے تھے۔ جب وہ پاؤں چلنے لگیں تو حضور ﷺ غسل فرماتے ہوتے تو آپؓ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے حضورؐ کے پاس آ جاتیں۔ حضورؐ پیار سے ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے۔ اس پانی کی برکت سے بڑھاپے تک ان کے چہرے پر جوانی کی آب و تاب قائم رہی۔

آپؓ کی شادی عبداللہؓ بن زمعہ بن اسود سے ہوئی جس سے ۶ لڑکے اور ۳ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

۶۳ ہجری میں ایک عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ ان کے دولڑکوں کی شہادت تھی جو واقعہ حرہ میں ہوئی۔ اس سال مدینہ کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کرلی تھی اور یزید کے تمام عاملوں کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔

یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک مضبوط فوج دے کر مدینہ پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن سازوسامان کی کمی کی وجہ سے مغلوب ہوگئے۔ اس لڑائی میں کئی انصاری اور دوسرے اہلِ مدینہ شہید ہوئے۔ ان میں حضرت زینبؓ کا ایک لڑکا بھی شامل تھا۔ اس کے بعد شامی فوج تین دن تک بے دریغ مدینہ کو لوٹتی رہی۔ لوگوں کو گھروں سے کھینچ کھینچ کر نکالا اور قتل کرڈالا۔ ایسے مظلوموں میں حضرت زینبؓ کا ایک دوسرا لڑکا بھی شہید ہوگیا۔ جب دونوں نوجوان فرزندوں کی لاشیں ان کے سامنے لائی گئیں تو آپؓ نے فرمایا "مجھ پر بڑی مصیبت پڑی۔ میرا ایک فرزند تو لڑکر شہید ہوا لیکن دوسرا لختِ جگر تو خانہ نشین تھا۔ ظالموں نے اسے گھر میں گھس کرناحق قتل کیا۔ اس کے بعد نہایت حوصلہ اور صبر سے اپنے دونوں نونہالوں کو سپردخاک کیا۔

حضرت زینبؓ نے جنابِ رسولِ کریمؐ کے دامنِ شفقت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے نہایت ذی شعور اور عالمہ فاضلہ تھیں۔ وہ اپنے دور کی فقیہ خواتین میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال فضل وکمال عطا کیا تھا۔ بڑے بڑے ذی علم لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابورافعؓ کا قول ہے۔

"جب میں نے مدینہ کی کسی فقیہ عورت کا ذکر کیا تو زینبؓ بنت ابوسلمہؓ کو ضرور یاد کیا۔"

چند احادیث بھی آپؓ سے مروی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت زین العابدینؒ اور عروہ بن زبیرؒ جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔

حضرت زینبؓ نے ۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا بنتِ ملحان

آپؓ کی کنیت اُمِ حرامؓ سے ہی مشہور ہے۔ نام معلوم نہیں۔

باپ کا نام ملحان بن خالد اور ماں کا نام الملیکہ بنت مالک تھا۔

آپؓ حضرت اُمِ سلیمؓ کی حقیقی بہن تھیں اور جلیل القدر صحابی حضرت انسؓ آپؓ کے بھانجے تھے۔ آپؓ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھیں۔

حضرت اُمِ حرامؓ کا پہلا نکاح حضرت عمروؓ بن قیس انصاری سے ہوا۔ انہوں نے غزوۂ احد میں بڑی پامردی سے لڑکر رسولِ کریمؐ پر اپنی جان نثار کردی۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت حرامؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں آئیں۔

حضرت اُمِ حرامؓ کو رسولِ کریمؐ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ وہ اسلام کی سچی شیدائی تھیں اور انہیں راہِ خدا میں جہاد کرنے اور رتبۂ شہادت پر فائز ہونے کی بے حد تمنا تھی۔ رسولِ کریمؐ وقتاً فوقتاً قبا تشریف لے جاتے۔ جہاں حضرت اُمِ حرامؓ اور ان کے شوہر عمروؓ بن قیس کی سکونت تھی۔ حضورؐ حضرت اُمِ حرامؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور کھانا کھا کر آرام فرماتے۔

ایک دن حضورؐ معمول کے مطابق حضرت اُمِ حرامؓ کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر سو گئے۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے حضورؐ کا سر مبارک دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضورؐ خواب سے بیدار ہوئے تو ہونٹوں پر تبسم تھا۔ فرمایا ''اُمِ حرامؓ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سمندر کے رستے آمادۂ سفر ہیں''۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اور سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے اور پھر وہی خواب بیان کیا۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے پھر سابقہ دُعا کے لئے عرض کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تم اسی جماعت کے ساتھ ہو۔'' حضرت اُمِ حرامؓ کو بے حد مسرت ہوئی۔

Marfat.com

یہ جنگ احد سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جنگ اُحد میں حضرت عمروؓ بن قیس نے شہادت پائی تو جلیل القدر صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے آپؓ کا نکاح ہو گیا۔

۲۸ ہجری میں جب حضرت عثمانؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ حاکمِ شام امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص (EYPRUS) پر حملہ کے لئے ایک بحری بیڑہ تیار کیا۔ قبرص پر حملہ کرنے والے لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابیؓ شامل تھے۔ عبادہؓ بن صامت بھی ان میں سے ایک تھے۔ حضرت اُمِ حرامؓ بھی اپنے شوہر کے ہمراہ اس لشکر کے ساتھ قبرص گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور قبرص پر پرچمِ اسلام لہرانے لگا۔ جب مجاہدین اپنا مشن پورا کر کے واپس ہونے لگے تو حضرت اُمِ حرامؓ بھی سواری پر بیٹھنے لگیں۔ جانور منہ زور تھا۔ اس نے زمین پر گرا دیا۔ حضرت اُمِ حرامؓ سخت زخمی ہوئیں اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ سرزمین قبرص ہی کو ان کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا اور یوں تقریباً ۳۵ برس کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔

حضرت عمروؓ بن قیس انصاری سے دو لڑکے قیس اور عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عبادہؓ بن صامت سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔

حضرت اُمِ حرامؓ سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عبادہؓ بن صامت اور حضرت انسؓ بن مالک جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ عقبہ

آپؓ کے نام کے متعلق تمام سیر کتب خاموش ہیں۔ اس لئے اپنی کنیت اُمِ کلثومؓ سے ہی مشہور ہیں۔

باپ کا نام عقبہ بن ابی معیط اور ماں کا نام اروی بنت کریز تھا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے اخیافی بھائی تھے۔ یعنی دونوں کی ماں ایک تھیں۔

حضرت اُمِ کلثومؓ کا والد عقبہ اسلام کا سخت دشمن تھا لیکن بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے صالح فطرت عطا کی تھی۔ چنانچہ نہایت نامساعد حالات میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے خاندان کی مخالفت کی کچھ پروا نہ کی۔

جب رسول کریمؐ اور دوسرے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت اُمِ کلثومؓ کا دل بھی ہجرت کے لئے تڑپ اٹھا۔ لیکن ابھی کنواری تھیں۔ باپ اور بھائی کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ اس لئے ان کا بس نہ چلا۔ حتیٰ کہ حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس میں کفارِ مکہ اور رسولِ کریم ﷺ کے مابین جو معاہدہ ہوا، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو مدینہ آئے گا تو مسلمانوں کو اسے واپس مکہ بھیج دینا ہوگا۔ اتفاق سے حضرت اُمِ کلثومؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا موقع صلح حدیبیہ کے بعد میسر آیا۔ وہ کفر و شرک کے ماحول میں بڑی مشکل سے اپنی زندگی کے دن گزار رہی تھیں۔ ان کے باپ اور بھائی وغیرہ ہر وقت رسولِ کریمؐ اور دینِ حق کے خلاف زبان درازی کرتے تھے۔ حضرت اُمِ کلثومؓ اپنے آقا و مولا ﷺ کے متعلق نازیبا باتیں سن کر دل مسوس کر رہ جاتیں۔ عورت ذات تھیں اور پھر اکیلی تھیں اور تو کچھ نہ کر سکتی تھیں۔ یہی چاہتی تھیں کہ اڑ کر اس ناپاک ماحول سے دور ہو جائیں اور اپنے آقاؐ کے قدموں میں پہنچیں۔ ایک دن بنی خزاعہ کا ایک شخص مدینہ جا رہا تھا۔ یہ موقع پا کر اس کی معیت میں پاپیادہ ہی مدینہ کی طرف چل دیں اور دن رات ایک کر کے اپنے آقاؐ کے قدموں میں جا گریں۔ جب گھر والوں کو ان کے

Marfat.com

فرار کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے دو بھائیوں ولید بن عقبہ اور عمارہ بن عقبہ کو سخت غصہ آیا اور وہ اپنی بہن کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ خوش قسمتی سے حضرت اُمِ کلثومؓ انہیں راستہ میں نہ مل سکیں۔ دونوں بھائی سیدھے مدینہ پہنچے اور رسول کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ شرط کے مطابق ہماری بہن کو واپس کیجیے۔ ادھر حضرت اُمِ کلثومؓ نے فریاد کی ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے در سے نہ دھتکاریئے۔ میں ایک کمزور عورت ہوں اور مشرکین میں واپس جا کر میرا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔'' رسول کریم ﷺ کو فکر ہوئی کیونکہ معاہدہ کی شرط میں عورتوں کا ذکر نہ تھا۔ اس وقت بارگاہِ الٰہی سے یہ آیت اتری۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ . فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ.

ترجمہ: اے مومنو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لو۔ اللہ ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کرو۔

اس آیت کے مطابق رسول کریم ﷺ نے حضرت اُمِ کلثومؓ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت اُمِ کلثومؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ان کے بھائی بے نیلِ مرام مکہ کو لوٹ گئے۔

ہادیٔ برحقؐ نے حضرت اُمِ کلثومؓ کی بہت قدر افزائی کی اور اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ سے بیاہ دیا۔ جب زیدؓ نے غزوۂ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیر بن العوامؓ سے نکاح ہوا۔ ان سے نباہ نہ ہو سکا اور طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے نکاح ہوا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت عمروؓ بن عاص فاتح مصر کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ اس نکاح کے ایک مہینہ بعد ہی حضرت اُمِ کلثومؓ نے وفات پائی۔ اس وقت حضرت عمروؓ بن عاص مصر کے حاکم تھے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ اور عمرو بن العاصؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زبیرؓ سے ایک لڑکی زینبؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے چار لڑکے ابراہیم، حمید، محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے۔ حضرت اُمِ کلثومؓ سے کئی احادیث مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ

ہندؓ یا ہندہ نام تھا۔ باپ کا نام عتبہ بن ربیعہ تھا۔ جو قریش کا معزز ترین سردار تھا۔ ماں کا نام صفیہ بنت امیہ تھا۔

پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا۔ ان سے نباہ نہ ہو سکا تو ابوسفیان بن حرب کے نکاح میں آئیں۔

ہند کا باپ عتبہ بن ربیعہ اور شوہر ابوسفیان اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ شمع اسلام کو بجھانے کے لئے انہوں نے سرتوڑ کوششیں کیں ۔ یہ ان کی ایذا رسانیوں کا نتیجہ تھا کہ سرورِ کائنات کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ مشرکین مکہ پھر بھی باز نہ آئے اور بڑے ساز وسامان کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے بدر کے میدان میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ہند کا باپ عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا اور ابوجہل بھی مقتول ہوا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی اور مکہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد مشرکین مکہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ آئی اور ہندہ نے بھی جوش وخروش کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹایا۔ وہ بڑی شعلہ بیان مقرر تھیں اور باپ کے قتل نے تو ان کے دل میں جذبۂ انتقام کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ ۳ ہجری میں مشرکین مکہ نے ابو سفیان کی زیرِ قیادت بڑی تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا اور غزوۂ احد پیش آیا۔ ہند خصوصیت سے اپنے باپ کے قاتل حمزہؓ سے انتقام لینا چاہتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا۔ وحشی بھالا پھینکنے میں زبردست مہارت رکھتا تھا۔ جب لڑائی کا تنور گرم ہو گیا تو ہند نہایت اشتعال انگیز رجز پڑھ کر کفار کو جوش دلا رہی تھیں۔ حضرت حمزہؓ بہادری سے لڑ رہے تھے۔ جدھر رخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتے۔ تقریباً ۳۰ کافران کے ہاتھ سے جہنم واصل ہو چکے تھے کہ وحشی نے ایک چٹان کی آڑ لے کر ان پر بھالے کا وار کیا جو جسم کے پار ہو گیا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ کفار کی عورتوں نے اس رجلِ عظیم کی

Marfat.com

شہادت پر مسرت کے گیت گائے۔ ہندہ نے جوشِ انتقام میں حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئیں لیکن گلے سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگلنا پڑا۔ رسول کریم ﷺ کو اس دردناک واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا۔

۸ ہجری میں رسولِ اکرمؐ نے مکہ فتح کیا اور فاتحانہ شان سے ۱۰۰۰۰ اصحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کوئی طاقت نہ تھی جو رسولِ کریم کو انتقام سے باز رکھ سکتی لیکن رحمتِ دو عالمؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ حتیٰ کہ اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ابوسفیانؓ نے اس موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہندہؓ پر بھی اب اسلام کی صداقت واضح ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ چند برقعہ پوش خواتین کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی بیعت کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اس موقع پر بھی انہوں نے حضورؐ سے نہایت بے باکانہ گفتگو کی جو درج ذیل ہے۔

ہندؓ: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں۔

سرورِ کائناتؐ: شرک نہ کرو اور خدا کی واحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندؓ: یہ عہد آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن پھر بھی ہمیں منظور ہے۔

سرورِ کائنات: چوری نہ کرو۔

ہندؓ: میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہوں، معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

سرورِ کائنات: اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندؓ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا (یعنی قتل نہیں کیا تھا) جب بڑے ہوئے تو آپؐ نے قتل کر ڈالا۔

رسولِ کریم ﷺ کا دامنِ کرم بڑا کشادہ تھا۔ ہندہ نے اگرچہ ان کے محبوب چچا کا جگر چبایا تھا اور پھر اس موقع پر بھی ایسی بے باکانہ بلکہ گستاخانہ گفتگو کی تھی۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان کی تمام خطاؤں سے درگزر فرمایا۔ ہندؓ کو اپنی جان بخشی کی امید نہیں تھی۔ لیکن رحمۃ اللعالمینؐ نے انہیں بالکل معاف کر دیا تو ان کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی اور صدقِ دل سے مسلمان ہو گئیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

Marfat.com

"یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے حضورؐ سے بڑھ کر میرے
نزدیک کوئی دشمن نہ تھا، لیکن آج حضورؐ سے بڑھ کر کوئی محبوب و محترم نہیں
ہے"

اس کے بعد گھر جا کر اپنے معبود بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ہندہؓ کی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جب روم و فارس کی مہمات پیش آئیں تو حضرت ہندہؓ بھی اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ مجاہدینِ اسلام کے لشکر میں شامل ہوگئیں۔ جس جوش و خروش کے ساتھ یہ دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوا کرتے تھے۔ اس سے کئی گنا زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اپنے قبولِ اسلام سے قبل کی اسلام دشمنی کا کفارہ ادا کرنے کی دل و جان سے کوشش کی گئی۔ کئی معرکوں میں وہ استقلال اور جرأت سے لڑے کہ شجاعت اور جانبازی کا حق ادا کر دیا۔

شام کی جنگوں میں جنگِ یرموک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ تھی جس میں قیصرِ شام نے اپنی پوری طاقت جنگ کی آگ میں جھونک دی تھی۔ بعض روایتوں کے مطابق ۱۰ لاکھ کے قریب تھی۔ مجاہدینِ اسلام کی تعداد ۳۰ اور اور ۴۰ ہزار کے درمیان تھی۔ اس جنگ میں حضرت ہندہؓ اور ان کے شوہر سفیانؓ دونوں نے شرکت کی۔ بڑی خوفناک جنگ ہوئی۔ جس میں کئی بار مسلمانوں کے قدم پیچھے ہٹے، لیکن عورتوں نے غیرت دلائی اور خیمے کی چوبیں اکھاڑ کر یا پتھر ہاتھوں میں لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوگئیں۔ حضرت ہندہؓ رجز پڑھ پڑھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ اگر کوئی مسلمان لڑائی سے پیٹھ پھیرتا تو اس کے گھوڑے کے منہ پر خیمے کی چوب مار کر غیرت دلاتیں کہ جنت چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو اور اپنی عورتوں کو رومیوں کے حوالے کرتے ہو۔ یہ ہندؓ اور دوسری خواتین کی استقامت اور غیرت ہی تھی کہ پیچھے ہٹتے ہوئے مسلمان پلٹ کر اس زور سے رومیوں پر حملہ کرتے کہ ان کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

ایک موقع پر پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ ہندؓ نے انہیں دیکھ لیا اور اپنے خیمے کی چوب لے کر ان کی طرف لپکیں اور کہا:

"خدا کی قسم تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسولؐ کو جھٹلانے

Marfat.com

میں بڑے سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ اس رزمگاہ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولؐ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی جان قربان کردو تاکہ خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔''

حضرت ابوسفیانؓ کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر دشمن کے ٹڈی دل میں گم ہو گئے۔

اسی جنگ میں ایک اور موقع پر رومی عورتوں کی خیمہ گاہ تک آ پہنچے۔ تمام عورتوں نے (جن میں اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ، اُمِ ابانؓ، اُمِ خولہؓ اور ہندؓ بھی شامل تھیں) اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر رومیوں کا منہ پھیر دیا۔ جب تک مسلمانوں کا ایک دستہ ان کی مدد کو نہ آ پہنچا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں اور متعدد کو جہنم واصل کیا۔

حضرت ہندؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ ان کی اولاد میں امیرِ معاویہؓ بہت مشہور ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

جب حضرت مریم علیہا السلام بالغ ہوئیں تو بعد ایام غسل کے لئے عین السوئی چشمہ پر گئیں۔ غسل سے فارغ ہوئیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ایک نوجوان کی شکل میں وہاں تشریف لائے۔ حضرت مریم علیہا السلام ایک اجنبی کو اپنے پاس دیکھ کر ڈر یں۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا'' مجھے تیرے رب نے بھیجا ہے تا کہ تجھے ایک خوبصورت لڑکا اس کی طرف سے دوں۔''

حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا'' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں۔''

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا'' تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے آسان ہے۔ میری قدرت سے بغیر باپ کے بچہ ہوگا اور یہ کام قرار پا چکا ہے۔''

یہ کہہ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے روح پھونکی اور غائب ہو گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام حیران و ششدر اپنے حجرے میں جا کر بدستور عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ چند دن بعد جب حمل کے آثار نمودار ہوئے تو یہودیوں نے تہمتیں لگانی شروع کر دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام خاموشی سے عبادت میں مصروف رہتیں اور کسی کو کچھ جواب نہ دیتیں۔

جب ۹ مہینے گزر گئے تو حکمِ الٰہی کے مطابق بیت اللحم پہنچیں اور کھجور کے ایک درخت کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ گئیں۔ وہاں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پاس پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے اس میں غسل کیا اور نومولود کو بھی نہلایا اور پھر بچے کو لے کر بیت المقدس پہنچیں۔ لوگ ان سے پوچھنے لگے کہ یہ بچہ کیسے پیدا ہوا۔ حضرت مریم علیہا السلام خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو!

لوگوں نے بچہ کے پاس جا کر کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوتِ گویائی عطا کی اور آپ نے جواب دیا۔

'' میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے نبوت دی۔ کتاب دی، برکت دی اور خوش نصیب بنایا۔ مجھ پر خدا کا سلام ورحمت ہے۔''

لوگ ایک ننھے بچے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حیران رہ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت مریم علیہا السلام بالکل پاک اور باعصمت ہیں اور نومولود کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔ چنانچہ وہ آج تک '' مقدس مریم علیہا السلام'' کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوالعاصؓ

آپؓ کا نام امامہؓ تھا۔ والد کا نام ابوالعاصؓ بن ربیع اور والدہ کا نام حضرت زینبؓ بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ گویا امامہؓ رسول کریم ﷺ کی حقیقی نواسی تھیں۔

حضور ﷺ کے عہدِ بابرکات میں پیدا ہوئیں۔ آپؐ امامہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک انگوٹھی رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں بطورِ تحفہ بھیجی۔ حضورؐ نے فرمایا "اسے میں اس کو دوں گا جو مجھے بہت محبوب ہے۔" سننے والوں نے خیال کیا کہ یہ شرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حاصل ہوگا۔ لیکن حضورؐ نے امامہؓ کو بلایا اور ان کی انگلی میں انگوٹھی پہنا دی۔

حضور ﷺ کو جس طرح اپنے دوسرے نواسوں سے محبت تھی اسی طرح حضرت امامہؓ سے بہت پیار تھا۔ کئی دفعہ اوقاتِ نماز میں بھی انہیں اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے۔ ایک دن اسی حالت میں تشریف لائے کہ حضرت امامہؓ شانہ مبارک پر سوار تھیں۔ انتہائی محبت میں انہیں شانہ مبارک سے نہ اتارا اور اسی حالت میں نماز پڑھنی شروع کی۔ جب رکوع میں جاتے تو امامہؓ کو آہستہ سے اتار دیتے جب کھڑے ہوتے پھر شانہ مبارک پر سوار کر لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔

Marfat.com

جب رسولِ کریمؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت امامہؓ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امامہؓ سے نکاح پڑھالیا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام کی سرپرستی میں تقریب نکاح انجام پائی۔

۴۰ ہجری میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابنِ ملجم کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے اور جانبری کی کوئی امید نہ رہی تو آپؓ نے مغیرہؓ بن نوفل کو وصیت کی کہ میرے بعد امامہؓ سے نکاح کر لینا۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیرِ معاویہؓ والیٔ شام نے حضرت امامہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ مغیرہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً امام حسنؓ سے اجازت لے کر حضرت امامہؓ سے نکاح پڑھ لیا۔

مغیرہؓ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ حضرت امامہؓ نے مغیرہ بن نوفل کی زندگی میں ہی ان کے گھر وفات پائی۔ وفات کی تاریخ اور زندگی کے دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اروی رضی اللہ عنہا بنتِ عبدالمطلب

آپؓ کا نام ارویؓ اور کنیت ابی طلیب تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور رسولِ کریمؐ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

آپؓ کی شادی عمیر بن وہب سے ہوئی۔

جب رسولِ کریمؐ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو جن پاک نفوس نے اس دعوت کے قبول کرنے میں نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر اولیت کا شرف حاصل کیا ان میں حضرت اروی رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے طلیبؓ بن عمیر بھی تھے۔ ہادیٔ برحقؐ ان ایام میں حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کے گھر پناہ گزیں تھے۔ حضرت طلیبؓ بھی وہاں جا کر مشرف با سلام ہوئے اور حضورﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے گھر تشریف لائے۔ اپنی ماں سے فرمایا:

''اماں جان میں اپنے بھائی (ماموں زاد) محمدﷺ پر سچے دل سے ایمان لے آیا ہوں۔ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔''

حضرت ارویؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن بڑے خلوص سے اپنے فرزند سے کہا'' بیٹے تمہارا بھائی آج مخالفتوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے، بے کس اور مظلوم ہے اور واقعی تمہاری امداد کا مستحق ہے۔ اے کاش کہ آج مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو اپنے یتیم بھتیجے کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچاتی۔''

طلیبؓ نے کہا'' اماں تو پھر آپ اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتیں۔ ماموں حمزہؓ بھی بھائی محمدؐ کی رسالت کا اقرار کر چکے ہیں۔ اب کون سی چیز آپ کو قبولِ حق سے مانع ہے۔

حضرت ارویؓ نے کہا'' مجھے دوسری بہنوں کا انتظار ہے کہ وہ کیا کرتی ہیں؟''

حضرت طلیبؓ نے کہا'' اماں اب انتظار کا وقت نہیں۔ خدا کے لئے میرے ساتھ بھائی کے پاس چلو اور دولتِ اسلامؐ سے بہرہ ور ہو جاؤ۔''

حضرت ارویؓ مزید عذر نہ کر سکیں۔ اسی وقت اپنے بیٹے کے ساتھ ارقمؓ کے گھر جا کر ہادیٔ برحق پر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

جب حضرت اروئیؓ نے اسلام قبول کیا تو رسولؐ خدا خوفناک مصائب اور مشکلات سے دوچار تھے۔ کفارِ مکہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھا رہے تھے۔ حضرت اروئیؓ اپنے بھتیجے کی تکالیف پر بہت کڑھتی تھیں لیکن عورت تھیں عملی طور پر تو کفار کا مقابلہ کرنے سے معذور تھیں البتہ اپنے بیٹے طلیبؓ کو ہر وقت رسولِ کریمؐ کی مدد کرنے پر آمادہ کرتی رہتیں۔ حضرت طلیبؓ پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے جان نثار تھے۔ ماں کی تائید سے ان کا حوصلہ بہت بلند ہوگیا اور انہوں نے اپنی زندگی ہادیٔ برحق کی حفاظت اور خدمتِ اسلام کے لئے وقف کردی۔

ایک دن طلیبؓ کے ماموں ابولہب نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور انہیں حبسِ بے جا میں رکھا۔ حضرت طلیبؓ کو بہت غیرت آئی اور اپنے ماموں کو خوب پیٹا۔ بہت سے مشرکین انہیں لپٹ گئے اور ابولہب کو چھڑا لیا۔ اب مشرکین نے طلیبؓ کو باندھ دیا۔ چونکہ بڑے معزز خاندان کے فرد تھے کچھ دیر بعد چھوڑ دیا۔ ابولہب نے ان کے خلاف اپنی بہن سے شکایت کی۔ حضرت اروئیؓ نے جواب دیا "طلیبؓ کی زندگی کا بہترین وقت وہی ہے جب وہ محمدؐ کی مدد کرے۔"

ایک دن عوف بن حرہ سہمی نے حضرت طلیبؓ کے سامنے رسولِ کریمؐ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ حضرت طلیبؓ نے جوشِ غضب میں اس کو اونٹ کے گلے سے مار کر زخمی کر دیا۔ عوف نے حضرت اروئیؓ سے شکایت کی۔

انہوں نے جواب دیا۔

ان طلیبا نصر ابن خالہ　　　　واساہ فی دمہ ومالہ

طلیبؓ نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی

اور اس کے خون اور اس کے مال کی غمخواری کی

ایک دفعہ حضرت طلیبؓ کو معلوم ہوا کہ ابوہاب بن غریر دارمی رسولِ کریم ﷺ کو شہید کرنے پر آمادہ ہے۔ طلیبؓ نے اپنی تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت اروئیؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اظہارِ خوشنودی کیا۔

سنِ وفات اور دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

بعض مؤرخین کے نزدیک گو حضرت اروئیؓ اپنے بھتیجے کی خیر خواہ تھیں لیکن ان کا اسلام لانا محقق نہیں ہے۔ ابنِ سعد، ابن القیم اور بعض دوسرے مؤرخین کے نزدیک حضرت اروئیؓ نے یقینی طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ الخیر رضی اللہ عنہا بنتِ صخر

نام معلوم نہیں۔اپنی کنیت ام الخیر سے ہی مشہور ہیں۔

والد کا نام صخر بن عامر تھا جو قریش کے خاندان بنی تمیم سے تھے۔

آپؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی والدہ تھیں۔ ابو قحافہ سے شادی ہوئی اور انہیں سے صدیقِ اکبرؓ پیدا ہوئے۔

جب ابو بکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ اپنے آبائی مذہب پر ہی تھیں۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسولِ کریمؐ کے تتبع میں لوگوں کو دعوتِ حق دینی شروع کی۔مشرکین مکہ اس سے سخت غضبناک ہوئے۔ایک دن جب حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے۔مشرکین نے انہیں گھیر کر بہت زدوکوب کیا۔جب وہ بے ہوش ہوگئے تو بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو رحم آیا۔وہ انہیں اٹھا کر گھر لے گئے۔جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا۔

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔''

سارے گھر والے انہیں ملامت کرتے رہے لیکن وہ برابر پوچھتے رہے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ مجھے ان کی خبر لا کر دو۔'' اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے گھر تشریف لے آئے۔انہیں اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔فرطِ محبت سے ان کی پیشانی چومی۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہایت لجاجت سے عرض کی'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری والدہ ہیں، ان کے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب کرے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اُمُّ الخیر کے لئے دعا فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے ان کا دلِ نورِ اسلام سے منور کر دیا۔اسی وقت صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا اور تادمِ مرگ خدمتِ اسلام کرتی رہیں۔

مبارک تھی وہ ماں جس نے صدیقِ اکبرؓ جیسا فرزند جنا۔سال وفات معلوم نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ مسطح رضی اللہ عنہا

نام معلوم نہیں ہے۔ مشہور صحابی حضرت مسطح بن اثاثہ کی والدہ تھیں۔

حضرت اُمِّ الخیرؓ بنتِ صخر آپؓ کی بہن تھیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھانجے۔

اوائلِ اسلام میں ایمان لائیں۔ نہایت راسخ العقیدہ اور ثابت قدم مسلمان تھیں۔ واقعۂ افک میں منافقین نے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر ناپاک تہمت لگائی تو بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی اس پر یقین کرلیا۔ ان میں حضرت مسطحؓ بھی شامل تھے۔ غزوہ بنو مصطلق سے واپس آکر جب انہوں نے یہ واقعہ اپنی اماں سے بیان کیا تو وہ سخت غضبناک ہوئیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت مسطحؓ سے کچھ سلوک کیا کرتے تھے لیکن اُمِّ مسطحؓ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور فوراً اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاکر اپنے فرزند کو بددعائیں دینے لگیں۔ انہوں نے فرمایا ''نانی اماں آپؓ کا فرزند بدری صحابی ہے۔ آپ اسے کیوں بددعائیں دیتی ہیں۔''

اُمِّ مسطحؓ نے کہا ''خدا اسے غارت کرے وہ لوگوں کی افترا پردازی میں شریک ہوگیا ہے۔'' اس کے بعد تمام واقعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سنایا۔ وہ سکتے میں آگئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بریت کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے خالہ زاد بھائی مسطحؓ سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور ان کی امداد بند کردی۔

اس کے بعد جب خداوند کریم کی طرف سے درگزر کرنے اور معاف کردینے کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے پھر مسطحؓ کی امداد جاری کردی۔ جب یہ حکم نازل ہوا۔

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو ۸۰ کوڑے لگاؤ''

تو حضرت مسطحؓ پر بھی حد جاری ہوئی۔ اگر ان کی والدہ اپنے فرزند کا لحاظ کرتیں تو حضرت مسطحؓ بالکل بچ جاتے تھے لیکن انہوں نے ہر قسم کے نتائج وعواقب سے بے پرواہ ہوکر حق گوئی سے کام لیا۔

زندگی کے دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبداللہ

آپؓ کا نام معاذہؓ تھا۔ باپ کا نام عبداللہ بن جریر الضریر تھا۔

مدینہ کے مشہور منافق عبداللہ بن ابی سلول کی کنیز تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں دولتِ اسلام عطا کی تو عبداللہ بن ابی سلول بہت غضبناک ہوا۔ وہ ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا۔ اعلانیہ تو اسلام سے روک نہ سکتا تھا۔ البتہ معاذہؓ کو ایذا پہنچانے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو معلوم ہوگا تو وہ انہیں چھڑانے آئیں گے اور اسے کچھ رقم فدیہ میں مل جائے گی۔ حضرت معاذہؓ نے نہایت ثابت قدمی سے ہر تکلیف کو برداشت کیا لیکن راہِ حق سے منہ نہ موڑا۔ آخر رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ (سورہ نور)

ترجمہ: اور نہ زور کرو اپنی لونڈیوں پر بدکاری کے واسطے

اس آیت کے تحت عبداللہ بن ابی کے پنجۂ استبداد سے آپؓ کو رہائی نصیب ہوئی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ بھی رسولِ کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح سہل بن قرظ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حمیر بن عدی سے نکاح ہوا۔ ان سے تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے اور طلاق تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد عامر بن عدی سے نکاح ہوا۔

سہل بن قرظ کے صلب سے ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی امِ سعید پیدا ہوئیں۔ حمیر بن عدی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی اور عامر بن عدی سے ایک لڑکی اُمِ حبیب پیدا ہوئی۔

سال وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنتِ ثعلبہ

خولہؓ نام، ثعلبہ بن اصرم کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنی عوف بن خزرج سے تھے۔ بعض روایتوں میں خولہؓ کے والد کا نام مالک درج ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بیوی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپؓ کا نکاح حضرت عبادہؓ بن صامت کے بھائی اوس بن صامتؓ سے ہوا تھا۔

اسلام قبول کر کے رسولِ کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔

آپؓ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ قرآن حکیم کی آیت قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُ یعنی خدا نے اس عورت کی بات سُن لی جو تم سے جھگڑتی تھی۔ آپؓ ہی کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا قصّہ یوں ہے کہ ایک دفعہ ان کے شوہر اوس بن صامتؓ نے کہا مجھے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ خدا کے واسطے تم ہی ہادیٔ برحقؐ سے اس کے متعلق فتویٰ لو۔ حضرت خولہؓ رسولِ کریمؐ کی خدمت میں پہنچیں۔ حضورؐ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تھے۔ حضرت خولہؓ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا ''میرے خیال میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہو۔'' حضرت خولہؓ کو بہت صدمہ ہوا۔ قسم اٹھا کر کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی۔ غصہ میں آ کر ایک نامناسب بات کہہ دی۔'' رسول کریمؐ اپنی رائے پر قائم رہے اور خولہؓ بڑی عاجزی سے حضورؐ کو قائل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ''اے مولائے کریمؐ میں تجھ سے اپنی سخت ترین مصیبت کی فریاد کرتی ہوں۔ اے اللہ جو بات ہمارے لئے رحمت کا باعث ہو اسے اپنے نبی کی زبان پر ظاہر فرما۔'' یہ منظر اتنا دردناک تھا کہ حضرت عائشہؓ بھی اشکبار ہو گئیں۔

اتنے میں حضورؐ پر وحی نازل ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ کر دیا۔ اپنے شوہر سے کہو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کریں۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں

Marfat.com

باپ حضورؐ پر قربان۔ میرے خاوند کے پاس نہ کوئی لونڈی ہے نہ غلام۔" حضورؐ نے فرمایا" تو تواتر کے ساتھ ۶۰ روزے رکھیں۔" خولہؓ نے عرض کی" واللہ میرا شوہر بہت کمزور ہے۔ ۶۰ روزے رکھنا اس کے لئے ناممکن ہے۔" حضورؐ نے فرمایا تو اس سے کہو ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔" خولہؓ نے کہا" یارسول اللہ ﷺ اس کی بھی استطاعت نہیں۔" اب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اچھا تو اُمّ المنذر بنت قیس سے ایک بار شتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔" خولہؓ نے کہا" یارسول اللہ ﷺ میرے شوہر اتنا ضرور کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر گھر آئیں۔ اوسؓ دروازے پر منتظر تھے۔ بے تابی سے پوچھا" کیوں خولہؓ حضور ﷺ نے کیا حکم دیا؟" خولہؓ نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ تم بہت خوش قسمت ہو۔ جاؤ اور اُمّ المنذر بنت قیس سے ایک بار شتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کرو تا کہ تمہاری قسم کا کفارہ ادا ہو جائے۔ حضرت اوسؓ نے یہ کام بڑی خوشی سے انجام دیا۔ اس واقعہ سے حضرت خولہؓ کا مرتبہ لوگوں کے نزدیک بہت بلند ہو گیا اور وہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دن مسجد سے آ رہے تھے کہ راستے میں حضرت خولہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ فاروقِ اعظمؓ نے انہیں سلام کیا تو بولیں" اے عمرؓ! میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تمہیں لوگ عمرؓ کہہ کر پکارتے تھے۔ اب تمہارا لقب امیر المومنین ہے۔ پس مخلوقِ خدا کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور یقین جانو کہ جو شخص عذابِ الٰہی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو ہر وقت مرنے کا دھڑکا لگا رہے گا۔"

چند لوگ حضرت عمرِ فاروقؓ کے ساتھ تھے۔ ایک نے کہا بڑی بی تم نے تو امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ دوسرے نے کہا" امیر المومنینؓ اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ آ گئے۔" حضرت عمرِ فاروقؓ نے فرمایا جانے دو تمہیں معلوم بھی ہے یہ بڑھیا کون ہے، یہ خولہؓ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اس کی بات سن لی اور مجھ اللہ کے ناچیز بندے کو تو اس کی بات اور سننی چاہیئے۔ واللہ اگر یہ رات بھر ٹھہرتی تو بھی میں سوائے نماز کے اور کوئی کام نہ کرتا اور اس کی باتیں سنا کرتا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی خثمہ

آپ ؓ کا نام لیلیٰؓ اور کنیت اُمِ عبداللہ تھی۔ ابی خثمہ بن حذیفہ آپ کے والد کا نام تھا جو قریش کے خاندان عدی سے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ عنبریؓ سے نکاح ہوا۔

اوائل اسلام میں ہی اپنے شوہر کے ساتھ دینِ حق قبول کیا۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں۔ پہلی ہجرت حبشہ کو کی اور دوسری حبشہ سے مدینہ کو۔ چونکہ آپؓ قدیم الاسلام تھیں۔ اس لئے انہیں قبلۂ اوّل (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ حبش کی ہجرت کرنے سے پیش تر حضرت عمرؓ مکہ میں ان پر بہت تشدد کرتے تھے۔ وہ ابھی مشرف با اسلام نہیں ہوئے تھے۔ تنگ آ کر انہوں نے حبشہ کے لئے سامانِ سفر باندھا۔

قافلہ روانہ ہونے والا تھا کہ حضرت عمرؓ کا گزر ادھر سے ہوا۔ پوچھا، اُمِ عبداللہ کدھر جا رہی ہو؟ حضرت لیلیٰؓ نے جواب دیا ''تم نے ہمارا جینا حرام کر دیا ہے جدھر سینگ سمائیں گے چلے جائیں گے۔'' حضرت عمرؓ ان کی حالت سے متاثر ہوئے اور حیران ہوئے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اسلام چھوڑنے پر آمادہ نہیں لیکن سفر کی صعوبتیں اور جلاوطنی کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ نہایت نرم اور اداس لہجے میں بولے ''اچھا جاؤ خدا تمہارا ساتھی ہو۔''

حضرت لیلیٰؓ ان کے اس لب ولہجہ پر حیران ہوئیں۔ جب ان کے شوہر عامرؓ بن ربیعہ تشریف لائے تو ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ عامرؓ نے کہا ''کیا تم چاہتی ہو کہ عمرؓ بھی دین قبول کر لیں۔ حضرت لیلیٰؓ نے فرمایا ''میری دلی تمنا یہی ہے'' کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کر دی اور حضرت عمرؓ دائرۂ اسلام میں آ گئے۔

ایک بار رسول کریم ﷺ کے سامنے انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا ''تعال اَعطِک'' یہاں آؤ میں تم کو کچھ دوں گی۔'' رسول کریم ﷺ نے پوچھا تم اپنے بیٹے کو کیا دینا چاہتی تھیں۔ جواب دیا۔ کھجور۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم کچھ نہ دیتیں تو میں تمہیں جھوٹا سمجھتا۔

سالِ وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کی تفصیل نہیں ملتی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا اور لقب طاہرہ۔ ان کے والد خویلد بن اسد اور والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت زائدہ دونوں قریشی النسل تھے اور یوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ صرف نجیب الطرفین تھیں بلکہ ان کا شجرۂ نسب جناب رسول کریم ﷺ کے شجرۂ نسب سے جاملتا ہے۔

باپ کی طرف سے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔

(قصی جناب رسول اکرم ﷺ کے جد امجد تھے)

ماں کی طرف سے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی۔

(لوئی جناب رسول اکرم ﷺ کے بھی جد اعلیٰ تھے)

غرض دادھیال و ننھیال جس طرف نظر ڈالیں۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حسب و نسب نہایت ارفع و اعلیٰ ثابت ہوگا۔

آپ کے والد خویلد بن اسد بہت بڑے تاجر تھے اور عرب کے معزز ترین قبائل بنی تمیم اور بنی [illegible] میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے۔ اپنی خوش معاملگی و دیانت داری کی بدولت وہ تمام اہل قریش میں بے حد ہر دلعزیز اور محترم تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۵۵۵ عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ بچپن سے ہی آپ [illegible] شریف الاذیال تھیں۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سن شعور کو پہنچیں تو آپ کی شادی ابو ہالہ بناش بن زرارہ تمیمی سے ہوئی۔ بناش سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہی مر گیا۔ دوسرے کا نام ہند تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شمار ہوئے اور جنگ جمل میں حضرت علی [illegible] کی حمایت میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

Marfat.com

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

یہ محترم خاتون پہلی صدی ہجری میں بصرہ کے مقام پر پیدا ہوئیں۔علم وفضل زہدو اتقاء اور عبادت وریاضت میں یگانۂ روزگار تھیں۔ دنیائے اسلام میں ان کے بعد آج تک ان کے درجہ کی خاتون پیدا نہیں ہوئی۔ان کے زمانے کے بڑے بڑے اولیاءاللہ اور عالمانِ دین دقیق سے دقیق مسائل ان سے پوچھنے آتے اور وہ اپنی خداداد فراست سے انہیں چٹکیوں میں حل کر دیتیں۔

حضرت رابعہؒ بصری کے والدین بے حد مفلس تھے۔ جس رات رابعہؒ کی پیدائش ہوئی ان کے پاس بچی کو لپیٹنے کے لئے کپڑے کی ایک دھجی تک نہ تھی اور دیا جلانے کے لئے تیل کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔حضرت رابعہؒ کی والدہ نے اپنے شوہر سے کہا ''آج بڑا مشکل وقت ہے۔اپنے ہمسائے سے ایک کپڑا اور تھوڑا سا تیل ادھار مانگ لائیے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد نے کہا ''نہیں نہیں جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔اپنے اللہ سے مانگنی چاہیئے۔''

حضرت رابعہؒ کی والدہ نے کہا ''جو ادھار ادا کرنے کی نیت سے مانگا جائے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔آپؒ اپنے ہمسایہ سے یہ چیزیں ضرور مانگ لیجئے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد مجبور ہو کر ہمسائے کے مکان پر گئے۔ بار بار اس کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ پایا۔گھر والے گہری نیند میں سوئے پڑے تھے۔حضرت رابعہؒ کے والد دِل شکستہ ہو کر واپس آ گئے اور سو گئے۔

خواب میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔حضورؐ نے فرمایا ''اے شخص دل شکستہ نہ ہو،تمہاری بیٹی یگانۂ روزگار ہوگی۔اس کی نیکی اور پرہیزگاری کی شہرت دور دور پھیلے گی۔صبح اٹھ کر

Marfat.com

بصرہ کے حاکم کے نام ایک خط لکھو کہ تم رسولِ کریم ﷺ کو ہر جمعہ کی رات جو تحفہ بھیجا کرتے تھے۔ اس جمعہ کی رات کو کیوں نہیں بھیجا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کے عوض تمہیں ۴۰۰ دینار دے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد صبح کو خوش خوش بیدار ہوئے۔ فرمانِ نبویؐ کے مطابق حاکمِ بصرہ کو خط لکھا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اسی وقت ۴۰۰ دینار اور کئی دوسرے تحائف حضرت رابعہؒ کے والد کی خدمت میں بھیجے اور پھر خود ان کی اور بچی کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر حاضر ہوا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت رابعہؒ کے والد ہر روز سونے سے پہلے کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ جس رات حضرت رابعہ بصری پیدا ہوئیں ان کے گھر فاقہ تھا۔ جب رات کو سوئے تو رسولِ کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''فلاں سوداگر ہر روز تین ہزار مرتبہ درود شریف اس طرح پڑھتا ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس کے پاس جاؤ اور ہماری طرف سے کہو کہ تمہیں ایک ہزار اشرفی دے۔''

سوداگر یہ سن کر بہت مسرور ہوا کہ اس کے آقا و مولاؐ نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اسی وقت اٹھا اور ایک ہزار کی بجائے دو ہزار اشرفی لا کر حضرت رابعہؒ کے والد کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔

حضرت رابعہؒ اپنے والدین کی چوتھی اولاد تھیں۔ ان سے پہلے ان کی تین بہنیں اور تھیں۔ اس لئے والدین نے آپ کا نام رابعہ یعنی چوتھی رکھا۔ ابھی وہ سن شعور کو نہیں پہنچی تھیں کہ ماں باپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان دنوں بصرہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ ان کی بہنوں نے حضرت رابعہؒ کو ایک سنگدل شخص کے ہاتھ چند سکوں کے عوض بیچ دیا۔ آپؒ ایک لونڈی کی طرح اس کے گھر رہنے لگیں۔ بچپن سے ہی بے حد عبادت گزار تھیں۔ اپنے آقا کے گھر سخت محنت اور مشقت کرتیں لیکن زبان پر ہر وقت ذکرِ خدا جاری رہتا۔ جب ذرا مہلت ملتی، نماز کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور نہایت خشوع و خضوع کے نماز ادا فرماتیں۔ جب مالک سو جاتا تو ساری رات یادِ الٰہی میں گزارتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔ ایک رات اتفاق سے آقا کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا کیا ہے حضرت رابعہؒ سجدے میں پڑی ہوئی گڑگڑا کر رو رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

''اے مولائے کریم تو علیم و بصیر ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں تیری عبادت کی کس قدر مشتاق ہوں۔ لیکن دن کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں

Marfat.com

ملتی کہ اس کی زرخرید ہوں۔ رات کو اس کے سونے کے بعد تیری خدمت
میں حاضر ہوتی ہوں اور جو کچھ بندگی بن آتی ہے بجا لاتی ہوں۔ اگرچہ
ایسی بندگی قابلِ قبول نہیں لیکن بے بس ہوں کہ تیرا ایک بندہ بھی مجھ سے
اپنی خدمت کراتا ہے۔"

یہ ماجرا دیکھ کر حضرت رابعہؒ کے آقا کے ہوش اڑ گئے۔ رات بڑی بے چینی سے کاٹی، صبح اٹھ کر حضرت رابعہؒ کی کمال عزت و تعظیم کی اور بے حد معذرت کر کے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت رابعہؒ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور پھر شہر سے باہر ایک خراب خستہ حال مکاں میں سکونت اختیار کی۔ یہاں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتیں۔

بڑے بڑے نامور فقیہ، محدث اولیاء اور علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے علم و فضل سے مستفیض ہوتے۔

حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؒ کے گھر کے سامان کا جائزہ لیا۔ دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا پیالہ رکھا ہے جس سے آپؒ وضو کرتی اور پانی پیتی ہیں۔ ایک پرانی چٹائی ہے جو جائے نماز کا کام دیتی ہے اور ایک اینٹ ہے جو تکیہ کا کام دیتی ہے۔ دو تین اور معمولی برتن تھے اور یہ آپؒ کے گھر کی کل کائنات تھی۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد میں حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ اس وقت گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھ رہی تھی۔ آپؒ گفتگو میں اس قدر محو ہو گئیں کہ ہانڈی کا خیال نہ رہا۔ شام کے بعد ایک روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا پیالہ لے کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت آپ کو ہانڈی کا خیال آیا۔ دیکھا تو قدرتِ خداوندی سے گوشت نہایت لذیذ پکا ہوا موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے بھی وہ گوشت کھایا۔ نہایت لذیذ تھا۔ ایسا گوشت ہم نے کبھی نہیں کھایا۔

حاکمِ بصرہ نے چند خادم حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت کے لئے بھیج دیئے تھے لیکن آپؒ نے ان سے کبھی کوئی خدمت نہ لی۔ وہ دن رات چین اڑاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت حسن بصری اور ذوالنون مصریؒ حضرت رابعہ سے ملنے گئے۔ انہیں عبادت الٰہی میں مشغول پایا۔ خادم

Marfat.com

مزے کر رہے تھے۔ دونوں حضرات خادموں پر ناخوش ہوئے کہ تم اپنی مالکہ کی خدمت نہیں کرتے۔ سب خادموں نے مل کر ایک مکان درست کر کے بخوشامد حضرت رابعہؒ کو وہاں رکھا۔ دو تین دن وہاں بڑی مشکل سے کاٹے اور پھر اپنی پرانی جھونپڑی میں آ پڑیں اور چالیس برس اسی حال میں ذوق وشوق اور ذکرِ الٰہی میں گزار دیئے۔

حضرت رابعہؒ بصری کبھی کبھار اپنے ہم عصر ولی اللہ خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس وعظ میں تشریف لے جاتیں۔ خواجہ حسن بصریؒ اس دن بڑے زور وشور سے وعظ فرماتے ہیں جس میں علم و معرفت کے دریا بہا دیتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا ''یا حضرت آپ اسی دن وعظ کیوں فرماتے ہیں جس دن رابعہؒ آپ کے پاس تشریف لاتی ہیں۔ حالانکہ مخلوقِ خدا کا ہمیشہ آپ کے پاس ہجوم رہتا ہے۔''

خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا'' جو شربت ہاتھیوں کے برتنوں کے لئے ہوتا ہے وہ چیونٹیوں کے برتنوں میں نہیں ڈالا جاتا۔''

ایک دفعہ بصرہ کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے'' اے رابعہؒ مردوں کو کیوں ایسے مرتبے حاصل ہیں جو عورتوں کو کبھی میسر نہیں آئے۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اور اسی لئے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ مرتبۂ نبوت پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مردوں ہی کو فائز کیا ہے۔ خدا نے اس اعزاز کے لئے صرف مردوں کو ہی منتخب کیا اور عورتوں کو محروم رکھا۔''

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا'' بھائیو کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی عورت نے آج تک خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ استکبار بھی صرف مردوں ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ انہوں نے خدائی تک کا دعویٰ کرنے سے گریز نہیں کیا اور جتنے نبی، صدیق، شہید، ولی ہوئے ہیں وہ عورتوں ہی کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور انہیں کی گود میں تربیت پائی اور پروان چڑھے۔ کیا عورت کا یہ مرتبہ کم ہے۔'' تمام لوگ لاجواب ہو گئے۔

ایک دن کچھ لوگ حضرت رابعہؒ بصری کے پاس عبادت کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا'' میں عبادت الٰہی دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں۔''

Marfat.com

ایک دوسرا شخص بولا ''میں تو عبادت الٰہی جنت کے حصول کے لئے کرتا ہوں۔''

حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا ''بھائیو تم مزدوروں کی طرح خوف یا لالچ کی وجہ سے خدا کی عبادت نہ کرو، بلکہ صرف اپنے مولائے کریم کی خوشنودی اور رضا کے لئے اس کا ذکر کرو۔ عذاب و ثواب سب اس کی مرضی پر چھوڑ دو۔''

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ نے حج کا ارادہ کیا۔ ایک خچر خریدا اور سامانِ سفر درست کر کے مکہ معظمہ جانے والے ایک قافلے کے ساتھ چل پڑیں۔ راستے میں جانور بیمار ہو کر مر گیا۔ اہلِ قافلہ حضرت رابعہؒ کے قدر شناس تھے۔ انہوں نے ان سے عرض کی کہ آپؒ کوئی فکر نہ کریں۔ ہم آپؒ کا سامان لاد لیں گے اور آپ کو بھی سوار کر لیں گے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا آپ لوگ جائیں۔ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ قافلے والوں نے بہت اصرار کیا لیکن رابعہؒ نہ مانیں۔ ناچار وہ آگے روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت رابعہ بصریؒ نے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی کہ ''اے میرے آقا اے دونوں جہانوں کے مالک تو نے اپنی لونڈی کو اپنے گھر کی زیارت کے لئے بلایا۔ راستے میں میرا خچر مر گیا۔ سب سامانِ سفر بکھرا پڑا ہے اور تیری لونڈی خستہ حال ہے۔ تیری لونڈی ہو کر میں کسی کی محتاج کیوں بنوں۔ مولا اس جنگل بیابان میں میری مدد کر کہ تیرے گھر کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کروں۔''

رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ اس بیابان میں ایک خچر حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ اس پر سوار ہو کر قافلہ سے جا ملیں۔ وہ لوگ حیران رہ گئے۔ وہ خچر بڑا اصیل اور تیز رفتار تھا۔ مدت تک حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس رہا اور پھر معقول قیمت پر بک گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ ہمیشہ شب بیدار رہتیں اور چار سو رکعت نماز ادا کرتیں۔ پھر صبح کو نماز پڑھ کر کسلمندی دور کرنے کچھ دیر جائے نماز پر بیٹھ جاتیں۔ ذرا آنکھ لگتے ہی پھر اٹھ کھڑی ہوتیں اور نفس کو بہت لعنت ملامت کرتیں کہ تو کب تک خوابِ غفلت میں پڑا رہے گا۔ موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ اس کے بعد پھر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ ایک ہاتھ میں پانی کا لوٹا اور دوسرے میں آگ کی

Marfat.com

انگیٹھی لئے کہیں جارہی تھیں۔ راستے میں ایک شخص نے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہے اور آپ کدھر جارہی ہیں۔ فرمایا ''اس پانی سے دوزخ کی آگ بجھاؤں گی اور آگ سے بہشت کو جلادوں گی۔'' اس شخص نے پوچھا'' کیوں؟''

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا ''اس لئے کہ لوگ اللہ کی عبادت نہ بہشت کے لالچ اور نہ دوزخ کے خوف سے کریں بلکہ ہمیشہ اپنے آقا کی رضا اور خوشنودی کو مدنظر رکھیں۔''

ایک دفعہ دو نیک آدمی حضرت رابعہؒ بصری کی زیارت کے لئے آئے۔ طویل سفر سے تھکے ہوئے تھے اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔ حضرت رابعہؒ بصری کے گھر اس وقت دو روٹیاں تھیں۔ چاہتی تھیں کہ مسافروں کے سامنے رکھیں کہ ایک سائل نے دروازے پر دستک دی اور کھانے کو کچھ مانگا۔ حضرت رابعہؒ بصری نے دونوں روٹیاں اسے دے دیں۔ مہمانوں کے چہرے پر تردد کے آثار پیدا ہوئے۔

حضرت رابعہؒ بصری نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''بھائیو تم تنگ دل کیوں ہوتے ہو۔ کیا اللہ ہمارے حال سے آگاہ نہیں۔ وہی سب کا رازق ہے۔''

ابھی یہ بات ان کے منہ ہی میں تھی کہ ایک لونڈی کچھ روٹیاں کپڑے میں لپیٹے ہوئے حاضر ہوئی اور کہا میری مالکہ نے یہ روٹیاں آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ حضرت رابعہؒ بصری نے روٹیاں لے کر گنیں اور پھر انہیں لونڈی کو واپس دے کر کہا۔ تمہاری مالکہ سے گننے میں غلطی ہوئی ہے جتنی روٹیاں وہ بھیجنا چاہتی تھی ان میں سے دو روٹیاں کم ہیں۔''

لونڈی روٹیاں واپس لے گئی اور تمام قصہ اپنی مالکہ سے بیان۔ اس نے کہا بے شک دو روٹیاں میں نے غلطی سے کم گنی ہیں اور بیس کی بجائے اٹھارہ روٹیاں بھیج دیں۔ اس کے بعد اس نے پوری بیس روٹیاں حضرت رابعہؒ کی خدمت میں بھیجیں۔ حضرت رابعہؒ بصری نے یہ روٹیاں مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور فارغ ہو کر حضرت رابعہؒ سے پوچھا ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ دو روٹیاں کم ہیں۔''

فرمایا۔ جب میں نے دو روٹیاں سائل کو دیں تو اپنے مالکِ حقیقی رُس کی۔

Marfat.com

''اے میرے مولا تیرا وعدہ ہے کہ ایک کے بدلے دنیا میں دس اور آخرت میں ستر عطا کرے گا۔ دو روٹیاں تیری راہ میں دے رہی ہوں تو اپنا وعدہ پورا کرنا۔''

اللہ نے میری دعا سن لی۔ اب جو مجھے اٹھارہ روٹیاں ملیں تو یقیناً یہ گننے والی کی غلطی تھی ۔یہی وجہ تھی کہ میں نے پہلی مرتبہ روٹیاں واپس کر دی تھیں۔

دونوں مہمان حضرت رابعہ بصریؒ کے توکل پر حیران رہ گئے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے ساری عمر نکاح نہیں کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتیں۔ آپ نے جواب دیا۔

''مجھ کو آخرت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی ہے۔ پھر نکاح کیسے کرو۔ روزی دینے والا خدا ہے۔ وہ ہر جاندار کو ضرورت کے مطابق رزق دیتا ہے۔ مجھے اسی پر بھروسہ ہے۔''

لیکن اس کے برخلاف دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سنت نبوی کے تتبع میں حضرت رابعہ بصریؒ نے نکاح کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تین فرزند عطا کئے جن کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ تھے۔

خاوند کے انتقال کے بعد البتہ آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے بیٹے بہت سعادت مند تھے اور ہر وقت اپنی ماں کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔

حضرت رابعہ بصریؒ جب معراجِ کمال پر پہنچ گئیں تو وہ زیادہ وقت خاموش ہی رہتی تھیں ۔اگر کبھی ضرورت کے وقت گفتگو کرنی پڑتی تو صرف قرآن مجید کی آیات سے ہی اپنا مطلب ادا کرتیں۔ فرماتی تھیں کہ میں قرآن حکیم کے الفاظ میں اس لئے گفتگو کرتی ہوں کہ فرشتے انسان کی ہر بات لکھ لیتے ہیں اور جب وہ میری باتیں میرے اعمالنامے میں لکھیں گے تو سب قرآن کریم ہی کی آیات ہوں گی اور کوئی ایسی بات نہ لکھ سکیں گے جو میرے رب نے نہ فرمائی ہو۔''

ایک دفعہ حج سے واپسی کے وقت راستہ بھول گئیں۔ جس قافلے کے ہمراہ تھیں وہ آگے چلا گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر عبادت کرنے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو جا رہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ تنہا میدان میں بیٹھی ہوئی ذکرِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس جا کر کہا ''السلام علیکم

Marfat.com

ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔''

حضرت رابعہ بصریؒ: سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبِّ الرَّحِيْمِ. (سلام قول ہے اللہ مہربان کی طرف سے)

عبداللہ بن مبارکؒ: خدا آپ پر رحمت کرے۔ آپ یہاں کیسے بیٹھی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: .وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو راہ بتانے والا کوئی نہیں)

مطلب یہ کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کا اردہ کہاں جانے کا ہے؟

حضرت رابعہ بصریؒ: سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف)

مطلب یہ کہ حج سے فارغ ہو کر اب بیت المقدس (یروشلم) جانے کا ارادہ ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کب سے یہاں پڑی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (تین پوری راتیں)

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔ یہ وقت آپ نے کیسے گزارا؟

حضرت رابعہ بصریؒ: هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ (وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ میرے رزق کا بندوبست کردیتا ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ وضو کیسے کرتی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (نہ پاؤ پانی تو پاک مٹی سے تیمم کرلو)

مطلب یہ کہ پانی کے بغیر تیمم کرلیتی ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: میرے پاس کھانا ہے۔ کیا آپ کھائیں گی؟

حضرت رابعہ بصریؒ: .ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (پھر تمام کرو روزے کو تم رات تک)

Marfat.com

• مطلب یہ کہ میں روزے سے ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: یہ رمضان المبارک کا مہینہ تو نہیں ہے۔

حضرت رابعہ بصری: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (جو بطورِ نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے)

مطلب یہ کہ میرا روزہ نفلی ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: لیکن سفر میں تو ہمیں اجازت ہے۔

حضرت رابعہ بصری: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، بشرطیکہ تم جانتے ہو)

عبداللہ بن مبارکؒ: جس طرح میں آپ سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آپ مجھ سے کیوں باتیں نہیں کرتیں۔

حضرت رابعہ بصری: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (نہیں منہ سے نکالتا کوئی بات مگر یہ کہ اس پر ایک مخبر مقرر ہے)

مطلب یہ کہ انسان کو اپنی بات کا جواب دِہ ہونا پڑے گا۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

حضرت رابعہ بصری: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ . اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (نہ واقف ہو اس چیز سے جس کا تجھ کو علم نہیں۔ بلاشبہ کان اور دل سب سے باز پرس ہوگی)

مطلب یہ کہ ایسی باتوں سے دل اور کان کو آلودہ نہ کرو جن کا جواب دینا پڑے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: مجھ سے غلطی ہوئی معاف فرمایئے!

حضرت رابعہ بصری: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (نہیں سرزنش تم پر آج۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: میں آپ کو اپنی اونٹنی پر بٹھا کر لے چلوں گا۔ جہاں آپ چاہیں گی وہاں پہنچا دوں گا۔

حضرت رابعہ بصری: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (نیکی کا جو کام تم کرو گے اللہ اس کو جانتا

Marfat.com

ہے۔

عبداللہ اپنی اونٹنی ان کے قریب لائے اوران سے کہا کہ اس پر سوار ہو جایئے۔ حضرت رابعہؒ یوں گویا ہوئیں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (کہو مومنوں سے کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

مطلب یہ کہ آپ اپنی آنکھیں بند کرلیں یا منہ پھیر کر کھڑے ہو جائیں تاکہ میں بلا جھجک سوار ہو جاؤں۔

عبداللہ بن مبارک نے اپنی بند کرلیں اور کہا کہ لیجیے! اب سوار ہو جایئے۔ حضرت رابعہؒ بصری جب سوار ہونے لگیں تو اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی اوران کی اوڑھنی کجاوے سے الجھ کر پھٹ گئی۔

حضرت عبداللہؒ نے اظہارِ افسوس کیا تو حضرت رابعہؒ بصری بولیں۔

مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سی خطاؤں کو معاف کردیتا ہے)

یعنی تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں یہ میرے اعمال کا نتیجہ ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: اچھا آپ ذرا ٹھہریں۔ میں اونٹنی کے پاؤں باندھ دوں تاکہ آپ اطمینان سے سوار ہو سکیں۔

حضرت رابعہؒ بصری: فَفَهَّمْنَا هَا سُلَيْمٰنَ (پس سمجھایا ہے سلیمان نے)

یعنی اونٹنی کے پاؤں ضرور باندھو یہ اسی طرح سمجھے گی۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اونٹنی کے پاؤں باندھے۔ حضرت رابعہؒ بصری اطمینان سے اس پر سوار ہو گئیں۔ جب وہ چلنے لگی تو آپ نے فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (پاک ہے وہ اللہ جس نے اس کو ہمارا مطیع کیا اور ہم اس کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے

Marfat.com

نباش کے انتقال کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی۔ ان سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ یہ ہند نبی کریم ﷺ کی اولین صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد عتیق بن عائذ بھی فوت ہو گئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح ان کے ابنِ عم صیفی ابن امیہ کے ساتھ ہوا اور ان کے انتقال کے بعد انہیں جنابِ رسولِ کریم ﷺ کا شرفِ زوجیت حاصل ہوا، لیکن بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تیسرا اور آخری نکاح جنابِ رسولِ کریم ﷺ ہی سے ہوا۔

نبی کریم ﷺ کے حبالۂ زوجیت میں آنے سے پیشتر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی بیوگی کے ایام خلوت گزینی میں گزار رہی تھیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں گزارتیں اور کچھ وقت اس زمانہ کی معزز کاہنہ عورتوں میں صرف کرتیں اور ان سے زمانے کے انقلاب پر وقتاً فوقتاً بحث کیا کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغامات بھیجے لیکن انہوں نے سب رد کر دیئے کیونکہ پے در پے صدمات نے ان کی طبیعت دنیا سے اُچاٹ کر دی تھی۔

ادھر ان کے والد ضعیف العمری کی وجہ سے اپنی وسیع تجارت کے انتظام سے عاجز آ گئے۔ نرینہ اولاد کوئی زندہ نہ تھی۔ تمام کام اپنی ذہین اور عاقلہ بیٹی کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد خویلد کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام کاروبارِ تجارت نہایت احسن طریقہ سے جاری رکھا۔ اس وقت ان کی تجارت ایک طرف شام میں پھیلی ہوئی تھی تو دوسری طرف اطرافِ یمن میں۔ اس وسیع کاروبار کو چلانے کے لئے انہوں نے ایک بہت بڑا عملہ رکھا ہوا تھا جو بیسیوں عرب، یہودی اور عیسائی ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ حسنِ تدبیر اور دیانت داری کی بدولت ان کی تجارت دن بدن ترقی کر رہی تھی اور اب ان کی نظریں ایک ایسے شخص کی متلاشی تھیں جو بے حد قابل، ذہین اور دیانت دار ہو، تاکہ وہ اپنے تمام ملازمین کو اس کی سرکردگی میں تجارتی قافلوں کے ہمراہ باہر بھیجا کریں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ کی عمر ابھی ۲۵

Marfat.com

ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حیوانوں کو ہمارا مطیع کیا۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور حدی خوانی کرتے چل پڑے۔ آواز جوش میں بہت بلند ہوگئی۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا۔

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ (ترقی کرو اپنی چال میں اور آہستہ رکھو اپنی آواز کو)

یعنی بے شک تیز چلو لیکن بلند آواز سے حدی خوانی نہ کرو۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اپنی آواز نیچی کر لی لیکن اشعار میں ترنم کو باقی رکھا۔

حضرت رابعہ بصریؒ: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن (پڑھو جتنی توفیق ہو قرآن سے)

مطلب یہ کہ اس حدی خوانی سے بہتر ہے کہ کوئی رکوع پڑھو۔

عبداللہ بن مبارکؒ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیاں دی ہیں۔ سب لوگ آپ جیسے کس طرح بن جائیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ (نہیں سمجھتے مگر عقل والے)

یعنی نیکیاں حاصل کرنے سے ہو سکتی ہیں۔ تم بھی صاحبِ عقل ہو، بھلائی کی طرف چلو۔

عبداللہؒ بن مبارک نے چلتے چلتے پوچھا، کیا آپ کے شوہر بھی ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ (اے ایمان والوان باتوں کو مت دریافت کرو جو تم پر ظاہر ہو جائیں تو ناگوار معلوم ہوں)

مطلب یہ کہ آپ کو اس تجسس کی کیا ضرورت ہے۔

عبداللہؒ بن مبارک خاموش ہو گئے اور تیزی سے چلتے ہوئے قافلے کے قریب جا پہنچے۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا ''کیا قافلہ میں آپ کا کوئی قرابت دار ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں۔

Marfat.com

عبداللہؒ بن مبارک نے اس سے سمجھ لیا کہ ان کوئی بیٹا قافلہ میں ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کوئی نشانی بتاؤ تو میں تلاش کروں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَعَلَامَاتِ وَ بِاالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (اور علامتیں ہیں اور ستاروں سے راستہ پاتے ہیں۔

یعنی میرے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ اونٹنی کی مہار پکڑ کر قافلے میں چکر لگانے لگے اور حضرت رابعہ بصریؒ سے کہا اپنا خیمہ پہچانیئے!

حضرت رابعہ بصریؒ: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا .وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا .يَا يَحْيٰى خُذِالْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (بنایا ابراہیمؑ نے اللہ کو دوست اور بات کی موسیٰؑ نے اچھی طرح۔ اے یحییٰ لے لو کتاب کو مضبوطی سے۔

مطلب یہ کہ تم ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ کا نام لے کر پکارو!

عبداللہ بن مبارکؒ نے تینوں نام باآوازِ بلند پکارے۔ تین نوعمر لڑکے لپک کر ایک خیمہ سے نکلے اور بڑی عزت واحترام کے ساتھ اپنی والدہ کو اونٹنی سے اتارا۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں۔ پھر دیکھے کون سا کھانا ستھرا ہے۔ سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا)

یہ سنتے ہی ایک لڑکا دوڑا گیا" کچھ ملا عبداللہؒ بن مبارک کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (کھاؤ اور پیو برکت کے ساتھ عوض ان خالی دنوں کے جو تم گزار چکے ہو)

یعنی ان دنوں کے عوض جن میں تم روزہ دار تھے۔ آج خوب کھاؤ اور پیو۔

عبداللہ بن مبارکؒ حیران رہ گئے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کو قرآن پر کس قدر عبور حاصل ہے۔ وہ ان کے فرزندوں سے ان کے حالات دریافت کرنے لگے۔ ابراہیم نے کہا کہ" ہماری

Marfat.com

والدہ نے ۴۰ سال سے زبان سے کوئی لفظ سوائے آیاتِ کلامِ پاک کے نہیں نکالا تا کہ ایسا نہ ہو کوئی لفظ ایسا زبان سے نکل جائے جس کی قیامت کے دن باز پرس ہو۔

حضرت رابعہؒ بصرہ میں فوت ہوئیں ۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس زمانے کے بڑے بڑے علماء اور اولیاء ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور کہا '' کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ بندے کا وصال اپنے مالک سے ہے۔ اس میں کسی غیر کا گزر نہ ہونا چاہیئے۔

چنانچہ تمام حاضرین آپ کا ارشاد سن کر باہر نکل آئے ۔ حضرت رابعہؒ بصری نے کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد سب نے ایک آواز سنی۔

'' اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آ ؤ! ''

سب بزرگ دوبارہ حضرت رابعہؒ بصری کے حجرے میں داخل ہوئے تو دیکھا آپ کا طائرِ روح رحمتِ الٰہی کی طرف پرواز کر چکا تھا۔

حضرت رابعہؒ بصری نے جس دن وفات پائی ، جہاں جہاں اس کی خبر پہنچی وہاں حشر بپا ہو گیا۔ جنازے میں لاکھوں اشخاص نے شرکت کی ۔ مزار مبارک بصرہ ہی میں واقع ہے۔ ہر روز سینکڑوں لوگ اپنی عقیدت کے پھول اس رفیع المرتبت کی قبر پر نچھاور کرتے ہیں۔

حضرت رابعہؒ بصری اپنی زندگی میں موٹے کمبل کا کرتہ پہنے رہتیں ۔ بوقت رحلت وصیت کی کہ مجھے اسی کا کفن دے کر دفنا دینا۔ لوگوں نے ویسے ہی کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بصرہ کی ایک پارسا عورت نے خواب میں حضرت رابعہؒ بصری کو دیکھا کہ نہایت عمدہ ریشمی کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ پوچھا وہ کمبل کا کرتہ کہاں ہے؟

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا ۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کیا ہے۔

عورت نے پوچھا اے رابعہؒ کوئی ایسی بات بتا جس سے قربِ الٰہی حاصل ہو۔

حضرت رابعہؒ بصری نے فرمایا '' یادِ الٰہی سے زیادہ کوئی ذریعہ قربِ الٰہی کا نہیں ہے۔ ''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا بڑی عظیم المرتبت عارفہ گزری ہیں۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زیارت سے مشرف ہوئی تھیں اوران سے حدیث بھی روایت کیا کرتی تھیں۔

جب آپ کے شوہر کا انتقال ہوا تو آپ نے دل میں عہد کیا کہ اب کبھی بستر اور تکیہ استعمال نہ کروں گی۔ اس عہد کو انہوں نے تادمِ مرگ نبھایا۔

جب صبح ہوتی تو خیال کرتیں کہ بس آخری دن مہلت کا ہے اور آج ہی مجھ پر موت وارد ہو جائے گی۔

جب رات ہوتی تو خیال کرتیں کہ بس آخری رات زندگی کی ہے۔ جس قدر یادِ خدا ہو سکے کرلو۔ بس اسی طرح رات دن عبادت الٰہی میں مستغرق رہتیں۔ اگر رات کو نیند کا غلبہ ہوتا تو اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیتیں۔ نفس سے مخاطب ہو کر فرماتیں۔ نیند تیرے سامنے ہے۔ قبر میں سونے کا خوب موقع ملے گا۔ رات دن ۶۰۰ نوافل علاوہ سنن وفرائض کے پڑھا کرتیں۔

کسی نے ان سے کہا کہ تم اپنے نفس کو ضرورت سے زیادہ تکلیف دیتی ہو، فرمایا ''تکلیف کیسی بھائی۔ رات کو جب نیند آتی ہے تو نفس کو کہتی ہوں کہ اب خدا کی یاد کر۔ جب زندگی کی شام ہو تو ہمیشہ کے لئے سونا۔ دن کو بھوک لگتی ہے تو نفس کو کہتی ہوں اب کام کرنے کا وقت ہے۔ رات کو فرصت سے کھالینا۔ یہ بھی کوئی تکلیف کی بات ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

سیدہ عائشہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی صاحبزادی تھیں۔ کمال درجہ کی عابدہ وزاہدہ تھیں۔

۱۴۵ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

اکثر فرمایا کرتیں۔ اے اللہ تیری عزت وجلال کی قسم اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈالا تو میں اپنی توحید کو ہاتھ میں لونگی اور تمام دوزخیوں کو سناؤں گی کہ میں نے اس کی واحدانیت کا سچے دل سے اقرار کیا اور اس نے مجھے عذاب دیا۔

یہ مقامِ ناز تھا۔ عارفانِ کامل اپنے خالق پر ناز کرتے ہیں اور وہ ان کے ناز اٹھاتا ہے۔

☆☆☆

رابعہ رحمۃ اللہ علیہا بنتِ اسماعیل

زہد واتقا میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ اپنے شوہر سے کہا کرتیں کہ میں بحیثیت بیوی کوئی محبت نہیں رکھتی بلکہ بطریقِ اخوانِ طریقت مجھ کو تم سے محبت ہے جو محض اللہ کے لئے ہے۔

ہمیشہ روزہ دار رہتی تھیں۔

فرمایا کرتیں:

(۱) میرے جیسی عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کبھی افطار کرے۔ اس کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔

(۲) جب برف دیکھتی ہوں نامۂ اعمال یاد آتا ہے۔

(۳) جب اذان سنتی ہوں، قیامت کے دن کا منادی مجھے یاد آتا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ آج کس کا ملک ہے۔

(۴) جب بندہ طاعتِ الٰہی پر مداومت کرتا ہے تو اللہ اس کی برائیوں سے مطلع فرمادیتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا والوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت منفوسہ رحمۃ اللہ علیہا بنت زید

آپ کا نام منفوسہ تھا۔ زید ابن ابی الفورس کی بیٹی تھیں۔ بہت بڑی عارفہ گزری ہیں۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتی تھیں۔ بے حد صابر تھیں۔ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ سب بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتے۔ جب کوئی بچہ مرتا تو نہایت اطمینان سے اس کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھ جاتیں اور کہتیں۔

''خدا کی قسم بے شک تیرا آگے جانا میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ تو میرے پیچھے جائے اور میرا صبر بہتر ہے اس سے کہ میں تجھ پر نوحہ کرو۔ اگر تیری جدائی حسرت ناک ہے تو یقیناً اس کا اجر اللہ کے ہاں بہتر ہے۔''

پھر جوش میں آکر حضرت عمرو بن معدی کرب کا یہ رجزیہ شعر پڑھتیں۔

وانا القوم لا یفیض دمدمنا
علی ھالک مناوان قصم الظھر

(ترجمہ) ہم ایسے لوگ ہیں کہ اپنے مردوں پر نہیں روتے۔ اگرچہ صدمہ سے کمر ٹوٹ جائے۔

اس کے بعد نہایت صبر سے بچہ کی تجہیز و تکفین کرتیں اور پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

☆☆☆

Marfat.com

قابل مطالعہ کتابیں

نام کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
کشف المحجوب (اردو)	حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ	۱۶۰ روپے
اللہ والے	ظہور الحسن شارب	۱۱۰ روپے
اللہ والیاں	احمد مصطفےٰ صدیقی راہی	۱۱۰ روپے
تاریخ مشائخ نقشبند	محمد صادق قصوری	۲۰۰ روپے
امام اعظم	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۱۵۰ روپے
حسن الجردہ (شرح قصیدہ بردہ شریف)	مولانا عبدالمالک	۸۰ روپے
تاریخ اولیاء (نظامی بنسری)	حضرت خواجہ سید حسن نظامی دہلوی	۱۷۰ روپے
جنتی زیور	عبدالمصطفےٰ اعظمی	۱۲۰ روپے
مزارات اولیاء اور توسل	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۷۰ روپے
اولاد کو سکھا محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۹۰ روپے
اولاد کو سکھاؤ محبت اہل بیتؓ کی	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۱۰۰ روپے
معین الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	۸۰ روپے
دلی کے بائیس خواجہ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	۱۰۰ روپے
حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	بشیر حسین چشتی نظامی	۷۰ روپے
اسلام میں شادی کا تصور	پروفیسر حافظ محمد سعید احمد	۷۰ روپے
ضیاء الحدیث	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۸۰ روپے
ملفوظات و فوائد حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ	خواجہ بشیر حسن چشتی نظامی	۱۰۰ روپے
شیریں حکایات	محمد امین شرقپوری	۱۰۰ روپے
گلدستہ احادیث	حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیربلوی	۹۰ روپے
بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۹۰ روپے
محفل اولیاء	حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی	۱۵۰ روپے
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰ روپے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۵۰ روپے
زلف و زنجیر مع لالہ زار	علامہ ارشد القادری	۹۰ روپے
تصوف و طریقت	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۹۰ روپے
خواتین کے دینی مسائل	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۷۰ روپے
مجموعہ فتاویٰ بریلی شریف	محمد اختر رضا قادری ازہری	۲۰۰ روپے
فتاویٰ حامدیہ	مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی	۲۰۰ روپے

زاویہ پبلشرز

۶ مرکز الفردوس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ
لاہور۔ فون ۷۲۴۸۶۵۷ — ۰۴۲
موبائل ۹۴۶۷۰۴۷ — ۰۳۰۰

Marfat.com

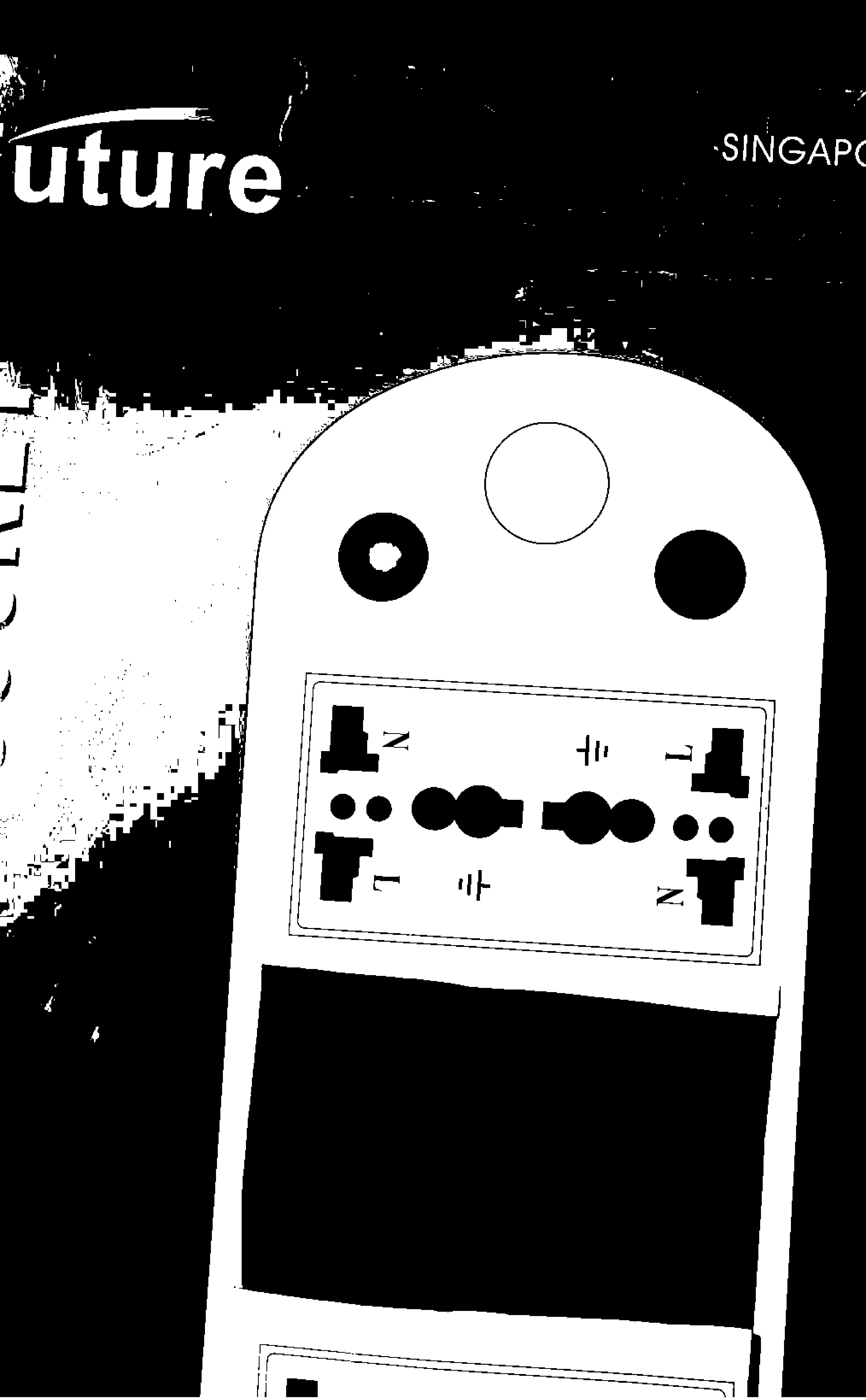

Marfat.com

سال ہی کی تھی کہ ان کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا چرچا عرب کے گھر گھر میں پھیل چکا تھا ۔ ساری قوم میں وہ امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک اس مقدس ہستیؐ کے اوصاف حمیدہ کی بھنک نہ پڑتی ۔ وہ اپنی تجارت کی نگرانی کے لئے ایسی ہمہ صفت موصوف شخصیت کی متلاشی تھیں ۔ انہوں نے حضورﷺ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا سامانِ تجارت شام تک لے جایا کریں تو دوسرے لوگوں سے دوچند معاوضہ آپ کو دیا کروں گی ۔ حضورﷺ ان دنوں اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں تھے ۔ انہیں وقتاً فوقتاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارت کا حال معلوم ہوتا رہتا تھا ۔ آپﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا پیغام منظور فرمالیا اور اشیائے تجارت لے کر عازم بصرہ ہوئے ۔ چلتے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنا غلام میسرہ بھی حضورﷺ کے ساتھ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ اثنائے سفر میں حضورﷺ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ۔

سرورِ کائناتﷺ کی دیانت داری وسلیقہ شعاری کی بدولت تمام سامانِ تجارت دوگنا منافع پر فروخت ہوگیا ۔ دوران سفر میں سردارِ قافلہ یعنی سرورِ کائناتﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک حضورﷺ کا مدّاح بلکہ جاں نثار بن گیا ۔ جب قافلہ مکّہ واپس آیا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو میسرہ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو ان کے دل میں حبِ رسولﷺ کے شعلے بھڑک اٹھے ۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ ہاشمی نوجوانؐ ہی نبی آخرالزماںﷺ ہے جس کی کتب عتیقہ میں خبر دی گئی ہے ۔ اس سے پیشتر انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند ان کی گود میں آ کر گرا جس سے سارا عالم منور ہوگیا ۔ جب انہوں نے اپنے خواب کی تعبیر ایک عیسائی عالم سے پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ ''اے شریفۂ عرب تمہیں خوشخبری ہو کہ دعائے خلیل ونوید مسیحا پیدا ہو چکے ہیں اور تم ان کے عقد میں آؤ گی ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دل کی دنیا اب پلٹ چکی تھی ۔ چنانچہ آپؓ نے اپنی لونڈی نفیسہ کی معرفت حضورﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا ۔ حضورﷺ کا ایما پا کر وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا اور سرپرست عمرو بن اسد کو بلا لائیں ۔

رسول اللہﷺ اپنے چچا ابو طالب اور دوسرے اکابرِ خاندان کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے ۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم

Marfat.com

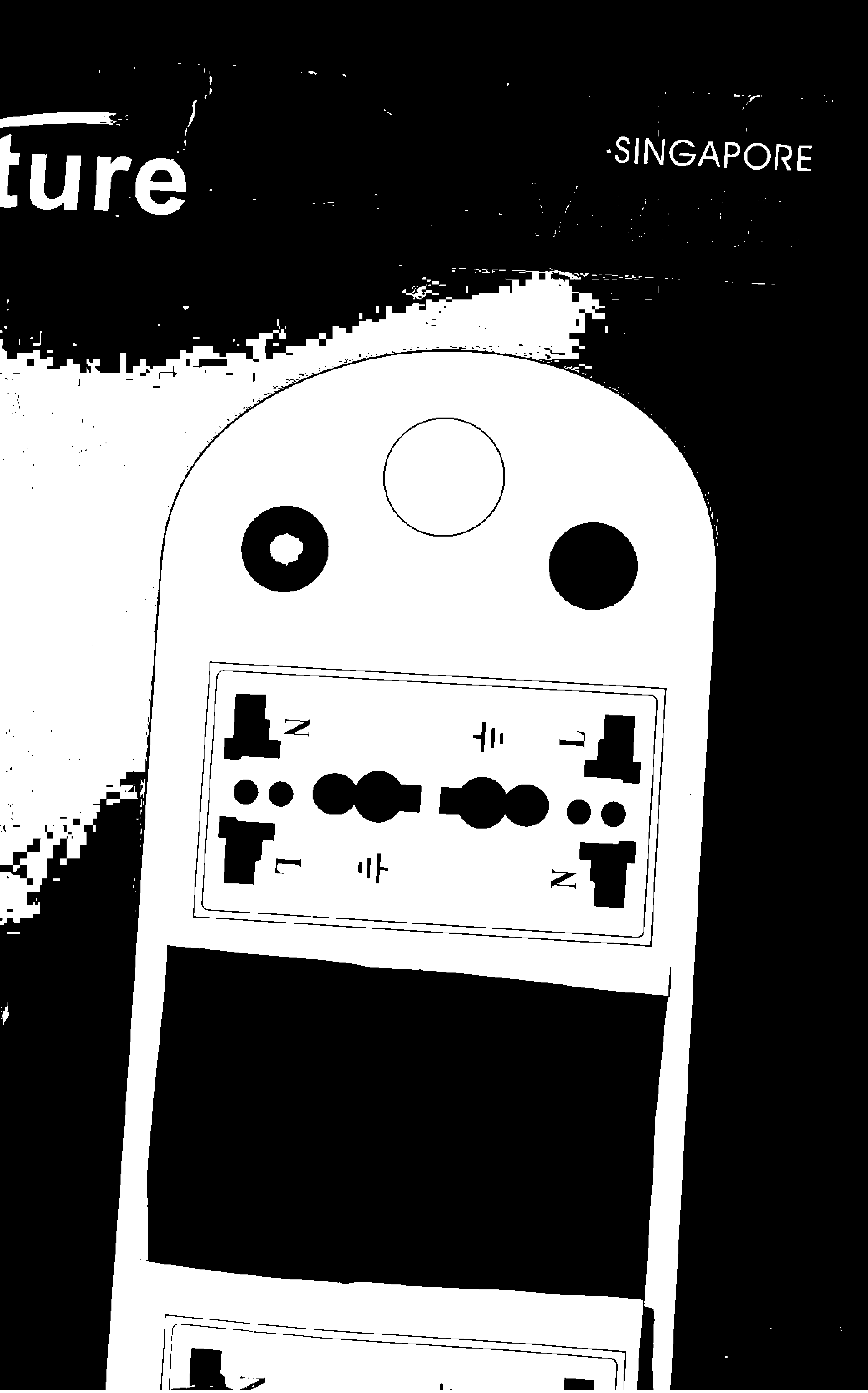

Marfat.com

طلائی مہر قرار پایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۴۰ سال کی تھی۔

تمام کتب سیر متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ نکاح کے بعد حضور ﷺ اکثر گھر سے باہر رہنے لگے۔ کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں میں جا کر معتکف رہتے۔ غرض اسی طرح دس برس کا زمانہ گزر گیا۔ ایک دن اسی طرح حضور ﷺ غارِ حرا میں معتکف تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ ربِ ذوالجلال کے حکم سے جبریل امین علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور کہا ''قم یا محمد ﷺ''۔ حضور ﷺ نے نظریں اوپر اٹھائیں تو اپنے سامنے ایک نورانی صورت کو کھڑے پایا جس کے ماتھے پر بخطِ نور کلمہ طیبہ رقم تھا۔ جبریل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کو گلے سے لگا کر دبایا اور کہا:

اِقْرَاْءُ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقْ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقْ.
اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

(ترجمہ) پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہی کلمات جاری ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اس پانی سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر آپ کو وضو کرایا اور نماز پڑھا کر چلے گئے۔

اس حیرت انگیز واقعہ سے حضور ﷺ کی طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔ گھر تشریف لائے تو فرمایا ''زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ'' اے خدیجہ مجھے کمبل اڑھا دو۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تعمیلِ ارشاد کی اور پوچھا کہ آپ کہاں تھے؟ میں سخت فکرمند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیجا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے تمام واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے من وعن بیان کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''آپ سچ بولتے ہیں۔ غریبوں کے دستگیر ہیں، مہمان نواز ہیں۔ صلۂ رحم کا خیال رکھتے ہیں۔ امانت گزار ہیں اور دکھیوں کے خبر گیر ہیں

Marfat.com

۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔'' پھر آپؐ کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں۔ جو اس زمانہ کا مشہور نصرانی عالم تھا اور گزشتہ الہامی کتابوں توریت، زبور و انجیل میں بہت درک رکھتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ جو حضورﷺ کو پیش آیا تھا اس کے سامنے بیان کیا۔ ورقہ سب کچھ سمجھ گیا اور پکار اٹھا۔

''محمدﷺ قسم ہے رب ذوالجلال کی کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہو اور جو غار میں تمہارے پاس آیا وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ جبریل علیہ السلام ہے۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ اس وقت آپ کی مدد کے لئے میں سینہ سپر ہوتا۔

ورقہ کی اس گفتگو سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہو گیا اور انہیں یقینِ کامل ہو گیا کہ حضورﷺ منصب رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں بعد جب حضورﷺ پر وحی نازل ہوئی :

یَـا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ.

(ترجمہ) اے کملی اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔

تو آپؐ نے گھر تشریف لا کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو وحی کے الفاظ پڑھ کر سنائے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسی وقت حضورﷺ کے قدموں پر گر پڑیں اور عرض کرنے لگیں:

یا رسول اللہﷺ میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتی ہوں، آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولؐ ہیں۔

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ.

سرورِ کونینﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا گلے سے لگایا۔ دعائے خیر دی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

حضورﷺ سے نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۲۴ سال (یعنی نزولِ وحی کے بعد ۹ سال) زندہ رہیں۔ اس مدت میں انہوں نے رسول اللہﷺ کے ساتھ ہر قسم کے

Marfat.com

روح فرسا مصائب کونہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور آقائے دو جہاں کی رفاقت اور جان نثاری کا حق ادا کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے بعد سرورِ کائنات ﷺ کے متعلقین میں بھی اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی۔ نوجوانوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بڑوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارث سب سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر العوام رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ انہیں دیکھ کر صالح فطرت رکھنے والے دوسرے شرفائے عرب بھی آہستہ آہستہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی وسعت پذیری سے بے حد مسرت حاصل ہوتی تھی اور وہ اپنے غیر مسلم اعزاء و اقارب کے طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے آپ کو تبلیغِ حق میں رسول اللہ ﷺ کا دست و بازو ثابت کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنا تمام زر و مال اسلام پر نثار کر دیا تھا۔ ان کی دولت یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، بیکسوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے وقف ہو چکی تھی۔ ادھر کفارِ قریش نو مسلموں پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے اور تبلیغِ حق میں ہر طرح کے روڑے اٹکا رہے تھے۔ رسولِ کریم ﷺ کو ستانے میں انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

جب حضور ﷺ کفار کی لایعنی اور بیہودہ باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں۔ ''یا رسول اللہ ﷺ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ بھلا کوئی ایسا رسولؐ بھی آج تک آیا ہے کہ جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔'' حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اس کہنے سے حضور ﷺ کی ہمت دو چند ہو جاتی تھی۔ غرض ایسے پرآشوب زمانے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نہ صرف حضور ﷺ کی ہم خیال اور غم گسار تھیں بلکہ ہر موقع پر اور ہر مصیبت میں آپ ﷺ کی مدد کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

> ''میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کہتا۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا۔''

Marfat.com

عفیف کندی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ زمانۂ جاہلیت میں کچھ اشیاء خریدنے کے لئے میں مکہ آیا اور عباس رضی اللہ بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہرا۔ دوسرے دن صبح کے وقت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار کی طرف چلا۔ جب کعبہ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص آیا۔ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوخیز لڑکا آیا جو پہلے جوان کی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ ان تینوں نے نماز پڑھی اور چلے گئے۔ میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا "عباس رضی اللہ عنہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں انقلاب آنے والا ہے۔" عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاں تم جانتے ہو یہ تینوں کون ہیں؟" میں نے کہا "نہیں"۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ جوان اور لڑکا دونوں میرے بھتیجے تھے۔ جوان عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد ﷺ اور لڑکا ابوطالب بن عبدالمطلب کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ تھا۔ عورت جس نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھی، میرے بھتیجے محمد ﷺ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا دعویٰ ہے کہ اس کا دین الہامی ہے اور وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے، لیکن ابھی تک ان تینوں کے سوا کوئی اُس دین کا پابند میرے علم میں نہیں ہے۔" عباس رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سُن کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اے کاش چوتھا میں ہوتا۔

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کیسے نامساعد حالات میں سرورِ کائنات ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یہی ہمدردی، دل سوزی اور جان نثاری تھی کہ حضور ﷺ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جہاں اولاد کی پرورش نہایت حسن وخوبی سے کر رہی تھیں، وہاں امورِ خانہ داری کو بھی نہایت سلیقے سے نباہتی تھیں۔ انہیں خوبیوں کی بدولت حضور ﷺ نے ان کے حق میں "كَانَتْ أُمُّ الْعِيَالِ وَرَبَّةُ الْبَيْتِ" فرمایا۔

حضور ﷺ جتنی تعریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کرتے تھے اور کسی بیوی کی کبھی نہ کی۔ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اس کی تائید وتصدیق کی۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "چار عورتیں دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ مریم علیہا السلام بنت عمران، آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنتِ خویلد اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ۔"

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا "جانتے ہو یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا "چار عورتیں جنت کی تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔ اوّل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، دوئم فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ، سوئم مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران، چہارم آسیہ رضی اللہ زوجۂ فرعون۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے دینی فراست بھی کمال درجہ کی عطا کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرِیْلِ السَّلَامِ وَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ السَّلَامُ۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دینی فراست تھی کہ انہوں نے جواب میں وَعَلَیْہِ السَّلَامُ نہیں کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ کہا کرتے۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے۔ اس کی بجائے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کہو! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی خداداد فراست سے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ پر درود و سلام نہ بھیجنا چاہیئے کہ اس سے دعائے سلامتی دینا معلوم ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں بلکہ اس کے لئے ثنا زیبا ہے۔ اس لئے آپؓ نے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ کہا۔ گویا خالق ومخلوق کا فرق بتا دیا۔ اسی طرح آپؓ نے جبریل علیہ السلام اور رسول کریم ﷺ پر بھی سلام بھیجا اور یہ مثال قائم کی کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہنچانے والے دونوں کے لئے سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے۔

ہجرت کے تین سال پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طبیعت ناساز ہوئی۔ حضور ﷺ نے علاج معالجہ اور تسکین وتشفی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ ۲۰ رمضان المبارک کو (تین سال قبل ہجرت) ۶۵ برس کی عمر میں اسلام کی خاتونِ اوّل رضی اللہ

Marfat.com

عنہا نے سفرِ آخرت فرمایا اور مکہ کے قبرستان حجون میں دفن کی گئیں۔ حضور ﷺ کو ان کی وفات کا بے پناہ صدمہ ہوا اور آپؐ اکثر ملول رہنے لگے تا آنکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا کوئی رشتہ دار جب کبھی آپؐ کے پاس آتا تو اس کی بے حد خاطر مدارات فرمایا کرتے۔

رحلتِ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد مدت تک حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے۔ اسی طرح جب گھر تشریف لاتے تو ان کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حسبِ معمول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنی شروع کی۔ مجھے رشک آیا، میں نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے ان کے بعد آپؐ کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔'' یہ سن کر پیغمبر ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا ''خدا کی قسم مجھے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضور ﷺ کے سامنے کبھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو چھ لڑکے لڑکیاں دیں۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جو چار برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد عبداللہ، پھر رقیہ رضی اللہ عنہا، پھر اُمِ کلثوم، پھر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دو سال کی عمر میں رحلت کی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کی تربیت نہایت محبت و شفقت سے کی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عائشہؓ نام ، صدیقہ لقب۔ اُمِ عبداللہ کنیت۔ یہ کنیت۔ آپؓ نے اپنے جلیل القدر بھانجے عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے نام کی نسبت سے اختیار کی۔ چونکہ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے پہلے کنیت بھی کوئی نہ تھی۔ اس زمانے میں کنیت عرب میں شرافت کا نشان متصور ہوتی تھی۔ اس لئے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی ''یارسول اللہ ﷺ میری بھی کنیت تجویز فرما دیں، کیونکہ دوسری تمام عورتیں اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تم اپنی کنیت عبداللہؓ (ابنِ زبیرؓ) کے نام سے رکھ لو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (بن ابی قحافہ بن عامر بن عمر بن کعب بن تیم) کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ والدہ کا نام اُمِ رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر تھا۔

آپ بعثت نبویؐ سے چار سال بعد ماہِ شوال میں پیدا ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ طفولیت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر باپ کے زیرِ سایہ بسر ہوا۔ وہ بچپن ہی سے بے حد ذہین اور ہوشمند تھیں۔ اپنے بچپن کی تمام باتیں انہیں یاد تھیں۔ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی اچھی نہ تھی۔

بچپن میں ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں میں ایک پردار گھوڑا بھی تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''عائشہؓ یہ کیا ہے'' جواب دیا ''گھوڑا ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے'' انہوں نے بے ساختہ کہا ''کیوں یارسول اللہ ﷺ! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔'' حضور ﷺ نے یہ جواب سُن کر تبسم فرمایا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب آیۃ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

Marfat.com

وَالسَّاعَةَ اَدۡھٰی وَ اَمَرُّ. مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کھیل کود میں مشغول تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اول جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی کے ایماء پر یہ نسبت اس لئے فسخ کر دی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا سب گھرانا مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم کی تحریک پر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسولِ کریم ﷺ کے منہ بولے بھائی تھے۔ تعجب سے پوچھا ''کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟'' خولہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی ہیں اور ایسے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔'' جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی کون سی بات تھی کہ ان کی بیٹی رحمۃ اللعالمین کے نکاح میں آئے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ چنانچہ چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل ماہِ شوال میں رسولِ کریم ﷺ کے حبالۂ نکاح میں آ گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود نکاح پڑھایا۔ پانچ صد درہم حق مہر مقرر ہوا۔

ایک دفعہ شوال کے مہینے میں عرب میں طاعون کی خوفناک وباء پھیلی تھی جس نے ہزاروں گھرانوں کو ویران کر دیا تھا۔ اس وقت سے شوال کا مہینہ اہلِ عرب میں منحوس سمجھا جاتا تھا اور وہ اس مہینے میں خوشی کی تقریب کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال بعد شوال ہی میں ہوئی۔ اس وقت سے ماہِ شوال کی نحوست کا وہم لوگوں کے دلوں سے دُور ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی بشارت حضور ﷺ کو خواب میں ہو چکی تھی۔ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپ کو دکھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ ''یہ تیری ہے''۔ آپؐ نے کھولا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح انتہائی سادگی سے ہوا۔ وہ فرماتی تھیں۔

''جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں اپنی ہمجولیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ مجھے اس نکاح کا حال تک معلوم نہ ہوا تا آنکہ میری

Marfat.com

والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیدائشی مسلمان تھیں، ان سے روایت ہے کہ "جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انہیں مسلمان پایا۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر روزِ ازل سے کفر و شرک کا سایہ تک نہ پڑا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے تین سال بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر سرورِ کائنات ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، ابو رافع رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن اریقط کو اپنے اہل و عیال لانے کے لئے مکہ بھیجا۔ واپسی پر حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اور اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید تھے۔ عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، اُمِ رومان رضی اللہ عنہا (والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھیں۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محلہ بنو حارث میں اپنے والدِ محترم کے گھر اتریں۔ مدینہ کی آب و ہوا شروع شروع میں مہاجرین کے موافق نہ آئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہایت تندہی سے ان کی تیمارداری کی۔ جب وہ صحت یاب ہوئے تو خود بیمار ہو گئیں۔ مرض کا حملہ اتنا شدید تھا کہ سر کے بال گر گئے۔ تاہم جان بچ گئی۔ جب صحت بحال ہوئی تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ "یارسول اللہ ﷺ! عائشہؓ کو آپ رخصت کیوں نہیں کرا لیتے۔" حضور ﷺ نے فرمایا "فی الحال میرے پاس مہر نہیں ہے۔" جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے پانچ سو درہم حضور ﷺ کی خدمت میں بطورِ قرضِ حسنہ پیش کئے۔ جو سرورِ کائنات ﷺ نے قبول فرمالئے اور وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج کر انہیں شوال ۱ ہجری میں رخصت کرالیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹ سال اور بعض روایتوں کے مطابق ۱۲ برس تھی۔ رخصتی کے بعد سب سے اہم واقعہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیش آیا۔ وہ جنگِ احد میں ان کی شرکت تھی۔ میدانِ جنگ میں وہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ

Marfat.com

دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ جب حضورﷺ کی شہادت کی خبر اُڑی تو مدینہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتینِ اسلام دیوانہ وار میدانِ جنگ کی طرف لپکیں۔ وہاں پہنچ کر حضورﷺ کو سلامت دیکھ کر سجدۂ شکر بجالائیں۔ ان سب نے مل کر حضورﷺ کے زخموں کو دھویا اور پھر مشکیزے سنبھال کر زخمیوں کو پانی پلانا شروع کیا۔ جب دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جو اِدھر اُدھر منتشر تھے، حضورﷺ کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے تو مدینہ واپس تشریف لائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کے ۴ واقعات بے حد اہم ہیں۔ افک، ایلا، تحریم اور تخییر۔ (۱) افک کا واقعہ یوں پیش آیا کہ غزوہ مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضورﷺ کے ہمراہ تھیں۔ راستے میں ایک جگہ رات کو قافلے نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رفعِ حاجت کے لئے پڑاؤ سے دُور نکل گئیں۔ وہاں ان کے گلے کا ہار جو وہ اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لائی تھیں، بے خبری کے عالم میں گر گیا۔ واپسی پر پتہ چلا تو بہت مضطرب ہوئیں۔ پھر اسی سمت واپس لوٹیں۔ خیال کیا کہ قافلے کے چلنے سے پہلے ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچ جائیں گی۔ جب ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ بہت گھبرائیں۔ ناتجربہ کاری کی عمر تھی۔ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ایک صحابی کسی انتظامی ضرورت کے سلسلے میں قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا۔ کیونکہ بچپن میں یا حکمِ نزولِ حجاب سے پہلے انہیں دیکھا ہوا تھا۔ ان سے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ جب واقعہ معلوم ہوا تو بہت ہمدردی کی اور اُمُّ المؤمنین کو اونٹ پر بٹھا کر عجلت سے قافلے کی طرف روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت قافلہ میں جا ملے۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مشہور کر دیا کہ وہ اب باعصمت نہیں رہیں۔ چند سادہ لوح مسلمان بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ جنابِ رسالت مآبﷺ کو بھی قدرتاً تشویش پیدا ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ناحق کی بدنامی کے صدمہ سے بیمار ہو گئیں۔ اس وقت غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور آیۂ برأت نازل ہوئی۔

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا

Marfat.com

وَّقَالُوْ هٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ ۔ (سورہ نور)

(ترجمہ) جب تم نے یہ سنا تو مؤمن مردوں اور عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہ کیا کہ یہ صریح تہمت ہے۔

آیۂ برأت کے نزول سے دشمنوں کے منہ سیاہ ہو گئے۔ سادہ لوح مسلمان جو غلط فہمی کا شکار تھے سخت شرمندہ ہوئے اور نہایت عاجزی سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے معافی مانگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے والدین کو قدرتاً بے حد مسرت ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا میں صرف اپنے اللہ کی شکر گزار ہوں اور کسی کی ممنون نہیں۔

سرورِ کائنات ﷺ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ عصر کی نماز کے بعد ازواجِ مطہراتؓ کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت زینب بن جحش کے پاس کچھ زیادہ دیر ہوگئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا۔ انہوں نے تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد کھایا ہے جو انہیں کسی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سکھا دیا کہ جب حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لائیں تو کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ (مغافیر ایک پھول ہوتا ہے، جسے شہد کی مکھی چوستی ہے۔ اس میں قدرے بو ہوتی ہے اور آقائے دوجہاں ﷺ کو ہر قسم کی بو ناپسند تھی) جب حضور ﷺ فرمائیں گے کہ مجھے زینب نے شہد پلایا ہے تو تم کہنا شاید یہ شہد مغافیر کی مکھی کا ہے۔ جب حضور ﷺ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو یہی سوال و جواب ہوئے اور پھر حضرتِ صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی گفتگو دہرائی، تو حضور ﷺ کی طبیعت مبارک میں تکدر پیدا ہوا۔ چنانچہ جب آپؐ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور انہوں نے حسبِ معمول شہد پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا "مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ. (سورہ تحریم)

Marfat.com

(ترجمہ) اے نبیؐ تم اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے اس کو اپنے لئے کیوں حرام کرتے ہو!

بعض روایتوں میں ہے کہ شہد کھانے کا واقعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیش آیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سرورِ کائنات ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لئے غلہ اور کھجور کی جو مقدار مقرر تھی وہ ان کی ضروریات کے لئے کافی نہ تھی اور وہ تنگدستی سے گزر اوقات کرتی تھیں، ادھر اموالِ غنیمت اور سالانہ محاصل میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات نے اپنے مقررہ گزارہ میں اضافہ کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز رکھا لیکن دوسری ازواجِ مطہرات اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں حضور ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور پہلوئے مبارک میں چوٹ لگی۔ آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالاخانہ پر قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواجِ مطہراتؓ سے نہ ملیں گے۔ منافقین ایسے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ تمام صحابہ کرامؓ یہ خبر سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ جناب روحی فداہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ ایک کھری چارپائی پر لیٹے تھے جسمِ اطہر پر بان کے نشان بن گئے تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔" فرمایا "نہیں" جنابِ عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ خوشخبری تمام لوگوں کو سنا دی۔ تمام مسلمانوں اور ازواجِ مطہراتؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میں ایک ایک دن گنتی تھی" انتیسویں دن حضور ﷺ بالاخانہ سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا اور آج ۲۹ دن ہوئے ہیں۔" فرمایا "مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔"

واقعۂ ایلا کے بعد ایک دن حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس

Marfat.com

تشریف لائے اور فرمایا ''عائشہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ۔ اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دو تو بہتر ہوگا''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا بات ہے'' حضور ﷺ نے سورۂ احزاب کی آیت تلاوت فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (سورہ احزاب)

(ترجمہ) اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور اس کی رونق درکار ہے تو آؤ میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اور آخرت کا گھر پسند ہے تو تم میں سے نیک عورتوں کے لئے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ اس میں والدین کے مشورہ کی کیا ضرورت ۔ میں تو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اور آخرت کا گھر اختیار کرتی ہوں۔'' حضور ﷺ نے یہ جواب پسند فرمایا۔ یہی بات جب دوسری ازواجِ مطہراتؓ سے پوچھی تو انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔۔

نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے حد محبوب تھیں۔ حضور ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے ''اے باری تعالیٰ یوں تو میں سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں، مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے یا اللہ اسے معاف فرمانا۔''

گھر کا تمام کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں ۔ ایک دن آپ کی باری تھی۔ اپنے ہاتھ سے جو پیس کر رسولِ کریم ﷺ کے لئے روٹی پکائی اور حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگیں جب اُنؐ کے آنے میں دیر ہوگئی تو سو گئیں۔ حضور ﷺ نے تشریف لا کر جگایا۔

حضور ﷺ طہارت میں بہت اہتمام فرماتے اور اپنے مسواک بار بار دھلوایا کرتے۔ اس خدمت کی انجام دہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ پر جان چھڑکتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ رات کے وقت اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھلی اور حضور ﷺ کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں، دیوانہ وار اٹھیں اور اِدھر اُدھر حضور ﷺ کی تلاش میں سرگرداں ہوگئیں۔ آخر انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ایک گوشہ میں خاموشی سے یادِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ تب کہیں جا کر انہیں اطمینان ہوا۔

ایک بار نبی کریم ﷺ کمبل اوڑھ کر مسجد میں تشریف لائے۔ ایک صحابی نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ اس پر دھبہ نظر آتا ہے۔'' آپ ﷺ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کٹورے میں پانی منگایا۔ خود اپنے ہاتھ سے دھبہ دھویا اور خشک کیا۔ اس کے بعد کمبل آپ ؐ کے پاس بھیج دیا۔

حضور ﷺ خانہ کعبہ کا ہدیہ بھیجتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گلے کا قلادہ بُنتی تھیں۔

جب نبی اکرم ﷺ احرام باندھتے یا احرام کھولتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جسمِ مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں۔

ایک دفعہ سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار گم ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابہؓ کو بھیجا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے تو راستے میں نماز کا وقت آگیا اور لوگوں نے بغیر وضو نماز پڑھی۔ واپس آکر حضور ﷺ سے ماجرا بیان کیا۔ اس وقت آیتِ تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت سمجھا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اُمّ المؤمنین اللہ تعالیٰ آپؓ کو جزائے خیر دے۔ آپؓ کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور مسلمانوں کے لئے وہ ایک برکت بن گیا۔''

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی کے ۹ برس گزر گئے تو آقائے دوجہاں ﷺ مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے۔ حضور ﷺ ۱۳ دن علیل رہے۔ ان ۱۳ دنوں میں ۵ دن دیگر ازواج کے ہاں قیام فرمایا اور ۸ دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہے۔ شدّتِ مرض میں کمزوری کی وجہ سے حضور ﷺ اپنی مسواک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہا کو دیتے وہ چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضور ﷺ استعمال فرماتے۔

۹ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کو دوشنبہ کے دن سرورِ کونین ﷺ کی روحِ اطہر نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضور ﷺ کا سرِ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ جسمِ اطہر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کے ایک گوشہ میں ہی سپردِ خاک کیا گیا۔

رحلتِ نبیٔ اکرم ﷺ کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ۴۸ برس آپؓ نے عالمِ بیوگی میں بسر کئے۔ اس تمام عرصے میں وہ تمام عالمِ اسلام کے لئے رُشد و ہدایت، علم و فضل اور خیر و برکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان کے فضائل و اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ سینکڑوں اوراق ان کے بیان کے لئے ناکافی ہیں۔ ۲۲۱۰ (دو ہزار دو سو دس) حدیثیں آپؓ سے مروی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ احکامِ شریعہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کے مسائل پوچھتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ ہو، یعنی ہر مسئلہ کے متعلق انہیں سرورِ کائنات ﷺ کا اسوہ معلوم تھا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔

بعض مخصوص فضائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ بروایت قاسم بن محمدؒ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ دس اوصاف مجھ میں ایسے ہیں جن میں دوسری ازواجِ مطہرات میں کوئی میری شریک نہیں۔

(۱) صرف میں ہی کنوارپن میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئی۔

(۲) جبریل امین علیہ السلام میری صورت میں حضور ﷺ سے ملے اور کہا کہ

Marfat.com

عائشہ سے شادی کر لیجئے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آیتِ برأت نازل فرمائی۔

(۴) میرے ماں باپ دونوں مہاجر ہیں۔

(۵) میں رسولِ کریم ﷺ کے سامنے ہوتی تھی اور حضور ﷺ نماز میں مصروف ہوتے تھے۔

(۶) میں اور رسولِ کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

(۷) نزولِ وحی میں صرف میں آپؐ کے پاس ہوتی تھی۔

(۸) جس شب کو میری باری تھی اسی رات کو رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔

(۹) جب سرورِ کائنات ﷺ کی روحِ پاک نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی تو حضور ﷺ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا۔

(۱۰) میرے ہی حجرہ کو رحمۃ اللعالمین ﷺ کا مدفن بننے کی سعادت نصیب ہوئی

نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک دفعہ فرمایا۔ ''عائشہ کو عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے شوربے میں ملی ہوئی روٹی کو عام کھانوں پر۔''

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں تمام ازواجِ مطہراتؓ کے ۱۰۔۱۰ ہزار درہم سالانہ مقرر تھے۔ البتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ۱۲ ہزار درہم سالانہ دیئے جاتے تھے۔ اس کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے تھے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو بہت محبوب تھیں۔

جب عراق فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک موتیوں کی ڈبیہ بھی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ آپؓ نے لوگوں سے اجازت لے کر اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپؓ نے فرمایا۔ ''اے خدا! عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں۔ آئندہ مجھے ان کے عطیات کے لئے زندہ نہ رکھنا۔''

جب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ مجھے رسول

Marfat.com

کریم ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "یہ جگہ میں نے اپنی تدفین کے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی خاطر آج میں اس سے دستبردار ہوتی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عدیم المثال ایثار ہی تھا کہ آج فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پہلو بہ پہلو استراحت فرما ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان کے عہدِ خلافت میں امتِ مسلمہ میں خوفناک فتنوں اور سازشوں نے سر اٹھایا جن کے نتیجے میں جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے ضعیف العمر امیر المؤمنین کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ظالموں نے جس شقاوت سے شہید کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل اس سے خون ہو گیا۔ چنانچہ خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہدِ خلافت میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور دوسرے مسلمانوں کا ایک ایک گروہ انتقامِ عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اٹھا۔ اس جماعت میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (حواریٔ رسول ؐ) اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شریک تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بے حد قلق تھا، اس لئے وہ نیک نیتی کے ساتھ اس جماعت کے ساتھ ہو گئیں۔ اس جماعت کا خیال تھا کہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ میں سے بعض لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی پناہ میں ہیں۔ اُدھر علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اس سے انکاری تھے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ فاتح خیبر باب العلوم جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ قاتلان کو کبھی پناہ نہ دے سکتے تھے لیکن افسوس! غلط فہمی کی بناء پر ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ "جنگِ جمل" تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح احوال کے لئے اپنی جماعت کے ہمراہ بصرہ گئیں۔ بدقسمتی سے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ میں غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے ام المؤمنین کو نہایت احترام کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب بھی یہ جنگ یاد آتی، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتیں اور فرمایا کرتیں "کاش میں آج سے ۲۰ سال پہلے معدوم ہو چکی ہوتی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی تعداد دوسو کے لگ بھگ بیان کی

Marfat.com

جاتی ہے جن میں قاسم بن محمد۔ سروق تابعیؒ۔ عائشہ بنت طلحہؒ ابوسلمہؒ عروہ بن زبیرؒ بہت مشہور ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حدیث روایت کرتیں اس کا پس منظر اور اسباب وعلل بھی بیان کر دیتیں۔ جو توجیہ آپؓ کرتیں اسے باور کرنے کے لئے دور از کار تاویلوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ کورانہ تقلید کو آپؓ پسند نہ کرتیں۔ ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں نحس ہیں۔ عورت، گھر اور گھوڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ نے آدھی بات سنی۔ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ پہلا فقرہ فرما چکے تھے وہ یہ کہ یہودی کہتے ہیں۔ نحوست تین چیزوں میں ہے، عورت، گھر اور گھوڑا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت سماع موتیٰ (فوت شدگان کا سننا) کے متعلق ہے کہ رسول کریم ﷺ نے آپؓ کے دریافت کرنے پر فرمایا۔

''وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مُردے پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنی تو اس کے ماننے سے انکار کیا اور فرمایا حقیقتِ حال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک یہودیہ کے جنازے پر گزرے، اس کے عزیز واقارب رو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ (یعنی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہے) اس کے بعد فرمایا کلام مجید میں واضح ارشاد ہے:

''کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھاتا''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جب ان کا وقتِ وفات قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ ''حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سُن کر فرمایا۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ابوسعید پر رحم کرے۔ سرورِ کائنات کی مراد لباس سے اعمال تھے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ کا ارشاد ہے نمازِ عصر اور نمازِ فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل وسنت بھی جائز نہیں۔" بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا "عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا، حضور ﷺ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کو تاک کر نماز نہ پڑھے۔ (یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو)۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کھانا طلب کیا۔ پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ ایک شخص نے پوچھا۔ یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے کہ جس میں سرورِ دو عالم ﷺ نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ اللہ کی قسم دن میں دو بار بھی حضور ﷺ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ ایک گھر مہمان اتریں۔ گھر کی دو جوان لڑکیوں کو دیکھا کہ بغیر چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید کی آئندہ کوئی لڑکی چادر اوڑھے بغیر نماز نہ پڑھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے حد فیاض، مہمان نواز اور غریب پرور تھیں۔ ایک بار حضرت عبداللہ ابنِ زبیرؓ نے آپؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپؓ نے اسی وقت سب رقم غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کر دی۔ اس دن روزے سے تھیں۔ شام ہوئی تو خادمہ نے کہا "ام المؤمنینؓ کیا اچھا ہوتا۔ آپؓ نے اس رقم سے کچھ گوشت ہی افطار کے لئے لیا ہوتا۔" فرمایا "تم نے یاد دلایا ہوتا۔"

آپؓ دن کا زیادہ حصہ عبادت میں یا لوگوں کو مسائل بتانے میں صرف کرتی تھیں۔ ان کا دل مہر ومحبت اور عفو وشفقت کا خزینہ تھا۔ دشمنوں اور مخالفوں تک کو معاف کر دیتیں۔ مشہور شاعر صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واقعۂ افک میں غلط فہمی کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کا بہت رنج تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے حسان بن ثابتؓ کو معاف کر دیا تھا اور ان کی بہت عزت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعض رشتہ دار حسان کو واقعہ افک میں شرکت کی وجہ سے بُرا

Marfat.com

کہنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ ان کو بُرا مت کہو۔ یہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے۔

معاویہ بن خدیج نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ وہ ان سے کبیدہ خاطر تھیں لیکن جب انہوں نے سنا کہ میدانِ جہاد میں معاویہ کا سلوک اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت اچھا ہوتا ہے۔ کسی کا جانور مر جائے تو اسے اپنا جانور دے دیتے ہیں، کسی کا غلام بھاگ جائے تو اسے اپنا غلام دے دیتے ہیں اور سب لوگ ان سے راضی ہیں تو فرمایا ''استغفر اللہ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں میں اس سے اس بناء پر ناراض نہیں رہ سکتی کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہیں۔ کیونکہ حضور رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا ہے کہ خداوندا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تُو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر، جو اس کے ساتھ سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۱۷ رمضان ۵۸ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ لوگوں نے نہایت کثرت سے اس رات مشعلیں روشن کر لی تھیں۔ ان کے انتقال سے تمام عالمِ اسلام میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ وصیّت کے مطابق رات کو بعد نماز وتر جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔

☆☆☆

مسجدِ عائشہ صدیقہؓ، مکہ مکرمہ سے ۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے احرام باندھا تھا۔

Marfat.com

اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

بنت زمعہ رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام سودہ رضی اللہ عنہا تھا۔ باپ کا نام زمعہ بن قیس تھا جو قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔ ماں کا نام سموس بنت قیس تھا جو انصار کے خاندان بنونجار سے تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو سے ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہایت صالح طبیعت عطا فرمائی تھی۔ جب رسولِ کریم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو آپؓ نے فوراً اسے قبول کرلیا اور اس طرح سابقون الاولون میں شمار ہوئیں۔ ان کے شوہر نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ کئی برس وہاں رہ کر مکہ واپس لوٹے، کچھ دنوں بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی۔ بن ماں کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر سرورِ کائنات ﷺ کی طبیعت مبارک افسردہ رہتی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ کی ایک جان نثار صحابیہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے ایک دن بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد میں ہمیشہ آپؐ کو ملول دیکھتی ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں! گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی۔'' خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''تو پھر آپ کو ایک رفیق و غم گسار کی ضرورت ہے، اگر اجازت ہو تو آپؐ کے نکاحِ ثانی کے لئے سلسلۂ جنبانی کروں۔''

رسولِ کریم ﷺ نے اسے منظور فرمالیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہ اب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے رسولِ کریم ﷺ کی خواہش بیان کی۔ حضرت سودہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے بخوشی حرمِ نبویؐ بننے پر اظہارِ رضامندی کیا۔ ان کے والد زمعہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کا پیغام قبول کر لیا اور انہوں نے اپنی لختِ جگر کا نکاح سرورِ کائنات ﷺ سے چار سو درہم پر خود پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ گھر تشریف لائے۔ وہ ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ اس نکاح کا حال سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں ساری عمر اپنی اس نادانی کا بہت قلق رہا۔

اپنے پہلے شوہر سکران رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر گر پڑا۔ انہوں نے یہ خواب حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ آپؓ نے کہا۔ اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آ ؤ گی۔

واقعی اس خواب کی تعبیر چند دن بعد پوری ہوگئی۔

بعض روایتوں کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور بعض کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح ثانی ہوا۔

۱۳ نبوی میں جب رسول کریم ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ سب حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے آئیں۔

آیتِ حجاب کے نزول سے پیشتر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت وغیرہ کے لئے باہر تشریف لے جاتی تھیں۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ ازواجِ مطہراتؓ کو باہر نہ نکلنا چاہیئے۔ اس کے لئے وہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے بھی عرض کر چکے تھے، لیکن حضور ﷺ خاموش رہے تھے۔ ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف جا رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد بلند و بالا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا ''سودہؓ! تم کو ہم نے پہچان لیا۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے ـــــ

Marfat.com

رسول کریم ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور تمام خواتین پردہ کی پابند ہوگئیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ظرافت بھی تھی جس سے رسولِ کریم ﷺ بعض اوقات محظوظ ہوتے۔

کبھی کبھی وہ جان بوجھ کر بے ڈھنگے پن سے چلتیں۔ حضور ﷺ دیکھتے تو ہنس پڑتے، ایک دن رات کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور ﷺ بڑی دیر تک رکوع میں رہے۔ صبح کو کہنے لگیں ''یارسول اللہ ﷺ رات کو نماز میں اتنی دیر تک رکوع کیا کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہوگیا۔ چنانچہ بڑی دیر تک میں اپنی ناک سہلاتی رہی۔'' حضور ﷺ سن کر متبسم ہوگئے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت رحم دل اور سخی تھیں جو کچھ آپؓ کے ہاتھ آتا تھا۔ اسے نہایت دریا دلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ وہ طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی ہدیۃً بھیجی۔ آپؓ نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا ''درہم'' بولیں ''تھیلی میں کھجوروں کی طرح؟'' یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی تھیں۔

چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سن زیادہ ہو چکا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نوعمر تھیں۔ آپؓ نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے ''میں نے کسی عورت کو حسد (یا جذبۂ رقابت) سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اتنے پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔''

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ۱۰ ہجری میں رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں۔ چونکہ دراز قد اور فربہ اندام تھیں اس لئے تیز چلنے سے مجبور تھیں۔ حضور ﷺ

Marfat.com

مزدلفہ سے روانگی سے پہلے انہیں چلے جانے کی اجازت دے دی تا کہ ان کو بھیڑ بھاڑ سے تکلیف نہ ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسولِ کریم ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا'' چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی نہایت سختی سے تعمیل کی۔ دوسری ازواجِ مطہرات ؓ ادائے حج پر اس حکم کا اطلاق نہیں کرتی تھیں لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا و حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد ساری عمر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں۔ ''میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں۔ اب اللہ کے حکم کے مطابق گھر سے باہر نکلوں گی۔''

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرتِ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ انہوں نے خلافتِ فاروقی میں جنگ جلولا میں شرکت کی اور نہایت بہادری سے لڑ کر رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضور رسولِ کریم ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

بنت عمر رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام حفصہؓ تھا۔ والد حضرتِ عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ والدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھیں جو بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ فقیہ اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

بعثتِ نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

پہلا نکاح حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے ہوا جو بنو تمیم میں سے تھے۔ اپنے ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں۔ ہجرت مدینہ میں آپؓ بھی اپنے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہرؓ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور پامردی سے لڑے۔ لڑائی میں شدید زخمی ہوئے۔ چنانچہ انہیں اٹھا کر مدینہ لے گئے۔ علاج کے باوجود جاں بر نہ ہو سکے اور حضرتِ حفصہ بیوہ ہو گئیں۔

اپنی لختِ جگر کو بیوہ دیکھ کر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاحِ ثانی کی فکر ہوئی۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے تخلیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کے لئے کہا وہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان ہی دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی لختِ جگر سے نکاح کر لینے کے لئے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ابھی نکاح نہیں کرنا

Marfat.com

چاہتا۔ اب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات بیان کئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں سے بہتر ہے۔'' یہ گویا اپنی ذاتِ گرامی کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہو سکتی تھی۔ فوراً قبول کر لیا اور ۳ ہجری میں حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔

ایک دن رسولِ کریم ﷺ کو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ہو گئی کیونکہ حضور ﷺ نے وہاں کمال رغبت سے شہد کھایا جو کسی نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتقاضائے فطرت رشک پیدا ہوا۔ ان میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں بہناپا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ صورت واقعہ بیان کی اور کہا جب رسول کریم ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں تو ان سے کہنا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔''

یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے۔ اس میں ذرا ناخوشگوار سی بو ہوتی ہے اور رسولِ اطہر ﷺ کو بُو سے سخت نفرت تھی۔ مقصد یہ کہ حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں سے جو شہد کھایا اس کی وجہ سے مغافیر کی بُو دہن مبارک سے آتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ سے ویسا ہی کہا۔ حضور ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ مغافیر کی بُو آپؐ کے دہن مبارک سے آئے۔ فرمایا۔ آئندہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر آیت تحریم نازل ہوئی۔

یا اَیُّھا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ o تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ

(ترجمہ) اے نبی اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو۔

واقعہ تحریم کے بعد حضور ﷺ نے ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے راز کی بات فرمائی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ بات نکل گئی۔ اس پر بارگاہ الٰہی سے ارشاد ہوا۔

''اور جب پیغمبرؐ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور انہوں نے فاش کر دی

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو مطلع کر دیا تو پیغمبرؐ نے اس کا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑا۔ پھر جب ان سے کہا تو انہوں نے کہا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ پیغمبرؐ نے کہا مجھ کو خدائے علیم وخبیر نے خبر دی۔'' (سورۂ تحریم)

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے متفق ہو کر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو آیت نازل ہوئی۔ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر رسولِ خداؐ کے سامنے مظاہرہ کرو تو اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، تمام صالح مومنین اور سب کے بعد فرشتے نبیؐ کے مددگار ہیں۔ (سورۂ تحریم)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں بہت بے باکی تھی۔ کبھی کبھار رسولِ کریم ﷺ کو بھی بے باکی سے جواب دیتی تھیں۔ ایک دن ان کے پدرِ محترم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا اور انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔'' میں نے سنا ہے کہ تم رسول کریم ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا'' بے شک میں ایسا ہی کرتی ہوں۔''

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔''بیٹی ایسا مت کیا کرو! میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ کثرت سے نمازیں پڑھتیں اور روزے رکھتی تھیں۔ رسول کریم ﷺ سے بڑی بے باکی سے ہر قسم کے مسائل پوچھ لیتی تھیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اصحابِ بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا'' یارسول اللہ ﷺ خدا تو فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا ۔ تم میں سے ہر ایک وارِدِ جہنم ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا'' ہاں، مگر یہ بھی تو ہے'' ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا '' پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں زانوؤں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

رسولِ کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت شفا رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف نے

Marfat.com

آپؓ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ رسولِ کریم ﷺ نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ جو رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد تا زندگی ان کے پاس رہا۔ یہ بڑا عظیم الشان شرف تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں۔

دجال کے شر سے بہت ڈرتی تھیں۔ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد تھا۔ اس میں دجال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو راستے میں مل گیا۔ انہوں نے اس کی بعض حرکتوں پر اظہارِ نفرت کیا۔ ابنِ صیاد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی۔ بھائی سے کہنے لگیں ''تم اس سے کیوں اُلجھتے ہو، تمہیں معلوم نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔

وفات سے پیشتر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کی غابہ کی جائیداد کو صدقہ کر کے وقف کر دیں۔ اولاد آپؓ نے کوئی نہیں چھوڑی۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ

آپؓ کا اسمِ گرامی زینب تھا اور خزیمہ بن حارث (بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر) کی بیٹی تھیں۔

آپؓ نہایت فیاض اور کشادہ دل تھیں۔ فقیروں اور مسکینوں کی امداد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتیں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتیں۔ ان صفات کی وجہ سے لوگوں نے انہیں ''اُمّ المساکین'' کا لقب دے دیا تھا۔

آپؓ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ جب ۳ ہجری میں جنگِ اُحد ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ لڑائی سے پہلے انہوں نے دعا مانگی ''اے خالقِ کون و مکان! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غضبناک ہو۔ میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اس کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں اور وہ میرے ناک کان کاٹ ڈالے تاکہ جب میں تجھ سے ملوں اور تو پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں تیرے اور تیرے رسول ﷺ کے لئے۔''

بارگاہِ الٰہی میں ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ملہم غیبی نے انہیں شہادت کی بشارت دی۔ چنانچہ فرمایا۔ ''اللہ کی قسم میں دشمن سے لڑوں گا۔ حتّٰی کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ کرے گا۔

چنانچہ اُحد کے معرکہ کارزار میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک چھڑی عطا فرمائی جس سے انہوں نے تلوار کا کام لیا۔ ایسی حالت میں لڑتے لڑتے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے اور یوں ان کی تمنا پوری ہوگئی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رسول کریم ﷺ نے اسی سال حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کر لیا۔ حق مہر ۱۲ اوقیہ قرار پایا۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً تیس سال کی تھی۔

سرور کائنات ﷺ کے عقدِ نکاح میں آئے ہوئے انہیں دو تین مہینے ہی گزرے تھے کہ پیغامِ موت آ گیا۔ خیر البشر ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں میں رخصت ہوئیں۔ دوسری سب ازواجِ مطہراتؓ نے حضور ﷺ کے بعد جامِ اجل پیا۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ہند، کنیت اُمِ سلمہؓ باپ کا نام حذیفہ تھا جو قبیلہ بنی مخزوم میں سے تھے۔ ماں کا نام عاتکہ تھا۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد حذیفہ (جن کی کنیت ابو امیہ تھی) ایک دولت منداور بے حد فیاض آدمی تھے۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی ۔بیسیوں لوگ ان کے دستر خوان پر پلتے تھے۔ اگر کبھی سفر کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کے خورد و نوش اور دوسری ضروریات کی کفالت انہی کے ذمہ ہوتی۔ انہی فیاضیوں کی بدولت لوگوں نے انہیں ''زادالراکب'' کا لقب دے رکھا تھا اور وہ تمام قبائل قریش میں نہایت عزّت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی ابوسلمہؓ بن عبدالاسد سے ہوا۔ وہ ایک صالح فطرت رکھنے والے انسان تھے۔ جب رسولِ کریم ﷺ نے تبلیغِ حق کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ ان کی پاکباز طبیعت اس سے متاثر نہ ہوتی۔ آپؓ نے اپنے قبیلہ کی مخالفت اور دوسرے مصائب کے علی الرغم فی الفور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی زمانہ میں دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوگئیں۔ اس طرح یہ دونوں میاں بیوی اُن عظیم پاک فطرت انسانوں میں شامل ہوگئے، جنہیں سابقون الاولون بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سعید روحوں نے اسلام کی خاطر بڑی مصیبتیں اٹھائیں، لیکن جادہ حق سے ان کے قدم ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی، کفار بھی اپنی ایذا رسانیوں میں اضافہ کرتے جاتے تھے۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان کے بچاؤ کے لئے ہجرت کرنا چاہے وہ ملکِ حبش چلا جائے ، جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔

Marfat.com

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ (بعض روایتوں کے مطابق) وہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ عازمِ حبش ہوئے۔ کچھ دن وہاں گزارنے کے بعد واپس آ گئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا قصد کیا۔ اس وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ اس پر انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے ننھے بچے سلمہ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پا پیادہ چل پڑے۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے لوگوں یعنی بنومغیرہ کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جا سکتے ہو، لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اونٹ کی نکیل ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھین لی اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے چلے۔ اتنے میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگ بنوعبدالاسد آ پہنچے۔ انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچے سلمہ پر قبضہ کر لیا اور بنومغیرہ سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے قبیلہ کے بچے کو تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے۔ ابوسلمہ رضی اللہ سے کہا ''تو اکیلا جہاں جی چاہے جا سکتا ہے۔''

اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہو چکا تھا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیوی بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بنومغیرہ کے پاس اور ان کا بچہ بنوعبدالاسد کے پاس تھے۔ گویا دینِ حق کی خاطر تینوں باپ بیٹا اور بیوی جدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر اور بچے کی جدائی کا فطری طور پر بہت صدمہ تھا۔ وہ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتیں۔ پورا ایک سال ایسے ہی گزر گیا۔ ایک روز بنومغیرہ کے ایک صاحبِ اثر اور رحم دِل آدمی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور کہا کہ ''یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے۔ ہم کب تک اس بیکس کو اس کے شوہر اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنومغیرہ بخدا ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔'' اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے لوگوں کو بھی رحم آ گیا۔ انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ وہ

Marfat.com

مدینہ جاسکتی ہیں۔ جب بنو عبدالاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہیں ترس آ گیا اور انہوں نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ماں کے پاس بھیج دیا۔ اب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بچے کو گود میں لیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں تنعیم کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی عثمان رضی اللہ بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ انہوں نے جب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تنِ تنہا سفر کرتے دیکھا تو دل میں آیا ''اے عثمانؓ یہ مردانگی سے بعید ہے کہ یہ عورت خدا کی راہ میں یوں سفر کرے اور تُو اس کی مدد نہ کرے۔'' انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کشاں کشاں مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب کہیں پڑاؤ ہوتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور چلنے کے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے۔ غرض یوں چلتے چلاتے وہ قباء پہنچے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یہاں ہی مقیم تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ یہاں سے مکہ واپس چلے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے ہوئی۔ وہ اپنی نیک سیرت بیوی اور بچہ کو پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کی نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ ان کا قول تھا:

''میں نے عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے دادِ شجاعت دی۔ ان کا بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا۔ علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہو گئے لیکن چند ماہ بعد یہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی کی تکلیف سے واصلِ بحق ہو گئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بار بار پکارتی تھیں ''ہائے ہائے غربت میں کیسی موت آئی ہے۔''

جب رسولِ کریم ﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو حضور ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگو۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ کی آنکھیں وفات کے وقت کھلی رہ گئی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند کیں۔ ان کی نمازِ جنازہ

Marfat.com

پڑھتے وقت حضورﷺ نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہﷺ آپؐ نے ۹ تکبیریں کیسے کہیں؟ فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہزاروں تکبیروں کے مستحق تھے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بڑے عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ایک بار حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عازم فردوس ہو اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنّت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی واصلِ بحق ہو جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو بھی فردوس بریں میں جگہ دیتا ہے۔ آؤ ہم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرے دوسرا اس کے بعد مجرد زندگی گزارے۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا تم میرا کہا مانو گی۔؟

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تو سنو! اگر میں پہلے مر جاؤں تو تم میرے بعد ضرور نکاح کر لینا۔''

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بار بار پکارتی تھیں۔ ''ہائے ہائے غربت میں کیسی موت آئی ہے۔''

جب رسولِ کریمﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو حضورﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگو۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ کی آنکھیں وفات کے وقت کھلی رہ گئی تھیں۔ حضورﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند کیں۔ ان کی نمازِ جنازہ

پڑھتے وقت حضورﷺ نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہﷺ آپؐ نے ۹ تکبیریں کیسے کہیں؟ فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہزاروں تکبیروں کے مستحق تھے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بڑے عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ایک بار حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عازم

Marfat.com

فردوس ہو اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے۔
اسی طرح کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی واصلِ بحق ہو جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو بھی فردوس بریں میں جگہ دیتا ہے۔ آؤ ہم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرے دوسرا اس کے بعد مجرد زندگی گزارے۔"

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کیا تم میرا کہا مانو گی۔؟

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔" کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے۔"

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" تو سنو! اگر میں پہلے مر جاؤں تو تم میرے بعد ضرور نکاح کر لینا۔"

پھر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی۔" اے مولائے کریم۔ اگر میں امہ سلمہ کی زندگی میں مر جاؤں تو تُو اسے مجھ سے بہتر جانشین دے۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ کی وفات پر تعزیت کے لئے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تلقین کی" اے اُمِ سلمہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر مانگو اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرو کہ وہ تمہیں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر جانشین دے۔"

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سوچا کرتیں کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے تا آنکہ وہ حضور ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی دستگیری کے خیال سے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ بھی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی کس مپرسی سے بہت متاثر تھے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے راہِ حق میں جو مصیبتیں اٹھائی تھیں حضور ﷺ کو ان کا بے حد احساس تھا۔ چنانچہ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت اُمِ سلمہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کرلیا اور شوال ۴ ہجری میں وہ حضور ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے بعد وہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر لائی گئیں جو وفات پا چکی تھیں۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا۔ حضور ﷺ نے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو خرمے کی چھال سے بھرا ہوا ایک چرمی تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بھی آپؓ نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت توجہ سے کی۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا یا نہیں'' فرمایا ''ہاں''۔

رسول کریم ﷺ کے صلب مبارک سے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سفینہ رضی اللہ عنہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ آپؓ نے سفینہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ تاحین حیات نبی کریم ﷺ کی خدمت کریں۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ ایک سادہ دل صحابیؓ تھے۔ ۵ ہجری میں حضور ﷺ نے بنوقریظہ کے شریر اور بدعہد یہودیوں کا محاصرہ کیا۔ بارگاہِ رسالتؐ سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہودیوں سے گفتگو کے لئے بھیجے گئے۔ دوران گفتگو میں ان سے ایک ایسا اشارہ سرزد ہو گیا جس سے مترشح ہوتا کہ حضور ﷺ کا ارادہ یہودیوں کو قتل کرنے کا ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بعد میں احساس ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کا راز افشا کر دیا ہے۔ بہت منفعل ہوئے اور اپنی غلطی ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسجدِ نبویؐ کے ستون سے باندھ دیا اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔

چند دن بعد سرورِ دو عالم ﷺ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ صبح اٹھے تو چہرۂ اقدس متبسم تھا۔ فرمایا آج ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بے حد مسرت ہوئی۔ عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنا دوں۔''

فرمایا ''ہاں اگر چاہو۔''

Marfat.com

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہو کر پکاریں۔

''ابولبابہؓ! مبارک ہو! تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔''

حضرت ابولبابہ رضی ااﷲ عنہ سجدۂ شکر بجا لائے۔ دوسرے صحابۂ کرامؓ میں بھی یہ خبر بسرعت پھیل گئی اور وہ سب ابولبابہ رضی اللہ کو مبارکباد دینے مسجد نبویؐ میں اکٹھے ہو گئے۔

ایک دن نبی کریم ﷺ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آیۂ تطہیر اِنَّما یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ اَھْلَ الْبَیْتِ کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا ''بارِ الٰہا! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔'' حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ، یارسول اللہ ﷺ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔'' فرمایا ''تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ بَلٰی اِنْشَاءَ اللّٰہُ (ہاں اگر اللہ نے چاہا)

۶ ہجری میں رسول کریم ﷺ حج بیت اللہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ آپؐ نے مکہ سے ۱۹ میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا اور قریش کے پاس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع بھیجی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد افواہ پھیل گئی کہ قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی کہ اگر قریش مکہ سے ان کے ظلم کا انتقام لینے کے لئے لڑنا بھی پڑا تو منہ نہ موڑیں گے۔ ۱۴۰۰ اصحابہ کرامؓ نے بیعت کی جو تاریخ میں ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش مرعوب ہو گئے اور انہوں نے ان شرائط پر مسلمانوں سے صلح کی طرح ڈالی۔

۱۔ دس سال تک باہمی صلح رہے گی۔ دونوں طرف سے کسی کی آمد و رفت میں روک ٹوک نہ کی جائے گی۔

۲۔ اگلے سال مسلمانوں کو طواف بیت اللہ کی اجازت ہوگی لیکن طواف کے وقت ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔

Marfat.com

۳۔ تمام قبائل خود مختار ہیں، خواہ قریش سے مل جائیں یا مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ حلیف قبائل کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر رسول کریم ﷺ کے پاس چلا جائے تو قریش کے طلب کرنے پر اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا جائے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

رسول کریم ﷺ نے حکم الٰہی کے ماتحت یہ شرائط منظور کر لیں، لیکن عام مسلمان جو مصلحت خداوندی کو نہ سمجھ سکے۔ ان شرائط سے بہت شکستہ دل ہوئے، کیونکہ انہیں وہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف معلوم ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ نے صلح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قربانی کریں۔ شکستہ دل صحابہؓ کرام نے قربانیاں دینے میں کچھ تأمل کیا۔ حضور ﷺ اس سے ملول ہوئے۔ آپؐ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا ''یا رسول اللہ ﷺ! مسلمانوں نے آپؐ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا۔ آپؐ خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔'' حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ قبول کر لیا اور کسی سے کچھ کہے بغیر خود ہی قربانی کی اور احرام اتارا۔ جب صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا فرمان ناطق ہے تو سب نے دھڑا دھڑ قربانیاں کیں اور سر کے بال منڈوا دیئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی زبانِ مبارک سے اَیُّھَا النَّاسُ ہی نکلا تھا کہ مشاط کو حکم دیا کہ ''بال باندھ دو'' اس نے کہا ''اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی تو حضور ﷺ نے اَیُّھَا النَّاسُ ہی فرمایا ہے۔'' حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں اپنے بال خود باندھے اور برہمی سے بولیں۔ ''کیا ہم آدمیوں میں شامل نہیں؟'' اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا۔

سبط رسولؐ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں پیشگوئی فرمائی۔ ۶۱ ہجری میں جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم المرتبت رفقاء کے ساتھ دشتِ کربلا میں جامِ شہادت

Marfat.com

نوش کیا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے اور بہت غمزدہ ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟''

فرمایا ''حسینؓ کے مقتل سے آ رہا ہوں۔''

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ بے اختیار ہو کر رونے لگیں اور بلند آواز سے فرمایا۔ ''عراقیوں نے حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کو قتل کیا۔ اللہ انہیں قتل کرے، انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ سے دغا کی، اللہ ان پر لعنت کرے''۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی مانند بے حد سخی تھیں۔ خود بھی سخاوت کرتی تھیں، دوسروں کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ زیادہ نہ ہوتا تو تھوڑا یا جو کچھ بھی ہوتا سائل کو دے ڈالتیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۳ ہجری میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو اولادیں تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سلمہؓ: حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی ہجرت کے دوران حبش میں پیدا ہوئے۔ دوسری ہجرت کے وقت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ کی دختر امامہ کا نکاح انہیں سے کیا تھا۔

۲۔ عمرؓ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں بحرین اور فارس کے عامل تھے۔

۳و۴ دُرّہ اور زینب: دونوں صاحبزادیاں تھیں۔ بعض روایتوں کے مطابق حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی صرف ایک ہی لڑکی زینب تھیں یعنی ان کی تین اولادیں دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ جحش

نام زینبؓ۔ کنیت ام الحکم، باپ کا نام جحش بن رباب تھا، جو قریش کے خاندان اسد یہ میں سے تھے، ماں کا نام امیمہ بنت عبد المطلب تھا اور وہ رسولِ کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن بننے کا شرف حاصل کیا۔ جن مقدس ہستیوں نے ہجرت مدینہ میں سبقت کی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ رسولِ کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ حضور ﷺ انہیں بے حد محبوب رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سے کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعض وجوہ کی بناء پر یہ رشتہ پسند نہ تھا اور انہوں نے نکاح سے پہلے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ میں زید کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی۔'' لیکن حضور ﷺ اس نکاح میں بہتری سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کے منشاء کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہو گیا، لیکن دونوں کے تعلقات میں خوشگواری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ تقریباً ایک برس بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے پاس شکایت کی کہ ''یا رسول اللہ ﷺ زینبؓ مجھ سے زبان درازی کرتی ہے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔''

حضور ﷺ نے انہیں سمجھا دیا کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہِ۔

(ترجمہ) اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا۔ یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھو اور اللہ سے ڈرو!۔

بہر حال حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نباہ نہ ہونا تھا نہ ہوا

Marfat.com

اورحضرت زید رضی اللہ عنہ نے بالآخر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایام عدت پوری کر چکیں تو حضورﷺ سے نکاح کرنا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور لوگ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے۔ چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضورﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور لوگوں میں زید رضی اللہ بن محمدﷺ کے نام سے مشہور تھے۔ اس لئے حضورﷺ کو عام لوگوں (اور بالخصوص منافقوں) کے اعتراض کے خیال سے اس نکاح میں تأمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ جاہلیت کی رسوم کا مٹانا منظور تھا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِکَ مَااللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ. وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ. (الاحزاب)

(ترجمہ) تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو، جس کو اللہ ظاہر کردینے والا ہے اور لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ ہی سے ڈرنا چاہیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں معترضین کو متنبہ کیا۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ.

(ترجمہ) اور محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہ ہوں گے۔

اور پھر حکم ہوا

اُدْعُوْاهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

(ترجمہ) لوگوں کو ان کے (حقیقی) باپ کے نام سے پکارو!

حضور رسول کریمﷺ نے یہ خدمت حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی کہ وہ آپﷺ کا پیغام نکاح لے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور کہا:

''زینبؓ! رسول اللہﷺ تم سے نکاح کے خواہش مند ہیں۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''میں اللہ کے حضور استخارہ کرتی ہوں''۔ یہ کہہ کر مصلے پر کھڑی ہوگئیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریمﷺ پر وحی بھیجی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاکَهَا

(ترجمہ) پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض، ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی۔

Marfat.com

اور نکاح ہوگیا۔ رسول کریم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے اور بغیر انتظار اجازت اندر تشریف لے گئے۔

صبح کو دعوتِ ولیمہ ہوئی جس میں روٹی اور سالن کا انتظام کیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ ۳۰۰ آدمی دعوت میں شریک ہوئے۔ ۱۰۔۱۰ کی ٹکڑیوں میں آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ چند لوگ کھانا کھا کر باتوں میں مشغول ہو گئے اور اٹھنے کا خیال ہی نہ رہا۔ رسول کریم ﷺ ازراہِ مروت انہیں اٹھنے کے لئے نہ فرماتے اور بار بار اندر آتے اور باہر جاتے۔ اسی مکان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی تھیں۔ جب بہت دیر ہوئی تو حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب نازل کی۔

يَـاَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡـرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَـانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَـاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ. اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِ النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَقِّ .وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (احزاب)

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھر مت جاؤ مگر اس صورت میں جب تم کو کھانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تمہیں مدعو کیا جائے تو آجاؤ، پھر جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ، کیونکہ اس بات سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے سو وہ تمہارے لحاظ سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہیں اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے مکان کے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کئی خصوصیات کا مظہر تھا۔

۱۔ جاہلیت کی رسم کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے۔ مٹ گئی۔

۲۔ لوگوں کو حکم ہوا کہ کسی کو حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے (منہ بولے باپ) سے منسوب نہ کرو۔

Marfat.com

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا نکاح وحی کے ذریعے کیا۔
۴۔ نہایت شاندار ولیمہ کیا گیا جس میں بکری کا گوشت اور روٹی اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا مالیدہ شامل تھا۔ بکثرت لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔
۵۔ اس موقع پر آیتِ حجاب نازل ہوئی اور پردہ کا رواج ہوا۔

یہی خصوصیات تھیں جن کی بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت دیندار، پرہیز گار، حق گو اور مخیّر تھیں، ان کی عبادت و زہد کا خود رسولِ کریم ﷺ نے اعتراف فرمایا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں۔ آپؓ نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری۔ انہوں نے ذرا تلخ لہجے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دخل دینے سے منع کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا" عمرؓ ان سے کچھ نہ کہو یہ اواہ (یعنی بڑی عابدو زاہد) ہیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

"میں نے دین کے معاملے میں زینبؓ سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔"

واقعہ ا فک میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش بھی غلط فہمی کی بناء پر شریک ہوگئی تھیں۔ لیکن جب رسول کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق استفسار کیا تو آپؓ نے صاف صاف کہہ دیا۔

"میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتی۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فیاضی میں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا" تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔"

لمبے ہاتھ سے حضور ﷺ کی مراد فیاضی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پیش گوئی کی مصداق ثابت ہوئیں اور رسولِ کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد تمام ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہی وفات پائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود اپنے دست و بازو سے روزی کماتی تھیں۔ وہ فن دباغت جانتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی، اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتی تھیں۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وظیفہ ۱۲ ہزار درہم مقرر کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صرف ایک سال یہ وظیفہ لیا اور لیتے ہی حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا "اے اللہ آئندہ یہ مال مجھ کو نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا زینبؓ بڑی مخیّر ہیں۔

پھر مزید ایک ہزار درہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ انہوں نے وہ بھی فوراً خیرات کر دیئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۵۳ برس کی عمر میں ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے انتقال سے مدینہ کے فقراء و مساکین میں حشر بپا ہو گیا کیونکہ وہ ان کی مربی و دستگیر تھیں۔ وفات کے وقت سوائے ایک مکان کے کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ سب کچھ اپنی زندگی میں اللہ کی راہ میں لٹا چکی تھیں۔ اپنا کفن خود تیار کر کے رکھ چھوڑا تھا۔ وفات سے کچھ دیر پہلے وصیت کی کہ مجھے تابوتِ رسول اللہ ﷺ پر اٹھایا جائے۔ چنانچہ ان کی وصیت پوری کی گئی۔ وفات کے دن شدید گرمی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کی جگہ پر خیمہ لگوایا۔ نمازِ جنازہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرات محمد رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن جحش، اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی احمد اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر فرمایا۔

ذَهَبَتْ حَمِيْدَةً فقيد مفرع اليتامٰى و الارا

(ترجمہ) وہ نیک بخت بے مثل خاتون چلی گئیں اور یتیموں اور رانڈوں کو بے چین کر گئیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ۱۱ حدیثیں منقول ہیں جن کے راویوں میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ وغیرہ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام برّہؓ تھا۔ باپ کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ جو نبی خزاعہ کے خاندان مصطلق کے رئیس تھے۔ جب برّہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا تو حضور ﷺ نے ان کا نام جویریہؓ رکھا۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے ابنِ عم مسافع بن صفوان ذی الشفر سے ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث اسلام کے سخت دشمن تھے۔ قریش کے اشارے سے آپ نے اپنے قبیلہ کو مدینہ پر حملہ کے لئے تیار کیا۔ رسولِ کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ۲ شعبان ۵ ہجری کو مجاہدین کی ایک جمعیت کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حارث کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے مریسیع میں قیام کیا۔ یہاں کے لوگوں نے کچھ دیر مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن بالآخر شکست کھائی، ۱۱ آدمی مقتول ہوئے اور ۶۰۰ کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان گرفتارشدگان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپؓ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ چونکہ قبیلہ کے رئیس کی بیٹی تھیں، لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ تھا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی مجھ سے کچھ روپے لے کر چھوڑ دو۔ وہ راضی ہو گئے اور ۹ اوقیہ سونے کا مطالبہ کیا۔

اب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''مصیبت زدہ ہوں، آزاد ہونا چاہتی ہوں، ازراہِ کرم میری مدد فرمایئے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا ''کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں تمہارا زرِ فدیہ ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں۔''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فوراً راضی ہوگئیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان کا زرِ مکاتب ادا کر کے نکاح کرلیا اور ان کا پہلا نام (برّہ) بدل کر جویریہؓ نیا نام رکھا۔

Marfat.com

آپؐ کے حرمِ نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرامؓ نے قرابتِ نبوی ﷺ کا پاس کرتے ہوئے تمام اسیرانِ جنگ رہا کر دیئے۔

اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''میں نے جویریہؓ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلہ کے لئے باعثِ رحمت نہیں پایا۔''

ادھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کو خبر ملی کہ ان کی بیٹی لونڈی بنالی گئی ہے۔ چنانچہ وہ بہت سا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر بیٹی کی رہائی کے لئے عازم مدینہ ہوئے۔ راستے میں ۲ اونٹ جو انہیں پسند تھے، عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چھپا دیئے اور باقی اونٹ اور مال و اسباب لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ''آپ میری بیٹی قید کر لائے ہیں، یہ تمام مال و اسباب لے لیں اور اسے رہا کر دیں۔'' حضور کو غیب سے اطلاع ملی کہ یہ شخص ۲ اونٹ چھپا آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''۲ اونٹ جو تم چھپا آئے ہو، وہ کہاں ہیں؟''

حارث یہ سن کر حیران رہ گئے اور اسی وقت نبی اکرم ﷺ کے قدم چومے اور بطیبِ خاطر اسلام قبول کر لیا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا لونڈی نہیں بنائی گئیں بلکہ حرمِ نبویؐ میں داخل کر لی گئی ہیں تو بے حد مسرور ہوئے اور شاداں و فرحاں بیٹی سے مل کر گھر واپس لوٹے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت عابدہ زاہدہ تھیں۔ رسول کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو انہیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے انہیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت کرتے دیکھا۔ دوپہر کو پھر ادھر سے گزرے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اسی حالت میں پایا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم اکثر اسی حالت میں رہتی ہو۔ جواب دیا ''بے شک یا رسول اللہ ﷺ!'' حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کلمات پڑھا کرو تمہاری نفلی عبادت پر ترجیح رکھتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عدد خلقه سُبْحَانَ عدد خلقه
سُبْحَانَ اللّٰہِ رضی نفسه ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رضی نفسه سُبْحَانَ
اللّٰہِ زند عرشه سُبْحَانَ اللّٰہِ زند عرشه سُبْحَانَ اللّٰہِ مداد
کلماته سُبْحَانَ اللّٰہِ مدادِ کلمته

ایک دن رسولِ کریم ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور پوچھا

Marfat.com

"کچھ کھانے کو ہے۔" عرض کیا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا بس وہی موجود ہے۔"
حضورﷺ نے فرمایا۔ "لے آؤ جس کو صدقہ دیا گیا اس کو پہنچ چکا۔"

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عزت نفس کا بھی بہت خیال تھا۔ چنانچہ اسیر ہونے پر اپنی آزادی کے لئے انہوں نے حتی الامکان پوری کوشش کی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ سال کی عمر میں ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث منقول ہیں جن کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث

آپؓ کا نام میمونہؓ تھا۔ والد کا نام حارث بن حزن قریشی تھا۔ والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا اور وہ قبیلۂ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح مسعود بن ثقفی سے ہوا۔ انہوں نے کسی وجہ سے طلاق دے دی۔ پھر ابورہم بن عبدالعزی کے نکاح میں آئیں۔ ۷ ہجری میں انہوں نے بھی وفات پائی۔ اب میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں۔

اسی سال رسولِ کریم ﷺ عمرہ کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپؐ کے عمِ محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کی تحریک کی۔ حضور ﷺ رضا مند ہو گئے۔ چنانچہ احرام کی حالت میں ہی شوال ۷ ہجری میں بعوض ۵۰۰ درہم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر بمقام سرف حضور ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لئے گئے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کی آخری بیوی تھیں۔ یعنی ان سے نکاح کے بعد حضور ﷺ نے اپنی وفات تک کوئی اور نکاح نہیں کیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت خدا ترس اور متقی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ ''میمونہؓ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلۂ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں۔''

مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ایک عورت سخت بیمار ہوئی۔ اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی اور اس نے اپنی

Marfat.com

منت پوری کرنے کے لئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رخصت ہونے آئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھایا کہ مسجدِ نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے تم بیت المقدس جانے کی بجائے مسجد نبویؐ میں ہی نماز پڑھ لو۔ ثواب بھی زیادہ ہوگا اور منت بھی پوری ہو جائے گی کہ مسجد نبویؐ اللہ تعالیٰ کو بیت المقدس سے زیادہ محبوب ہے۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپؓ کی خدمت میں اس حالت میں آئے کہ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ پوچھا ''بیٹے پراگندہ مو کیوں ہو؟'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میری بیوی ''بیماری'' کی حالت میں ہے۔ وہی میرے سر میں کنگھا کیا کرتی تھیں لیکن اب اس حالت میں ہونے کی وجہ سے میں نے یہ کام لینا اس سے مناسب نہ سمجھا''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''واہ بیٹے کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں۔ ہم اسی حالت میں ہوتی تھیں اور رسولِ کریم ﷺ ہماری گود میں سر رکھ لیتے تھے اور قرآن پاک پڑھتے تھے اور پھر ہم اسی حالت میں مصلیٰ اٹھا کر مسجد میں رکھ آتی تھیں۔''

ایک دفعہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ دار ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ آپؓ سخت غضبناک ہوئیں اور اسے سختی سے جھڑک کر کہا۔ ''آئندہ کبھی میرے گھر میں قدم نہ رکھنا۔''

ایک دفعہ آپؓ نے ایک لونڈی کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تم کو جزا دے۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہت مخیّر اور فیاض تھیں، اس لئے وقتاً فوقتاً قرض لینے کی نوبت آ جاتی تھی۔ ایک دفعہ بہت زیادہ رقم قرض لے لی۔ کسی نے پوچھا ''امّ المومنینؓ اتنی زیادہ رقم کی واپسی کی کیا صورت ہوگی۔''

فرمایا ''میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ ہجری میں سرف کے مقام پر (جہاں ان کی رسم عروسی ادا ہوئی تھی) وفات پائی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات تھیں۔ ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلو!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن شداد وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ آپؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپؓ کے بھانجے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام رملہ اور کنیت اُمِّ حبیبہؓ تھی۔

بنی امیہ کے مشہور سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ گویا حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ بعثت نبوی سے سترہ سال قبل مکّہ میں پیدا ہوئیں۔

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا۔ دونوں نے اکٹھے ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد اس وقت اسلام کے سخت ترین دشمن تھے اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو عبیداللہ بن جحش اور حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبش کو ہجرت کر گئے۔ حبش پہنچنے کے چند دن بعد عبیداللہ مرتد ہو گئے اور عیسائی مذہب اختیار کر کے شراب نوشی شروع کر دی۔ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کو بہت سمجھایا کہ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو، لیکن اللہ نے ان کے دل پر مہر لگا دی تھی۔ کوئی اثر نہ ہوا اور عیسائیت کی حالت میں ہی رندانہ زندگی بسر کرتے ہوئے وفات پائی۔

حضور ﷺ کو جب عالمِ غربت میں حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی اطلاع ملی تو حضور ﷺ نے ان کے ایامِ عدّت پورے ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمیری کو نجاشی شاہِ حبش کے پاس اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دے۔ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعے رسولِ کریم ﷺ کا پیغامِ نکاح حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ انہیں بے حد مسرت ہوئی۔ اظہارِ تشکر کے طور پر لونڈی کو ۲ کنگن اور نقرئی انگوٹھیاں عطا کیں اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ شام کو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر خود نکاح پڑھایا۔ رسمِ نکاح سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ نکاح کے بعد حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بذریعہ بحری

Marfat.com

جہاز مدینہ پہنچیں۔ حضور ﷺ ان دنوں خیبر کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک فطرت اور صالح خاتون تھیں۔ وہ ایسے وقت میں ایمان لائیں جب ان کے والد دشمنانِ اسلام کے قائد تھے۔ اسلام کی خاطر انہوں نے سفر کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور حبش میں غربت کی زندگی اختیار کی۔ حالانکہ ان کا گھرانا متمول اور ریاست کے لحاظ سے قریش میں بہت ممتاز تھا۔

فتح مکہ سے قبل ان کے والد ایک دفعہ ان سے ملنے مدینہ آئے۔ اس آمد کا مقصد یہ بھی تھا کہ اپنی بیٹی کی معرفت میعادِ صلح کی توسیع کے لئے کوشش کریں۔ جب وہ رسولِ کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر الٹ دیا۔ ابوسفیانؓ کو ناگوار گزرا بولے ''تمہیں اس بچھونے پر اپنے باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔'' حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسولِ پاک ﷺ کے بستر مبارک پر ایک مشرک بیٹھے۔'' ابوسفیانؓ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور صرف اتنا کہا ''تو میرے پیچھے بہت خرابیوں میں مبتلا ہوگئی۔''

ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص ۱۲ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔'' حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں۔ اس کے بعد ساری زندگی ۱۲ رکعت نفل روزانہ نہایت پابندی سے پڑھتی رہیں۔

جب آپؓ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو تین دن کے بعد خوشبو منگا کر رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا ''رسول کریم ﷺ کا حکم ہے۔ کہ ایمان دار عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں۔ سوائے خاوند کے کہ اس کی موت پر چار مہینہ اور دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہیے۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ ہجری میں ۷۳ سال کی عمر میں (اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں) وفات پائی۔ وفات سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا ''میرے اور آپؓ کے درمیان سوکنوں کے تعلقات تھے۔ اگر کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہو تو معاف کر دیجئے! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے معاف کیا۔'' پھر ان کے لئے دعا مانگی۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''آپؓ نے مجھے خوش کیا اللہ تعالیٰ آپؓ کو خوش رکھے۔''

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں جن کے راویوں میں کئی صحابی اور تابعین شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیَیّ

آپؓ کا نام زینب تھا۔ فتح مکہ کے بعد دوسری قیدی عورتوں کے ہمراہ مالِ غنیمت میں شامل تھیں۔ عرب میں مالِ غنیمت کا جو حصہ فاتح سردار کے حصہ میں آئے وہ صفیہ کہلاتا ہے۔ چونکہ آپؓ نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں اس لئے صفیہؓ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

انؓ کا باپ حُیَیّ بن اخطب ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا اور یہودیوں کے نامور قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا۔ حُیَیّ نبی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں بے حد معزز و محترم تھا اور تمام قوم اس کی وجاہت کے آگے سر جھکاتی تھی۔ ان کی ماں ضرّہ بنت سموئیل تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہودیوں کے نامور خاندان بنی قریضہ سے ملتا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نانا بنی قریضہ کے رئیس تھے اور ان کی شجاعت اور جنگجوئی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ غرض ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب ایک خاص امتیاز رکھتا تھا۔

۱۴ برس کی عمر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایک مشہور اور نامور شہسوار سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی، لیکن دونوں میاں بیوی میں بن نہ آئی۔ نتیجتاً سلام بن مشکم نے طلاق دے دی۔ اس طلاق کے بعد حیی بن اخطب (والد) نے آپؓ کا نکاح بنی قریضہ کے ایک مقتدر سردار کنانہ ابی الحقیق سے کر دیا۔ وہ خیبر کے رئیس ابورافع کا بھتیجا تھا اور خیبر کے نامی قلعہ القموص کا حاکم تھا۔

۷ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی روز روز کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان کے مرکز خیبر پر چڑھائی کی۔ خیبر مدینہ کے شمال مغرب میں ایک نہایت زرخیز جگہ تھی۔ جہاں یہودیوں نے چند نہایت مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔ یہودیوں کی تمنا تھی کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر کے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ چنانچہ وہ مدت سے ایک جنگجو لشکر اور آلاتِ حرب و ضرب جمع کر رہے تھے۔ اپنی تیاری مکمل کر لینے کے بعد انہوں نے دو اور قبائل بنوغطفان اور بنی اسد کو بھی اس وعدہ پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ مدینہ کی فتح کے بعد نصف نخلستان انہیں دے دیا جائے گا۔

Marfat.com

جب نبی کریم ﷺ کو اس تیاری کا علم ہوا تو حضور ﷺ نے سیاع بن عرفط غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور خود ۱۴۰۰ اصحابہؓ کے ہمراہ خیبر کی طرف کوچ کیا۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع یہودیوں کو دے دی۔ چنانچہ وہ مقابلے کے لئے تیار ہو کر کھلے میدان میں نکل آئے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کافی دن لگیں گے لیکن اسلامی لشکر نے حضور ﷺ کی زیرِ قیادت نہایت تیزی سے مسافت طے کی اور دن رات سفر کرتے ہوئے ایک دن صبح کے وقت خیبر کے نواح میں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر یہودی ششدر رہ گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمان اتنی جلدی آ پہنچیں گے۔ کھلے میدان میں لڑنا انہوں نے مناسب نہ سمجھا اور قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مجاہدین اسلام نے نہایت پامردی سے تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کا مقابلہ کیا اور نہایت جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے یہودیوں کے تین قلعوں پر قابض ہو گئے۔ یہودیوں کا سب سے مضبوط قلعہ القموص تھا۔ کئی دن گزر گئے لیکن سرتوڑ کوششوں کے باوجود یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ آخر ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم دے کر روانہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آشوبِ چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن کی برکت اور دعا سے انہیں صحت ہوگئی۔ حارث اور مرحب دو بھائی یہودیوں کے شجاع ترین سردار تھے۔ ان کی قوت اور شجاعت کی زمانے بھر میں دھوم تھی۔ سب سے پہلے حارث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے آیا اور فنونِ جنگ میں اپنی بے مثال مہارت کے باوجود ذوالفقارِ حیدرؓ کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی مرحب غضبناک ہو کر جنابِ علی کرم اللہ وجہہ پر جھپٹا لیکن اس کا حشر بھی اپنے بھائی جیسا ہوا۔ حیدرِ کرارؓ کی اس عدیم النظیر بہادری سے مسلمانوں میں بے پناہ جوش و جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے تکبیر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے پوری قوت سے یہودیوں پر حملہ کیا۔ یہودی سراسیمہ ہو کر قلعہ کے اندر گھس گئے۔ حیدرِ کرارؓ نے جوشِ شجاعت میں قلعہ القموص کے پھاٹک کو زور سے ہلایا اور پھر اپنی بے پناہ قوت سے اسے اکھاڑ کر پرے پھینک دیا۔ اب مسلمان قلعہ کے اندر گھس گئے۔ یہودیوں نے تھوڑی دیر مقابلے کے بعد ہتھیار پھینک دیئے اور عاجزی کے ساتھ صلح کے طالب ہوئے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ان پر رحم فرمایا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ زمین انہی کے پاس رہے۔ البتہ پیداوار کا نصف حصہ وہ مسلمانوں کو دیں گے۔

Marfat.com

جنگِ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ لڑائی یہودیوں کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہوئی۔ ان کے بڑے بڑے نامی بہادر اور سردار اس لڑائی میں مارے گئے۔ ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ بھائی اور شوہر بھی شامل تھے۔ گویا ان کے خاندان کے سارے افراد میدانِ جنگ میں کام آئے یا جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حالت بے حد قابلِ رحم تھی۔

جنگ کے بعد تمام قیدی اور مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کئے گئے۔ جنابِ بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے رشتہ کی ایک بہن کو پکڑ لائے۔ رستہ میں یہودی مقتولین کی لاشیں خاک وخون میں لتھڑی پڑی تھیں۔ ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے محبوب والد، بھائی اور شوہر کی لاشیں بھی تھیں اور خاندان کے بعض دوسرے بزرگ بھی کٹے پڑے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے ان لاشوں پر نظر ڈالی اور چپ کی چپ رہ گئیں البتہ ان کی ساتھی بہن بے قابو ہوگئی اور نہایت شدت سے گریہ وزاری اور سینہ کوبی شروع کردی۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو سرکارِ دوعالم ﷺ اس عورت کی گریہ وزاری سے متاثر ہوئے۔ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا تو خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئیں اور اس عورت کو حضور ﷺ نے دوسری طرف لے جانے کا حکم دیا اور پھر بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

> ''بلال تمہارے دل میں رحم نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اس راستے سے لائے جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک وخون میں لتھڑے پڑے ہیں۔''

جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہونے لگی تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند فرمایا۔ چونکہ آپؓ تمام اسیرانِ جنگ میں ذی وقعت تھیں۔ اس لئے بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ زینب صفیہ بنی قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے۔ خاندانی وقار اس کے بشرے سے عیاں ہے۔ وہ ہمارے سردار (یعنی سرکارِ دوعالم ﷺ) کے لئے ہی موزوں ہے۔'' حضور ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرمالیا۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کردیا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہے وہ اپنے گھر چلی

Marfat.com

جائیں یا پسند کریں تو آپ کے نکاح میں آ جائیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے نکاح میں آنا پسند کیا اور ان کے حسب منشا حضور ﷺ نے نکاح کر لیا۔ صہبا کے مقام پر رسمِ عروسی ادا کی گئی اور وہیں دعوتِ ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلتے وقت حضور ﷺ نے انہیں خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت ۱۷ برس تھی۔ اس نکاح کے بعد یہودی پھر مسلمانوں کے خلاف کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان پر اتارا۔ ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر انصار کی عورتیں اور دوسری ازواج مطہراتؓ انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو حضور ﷺ ان کے پیچھے چلے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''عائشہ تم نے اس کو کیسا پایا؟''

جواب دیا ''یہودیہ ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ نہ کہو وہ مسلمان ہوگئی ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر چند ابھرے ہوئے نشانات تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسے نشانات ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ''میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور میری گود میں آن گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ کو سنایا، جس سے وہ سخت غضبناک ہوا اور اتنے زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشانات اُبھر آئے۔ پھر اس نے کہا کیا تو ملکۂ عرب بننے کے خواب دیکھتی ہے۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل، سیر چشم اور صابر تھیں۔ جب وہ اُمُّ المؤمنین کی حیثیت سے مدینہ تشریف لائیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا انہیں دیکھنے آئیں تو انہوں نے اپنے بیش قیمت طلائی جھمکے اپنے کانوں سے اتار کر جنابہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیئے اور ان کی ساتھی خواتین کو بھی کوئی نہ کوئی زیور دیا۔

حضور ﷺ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے اور ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار سفر میں ازواجِ مطہراتؓ ساتھ تھیں۔ اتفاق سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔

Marfat.com

آپؓ بہت غمگین اور پریشان ہوئیں۔ حضورﷺ نے خود تشریف لا کر ان کی دلجوئی کی اور حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا "زینبؓ تم صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت سخی اور بامروّت تھیں لیکن نامعلوم کیوں ان کی زبان سے نکل گیا۔ "یارسول اللہﷺ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں۔"

یہ کلمہ رسولِ کریمﷺ کو پسند نہ آیا اور آپؐ نے دو تین ماہ تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کلام تک نہ کیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بمشکل ان کا قصور معاف کرایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا بیان ہے کہ "رسول اللہﷺ کی خفگی نے مجھے قریب قریب ناامید کر دیا اور میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہوں گی۔" قبولِ اسلام کے بعد یہودیت کا طعن آپؓ کے لئے بڑی دلآزاری کا موجب ہوتا تھا لیکن آپؓ نہایت صبر و تحمل سے کام لیتی تھیں اور کبھی کسی کو سخت جواب نہ دیتی تھیں۔

ایک بار نبی اکرمﷺ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ وجہ دریافت کی تو کہا "عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ بیوی ہونے کے علاوہ ہم حضورﷺ کی قرابت دار بھی ہیں لیکن تم یہودن ہو۔" حضورﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔

"اگر عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ان کا خاندانِ نبوت سے تعلق ہے تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا میرے باپ ہارون علیہ السلام اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمدﷺ ہیں۔"

ایک دفعہ کسی بات پر حضورﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناخوش ہو گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا "آپؓ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی، لیکن اگر آپؓ سرورِ دو عالمﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپؓ کو دیتی ہوں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کام کے لئے تیار ہو گئیں اور زعفران کی رنگی ہوئی ایک اوڑھنی لے کر اس پر پانی چھڑکا تاکہ اس کی خوشبو مہک جائے۔ اس کے بعد حضورﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "عائشہؓ یہ تمہاری باری کا دن نہیں۔"

بولیں "یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔"

Marfat.com

پھر تمام واقعہ حضورﷺ کو سنایا اور حضورﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خوش ہو گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضورﷺ کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔ حضورﷺ کے مرض الموت میں تمام ازواجِ مطہرات حضورﷺ کی عیادت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضورﷺ کو بے چین دیکھ کر فرمایا ''یارسول اللہﷺ کاش آپ کی بیماری مجھے ہو جاتی۔'' دوسری ازواجِ مطہراتؓ نے آپؓ کی طرف دیکھا تو حضورﷺ نے فرمایا '' واللہ وہ سچی ہے'' یعنی ان کا اظہارِ عقیدت نمائشی نہیں بلکہ سچے دل سے وہ یہی چاہتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کوئی عورت صفیہؓ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے امیر المؤمنین سے شکایت کی کہ اُمّ المؤمنینؓ میں ابھی تک یہودیت کی بُو پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اب بھی ہفتہ (سبت) کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیقِ احوال کے لئے خود اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے جواب دیا '' جب سے اللہ نے مجھے سبت (ہفتہ) کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہفتہ کو دوست رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں یہودیوں سے بے شک مجھے لگاؤ ہے کہ وہ میرے قرابتدار ہیں اور مجھے صلۂ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔'' حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی سے بہت خوش ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو بلا کر پوچھا '' تجھے امیر المؤمنین کے پاس میری شکایت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔''

اس نے کہا '' مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔''

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا '' جا میں نے تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔''

علم و فضل میں بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بلند تھا۔ کوفہ کی عورتیں اکثر ان کے

Marfat.com

پاس مسائل دریافت کرنے آتیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، اسحاق رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، یزید رضی اللہ عنہ بن معتب اور مسلم رضی اللہ عنہ بن صفوان نے چند احادیث بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کی ہیں۔

آپؓ نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی اللہ کی راہ میں دے دیا۔

بے حد دردمند تھیں۔ جب ۳۵ ہجری میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا مفسدوں نے محاصرہ کرلیا تو آپؓ کو بہت رنج ہوا۔ ضعیف العمر امیر المومنین کی مصیبت سے بے چین ہوگئیں۔ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اشتر نخعی نے ان کے غلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپؓ کے خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ حالات بگڑے ہوئے تھے اور اشتر نخعی کے مقابلہ میں کامیابی مشکل تھی اس لئے آپ مصلحتاً واپس چلی گئیں اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کھانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

رمضان المبارک ۵۰ ہجری میں ۶۰ سال کی عمر میں آپؓ نے وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ترکہ ایک لاکھ درہم چھوڑے۔ اس کے ایک تہائی کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کے لئے کی۔ لوگوں نے اس کا حصہ دینے میں تأمل کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہلا بھیجا ''لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرو۔''

ان کے ارشاد کے مطابق وصیت کی تعمیل کردی گئی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد مصطفیٰ ﷺ

آپ کا اسمِ گرامی زینب تھا۔ رسولکریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی سے ۱۰ برس پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ رسولِ کریم ﷺ کی عمر اس وقت تیس برس کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کمسنی میں (بعثتِ نبویؑ سے قبل ہی) ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع سے ہوگئی۔

جب رسول کریم ﷺ منصب رسالت پر فائز ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوراً ایمان لے آئیں۔

بعثتِ نبویؑ کے بعد کفارِ مکہ نے سرورِ کائنات ﷺ اور دعوتِ حق پر لبیک کہنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ رسولِ کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ ان دونوں بدبختوں نے اپنے باپ کے کہنے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ ابوالعاص کو بھی کفار نے بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نہایت اچھا سلوک کرتے رہے۔ رسول کریم ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔ باوجود ذاتی شرافت اور نیک نفسی کے ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا حتیٰ کہ رسولِ کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان دنوں اپنے سسرال میں تھیں۔

Marfat.com

۲ہجری میں قریشِ مکہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔لشکرِ کفار میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔بدر کے میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا اور حق غالب رہا۔حملہ آوروں کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ان میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔انہیں ایک انصاری عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا۔اہلِ مکہ نے جب یہ خبر سنی تو قیدیوں کے قرابت داروں نے رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کے لئے زرِ فدیہ بھیجا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ سے اپنے دیور عمر بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا۔یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔جب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو حضور ﷺ بہت مغموم ہوئے۔آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے،کیونکہ اس ہار سے خاتونِ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یادوابستہ تھی۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا''اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ابوالعاص رضی اللہ کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فوراً مدینہ بھیج دیں۔''تمام صحابہ کرامؓ نے ارشادِ نبویؐ کے سامنے سرِتسلیم خم کیا۔حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بھی یہ شرط قبول کر لی اور رہا ہوکر مکہ پہنچے۔رسولِ کریم ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھیجا کہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں۔جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے وہاں پہنچیں تو انہیں ساتھ لے کر مدینہ آجائیں۔حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وعدے کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے روانہ کر دیا۔کفارِ مکہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ سرورِ کائنات ﷺ کی بیٹی مدینہ جارہی ہے تو انہوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام''ذی طویٰ''میں انہیں جا گھیرا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے اپنا نیزہ گھمایا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں وہ حاملہ تھیں سخت چوٹ آئی۔حمل ساقط ہوگیا۔کنانہ بن ربیع غضبناک ہوگئے۔اپنے تیر نکالے۔انہیں ترکش پر چڑھا کر للکارے کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر ڈالوں گا۔کفار رک گئے

Marfat.com

۔ابوسفیان بھی ان میں شامل تھے۔انہوں نے کہا۔ بھتیجے! اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔'' کنانہ نے تیر روک لیا اور پوچھا کیا کہنا چاہتے ہو؟۔ابوسفیان نے ان کے کان میں کہا ''محمدؐ کے ہاتھوں ہمیں جس رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔اگر تم اس کی بیٹیؓ کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینبؓ کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر زینبؓ کو لے جانا۔'' کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔ چند دن بعد وہ رات کے وقت چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر بطن یا جج پہنچے اور انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے سپرد کر کے مکہ واپس چلے گئے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے تو پُر درد آواز میں دو شعر پڑھ رہے تھے۔

ذکرت زینب لما ورکت ارما ― فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما

بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ ― وکل بعل یشنی ماالذی علما

ترجمہ: جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے۔امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار اور دیانتدار تھے۔لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے اور وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور مالکوں کے طلب کرنے پر واپس لوٹا دیتے۔ مکے میں ان کی بڑی ساکھ تھی۔لوگ اپنا مالِ تجارت انہیں دے کر فروخت کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے۔۶ ہجری میں ابوالعاصؓ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔مدینہ میں جب یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے تو حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ۱۷۰ مجاہدین کو اس قافلہ کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔عیص کے مقام پر مجاہدین نے قریش کے قافلہ پر نہایت کامیاب چھاپہ مارا۔تمام مال و

Marfat.com

اسباب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابوالعاصؓ نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور رسولِ کریم ﷺ سے سفارش کی کہ ابوالعاصؓ کا مال انہیں واپس کر دیا جائے چونکہ ابوالعاصؓ نے مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ رسولِ کریم ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ ''اگر تم ابوالعاصؓ کا مال واپس کر دو گے تو میں ممنونِ احسان ہوں گا۔''

صحابہ کرامؓ کو تو ہر وقت خوشنودیٔ رسولؐ مطلوب تھی۔ فوراً تمام مال واسباب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ وہ تمام مال ومتاع لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔ پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا ''اے اہلِ قریش! اب میرے ذمہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے۔'' تمام اہل مکہ نے یک زبان ہو کر کہا ''بالکل نہیں، خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم ایک نیک بہادر اور باوفا شخص ہو۔''

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''تو سن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو!''

یہ کہہ کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی۔ اس لئے جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو کر مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔ ۸ ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۔ اس کا سبب اسقاطِ حمل کی تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکہ سے آتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر ہوا۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنا تہبند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔ نمازِ جنازہ رسولِ کریم ﷺ نے خود پڑھائی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہا نے قبر

Marfat.com

میں اتارا۔ رسولِ کریم ﷺ اس دن بے حد مغموم تھے۔ حضور ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''زینبؓ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک صاحبزادے علیؓ اور ایک لڑکی امامہؓ چھوڑی۔ جب مکہ فتح ہوا تو علیؓ رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ نے جنگِ یرموک میں شہادت پائی۔

تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ وفات سے پیشتر اپنی لڑکی امامہؓ کو حضرت زبیرؓ بن عوام (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امامہؓ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

Marfat.com

حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ

آپؓ کا اسم گرامی رقیہؓ تھا۔ رسولِ کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں آپؓ کی ولادت بعثتِ نبویؐ سے ۷ برس پہلے ہوئی۔ سرورِ کائنات کی عمر اس وقت تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین برس چھوٹی تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے ابنِ عم عتبہ بن ابولہب سے ہوا۔ جب سورۃ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ، نازل ہوئی تو عتبہ نے اپنے باپ ابی لہب کے حکم کے مطابق حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔

چند دن بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے اسلام قبول کیا۔ وہ بڑے نیک، ایماندار، متمول اور مخیر تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اپنی دامادی کے لئے انہیں منتخب کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی دلی خواہش بھی یہی تھی۔ چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے مکہ ہی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

مکہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو بے حد ستایا تو حضور ﷺ نے انہیں حبش کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ رسولِ کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا واپس مکہ تشریف لے آئے۔ لیکن کفار کی ایذا رسانیاں پہلے سے بھی بڑھ گئی تھیں۔ چنانچہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ عرصہ تک ان کی خبر نہ ملی۔ حضور ﷺ بہت متفکر تھے۔ کسی عورت نے ایک دن آ کر خبر دی

Marfat.com

کہ میں نے عثمانؓ اور رقیہؓ کو بچشم خود حبشہ میں بخیریت دیکھا ہے۔ حضورﷺ کو اطمینان ہوگیا۔

کافی عرصہ بعد حبشہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول کریمﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ کچھ دوسرے مسلمانوں اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آپؓ نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور پھر چند دن کے بعد رسولِ کریم ﷺ کی اجازت سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر اترے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ۲ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو چیچک نکلی۔ اس وقت رسولِ کریمﷺ جنگِ بدر کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ بدر کو روانگی سے پیشتر آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے مدینہ منورہ ہی میں ٹھہریں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا اور مالِ غنیمت سے بھی انہیں حصہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے۔ رسولِ کریمﷺ ابھی بدر ہی میں تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف بڑھ گئی اور آپؓ نے ۲۱ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

رسولِ کریمﷺ اپنی لختِ جگر کی وفات کی اطلاع پا کر بہت مغموم ہوئے اور حضورﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو جاری ہوگئے۔ مدینہ واپس تشریف لا کر حضورﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ''عثمانؓ بن مظعون جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو'' (مہاجرین میں حضرت عثمانؓ بن مظعون پہلے صحابی تھے جنہوں نے مدینہ منورہ آ کر وفات پائی) حضورﷺ کے اس ارشاد پر عورتوں میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ حضورﷺ نے فرمایا ''عمرؓ! انہیں رونے دو، دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج نہیں، البتہ نوحہ و بین سے بچنا چاہیئے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن کی قبر پر تشریف لائیں اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضورﷺ اپنی چادر مبارک کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھتے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے قیامِ حبشہ کے دوران میں ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسی صاحبزادے کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو

Marfat.com

عبداللہ اختیار کی۔

حضرت عبداللہؓ کی عمر ابھی ۶ برس کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری جس سے تمام چہرہ متورم ہوگیا اور اسی تکلیف سے جمادی الاول ۴ ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۔ حضور ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں باہم بے حد محبت تھی۔ ان کے تعلقات اتنے خوشگوار اور مثالی تھے کہ لوگوں میں یہ مقولہ ان کی نسبت بطورِ ضرب المثل مشہور ہوگیا۔

احسن الزوجین راهما الانسان رقیه و زوجها عثمان

(ترجمہ) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ

اُمِ کلثومؓ نام تھا۔ رسولِ کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بعثتِ نبویؐ سے ۶ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال چھوٹی اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ایک سال بڑی تھیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثتِ نبویؐ سے پہلے اپنے ابنِ عم عتیبہ بن ابولہب سے ہوا۔ جب رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور حضور ﷺ نے دعوتِ اسلام دینی شروع کی تو ابی لہب اور اس کی بیوی آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے۔ وہ رسول کریم ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی

تو ابولہب کو سخت غصہ آیا۔ اس کے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا (اگرچہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی) ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنته

یعنی میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے اس (محمدؐ) کی لڑکی کو طلاق نہ دی۔

دونوں بیٹوں نے بدبخت باپ کے حکم کی تعمیل کی۔

عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو اور عتیبہ نے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

واقعۂ طلاق کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ ۳ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ انہی دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

Marfat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوئیں۔ آپؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں لیکن انہوں نے تأمل کیا۔ رسول کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لئے حفصہؓ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ پھر فرمایا حفصہؓ کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں جو رقیہؓ کے فوت ہو جانے سے بہت غمگین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہا فوراً رضامند ہو گئے۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول کریم ﷺ سے ہو گیا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ سے پڑھا دیا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی اُمِ کلثومؓ کو اسی حق مہر پر جو رقیہؓ کا تھا تمہارے عقد میں دے دوں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد ۶ سال تک رندہ رہیں اور شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب، حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور ﷺ نے کفن کے لئے اپنی چادر دی۔ رسول کریم ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ رسول کریم ﷺ کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ قبر کے پاس بیٹھے تو اشکبار ہو گئے۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

Marfat.com

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام فاطمہؓ اور کنیت اُمِ محمدؓ تھی۔ سید الانبیاء سرورِ کائنات رسولِ کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔ دنیا میں آج تک کوئی عورت ایسی نہیں گزری اور نہ آئندہ گزرے گی جو حسب ونسب میں سیدۂ عالم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ آپؓ کا نام فاطمہؓ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ پر اور آپؓ کے دوست رکھنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔

حضور ﷺ نے آپؓ کو سیدۃ النساءؓ (دنیا اور جنت کی عورتوں کی سردار) کے لقب سے پکارا۔ دوسرے مشہور القاب زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ، اور زاکیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال درجہ جمال وکمال سے متصف فرمایا۔ اس مناسبت سے زہراؓ لقب قرار پایا اور اسی لقب نے زیادہ شہرت پائی۔

بتولؓ کے معنی قطع کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دنیا سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ اس لئے بتولؓ (تارک الدنیا) کے لقب سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حقیقت میں آپؓ تھیں بھی بتول۔ بچپن سے ہی نہایت متین، سنجیدہ اور پاکباز تھیں۔ دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود میں بالکل دلچسپی نہ لیتی تھیں بلکہ خاموشی سے اپنی والدہ محترمہؓ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ نے آپؓ کے اسی استغناء کی وجہ سے انہیں بتولؓ کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا صورت وسیرت میں رحمتِ دوعالم ﷺ سے کمال درجہ مشابہت رکھتی تھیں۔ اس لئے انہیں طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ اور زاکیہ کے القاب سے بھی پکارا گیا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ۲۰ جمادی الآخر ۴۱ ولادتِ نبویؐ (۶۱۱ عیسوی) میں پیدا ہوئیں۔ فجر کا وقت اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ان دنوں خانۂ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر ومرمت ہو رہی تھی۔

Marfat.com

ایک اور روایت کے مطابق آپؑ کی ولادت بعثت نبویؐ سے ۵ سال قبل ہوئی جبکہ سرور کائنات کی عمر مبارک ۳۵ برس کی تھی۔ ایک تیسری روایت کے مطابق آپؑ کی پیدائش نبوتؐ سے ایک سال پہلے ہوئی۔

خاتونِ جنتؑ نے اس عالمِ فانی میں آنکھ کھولتے ہی تمام عالم کفر کو اپنے عظیم باپؐ کا مخالف پایا۔ بڑے نامساعد حالات میں ان کی پرورش شروع ہوئی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپؑ سے بے حد محبت تھی۔ جب تک زندہ رہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روزِ ازل سے ہی نہایت متین اور تنہائی پسند طبیعت لے کر آئی تھیں۔ نہ کبھی آپؑ نے کسی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ گھر سے قدم باہر نکالا۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ ان سے اور رسولِ اکرم ﷺ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے آپؑ کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ملتا۔ دنیا کی نمود ونمائش سے بچپن میں ہی سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی۔ انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو یہ قیمتی کپڑے اور زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفلِ شادی میں شرکت کی۔ گویا بچپن سے ہی آپؑ کی حرکات وسکنات سے خدا دوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا چھوٹی سی عمر میں ہی شفقت مادری سے محروم ہو گئیں۔ اس صدمۂ جانکاہ سے آپؑ ہر وقت مغموم رہنے لگیں۔ معصوم عمر تھی کبھی ماں کی جدائی زیادہ محسوس ہوتی تو اشکبار ہو کر حضور ﷺ سے پوچھتیں۔ ''ابا جانؐ میری امی کہاں ہیں اور کب واپس آئیں گی۔'' حضور ﷺ غمزدہ ہو کر اپنی بن ماں کی بچی کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے اور فرماتے۔ ''اے میری لختِ جگر تیری ماں اللہ کے پاس چلی گئی ہے۔'' سیدۂ عالمؑ حضور ﷺ کا جواب سن کر خاموش ہو جاتیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک نہایت عظیم عالم گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتدریس کا آغاز کر دیا

Marfat.com

تھا۔ ایک دفعہ جب وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تعلیم دے رہی تھیں تو ننھی بچی نے پوچھا ''اماں جان اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتے۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میری بچی اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تربیت کے خیال ہی سے حضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضور ﷺ کی حیات مبارک کلیتاً تبلیغِ حق کے لئے وقف ہوچکی تھی لیکن جب بھی آپ کو فرصت ملتی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے۔ انہیں دلاسا دیتے اور نہایت قیمتی نصائح سے نوازتے۔

تنہائی کے اوقات میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ آپؓ کے پاس وقتاً فوقتاً آ بیٹھتیں اور آپؓ کی غمگساری ودلجوئی کرتیں۔

رسولِ مقبول ﷺ کو کفار بڑی تکلیفیں پہنچاتے۔ کبھی سر مبارک پر خاک ڈال دیتے، کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا انہیں تسلی دیا کرتیں۔ کبھی اپنے جلیل القدر باپؐ کی مصیبتوں پر اشکبار ہوجاتیں تو حضور ﷺ انہیں تسلی دیتے اور فرماتے ''میری بچی گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔''

ایک مرتبہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کررہے تھے۔ کفار کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر سجدہ کی حالت میں رسولِ کریم ﷺ کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ اس شریر گروہ کے سردار عتبہ و شیبہ تھے۔ کسی نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو آ بتایا کہ تمہارے باپؐ کے ساتھ شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ بے چین ہوگئیں۔ دوڑتی ہوئی کعبہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اوجھڑی ہٹائی۔ کفار اردگرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔

Marfat.com

سرورِ کونین ﷺ کی جلیل القدر بیٹیؓ نے ایک نگاہ خشم آلود ان پر ڈالی اور فرمایا ''شریرو احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔'' کچھ عرصہ بعد عتبہ و شیبہ جنگِ بدر میں مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔

جب کفارِ مکہ کی شرانگیزی اور ایذا رسانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو بارگاہِ الٰہی سے رسولِ کریم ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں عازمِ مدینہ ہوئے۔ مدینہ پہنچنے کے کچھ دن بعد حضور ﷺ نے اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے اپنے غلام ابو رافعؓ اور زیدؓ بن حارثہ کو مکہ بھیجا۔ ان دونوں حضراتؓ کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور بنات طاہراتؓ حضور ﷺ کے پاس اپنے نئے گھر میں قیام پذیر ہوئیں۔

مدینہ کی ہجرت کے وقت فاطمۃ الزہرا سنِ بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کی التماس کی۔ حضور ﷺ خاموش رہے یا بعض روایتوں کے مطابق فرمایا ''جو اللہ کا حکم ہوگا۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی یہی جواب دیا۔ چند دن بعد حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دی۔ یہ نسبت کیسے قرار پائی اس کے متعلق تین مختلف روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے مشورہ کیا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے کئی پیغام حضور ﷺ کو پہنچے ہیں لیکن آپؐ نے کوئی بھی منظور نہیں فرمایا۔ اب علیؓ باقی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے جان نثار اور محبوب بھی ہیں اور عم زاد بھی، معلوم ہوتا ہے فقر و تنگدستی کی وجہ سے وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نہیں بھیجتے۔ کیوں نہ انہیں پیغام بھیجنے کی ترغیب دی جائے اور ضرورت ہو تو ان کی مدد بھی کی جائے۔ تینوں حضراتؓ یہ مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے نکلے۔ وہ جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ

Marfat.com

الزہرارضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ انہیں اپنی بے سروسامانی پر تأمل ہوا مگر ان حضراتؓ کے مجبور کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دلی خواہش تو ان کی بھی یہی تھی لیکن فطری حیا پیغام بھیجنے میں مانع تھی۔ اب جرأت کر کے حضور ﷺ کو پیغام بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی استدعا فوراً قبول کر لی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرارضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے بزبانِ خاموشی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انصارؓ کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ الزہرارضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرفِ مدعا زبان پر لائے۔ حضور ﷺ نے فوراً فرمایا **اھلاً و مرحبا** اور پھر خاموش ہو گئے۔ انصارؓ کی جماعت باہر منتظر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور ﷺ کا جواب سنایا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ حضور ﷺ نے آپؓ کا پیغام منظور فرما لیا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے ایک دن ان سے پوچھا۔ ''کیا حضرت فاطمۃ الزہرارضی اللہ عنہا کا پیغام حضور ﷺ کو کسی نے بھیجا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''مجھے معلوم نہیں۔''

اس نے کہا ''آپؓ کیوں پیغام نہیں بھیجتے۔؟''

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میرے پاس کیا چیز ہے کہ میں عقد کروں۔''

اس نیک بخت نے مجبور کر کے جنابِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ حضور ﷺ کی جلالت اور کچھ فطری حیا کہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے۔

حضور ﷺ نے خود ہی توجہ فرمائی اور پوچھا ''علیؓ! آج خلافِ معمول بالکل چپ چاپ ہو، کیا فاطمہؓ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو؟''

حیدرِ کرّار نے عرض کی ''بے شک یا رسول اللہ ﷺ۔''

حضور ﷺ نے پوچھا۔ ''تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے بھی کچھ ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا۔

Marfat.com

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی وہی مہر میں دے دو۔''
جنابِ علی کرم اللہ وجہہ نے ارشادِ نبویؐ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔
اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے ۴۸۰ درہم میں خرید فرمائی اور پھر وہ بھی انہیں ہی بطورِ ہدیہ واپس کر دی۔
زرہ کی قیمتِ فروخت حضرت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ''دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامانِ شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو۔''
پھر حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور دیگر مہاجرینؓ و انصارؓ کو بلا لاؤ۔ جب سب دربارِ رسالتؑ میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔
''اے گروہِ مہاجرینؓ و انصارؓ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہؓ بنت محمدؐ کا نکاح اپنے بندۂ خاص علیؓ ابن ابی طالب سے کر دیا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عقدِ نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب و قبول کراؤں۔'' پھر حضور ﷺ نے خطبۂ نکاح پڑھا اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے متبسم ہو کر فرمایا۔
''میں نے ۴۰۰ مثقال مہر کے عوض فاطمہؓ کو تیرے نکاح میں دیا۔ کیا تجھے منظور ہے۔''
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بسر و چشم''
پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ جمع اللہ شملکما و عز و جل کما و بارک علیکما و اخرج منکما کنزاً طیباً.
یعنی اللہ تم دونوں کی پراگندگی جمع کرے اور تمہاری سعی مشکور میں تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو۔
پھر سب نے دعائے خیر و برکت مانگی اور حضور ﷺ نے چھوہارے تقسیم فرمائے۔
تاریخِ نکاح کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مبارک نکاح صفر ۲

Marfat.com

ہجری اور بعض کے نزدیک محرم یا رجب ۲ ہجری میں ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق شوال ۳ ہجری میں نکاح ہوا۔ کچھ مؤرخین کا قول ہے کہ نکاح جنگِ احد کے بعد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ہوا۔ بہرحال نکاح کے وقت اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۱۵ سال کی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر تقریباً ۲۱ سال کی تھی۔

نکاح سے فراغت کے بعد حضور ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ ولیمہ بھی ہونا چاہیئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لئے ایک بھیڑ ہدیۂ نذر کی اور کچھ انصارؓ نے بھی اس کام میں ہاتھ بٹایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہر سے جو رقم بچ رہی تھی اس سے کچھ اشیاء خرید فرمائیں۔ دسترخوان پر کھجور، پنیر، نانِ جو اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ان ایام کا بہترین ولیمہ تھا۔

نکاح ہونے کے تقریباً ۹ یا ۱۰ مہینے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات ﷺ کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ان کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اپنی لختِ جگرؓ کو اب رخصت کر دیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میری بھی یہی آرزو ہے۔ دونوں حضراتؓ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے جو رسولِ اکرم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ ان کے سامنے اپنی تجویز پیش کی۔ وہ دونوں کو ازواجِ مطہراتؓ کے پاس لے گئیں۔ سب ازواجؓ مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو سب کی طرف سے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ترجمانی کی اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش ہے کہ اُن کی بیویؓ کو رخصت کر دیجیئے۔'' حضور رسالتمآب ﷺ راضی ہو گئے۔ چند درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا '' جاؤ بازار سے چھوہارے اور پنیر لے آؤ۔'' ان کے جانے کے بعد حضور ﷺ اپنے لختِ جگرؓ کی رخصتی کا انتظام فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۵ درہم کا گھی خریدا۔ ایک درہم کا پنیر اور ۴ درہم کے چھوہارے اور سب اشیاء لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے دسترخوان طلب کیا

Marfat.com

۔ان سب اشیاء کا مالیدہ بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ باہر جا کر جو مسلمان بھی ملے اسے اندر لے آؤ۔ چنانچہ کئی انصارؓ و مہاجرینؓ کو اس بابرکت دعوت میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے جانے کے بعد حضورﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اپنے سینۂ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر اپنی لختِ جگرؓ کا ہاتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا۔

''اے علیؓ پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔''

اور ''اے فاطمہؓ تیرا شوہرؓ بہت اچھا ہے۔''

''اب تم دونوں میاں بیوی اپنے گھر جاؤ۔ پھر دونوں کو میاں بیوی کے فرائض و حقوق بتائے اور خود دروازے تک وداع کرنے آئے۔ دروازے پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں دعائے خیر و برکت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا دونوں اونٹ پر سوار ہوئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسیؓ نے ان کی نکیل پکڑی۔ حضرت اسمؓا بنت عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمیٰؓ امِ رافع یا امِ ایمن رضی اللہ عنہا آپؓ کے ہمراہ گئیں

۔

جہیز: سرورِ کائناتﷺ نے اپنی لختِ جگرؓ کو مندرجہ ذیل سامانِ جہیز دیا۔

۱۔ایک بستر مصری کپڑے کا جسمیں اون بھری ہوئی تھی۔۲۔ایک نقشی تخت یا پلنگ۔۳۔ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔۴۔ایک مشکیزہ۔۵۔دو مٹی کے برتن (یا گھڑے) پانی کے لئے۔۶۔ایک چکی۔۷۔ایک پیالہ۔۸۔دو چادریں۔ ۹۔دو بازو بند نقرئی۔۱۰۔ایک جانماز۔

جب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے نئے گھر چلی گئیں تو حضورﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ پھر اندر داخل ہوئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اپنے دستِ مبارک اس میں ڈالے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا۔ وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی حضورﷺ کے سامنے آئیں۔ آپؐ نے ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا۔''اے فاطمہؓ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے۔''

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر مسکنِ نبیؐ سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی ۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ’’بیٹی مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لئے آنا پڑتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تمہیں اپنے قریب بلالوں ۔‘‘

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ’’ حضورؐ کے قرب و جوار میں حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے بہت سے مکانات ہیں ۔ آپؐ ان سے فرمایئے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کردیں گے ۔‘‘

حضرت حارثہؓ بن نعمان ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے ۔ جب سے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے ۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لئے حضور ﷺ سے التماس کی تو آپؐ نے فرمایا: ’’میری لختِ جگر! حارثہؓ سے اب کوئی اور مکان خالی کرانے کے لئے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کئی مکانات دے چکے ہیں ۔‘‘

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئی ۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ حضور ﷺ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا ۔ حضرت حارثہؓ دوڑتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ’’یا رسول اللہ ﷺ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب کے مکان میں لانا چاہتے ہیں ۔ میں یہ مکان جو آپؐ کے متصل ہے خالی کئے دیتا ہوں ۔ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو بلا لیجئے ۔ اے میرے آقا میرا جان و مال حضور ﷺ پر قربان ہے ۔ اللہ کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا حضور ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے ۔‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا ’’تم سچ کہتے ہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے ۔‘‘

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان میں منتقل کرالیا ۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رفتار و گفتار اور عادات و خصائل میں رسول کریم ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں آپ نہایت متقی ، صابر ، قانع اور دیندار خاتون تھیں ۔ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی

Marfat.com

تھیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینے اور چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سلطان الفقراء تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ جلیل القدر والد شہنشاہِ عرب بلکہ شہنشاہِ دو جہاں ﷺ تھے لیکن داماد اور بیٹی پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے۔ ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا۔ رات ہو چکی تھی۔ ایک درہم کے جو کہیں سے خرید کر گھر پہنچے۔ حضرت فاطمہ بتولؓ نے ہنسی خوشی اپنے نامدار خاوند کا استقبال کیا۔ جو آپ سے لے کر چکی میں پیسے روٹی پکائی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی۔ جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا کہ حضرت فاطمہؓ دنیا کی بہترین عورت ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحاتِ اسلام دن بدن وسعت پذیر ہو رہی تھیں۔ مدینہ منورہ میں بکثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ فاتح کو لڑائی کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا اس کا تین چوتھائی لشکر کا حصہ ہوتا اور ایک چوتھائی فریقِ غالب کے سردار کا۔ نبی کریم ﷺ نے حکمِ الٰہی اِنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْئٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ (یعنی اے مسلمانوں جان رکھو کہ جو مال تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول ﷺ کا اور رسول ﷺ کے قرابتداروں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے) کے مطابق اس رواج میں تبدیلی کر دی اور صرف پانچواں حصہ اپنے پاس رکھ کر چار حصے عامۃ المسلمین کو تقسیم کر دیتے۔ اپنا حصہ بھی حضور ﷺ سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے اور فقر و فاقہ اور قناعت سے اپنی زندگی گزارتے۔ حتیٰ کہ اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے بھی حضور ﷺ نے کوئی آسائش کا انتظام نہ فرمایا۔ اگر کبھی حضرت بتولؓ اشارۃً کنایۃً لونڈی یا کنیز کے لئے استدعا فرماتیں تو حضور ﷺ فرماتے، فقرا اور یتامیٰ کا حق فائق ہے۔ کبھی ان کو دوسرے طریقوں سے سمجھا بجھا کر تسلی و تشفی کر دیتے۔

ایک دن حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں۔ حضرت بتولؓ سے کہا " فاطمہؓ چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے

Marfat.com

تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے۔آج حضورﷺ کے پاس مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں، جاؤ! سرکارِ دو عالمﷺ سے ایک لونڈی مانگ لاؤ'' حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن شرم وحیا حرفِ مدعا زبان پر لانے میں مانع ہوئی۔تھوڑی دیر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر گھر واپس آ گئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے حضورﷺ سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔پھر دونوں میاں بیوی حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اپنی تکالیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔سرورِ کائناتﷺ نے فرمایا'' میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا۔ابھی اصحابِؓ صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے، میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسولﷺ کی خوشنودی کی خاطر فقر وفاقہ اختیار کیا ہے''۔

دونوں میاں بیوی خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔رات کو حضورﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم جس چیز کے خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ والحمد للہ ۳۳، ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔یہ عمل تمہارے لئے خادم سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔

علامہ شبلی نعمانی ؒ نے اس واقعہ کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولؐ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذن عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن — جن کا کہ صفۂ نبویؐ میں قیام تھا

Marfat.com

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں — میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہؓ پاک رہ گئیں — جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کہ ہر اہلِ بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترؓ خیرالانام تھا

ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سیدۃؓ النساء دخترِ شہنشاہِ دو عالمؐ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ آپؓ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا۔

''فاطمہؓ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر۔ اللہ تمہیں نیک اجر دے گا۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ علیؓ کو بلا لاؤ جس وقت میں ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدۃ النساءؓ جناب حسین علیہ السلام کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں۔

جنابہ سیدہؓ کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو وقت کے فاقے ہوتے تھے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ مسجد نبویؐ میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''یہ کہاں سے آیا ہے؟'' سیدہؓ نے جواب دیا ''یا رسول اللہ ﷺ تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جب بچوں کو کھلا رہی تھی۔ خیال آیا کہ رسولِ خدا ﷺ کو بھی تھوڑی سی کھلا دوں۔ اے خدا کے رسول ﷺ برحق یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔'' حضور ﷺ نے روٹی تناول فرمائی اور کہا ''اے میری بچیؓ چار وقت کے بعد یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپؐ کے منہ میں پہنچا ہے۔''

ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ

Marfat.com

دروازے پر ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن ہیں۔ آپؐ یہ دیکھتے ہی واپس لوٹ گئے۔ حضرت سیدہؓ بہت دل گیر ہوئیں اور رونے لگیں۔ اتنے میں حضورؐ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت سیدہؓ نے ماجرا سنایا تو بولے حضورؐ نے کنگن اور پردے کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے دونوں چیزوں کو فوراً حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے انہیں راہِ خدا میں دے دیا۔ حضورؐ بہت خوش ہوئے۔ اپنی بچی کے حق میں دعائے خیر و برکت مانگی اور ان اشیاء کو بیچ کر قیمت فروخت اصحابؓ صفہ کے اخراجات میں صرف کر دی۔

ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ کچھ کھانے کو مانگا۔ جنابہ سیدہؓ نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ جنابِ مرتضیٰؓ نے فرمایا ''اے فاطمہؓ مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا۔''

سیدۃ النساءؓ نے جواب دیا ''اے میرے سرتاجؓ میرے باپؐ نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپؓ کو شرمندہ نہ کروں۔''

ایک دفعہ دوپہر کے وقت رسولِ کریمؐ بھوکے گھر سے نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ملے وہ بھی بھوکے تھے۔ تینوں حضرت ایوب انصاریؓ کے کھجوروں کے باغ میں پہنچے انہوں نے فوراً کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھا اور پھر بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کے کباب اور سالن تیار کر کے حضورؐ کے سامنے پیش کئے۔ رسولِ کریمؐ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہؓ کو بھجوا دو۔ انہیں کئی دن سے فاقہ ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا ضعیف آدمی مسلمان ہوا، اسے دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے گئے اور پھر حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہی ہوں۔ حضورؐ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا ''تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟''

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا۔ ''یا رسول اللہؐ میرے پاس ایک اونٹنی

Marfat.com

ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔"

حضور ﷺ نے پھر فرمایا "تم میں سے کون ہے جو اب اس کا سر ڈھانک دے۔"

سید الفقراء حضرت علی مرتضیٰؓ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی کہ "اے سچے رسولؐ کی بیٹیؓ اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجیے۔"

سیدہؓ عالم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا "اے سلمانؓ قسم ہے ذاتِ پاک کی آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ کہو فاطمہؓ بنت محمدؐ کی یہ چادر رکھ لو اس غریب انسان کو تھوڑی سی جنس دے دو۔

سلمانؓ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے۔ اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ حیران رہ گیا اور پھر پکار اٹھا "اے سلمانؓ خدا کی قسم۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ گواہ رہنا کہ میں فاطمہؓ کے باپؐ پر ایمان لایا۔" اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمانؓ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہؓ کو واپس بھیج دی۔ وہ لے کر ان کے پاس پہنچے۔ سیدہؓ نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمانؓ کو دی۔ انہوں نے کہا اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجیے۔" جواب دیا۔ "سلمانؓ جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔"

حضرت سلمانؓ روٹی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی۔

"بارالٰہا فاطمہؓ تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا۔"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے ساری رات

Marfat.com

ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کیے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کا ایک حصہ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا۔ ”میں بھوکا ہوں۔“ حضرت سیدہؓ نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج میں کچھ حصہ پیسا اور کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آ کر دستِ سوال دراز کیا۔ وہ سب کھانا اسے دے دیا۔ پھر تیسرا حصہ آپؓ نے پیسا اور کھانا تیار کیا۔ اتنے میں ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا۔ وہ سب کھانا اس کو دے دیا گیا۔ غرض سب اہلِ خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس سارے گھر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا.

(ترجمہ) اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

جنگ احد میں ابن قمیہ کے پتھر سے حضور ﷺ کی پیشانی مبارک اور ابنِ ہشام کے پتھر سے حضور ﷺ کا بازو مبارک زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے حضور ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا دوسری خواتین کے ہمراہ روتی ہوئی میدانِ احد میں پہنچیں۔ حضور ﷺ کو زندہ سلامت دیکھ کر جان میں جان آئی لیکن پدرِ محترم کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غمزدہ ہوئیں۔ حضور ﷺ کے زخموں کو بار بار دھوتی تھیں لیکن پیشانی کے زخم سے خون نہ تھمتا تھا۔ آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری اور خون تھم گیا۔

ایک دفعہ سیدۃ النساءؓ بیمار ہو گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک معمر اور ذی مرتبہ صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنی لختِ جگرؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر داخلے کی اجازت مانگی۔ سیدہؓ نے عرض کی۔ ”تشریف لائیے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ عمران بن حصینؓ بھی ہیں۔ حضرت بتولؓ نے جواب دیا۔ ابا جانؐ میرے پاس ایک عباء کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں کہ پردہ کروں۔“ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک کر فرمایا۔ ”بیٹی اس سے پردہ کر لو۔“

اس کے بعد حضور ﷺ اور عمرانؓ اندر تشریف لے گئے اور سیدہؓ سے ان کا حال پوچھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ ”ابا جان شدت درد سے بے چین ہوں اور بھوک سے نڈھال ہوں کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”اے میری بیٹیؓ

Marfat.com

صبر کر۔ میں بھی آج تین دن سے بھوکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جو کچھ مانگتا وہ ضرور مجھے عطا کرتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔'' پھر رسول کریم ﷺ نے اپنا دستِ شفقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پشت پر پھیرا اور فرمایا۔

''اے لختِ جگر دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس فقر و غنا کے ساتھ کمال درجہ کی عابدہ تھیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا لیکن انہوں نے کبھی اپنی دعاؤں میں اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔

رسول کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غورا بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ سیدۃ النساءؓ سخت آزردہ ہوئیں۔ جب رسولِ کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو سیدہؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ علیؓ مجھ پر سوت (سوکن) لانا چاہتے ہیں۔'' حضور ﷺ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ ادھر غورا کے سرپرست بھی حضور ﷺ سے اس نکاح کی اجازت لینے آئے۔ سرورِ کائنات مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔

> ''آل ہشام علیؓ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن میں اجازت نہ دوں گا۔ کبھی نہ دوں گا۔ البتہ علیؓ میری لڑکی کو طلاق دے کر دوسری لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اس کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ جس سے اس کو دکھ پہنچا اس سے مجھے بھی دکھ پہنچا۔''
>
> ''میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹیؓ اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں۔''

حضور ﷺ کی یہ ناراضی دیکھ کر حضرت علیؓ نے اردہ ءکاح فوراً ترک کر دیا اور حضرت فاطمۃ لزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی تک کسی دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

حضور ﷺ کو جیسے اپنی بیٹیؓ سے محبت تھی ویسے ہی اپنے داماد اور نواسوں سے بھی بے حد پیار تھا۔ ان سے فرمایا کرتے۔ ''جن لوگوں سے تم ناراض ہو گئے میں بھی ان سے ناخوش ہوں گا، جن سے

Marfat.com

تمہاری لڑائی ہے ان سے میری بھی لڑائی ہے جن سے تمہاری صلح ہے ان سے میری بھی صلح ہے۔"

حضرت علیؓ سے فرمایا کرتے۔"اے علیؓ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فرزندوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضورﷺ بھی اپنے جگر کے ٹکڑے سمجھتے تھے۔ نہایت محبت سے انہیں بوسے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً انتیس برس کی تھی کہ رسول کریمﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ وصال نبویؐ سے کچھ دن پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضورﷺ کی خبر گیری کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائیں۔ حضورﷺ نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھالیا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی۔ جسے سن کر وہ رونے لگیں۔ پھر حضورﷺ نے کوئی اور بات آپؓ کے کان میں فرمائی جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ جب چلنے لگیں تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان سے پوچھا"اے فاطمہؓ تیرے رونے اور ہنسنے میں کیا بھید تھا۔" سیدہؓ نے فرمایا جو بات حضورﷺ نے اخفا میں رکھی ہے، میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔

رسولِ کریمﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہ صدیقہؓ (اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت ام سلمہؓ) نے حضرت فاطمہؓ سے اس دن کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔"پہلی دفعہ حضورﷺ نے فرمایا کہ پہلے جبریل امین علیہ السلام سال میں ہمیشہ ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال خلافِ معمول دو بار کیا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔" اس پر میں رونے لگی۔

پھر حضورﷺ نے فرمایا تھا"تم اہلِ بیتؓ میں سب سے پہلے مجھے ملوگی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔" اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور میں ہنسنے لگی۔

رحلت سے قبل جب حضورﷺ پر بار بار غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ فرمایا"واکھب اباہ"ہائے میرے باپ کی بے چینی۔

حضورﷺ نے فرمایا"تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔"

Marfat.com

سرور کائنات ﷺ کے وصال سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپؓ نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔

یَا اَبَاهُ اَجَابَ رَبَّاهُ . یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرِیْلَ سَعَاهُ

(ترجمہ) پیارے باپؐ نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں داخل ہوئے آہ جبریلؑ کو انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔

پھر دعا مانگی۔ ''بارِ الٰہا روحِ فاطمہؓ کو روحِ محمدؐ کے پاس پہنچا دے۔ خدایا مجھے رسول کریم ﷺ کے دیدار سے مسرور کر دے۔ الٰہی بروز محشر شفاعت محمدؐ سے محروم نہ فرما۔''

رحلتِ مصطفی ﷺ پر آپؓ سے ایک مرثیہ بھی منسوب ہے۔ جس میں آپؓ نے فرمایا۔

''آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی ﷺ کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرطِ الم سے شق ہو گئی ہے۔ ان پر قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ اور محلات روتے ہیں۔ اے خاتم الرسلؐ خدا آپؐ پر رحمت نازل فرمائے۔''

نبی اکرم ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تعزیت کے لئے آپؓ کے پاس آتے تھے لیکن آپؓ کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ تمام کتب سیر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ فدک ایک موضع تھا جو حضور ﷺ نے بعض لوگوں کو اس شرط پر دے رکھا تھا کہ جو پیداوار ہو نصف وہ رکھیں اور نصف حضور ﷺ کو بھیج دیا کریں۔ حضور ﷺ اپنے حصے میں سے کچھ اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لئے رکھ لیتے اور باقی مسافروں اور مساکین پر صرف کر دیتے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بعض لوگوں نے بتایا کہ فدک نبی کریم ﷺ کی ذاتی ملکیت تھا اور آپؓ اس کی وارث ہیں۔ آپؓ نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فدک کی وراثت کا دعویٰ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ''رسول اللہ ﷺ کے اعزہ کو میں اپنے اعزہ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، لیکن مشکل یہ ہے کہ انبیائے کرامؑ جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کُل کا

Marfat.com

کُل صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اس لئے میں اس جائیداد کو تقسیم نہیں کرسکتا۔ البتہ حضور ﷺ کی حیاتِ اقدس میں اہلِ بیتؓ اس سے جو استفادہ کرتے تھے وہ ابھی بھی کرسکتے ہیں۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اس جواب سے بہت رنج پہنچا اور وہ ابوبکر صدیقؓ سے ناراض ہوگئیں اور اپنی وفات تک ان سے نہ بولیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپؓ نے انہیں اپنے مکان کے اندر آنے کی اجازت دے دی اور اپنی رنجش دور کردی۔

رسول کریم ﷺ کی جدائی کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تھا۔ وہ ہر وقت غمگین و دل گرفتہ رہتیں۔ ان کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے ۶ ماہ بعد ہی ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو ۲۹ سال کی عمر میں عازمِ فردوس بریں ہوئیں۔ وفات سے پہلے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو بلا کر فرمایا۔ ''میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہرؓ نامدار کے کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا۔ تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔''

حضرت اسماءؓ نے کہا۔ ''یا بنت رسول اللہ ﷺ میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔''

پھر انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور انہیں جوڑ کر اور پھر ان پر کپڑا تان کر سیدہ بتولؓ کو دکھایا۔ آپؓ نے اسے پسند فرمایا۔ بعد وفات آپؓ کا جنازہ اسی طریقہ سے اٹھا۔ جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا کیونکہ آپؓ کی وفات رات کے وقت ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا۔ نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ نے قبر میں اتارا۔ دارِ عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں۔

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا۔ اکثر آپؓ کے مزار پر تشریف لے جاتے اور انہیں یاد کر کے روتے اور بڑے دردناک اشعار پڑھتے۔ مثلاً

Marfat.com

''خدایا میری کیا حالت ہے کہ میں قبروں پر سلام کرنے آتا ہوں لیکن حبیب کی قبر میرے سوال کا جواب ہی نہیں دیتی۔ اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دیتی۔ کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہوگئی ہے۔''

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے چھ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محسنؓ، حضرت ام کلثومؓ، رقیہؓ اور زینبؓ۔ محسنؓ اور رقیہؓ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا تاریخ اسلام کے درخشندہ موتی ہیں۔

حضورﷺ کی نسل حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی سے باقی رہی۔

صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ رسول کریمﷺ سے پوچھا یا رسول اللہﷺ عورتوں میں کس کا درجہ بلند ہے۔ آپؐ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا مریمؑ، خدیجہؓ، آسیہؑ اور فاطمہؓ کا۔

ایک اور موقع پر حضورﷺ نے آپؓ کو جنت کی عورتوں کا سردار فرمایا۔ نبی کریمﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے ''اے فاطمہؓ تم اور تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہوں گے۔''

ایک دفعہ حضورﷺ نے فرمایا ''فاطمہؓ میرا پارۂ گوشت ہے جس نے اس کو غصہ دلایا اور ناراض کیا اس نے مجھے غصہ دلایا اور ناراض کیا۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپؓ کے شوہرِ نامدارؓ اور فرزندوںؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیۂ تطہیر نازل کی۔

حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کوئی بھی جگر گوشۂ رسولؐ پر فضیلت نہیں رکھتا۔

سیدۃ النساءؓ کے فضائل سے کتبِ سیر واحادیث بھری پڑی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کتبِ احادیث میں اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے رواۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ام سلمیٰؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی سفر میں گئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو حضرت

Marfat.com

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا۔انہیں عذر ہوا۔حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔اس کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں۔حضورﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپؓ سے پوچھا ۴۰ اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی۔آپؓ نے فرمایا ''تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس ۴۰ اونٹ ہوں تو میں سارے ہی دیدوں۔''

ایک دفعہ رسول کریمﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''جانِ پدر عورت کے اوصاف کیا ہیں؟۔'' جواب دیا ''ابا جان عورت کو چاہیئے کہ خدا اور رسولﷺ کی تابعداری کرے۔شوہر کی خدمت کرے اولاد پر شفقت کرے۔اپنی نگاہ نیچی رکھے۔اپنی زینت کو چھپائے۔نہ خود غیر کو دیکھے، نہ غیر اس کو دیکھ پائے۔'' حضورﷺ یہ جواب سن کر بے حد خوش ہوئے۔

ایک دفعہ آپؓ علیل تھیں لیکن علالت میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں۔جب علی مرتضیٰؓ صبح کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو آپؓ نماز کو کھڑی ہوگئیں۔جب واپس تشریف لائے تو دیکھا آپؓ چکی پیس رہی ہیں۔انہوں نے فرمایا ''اے رسولؐ خدا کی بیٹیؓ اتنی محنت نہ کیا کرو۔تھوڑی دیر آرام کرلو، کہیں زیادہ بیمار نہ ہوجاؤ۔'' فرمانے لگیں۔''خدا کی عبادت اور آپؓ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے۔اگر ان میں سے کوئی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔''

علامہ اقبالؒ نے سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کی خدمت میں ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ — مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت — با یہودے چادرِ خود را فروخت
نوری و ہم آتشی فرمانبرش — گم رضائش در رضائے شوہرش
آن ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گردان و لب قرآں سرا
گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بدامانِ نماز

☆☆☆

Marfat.com

خاتونِ کربلا حضرت زینبِ کبریٰ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام زینبؓ اور کنیت اُم الحسن یا بروایت دیگر ام کلثوم تھی۔ واقعۂ کربلا کے بعد آپؓ کی کنیت ام المصائب بھی مشہور ہے۔

آپؓ کے والد حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہٗ والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ، نانا سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ اور نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ غرض ننہال اور ددھیال جس افق پر نظر ڈالیں، حضرت زینب کبریٰؓ آپ کو آسمانِ فضائل کا مہر و ماہ نظر آئیں گی۔

اپنے بے شمار خواص کی بدولت تاریخوں میں آپؓ کے متعدد القاب درج ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: نائبۃ الزہراؓ، شریکۃ الحسینؓ، ناموس الکبریٰؓ، صدیقہؓ، الصغریٰؓ، شجاعہؓ، فصیحہؓ، فاضلہؓ، عابدہؓ، زاہدہؓ، محبوبۃ المصطفیٰؓ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جمادی الاول ۵ ہجری بمطابق ۶۲۷ عیسوی میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئیں۔ رسولِ کریم ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے۔ تین دن بعد آپؐ تشریف لائے اور فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ بچی کو گود میں لیا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر دہن مبارک میں کھجور چبائی اور اس کا لعاب بچی کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد بچی کا نام حضور ﷺ نے زینبؓ تجویز کیا اور فرمایا "یہ ہم شبیہ خدیجہؓ ہے۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پرورش اور تربیت کا آغاز سرورِ کونینؐ حیدر کرارؓ اور سیدۃ النساءؓ کے زیرِ سایہ ہوا۔ ایک دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرآن پاک کی تلاوت فرما رہی تھیں معصوم بچی تھیں۔ بے خیالی میں سر سے اوڑھنی اتر گئی۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ نے دیکھا تو ان کے سر پر اوڑھنی ڈالی اور فرمایا بیٹی اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے۔

ایک دن حضرت حسینؓ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں معصومانہ لڑائی ہو گئی۔ سیدہ فاطمہؓ نے انہیں کلام مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا لڑائی سے خداوند کریم ناراض ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دونوں بچے ڈر گئے اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی نہ لڑیں گے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ بہت خوش ہوئیں اور انہیں سینے سے لگا لیا۔ رسولِ کریم ﷺ بھی حضرت زینبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ حسنینؓ کی طرح وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہوئیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت زینبؓ بھی رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی اور یہ ان کا پہلا سفر اور پہلا حج تھا۔

۱۱ ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ کا وقتِ وفات قریب آیا تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا "اپنے بچوں کو بلاؤ۔" وہ سب بچوں کو حضور ﷺ کے پاس لے گئیں۔ اپنے شفیق نانا کو بے چین دیکھ کر سب بچے رونے لگے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے سینۂ مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ آپؐ نے ان کی پیشانی چومی اور اپنا دستِ شفقت ان کے سر پر پھیر کر دلاسا دیا۔

حضورؐ کی رحلت کے وقت سیدہ زینبؓ کی عمر تقریباً ۶ برس تھی۔ ۶ ماہ بعد شفیق والدہ سیدہ بتولؓ نے بھی وفات پائی۔ ان حادثوں نے ننھی زینبؓ کو سخت صدمہ پہنچایا۔ شفیق ناناؐ اور جاں نثار ماںؓ کی جدائی سے حیدرِ کرارؓ کے سارے بچے غم والم کی صورتیں بن گئے۔ شیرِ خداؓ بابِ علم نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام خود سنبھالا اور کچھ مدت کے بعد ان کی نگرانی کے لئے ام البنین بنت خزام کلابیہ سے نکاح کر لیا۔ بابِ علم جب خود معلم ہوں تو شاگردوں کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانا۔ تھوڑی ہی مدت میں سارے بچوں کے دل و دماغ علم و حکمت کے خزانوں سے معمور ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے جلیل القدر باپ کے علم اور دیگر اوصاف سے خوب استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ زہد و تقویٰ عقل و فراست، حق گوئی و بے باکی، عفت و عصمت اور عبادت و شب بیداری میں مثلِ فاطمۃ الزہراؓ ہو گئیں۔ دراز قد اور متناسب الاعضاء تھیں۔ چہرہ مبارک پر اپنے نانا کا جلال تھا اور حرکات و سکنات اور چال ڈھال میں وقارِ حیدری نمایاں تھا۔ مؤرخین متفق ہیں کہ علم و فضل میں قریش اور بنو ہاشم کی کوئی لڑکی آپؓ کے برابر نہ تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بے مثال خطیب تھے، وہ اپنے خطبات اور تقاریر میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے دنیائے عرب میں آج تک ان کے اقوال ضرب المثل ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عظیم باپؓ کی فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان ورثہ میں ملے۔ ان کے عدیم المثال خطبات تاریخ نے اپنے صفحوں میں محفوظ کر لئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر کون سا

Marfat.com

دل ہے جو پگھل نہ جائے اور کون سی آنکھ ہے جو اشکبار نہ ہو جائے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جنہوں نے یہ بے مثل خطبات سنے اور بدستور دنیا کے کتے بنے رہے۔ حسین علیہ السلام کو ان کے رفقاء کے ساتھ دشتِ کربلا میں شہید کیا اور خاندانِ نبوت کو بے پناہ مصائب میں مبتلا کیا۔

اپنے لختِ جگر کے علم و فضل سے شیرِ خداؓ بھی مطمئن تھے۔ ان کے زمانہ خلافت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قیام بھی کوفہ ہی میں رہا۔ کوفہ کی خواتین اکثر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن حکیم کے معانی و مطالب پوچھا کرتیں۔ ایک دفعہ آپؓ چند عورتوں کے سامنے قرآن پاک کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے اور اپنی لختِ جگرؓ کی تقریر سنتے رہے۔ جب بیان ختم ہوا تو شیرِ خداؓ نہایت مسرور ہوئے۔ فرمایا۔ "جانِ پدر میں نے تمہارا بیان سنا اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم کلامِ الٰہی کے مطالب اتنے عمدہ طریقے سے بیان کر سکتی ہو۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب سن بلوغ کو پہنچیں تو قبیلہ کندہ کے سردار اور رئیس اشث بن قیس نے ان کے لئے پیغامِ نکاح دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حیدرِ کرارؓ کے بھتیجے شہیدِ موتہ حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب کے فرزند عبداللہؓ شیرِ خداؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زینبؓ کے لئے خواستگار ہوئے۔ جناب مرتضیٰؓ کو اپنے بھتیجے سے بے حد محبت تھی۔ حضرت جعفرؓ طیار کی شہادت کے بعد رحمۃ اللعالمینؐ نے خود ان کی پرورش و تربیت کی اور حضورﷺ کی وفات کے بعد جنابِ علی مرتضیٰؓ ان کے نگران و سرپرست بنے۔ وہ بڑے پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے اور سیرت و صورت میں جوانانِ قریش میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ جنابِ مرتضیٰؓ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ خاندان کے چند بزرگ عبداللہ بن جعفرؓ کو ساتھ لے کر مسجد میں آ گئے اور خلیفۂ وقت جناب علی مرتضیٰؓ نے نہایت سادہ طریق سے اپنی لختِ جگر حضرت زینبؓ کا نکاح ان سے پڑھا دیا۔ اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر گیارہ سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق تیرہ برس کی تھی۔ نکاح کے بعد خاندان کی عورتیں انہیں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے گھر خود پہنچا آئیں۔ دوسرے دن انہوں نے دعوتِ ولیمہ کی۔ مہر کی رقم کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۸۰ درہم لکھا ہے اور بعض نے چالیس ہزار۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اس وقت تجارت کرتے تھے اور ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی نہایت خوشگوار تھی۔ وہ اپنے شوہر کی بے حد خدمت گزار تھیں اور وہ بھی ان کی دل جوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اگرچہ گھر میں لونڈیاں بھی تھیں اور خادم بھی، لیکن زیادہ تر گھر کا کام کاج وہ خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرمایا کرتے ''زینبؓ بہترین گھر والی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ شیر خداؑ کی بیٹی بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل یا حاجت مند ان کے دروازے پر آئے اور خالی ہاتھ چلا جائے یا کسی کی مصیبت کا انہیں پتہ چلے اور وہ اس کی خبر گیری نہ کریں۔ دونوں میاں بیوی کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض غیر مستحق لوگ بھی ان کے دستِ کرم سے فائدہ اٹھا لیتے تھے۔ امام حسینؓ نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا۔ ''اے ابن عم! تم بہت اسراف سے کام لیتے ہو اور غیر مستحق لوگوں کو بھی اپنی پاک کمائی میں شریک کرتے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے جواب دیا۔ ''اے بھائی کیا کروں، سائل کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا۔ اللہ نے مجھے دولت اس لئے دی ہے کہ اس کے بندوں میں بانٹوں۔''

خاوند کے گھر آسودہ حالی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔ وہ بدستور صبر و قناعت حلم و رضا، سادگی اور جفاکشی کا پیکر بنی رہیں۔

۳۷ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں کوفہ کو اپنا مستقر بنایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفرؓ بھی کوفہ تشریف لے آئے۔ کوفہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت تندہی سے درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کا کام سرانجام دیتیں۔ کوفہ کی اکثر خواتین ان کے پند و نصائح سے مستفیض ہوتیں۔ ان کے علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کا گھر گھر چرچا پھیل گیا۔ اسی اثناء میں وہ دردناک حادثہ پیش آیا جس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عظیم المرتبت باپؑ کے سایہ سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔

خوارج مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم کو انہوں نے خفیہ طور پر حضرت علیؑ کی شہادت کے لئے مقرر کیا۔ اس نے ایک تلوار زہر میں بجھائی اور کوفہ آ کر شیر خداؑ پر حملہ کی تاک میں رہنے لگا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کا دن تھا۔ شیر خداؑ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ عین سجدہ کی حالت میں

Marfat.com

ابن ملجم نے زہر آلود تلوار کا وار کیا۔ حیدرِ کرار سخت زخمی ہوئے۔ لوگ اٹھا کر گھر لے گئے۔ اپنے شفیق باپؓ کو اس حالت میں دیکھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے دنیا اندھیر ہو گئی، لیکن بڑے صبر و استقامت سے کام لیا۔ ابن ملجم کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے دشمن خدا تو نے امیر المؤمنین کو زخمی کر ڈالا۔''

ابن ملجم نے کہا۔ ''امیر المؤمنین کو نہیں تمہارے باپ کو۔''

حضرت زینبؓ نے فرمایا ''انشاء اللہ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

ابن ملجم نے نہایت بے حیائی سے جواب دیا۔ ''تو پھر آہ و فغاں کیوں کرتی ہو۔ خدا کی قسم کئی روز میں نے اپنی تلوار کو زہر پلایا ہے۔''

اس بیدرد تلوار کا زہر ہی تھا کہ شیرِ خداؓ کو اس نے پھر بستر سے نہیں اٹھنے دیا۔ ۲۱ رمضان المبارک کو یہ آفتاب رشد و ہدایت ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ وفات سے پیشتر حضرات حسنین علیہم السلام کو اپنے پاس بلایا اور انہیں وصیت کی کہ اپنے بہن بھائیوں کا خاص خیال رکھنا، ان کا دل آزردہ نہ کرنا، ان کے حقوق پورے کرنا اور صلہ رحمی سے پیش آنا۔ اپنے عالی رتبہ اور معدنِ علم و فضل باپؓ کی شہادت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، لیکن ابھی ان کی قسمت میں بڑے صدمے لکھے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔ شام میں امیر معاویہؓ خلافت کے مدعی تھے۔ اہل کوفہ نے حضرت امام حسنؓ کو ترغیب دی کہ شام پر حملہ کیا جائے۔ جنابِ امامؓ فطرتاً سکون پسند تھے اور جنگ و جدل کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن اسی اثناء میں امیر معاویہؓ نے مدائن کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ حضرت امام حسنؓ بھی لشکر فراہم کر کے مدائن کی طرف بڑھے۔ ساباط پہنچ کر اپنی فوج کے بعض آدمیوں میں بددلی کے آثار دیکھے۔ ان سے فرمایا کہ ''اگر تم لوگ لڑائی نہیں کرنا چاہتے تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف جنگ کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔'' لوگ یہ تقریر سن کر حیران رہ گئے۔

جنگ پسند لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی توہین کی امام حسنؓ ان لوگوں کی گستاخی اور شرارت سے سخت رنجیدہ ہوئے اور خلافت سے دل برداشتہ ہو گئے۔ امیر معاویہؓ کو انہوں نے لکھا کہ میں ان شرائط پر خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔

Marfat.com

۱۔ اہواز کا کل خراج میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے مخصوص ہوگا اور حسینؓ کو ۲لاکھ سالانہ الگ دیئے جائیں گے۔
۲۔ گزشتہ جنگوں کا کسی سے انتقام نہیں لیا جائے گا اور ہر ایک کو امان دی جائے گی۔
۳۔ بنی ہاشم کو عطایا میں بنی امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔
۴۔ شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نامناسب الفاظ نہیں کہے جائیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرائط فی الفور منظور کر لیں اور عارضی طور پر مسلمانوں میں جنگ و جدل کا خطرہ ٹل گیا۔

بنی ہاشم نے امام حسنؓ کا فیصلہ پسند نہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے جلیل القدر بھائی کے فیصلہ سے متفق نہ ہو سکیں لیکن ان کے احترام اور محبت کے لحاظ سے خاموش ہو گئیں۔ اس واقعہ کے چند سال بعد ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں امام حسنؓ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے (بنی امیہ کے چند افراد کی سازش یا کسی اور وجہ سے) جناب حیدر کرارؓ کے فرزند اکبر امام حسنؓ کو زہر دے دیا اور اسی کے اثر سے فقر و غنا کا وہ شہنشاہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا۔ والد ماجد کی شہادت کے چند سالوں کے بعد ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے انتہائی شفیق برادر بزرگ کی جدائی کا صدمہ عظیم سہنا پڑا۔ اس جانکاہ صدمہ نے انہیں قبل از وقت بوڑھا کر دیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۴۵ برس کے لگ بھگ تھی۔ حضرت امام حسنؓ نے کئی سالوں سے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئی تھیں۔

واقعہ کربلا

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کا اہم ترین دور شروع ہوا۔ واقعہ کربلا میں حضرت زینبؓ کی شرکت، ان کا کردار اور حادثۂ کربلا سے بعد کی تفصیلات کو تاریخ کے سینکڑوں صفحات نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ وہ مصائب و آلام کے ایسے طوفانوں سے گزریں جنہیں قلم بند کرتے ہوئے قلم کانپتا ہے اور سینہ شق ہوتا ہے۔ تمام

Marfat.com

مؤرخین متفق ہیں کہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؓ کی اس مظلوم بیٹیؓ سے زیادہ صفحہ ہستی پر کسی خاتون نے مصیبتیں نہیں اٹھائیں۔ انہوں نے اپنے نانا خیر البشر اور ختم الرسلؐ کی رحلت کو دیکھا، اپنی دل شکستہ ماں کو مولائے حقیقی کے پاس جاتے دیکھا۔ اپنے باپ فاتح خیبرؓ کو زہر آلود خنجر کا شکار ہوتے دیکھا۔ اپنے شفیق برادر بزرگؓ کے قلب وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے دیکھے اور دشت نینوا ریگزارِ کربلا میں جو کچھ انہوں نے دیکھا، تمام امت احمد مجتبیٰؐ تا قیامت اس پر نوحہ کناں رہے گی۔ حادثۂ کربلا ہماری کتاب کا موضوع نہیں ہے لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ناممکن ہے کہ کسی قدر تفصیل سے کام نہ لیا جائے۔

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسینؓ کے تعلقات میں چنداں ناخوشگواری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ امام حسینؓ کی بھانجی ام کلثومؓ (دختر عبداللہ بن جعفرؓ اور زینبؓ بنت علیؓ) کے نکاح کے لئے اپنے بیٹے یزید کا پیام بھی حضرت عبداللہ بن جعفر کو بھجوایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ امّ کلثومؓ کی شادی کا اختیار ان کے ماموں حسینؓ کو ہے۔ جب امام حسینؓ سے اس معاملہ میں سلسلۂ جنبانی کی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا اور امّ کلثومؓ کا نکاح قاسم بن محمد جعفرؓ طیار سے کر دیا۔

۵۶ ہجری میں امیرِ معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے اہلِ مدینہ سے بیعت لینی چاہی، معدودے چند لوگوں کے سوا تمام اہل مدینہ نے بیعت کر لی۔ ان بیعت نہ کرنے والوں میں حضرت امام حسینؓ بھی شامل تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے چنداں تعرض نہ کیا۔

۶۰ ہجری میں امیر معاویہؓ نے وفات پائی اور امِام حسینؓ کے بارے میں یزید کے لئے وصیت چھوڑ دی کہ "میرے بعد اہل عراق تمہارے مقابلہ میں کھڑے ہوں اور تم ان کو مغلوب کر لو تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابتدار، بڑے حقدار اور رسولِ کریمؐ کے عزیز ہیں۔"

حضرت امیرِ معاویہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ اور امام حسینؓ بنی امیہؓ کے مخالفین میں سب سے زیادہ بااثر شخصیتوں کے مالک تھے۔ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو تاکیدی حکم بھیجا کہ عبداللہؓ اور حسینؓ سے فی الفور میری بیعت لو۔ ولید نے انہیں بیعت کے لئے بلایا، لیکن حضرت امام حسینؓ نے عذر کیا اور مہلت چاہی۔ ولید رضامند ہو گیا۔ حضرت امام حسینؓ نے واپس آ کر اپنے بھائی محمدؓ بن حنفیہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مکہ جانے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

چنانچہ آپؑ اپنے عزیز و اقارب اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر راتوں رات عازمِ مکہ ہوئے۔ ان سے پہلے عبداللہ بن زبیر بھی خفیہ طور پر مکہ چلے گئے تھے۔ مکہ پہنچ کر حضرت امام حسینؓ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ اس وقت انہیں اہل کوفہ کی طرف سے بلاوے پر بلاوا آنا شروع ہو گئے۔ بے شمار خطوط اور پیغامات امام حسینؓ کو موصول ہو رہے تھے جن میں اہل کوفہ انہیں کوفہ پہنچنے کی دعوت دے رہے تھے اور حلف اٹھا اٹھا کر التجائیں کر رہے تھے کہ آپؓ کوفہ تشریف لا کر اپنی خلافت کے لئے بیعت لیجئے۔ ہم فاسق و فاجر یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت امام حسینؓ مکہ کی فضا کو بھی سازگار محسوس نہیں کر رہے تھے، کیونکہ مکہ کے اکثر لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی تھے۔ چنانچہ آپؓ اہلِ کوفہ کے پیہم پیغامات کو رد نہ کر سکے اور کوفہ جانے کا قصد فرمایا۔ ان کے خیر خواہوں نے انہیں مشورہ دیا کہ کوفہ کے لوگ قابلِ اعتماد نہیں ہیں آپؓ کوفہ نہ جائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی یہی مشورہ اپنے محبوب بھائی کو دیا اور پھر عرض کی کہ پہلے کسی کو بھیج کر حالات کا اندازہ اچھی طرح کر لیں۔ امام حسینؓ کو یہ صائب مشورہ پسند آیا اور انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو اپنا نائب اور سفیر بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ جب مسلمؓ کوفہ پہنچے تو اہلِ کوفہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ہزار ہا اہل کوفہ نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؓ کی بیعت کر لی۔ حالات سازگار پا کر مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسینؓ کو پیغام دیا کہ آپؓ کوفہ تشریف لے آئیں۔

جب مسلمؓ بن عقیل کے قاصد عبداللہ بن سنان کے ذریعے امام حسینؓ کو اہل کوفہ کی عقیدت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے مکہ سے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت عمرو بن عبدالرحمٰنؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے بہی خواہوں نے انہیں بہت روکا لیکن انہوں نے فرمایا ''کہ دعوتِ حق دینے سے میں باز نہ رہوں گا اور جو لوگ حق کے متلاشی ہیں انہیں مایوس نہ کروں گا۔ مکہ میں خونریزی مجھے پسند نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کعبہ کی بے حرمتی ہو۔ مشیتِ الٰہی کے سامنے میرا سر خم ہے اور میں کوفہ ضرور جاؤں گا۔'' اس کے بعد ۸ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کو آپؓ اپنے اہلِ بیت اور معتقدین کے ہمراہ مکہ سے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ چھوٹی بچی صغریٰ بیمار تھیں، انہیں آپؓ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے سپرد کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے گھر بار والی تھیں۔ چاہتیں تو سفر کی صعوبتوں اور آئندہ

Marfat.com

خطرات کے پیشِ نظر مکہ ہی میں قیام پذیر رہ سکتی تھیں لیکن انہیں اپنے بھائی، ان کے بچوں اور دوسرے اقرباء سے والہانہ محبت تھی۔ گوارا نہ کیا کہ حسینؓ تنہا یہ پرخطر سفر اختیار کریں۔ اپنے دو فرزندوں عونؓ اور محمدؓ سمیت حسینی قافلہ میں شامل ہو گئیں۔ ان کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کہاں تھے اور وہ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کیوں نہ گئے۔ اس کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے۔

ایک روایت ہے کہ وہ مکہ میں ہی تھے اور ان لوگوں کے ہم رائے تھے جو حضرت امام حسینؓ کے سفرِ کوفہ سے متفق نہیں تھے۔ جب حضرت امام حسینؓ چلنے لگے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے ان کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی۔ عبداللہؓ بن جعفر بہن بھائیوں کی محبت سے آگاہ تھے۔ انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو امام حسینؓ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ چند منزلوں کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنے دونوں بیٹوں عونؓ اور محمدؓ کے ہمراہ اس جماعت سے آ ملے اور بہت کوشش کی کہ امام حسینؓ واپس لوٹ چلیں لیکن وہ رضامند نہ ہوئے۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بیٹوں کو جناب امامؓ کی خدمت میں پیش کیا اور انہیں ہدایت کی اگر خدا نخواستہ ماموں پر کوئی مصیبت آئے تو ان کے لئے سینہ سپر ہو جانا۔ اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔

دوسری روایت ہے کہ عبداللہؓ بن جعفر علیل تھے اور سفر کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اس لئے خود تو مکہ ہی میں رہے اور اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور بچوں عونؓ اور محمدؓ کو حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ بھیج دیا۔

ایک تیسری روایت ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ امام حسینؓ کی مکہ سے روانگی کے وقت بصرہ میں تھے۔ جب انہیں جناب امامؓ کے سفرِ کوفہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے خود بھی حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ خدارا آپؓ واپس لوٹ آئیں اور اموی حاکم عمرو بن سعید کا خط بھی امام حسینؓ کو بھجوایا جسمیں اس نے امام عالی مقامؓ سے تعرض نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور انہیں مکہ واپس لوٹنے کی ترغیب دی تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ اس وقت مدینے میں تھے۔ وہاں سے انہوں نے پہلے تو امام حسینؓ کو خط لکھا کہ آپؓ کوفہ کے سفر کا ارادہ ترک کر دیں اور پھر خود بھی اپنے دونوں بیٹوں عونؓ اور محمدؓ کو ساتھ لے کر اور اموی حاکم بن سعید سے امام حسینؓ کے لئے امان نامہ

Marfat.com

تکھوا کر تنعیم کے مقام پر امام حسینؓ سے آ کر ملے۔ امامؓ عالی مقام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے نانا جناب رسول کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے، میں اس حکم کو ضرور پورا کروں گا اور واپس نہ لوٹوں گا۔ حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ نے اپنے فرزندوں کو ماموںؓ کے پاس چھوڑا اور خود واپس لوٹ گئے۔

عبداللہ بن جعفرؓ کے قافلۂ حسینیؓ میں شرکت نہ کرنے کا سبب خواہ کچھ ہی ہو لیکن یہ بات ثابت ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند عونؓ اور محمدؓ، حضرت امام حسینؓ کے قافلہ میں شامل تھے۔

ادھر امام حسینؓ کوفہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ادھر کوفہ میں حالات کا پانسہ پلٹ گیا۔ پہلے پہل تو کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کا دم بھرا اور حسینؓ پر جانیں قربان کرنے کے حلف اٹھائے، لیکن جب یزید نے نعمان بن بشیر کو کوفہ کی امارت سے معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا اور اس نے سختی سے کام لیا تو اہل کوفہ مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے شہید کرا دیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے محمدؓ بن اشعث سے فرمایا۔ ''تم میرے بچانے پر قادر نہیں لیکن کسی طرح میرا یہ پیغام حسینؓ تک پہنچا دینا کہ وہ کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتبار نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے لوٹ جائیں۔''

محمدؓ بن اشعث نے مسلم بن عقیلؓ کی وصیت پوری کی اور اپنے ایک قاصد کے ذریعے امام حسینؓ کو مسلمؓ بن عقیل کا پیغام بھجوا دیا۔ لیکن اس وقت تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مسلمؓ بن عقیل کو شہید کرنے کے بعد ان کے دو خوردسال بچوں محمدؓ اور ابراہیمؓ کو بھی سنگدل عبیداللہ نے پکڑوا کر شہید کرا دیا۔

حضرت امام حسینؓ جوں جوں کوفہ کی طرف بڑھتے انہیں تشویشناک خبریں ملتیں۔ جب وہ ثعلبہ کے مقام پر پہنچے تو بنو اسد کے ایک شخص نے جو کوفہ سے آ رہا تھا، انہیں مسلمؓ، ان کے بچوں اور ہانی کی شہادت کی خبر دی۔ مسلم بن عقیلؓ نہایت زیرک اور شجاع تھے اور فی الحقیقت امام حسینؓ کا ایک قوی بازو تھے۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر جناب امامؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ مسلم بن عقیلؓ کے بھائیوں نے کہا خدا کی قسم جب تک اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک واپس نہ لوٹیں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا جب تم لوگ نہ ہوئے تو ہماری زندگی کس کام کی۔

Marfat.com

اس وقت امام حسینؑ کے قافلہ میں بے شمار لوگ راستے سے شامل ہو گئے تھے۔ آپؑ نے سب ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''کوفیوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے، ان سے مدد کی توقع نہیں۔ تم لوگوں کی محبت و عقیدت کا میں شکر گزار ہوں، لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میری وجہ سے اپنی جانیں خطرہ میں ڈالو۔ اس لئے تم میں سے جو شخص جانا چاہے وہ خوشی سے جا سکتا ہے۔ میری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔''

یہ اعلان سن کر تمام لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور صرف آپؑ کے اہل بیت اور وہی مخصوص جاں نثار باقی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔

۲ محرم ۶۱ ہجری کو امام حسینؑ کا قافلہ ریگ زار کربلا میں اترا۔ حر بن یزید تمیمی کے ایک ہزار سولہ سوار حکومت شام کی طرف سے ذی خشم کے مقام سے اس قافلۂ حق کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ ۳ محرم کو عمرو بن سعد ۴۰۰۰ فوج کے ہمراہ کربلا پہنچا۔ یہ امام حسینؑ کا عزیز تھا لیکن حکومت کے لالچ میں اپنے ضمیر کو کچل دیا تھا۔ نہ معلوم کس خیال کے زیر اثر کربلا پہنچ کر امام حسینؑ سے گفتگو کی طرح ڈالی۔ انہوں نے فرمایا ''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں مکہ یا مدینہ چلا جاؤں گا۔''

عمرو بن سعد نے امام حسینؑ کا جواب ابن زیاد کو لکھ کر بھیجا۔ اس نے حکم بھیجا حسینؑ پہلے میری اطاعت کریں پھر دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرا حکم بھیجا۔ حسینؑ اور ان کے رفقاء پر پانی بند کر دو۔

عمرو بن سعد نے اس حکم کی تعمیل میں ۷ محرم ۶۱ ہجری کو فرات پر پہرہ بٹھا دیا لیکن ۹ محرم تک جنگ ٹالتا رہا کہ شاید مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے۔ ادھر ابن زیاد بے تاب ہو گیا۔ اس نے شمر ذی الجوشن کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میں نے تمہیں حسینؑ کی خیر خواہی کے لئے نہیں بھیجا۔ اگر ان سے بیعت نہیں لے سکتے تو فوج شمر کے حوالے کر دو۔ اب عمرو بن سعد کی عقل و خرد بالکل جواب دے گئی اور وہ سبطِ رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

۹ اور ۱۰ محرم کی درمیانی شب حضرت امام حسینؑ اور ان کے جاں نثاروں کی اس عالم میں آخری شب تھی۔ امام عالی مقامؑ نے اپنے رفقاء کو جمع کیا اور فرمایا۔

''میرے دوستو میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے نہایت ثابت قدمی سے میرا

Marfat.com

ساتھ دیا۔ تمہارے جیسے نیک اور وفادار ساتھی میں نے کہیں نہیں دیکھے اور اپنے اہلِ خاندان سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانا نہیں دیکھا۔ خداوند تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ کل کے دن میرے دشمنوں اور میرے درمیان آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ میں تم لوگوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل خاندان کو ساتھ لے لو اور اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تا آنکہ خدا یہ مصیبت آسان کر دے۔''

سید الشہداءؑ کے مٹھی بھر ساتھیوں نے یہ تقریر سنی۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی لیکن جس جرأت و وفاداری شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ انہوں نے کیا تا قیامت جن و بشر ان پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ امام مظلومؑ کے ساتھ وفاداری نے انہیں حیات جاوید عطا کر دی۔ سب نے بیک آواز رقت انگیز لہجے میں کہا۔

''اے فرزند رسولؐ ہمارے ماں باپ آپؑ پر قربان۔ کیا ہم آپؑ کا ساتھ اس لئے چھوڑ دیں کہ آپ خنجروں اور تیروں کا نشانہ بن جائیں اور ہم زندہ رہیں۔ خدا ہمیں اس دن کے لئے باقی نہ رکھے۔''

ان نفوس قدسی کے جواب سے جناب امامؑ اشک بار ہو گئے۔ بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ فرمایا ''اے اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ آج انہوں نے اس بے کسی میں میرا ساتھ دیا ہے۔ حشر کے دن بھی انہیں میرا ساتھی بنائیو!''

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھی ہتھیاروں کی صفائی میں مصروف ہو گئے۔

حضرت زینبؑ کبریٰ کو ہونے والے واقعات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ سخت بے چین تھیں لیکن صبر سے کام لے رہی تھیں۔ جب حضرت امام حسینؑ کی تلوار صاف کی جانے لگی تو انہوں نے چند عبرت انگیز اشعار پڑھے۔ اس وقت وہ بے اختیار ہو گئیں۔ درد و الم سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ فریاد فریاد پکارتی تھیں اور کہتی تھیں۔ اے کاش آج کا دن دیکھنے کے لئے میں زندہ نہ رہتی۔ ہائے میرے ناناؐ، میری ماںؑ، میرے باپؑ، میرے بھائیؑ سب داغِ مفارقت دے گئے۔ اے بھائی اب ہمارا سہارا آپؑ ہی ہیں۔ ہم آپؑ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے۔

Marfat.com

حضرت امام حسینؓ نے فرمایا ''زینبؓ ذرا چین سے رہنے دو۔'' اس جواب سے حضرت زینبؓ کی آہ وزاری میں اور شدت پیدا ہوگئی۔ فرمایا ''میرے ماں جائے، آپؑ کے بدلہ میں میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔''

حضرت امام حسینؓ اپنی محبّ بہن کی دلدوز باتیں اور فریاد وفغاں سن کر اشکبار ہو گئے۔ لیکن نہایت حوصلہ سے فرمایا۔

''اے بہن صبر کرو۔ خدا سے تسکین حاصل کرو۔ خدا کی ذات کے سوا ساری کائنات کے لئے فنا ہے۔ ہمارے لئے ہمارے نانا خیرالبشر کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ تم انہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا۔ اے بہن تمہیں خدا کی قسم ہے۔ اگر میں راہِ حق میں کام آ جاؤں تو میرے ماتم میں گریبان نہ پھاڑنا۔ چہرہ کو نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔''

اس وصیت کے بعد حضرت امام حسینؓ خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور صبح صادق تک تمام مقدس مہمانانِ کربلا تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے۔

شبِ عاشورہ ختم ہوئی اور عاشورہ کا آفتاب قیاتِ صغریٰ اپنے جلو میں لئے ہوئے نمودار ہوا۔ حضرت امام حسینؓ سمیت بہتر نفوس قدسی ایک طرف تھے اور ہزاروں اشقیا پر مشتمل فوج دوسری طرف۔ لڑائی سے پہلے جناب امامؑ اور ان کے چند ساتھیوں نے نہایت دلدوز تقریریں کیں جن میں دشمنوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں، لیکن سوائے ایک مردِ مؤمن حر بن یزید تمیمی کے ان بدبختوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ (بعض روایتوں کے مطابق حر بن یزید کا بیٹا بھی امام حسینؓ کے جھنڈے تلے آ کر اپنی عاقبت سنوار گیا۔) جس وقت امام حسینؓ تقریر فرما رہے تھے ۔شدت الم سے حضرت زینبؓ اور دوسری خواتینِ اہلِ بیت کی چیخیں نکل گئیں۔ آپؑ نے عباسؓ اور علیؑ کو انہیں خاموش کرانے کے لئے بھیجا اور فرمایا ''میری عمر کی قسم ابھی ان کو بہت رونا ہے۔''

اس کے بعد مبارزت شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک آدمی میدان میں نکلتا اور اپنے حریف سے لڑتا۔ حسینی فوج کے کچھ مجاہدین نے جامِ شہادت پیا اور بہت سے عراقی بھی جہنم واصل ہوئے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ حُرؓ بن یزید اور دوسرے جان نثارانِ اہل بیت پامردی سے لڑے۔ دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں لیکن دونوں جماعتوں کی تعداد میں کوئی

Marfat.com

نسبت نہ تھی ۔ دوپہر تک یہ تمام مردان حق دادِ شجاعت دیتے ہوئے دوشِ رسولؐ کے سوار پر قربان ہوگئے ۔ ان کے بعد جوانانِ اہل بیت کی باری آئی ۔ سب سے پہلے شبیہ پیغمبر علی اکبر بن حسینؑ میدان میں آئے اس شجاعت سے لڑے کہ اپنے دادا صاحب ذوالفقارؑ کی یاد تازہ کردی ۔ جب کئی دشمن انہوں نے مار گرائے تو سینکڑوں لعینوں نے انہیں نرغہ میں لے کر شہید کر دیا ۔ حضرت زینبؑ نے اپنے اس بھتیجے کو بڑے ناز و نعم سے پالا تھا ۔ خیمہ کے روزن سے جب انہوں نے علی اکبرؑ کو خاک و خون میں لوٹتے دیکھا تو بے تاب ہوگئیں ۔ ''یا ابن خاہ'' کہتی ہوئی دیوانہ وار خیمہ سے باہر دوڑیں اور علی اکبرؑ کی لاش سے چمٹ گئیں ۔ جناب امامؑ نے انہیں وہاں سے ہٹا کر خیمہ کے اندر بھیجا اور جوان فرزند کی لاش اٹھا کر خیمہ کے سامنے لے آئے ۔

علی اکبرؑ کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ، احمد بن حسنؓ، ابوبکر عبداللہ بن حسنؓ، عبدالرحمٰن بن عقیلؓ، جعفر بن عقیلؓ، عبداللہ بن عقیلؓ، موسیٰ بن عقیلؓ عمر بن علیؓ، عثمان بن علیؓ اور دوسرے اعزہ سوائے نفوس کے ایک ایک کر کے نہایت شجاعت سے لڑتے ہوئے راہِ حق میں شہید ہوگئے ۔

اب حضرت زینبؑ نے اپنے کمسن فرزندوں عونؓ اور محمدؓ کو رزمگاہ میں بھیجنے کے لئے اپنے محبوب بھائی سے اجازت چاہی ۔ انہوں نے ان مہ پاروں کو لڑائی میں بھیجنے سے پس و پیش کیا ۔ حضرت زینبؑ روتی ہوئی بھائی کے گلے سے لگ گئیں اور عرض کی ۔ بھائی میرا دل نہ توڑو ۔ عونؓ و محمدؓ کو پال پوس کر میں نے اسی لئے بڑا کیا ہے کہ اپنے ماموں پر جان نثار کریں ۔ اس سے بڑھ کر مصیبت کا دن کبھی نہ آئے گا ۔ ادھر زینبؑ نے انہیں رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی ۔ میرے فرزندو آج اپنے نانا علیؓ اور دادا جعفر طیارؓ کی روحوں کو شرمندہ نہ کرنا اور میدانِ جنگ میں پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا ۔

عونؓ اور محمدؓ نے دشمنانِ دین پر ایک زبردست حملہ کیا ۔ بظاہر بچے تھے لیکن بنت حیدرؓ زینب کبریٰؓ کا دودھ پیا ہوا تھا ۔ بڑوں سے بڑھ کر شجاعت دکھائی گئی ۔ کئی بدبخت ان کی تلواروں کا شکار ہوئے ۔ آخر انہوں نے نرغے میں لے کر تلواروں اور نیزوں کی بارش کر دی اور زینب کبریٰؓ کے یہ دونوں لال بقائے دوام کے تاج سروں پر پہن کر عازم خلد بریں ہوئے ۔ دکھیاری زینبؓ اور مظلوم ماموں کے قلب و جگر کے ٹکڑے اڑ گئے ۔ لیکن آسمان کی طرف نظر کی اور خاموش ہوگئے ۔

عونؓ و محمدؓ کی شہادت کے بعد خانوادۂ نبوت کے باقی مجاہدین نے بھی ایک ایک کر کے جامِ

Marfat.com

شہادت پیا۔اب حضرت امام حسینؓ تنہا رہ گئے۔زین العابدینؓ بیمار تھے اور لڑائی کرنے کے قابل نہیں تھے۔انہیں اللہ اور اپنی بہن زینبؓ کے سپرد کیا اور سب کو خدا حافظ کہہ کر فرزندانِ رسولؐ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔پیاس کا غلبہ تھا۔اپنے جگر کے ٹکڑوں اور جان نثاروں کی شہادت سے دل ٹوٹا ہوا تھا لیکن اس قیامت کا حملہ کیا کہ دشمنوں کے بادل کے بادل چھٹ گئے۔شیر خدا حیدر کرارؓ کے فرزند جس طرف رُخ کرتے۔صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتے۔شامی بار بار نرغہ کرتے تھے لیکن جونہی شمشیر حسینی چمکتی بھاگ کھڑے ہوتے۔دوشِ رسول کا سوار اب زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ہر طرف سے نیزوں، خنجروں، تیروں، تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔اتنے میں حصین بن نمیر نے ایک نیزہ پھینکا جو گلوئے مبارک میں پیوست ہو گیا۔دہن مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔اپنے چُلّو میں تھوڑا سا خون لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا۔

''مولا! جو کچھ تیرے محبوبؐ کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔تجھی سے اس کی فریاد کرتا ہوں۔''

جلیل القدر بھائی کی عاشق زار بہن زینبؓ دل پر ہاتھ رکھے۔آفتابِ امامت کی حالت دیکھ رہی تھیں۔جب انہیں خون کی کلیاں کرتے دیکھا تو دوڑی ہوئی رزمگاہ کے قریب ایک ٹیلہ پر کھڑی ہو کر پکاریں۔

''اے عمرو سعد کیا قیامت ہے، ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔''

عمرو بن سعد کی آنکھوں پر لالچ نے پردہ ڈال دیا تھا لیکن قرابتدار تھا۔فرطِ ندامت سے حضرت زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

جنابِ امامؓ کی حالت اب لحہ بہ لحہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر تلوار چلائی۔سنان نے نیزہ مار کر آپؓ کو زمین پر گرا دیا۔پھر سنان بن انس (اور بعض روایتوں کے مطابق شمر ذی الجوشن) نے اس گردن پر خنجر پھیر دیا۔جس پر رحمت دو عالمؐ بوسے دیا کرتے تھے۔شہادت کے وقت جناب امامؓ کے جسم مبارک پر تیس زخم تلوار کے، ۳۳ زخم نیزہ کے اور لاتعداد زخم تیروں کے تھے۔

سنگدل شامیوں کا دل ابھی تک ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔انہوں نے سیدۃ النساءؓ کے لال کا سر مبارک نیزہ پر چڑھایا اور تمام شہیدانِ راہِ حق کے مقدس جسموں کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال

Marfat.com

کیا۔ پھر انہوں نے اہل بیت کا سامان لوٹا۔ ایک بد بخت امام زین العابدینؓ کو شہید کرنا چاہتا تھا لیکن عمرو بن سعد نے کہا کہ اسے زندہ یزید کے سامنے پیش کریں گے۔ ایک روایت ہے کہ جب ایک بد بخت نے حضرت زین العابدینؓ کو شہید کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ آڑے آئیں اور فرمایا'' خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں، اس بیمار کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔'' ان کا عزم دیکھ کر بد بخت اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔

۱۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو تمام پسماندگان کو جن میں کچھ خواتین، بچے اور عابدؓ بیمار تھے، اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے چلے۔ شہداء کے لاشے ابھی میدانِ کربلا میں بے گور وکفن ہی پڑے تھے۔ جب یہ ستم زدہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا تو اس میں ماتم بپا ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کبریٰ رو رو کر کہتی تھیں:

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ آیئے دیکھئے آپؐ کے حسینؓ کا خون آغشتہ لاشہ چٹیل میدان میں پڑا ہے۔
اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔
آپؐ کی لڑکیاں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔
آپؐ کی ذریت قتل کر کے گرم ریت پر بچھا دی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔
اے میرے نانا! یہ آپؐ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے۔
ذرا حسینؓ کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔
اور میری چادر چھین لی گئی ہے۔''

زینب کبریٰؓ کا یہ نوحہ سُن کر دوست دشمن روتے تھے۔

جب اسیرانِ حق کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو ذلیل کوفی ہزاروں کی تعداد میں انہیں دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ بدعہد اور دغاباز کوفیوں کے ہجوم کو دیکھ کر شیر خداؓ کی بیٹیؓ بے اختیار ہو گئی اور بازارِ کوفہ میں انہوں نے باآواز بلند پکارا۔

''لوگو اپنی نظریں نیچی رکھو! یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی لٹی ہوئی اولاد ہے۔''

اس کے بعد آپؓ نے اہل کوفہ کے سامنے ایک عبرت انگیز خطبہ دیا۔ سارا مجمع بالکل ساکت

Marfat.com

و جامد ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حیدرِ کرار تقریر فرما رہے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کی حمد و سپاس کے بعد آپؓ نے فرمایا:

''اے کوفیو، اے مکارو، اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والو، خدا کرے تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں، تمہاری مثال ان عورتوں کی سی ہے جو خود ہی سوت کاتتی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔

تم نے خود ہی میرے بھائی سے رشتۂ بیعت جوڑا اور پھر اپنے خبث باطنی کی وجہ سے توڑ ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے۔ تمہاری فطرت میں جھوٹ اور دغا ہے۔ خوشامد اور شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں ہے۔ تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے۔

تم خیر البشرؐ کے فرزند کو جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں قتل کیا ہے، خدا کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

آہ کوفہ والو تم نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔

یاد رکھو! تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں رہتا ہے۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔''

اس خطبہ کو سن کر اکثر کوفیوں کے ضمیر نے ان پر لعنت بھیجی، روتے روتے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ خدام بن کثیر جو عرب کے فصیح ترین آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، وہ بھی حضرت زینبؓ کا خطبہ سننے والوں میں شامل تھا۔ خطبہ سن کر وہ ان کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ کہنے لگا۔ ''واللہ اے علیؓ کی بیٹی تمہارے بڈھے سب بڈھوں سے، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتی۔''

دوسرے دن ابنِ زیاد نے دربار منعقد کیا۔ اسیرانِ اہل بیت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت زینبؓ بہت خستہ حالت میں تھیں۔ ابن زیاد نے پوچھا ''یہ عورت کون ہے؟'' ایک لونڈی نے کہا۔ ''زینبؓ بنت علیؓ ہیں۔''

Marfat.com

ابن زیاد نے کہا'' خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا''

حضرت زینبؓ نے نہایت بے باکی سے جواب دیا۔'' خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں عزت بخشی۔ انشاء اللہ فاسق رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔''

ابن زیاد نے کہا۔'' تم نے دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟''

حضرت زینبؓ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں درجۂ شہادت پر فائز کیا۔ عنقریب وہ اور تم داورِ محشر کے سامنے جمع ہوں گے۔ اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کس کا کیا حشر ہوتا ہے۔''

ابنِ زیاد جھلا کر بولا۔'' بنی ہاشم کے سب سے زیادہ سرکش آدمی کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔''

حضرت زینبؓ کو ابن زیاد کے اس طرح اظہار مسرت کرنے سے بڑا دکھ ہوا۔ ان کا آبگینۂ دل حوادثِ کربلا سے ٹوٹ چکا تھا۔ بے اختیار رو دیں اور فرمایا:

'' میری عمر کی قسم تو نے ہمارے گھر والوں کو نکالا۔ ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا۔ ہماری شاخوں کو کاٹا اور ہماری جڑوں کو اکھاڑا۔ اگر اسی سے تمہارا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا۔''

اس کے بعد ابن زیاد کی نظر حضرت زینؓ العابدین پر پڑی، پوچھا۔'' لڑکے تم کون ہو؟''

آپؓ نے جواب دیا۔ '' علیؓ بن حسینؓ۔''

ابن زیاد نے عمرو سعد سے پوچھا۔'' اسے کیوں نہیں قتل کیا؟'' اس نے جواب دیا۔'' بیمار ہے۔''

ابن زیاد نے کہا'' اسے میرے سامنے قتل کرو۔''

حضرت زینبؓ یہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور بولیں۔'' اے ابنِ زیاد کیا تو ابھی تک ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا۔ کیا اس نقاہت اور بیماری کے مارے ہوئے مصیبت زدہ بچے کو بھی مارو گے۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔'' یہ کہہ کر حضرت زینؓ العابدین کے ساتھ چمٹ گئیں۔ ابن زیاد کے دل میں کچھ خیال آ گیا اور اس نے حکم دے دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔ چند دن بعد ابن زیاد نے شہداء کے سر اور اسیران اہل بیت کو فوج کے پہرے میں یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔

Marfat.com

کوفہ سے دمشق تک کے طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد اسیرانِ اہل بیت یزید کے دربار میں پیش کیے گئے۔ ایک سرخ رنگ کے شامی نے فاطمہ بنت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''امیرالمومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجیے''۔ زینبؓ تڑپ اٹھیں اور بولیں۔ خدا کی قسم یہ لڑکی نہ تجھ کو مل سکتی ہے اور نہ یزید کو جب تک کہ وہ اللہ کے دین سے نہ نکل جائے۔ شامی نے دوبارہ یہی سوال کیا، لیکن یزد نے اسے روک دیا۔

جب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو خواتین اہلِ بیت رونے لگیں۔ حضرت زینبؓ نے سر اقدس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے حسینؓ، اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل بند، اے دوشِ پیمبرؐ کے سوار، اے فاطمۃ الزہراؑ کے لختِ جگر، اے جنت کے جوانوں کے سردارؓ۔

یزید نے پوچھا۔ یہ عورت کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ حسینؓ کی چھوٹی بہن زینبؓ ہیں۔ یزید نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپؓ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔

حضرت زینبؓ نے دلیری سے جواب دیا۔ ''بے شک میرا بھائی سچ کہتا تھا۔''

یزید نے کہا۔ میری عمر کی قسم حسینؓ کے نانا میرے دادا سے بہتر تھے۔ حسینؓ کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں۔ رہا میرا باپ اور حسینؓ کا باپ تو سب کو معلوم ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔''

اس پر حضرت زینبؓ نے یزید اور اس کے اہلِ دربار کو مخاطب کر کے ایک دردناک تقریر کی۔ انہوں نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

> ''اے یزید گردشِ فلک اور ہجومِ آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب کرنے پر مجبور کر دیا۔ یاد رکھ ربّ العزت ہم کو زیادہ عرصہ تک اس حال میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا۔ تو نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا، اپنے آپ کو پہنچایا ہے۔ آہ تیرے آدمیوں نے دوشِ رسولؐ کے سوار، اس کے بھائیوں، فرزندوں اور رفقاء کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا۔ تو نے پردہ نشینانِ اہل بیت کی بے حرمتی کی۔ اے کاش تو اس وقت شہیدانِ کربلا

Marfat.com

کو دیکھ سکتا تو اپنی ساری دولت وحشمت کے بدلے ان کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا ہم عنقریب اپنے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بیدرد ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں اور یہ اس جگہ ہوگا جہاں اولاد رسولؐ اور ان کے ساتھی جمع ہوں گے۔ ان کے چہروں کے خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی۔ جہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور ان کے ساتھی مرے نہیں اپنے خالق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کے لئے کافی ہے۔ وہ عادل حقیقی انبیاء کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا۔ وہی ہماری امیدگاہ ہے اور اسی سے ہم فریاد کرتے ہیں۔''

حیدرِ کرارؓ کی بیٹی کی گرج سُن کر یزید اور اس کے درباری سکتے میں آ گئے۔ یزید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں لوگ اہل بیت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے خواتین اہل بیت کو اپنے خاص حرم سرا میں ٹھہرایا اور جہاں تک ہو سکا ان کی دل جوئی کی کوشش کی۔ چند دنوں بعد اس نے نعمان بن بشیر کے زیرِ حفاظت قافلۂ اہل بیت کو مدینہ روانہ کر دیا۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا ''محملوں پر سیاہ چادریں ڈال دو تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ سیدۃؓ النساء کی دلفگار اولاد ہے۔''

نعمان بن بشیر نے جہاں تک ہو سکا ان مصیبت زدہ مسافروں کی مدد کی اور جہاں تک ہو سکا راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ جب یہ قافلہ کربلا پہنچا تو وہاں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور بنی ہاشم کے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت زینبؓ نے رنج والم سے پکارا۔

''اے بنی ہاشم تمہارا چاند غروب ہو گیا۔ اے میرے نانا کے صحابیؓ تو نے جس کو اپنے آقا کے دوش مبارک پر سوار کیا تھا اس کا جسم اطہر گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گیا۔''

اس کے بعد اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں۔ دوسرے لوگوں میں بھی ماتم بپا ہو گیا۔ جب قافلہ مدینہ پہنچا تو دن ڈھل چکا تھا۔ فاتح خیبر کی غیور بیٹیوں، زینبؓ اور فاطمہؓ نے نعمان بن بشیر کو اس کے حسنِ سلوک کے عوض اپنی چوڑیاں اتار کر بھیجیں اور فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہیں کہ تیری خدمت کا معاوضہ دیں۔

Marfat.com

نعمان بن بشیر اشکبار ہو گیا اور کہا۔ ''اے بناتِ رسولؐ خدا کی قسم میں نے جو کچھ کیا۔ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے کیا ہے۔''

حضرت زینبؓ نے اس کے لئے دعائے خیر کی۔

اس دن سارا مدینہ منورہ سوگوار تھا۔ ہزاروں لوگوں نے روتے ہوئے ان لٹے ہوئے مسافروں کی پیشوائی کی۔ حضرت زینبؓ نے روضۂ نبی کریم ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا۔

''اے میرے مقدس نانا جان! میں آپؐ کے فرزند اور اپنے بھائی حسینؓ کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپؐ کی اولاد کو رسیوں میں باندھ کر بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔''

حضرت زینبؓ کے الفاظ سے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر وہ اپنی ماں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے مزار پر حاضر ہوئیں اور اس درد سے روئیں کہ پتھروں کا کلیجہ بھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملیں۔ انہیں اپنی روداد غم سنائی اور سب کو صبر کی تلقین کی۔

بے پناہ مصائب نے حضرت زینبؓ کبریٰ کے دل و جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی ۶۲ ہجری میں آپؓ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور یوں یتیمانِ اہلِ بیت کی سرپرست شہدائے کربلا کی یادگار اور دشمنوں کو خوفِ خدا سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ اپنے محبوب و مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جا ملیں۔

ایک روایت کے مطابق آپؓ اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کے ساتھ شام چلی گئیں دمشق کے پاس حضرت عبداللہ کی کچھ زمینداری تھی، وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہو گئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زینبؓ شہیدانِ کربلا کے مصائب نہایت درد انگیز لہجہ میں کمال فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو سناتی تھیں جس سے لوگ سخت متاثر ہوتے اور ان میں اہلِ بیت کی حمایت کا جذبہ پیدا ہوتا۔ عامل مدینہ نے ان حالات کی اطلاع یزید کو دی۔ اس نے حکم بھیجا کہ زینبؓ کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو۔ حضرت زینبؓ نے پہلے تو جانے سے انکار کیا پھر بعض بہی خواہوں کے سمجھانے بجھانے سے رضامند ہو گئیں اور سکینہؓ اور فاطمہؓ بنات حسینؓ اور کچھ دوسری قرابت دار خواتین کے ہمراہ مصر چلی گئیں۔ وہاں کے والی مسلمہ بن مخلد انصاری نے ان کی نہایت عزت و تکریم کی اور اپنے دارالاقامہ میں انہیں ٹھہرایا۔ تقریباً ایک سال کے بعد حضرت زینبؓ نے ۵ رجب ۶۲ ہجری کو وہیں رحلت فرمائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا بنت خباط

اسمِ گرامی سمیہ تھا۔ باپ کا نام خباط تھا۔
مشہور صحابی حضرت عمارؓ بن یاسر کی والدہ تھیں۔

پہلے ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ ان کے حلیف یاسرؓ بن عامر سے نکاح ہوا۔ جب حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا۔

جب مکہ میں رسول کریم ﷺ نے تبلیغِ حق کا آغاز کیا تو حضرت سمیہؓ ان کے شوہر یاسرؓ اور فرزند عمارؓ نے فوراً دعوتِ حق قبول کر لی۔ اسلام لانے والوں میں حضرت سمیہؓ کا ساتواں نمبر تھا۔ اس وقت اسلام قبول کرنا مصائب و شدائد کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن اس چھوٹے سے مقدس خاندان نے نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر پرچمِ توحید کو مضبوطی سے تھام لیا۔

مشرکین نے انہیں دعوتِ حق قبول کرنے کے جرم میں خوفناک سزائیں دینا شروع کر دیں ۔ حضرت سمیہؓ کا عالمِ پیری تھا اور پھر عورت تھیں لیکن بیدرد مشرکین ان کے شوہر اور فرزند کے ہمراہ انہیں بھی لوہے کی زرہ پہنا کر تپتی ہوئی ریت پر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے۔ مگر عشقِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ ان مقدس ہستیوں کے رگ و ریشہ میں اس درجہ سرایت کر گیا تھا کہ کسی صورت میں پھر شرک کی طرف لوٹنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ رسولِ کریم اس طرف سے گزرتے تو ان کی حالت

Marfat.com

دیکھ کر فرماتے۔ ''آل یاسر صبر کرو اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔''

سارا دن تو یہ عذاب جھیلتے گزر جاتا۔ شام کو قدرے آرام ملتا۔ ایک دن رات کو گھر تشریف لائیں تو ابوجہل نے دشنام طرازی شروع کر دی کہ۔ ''اے بڑھیا تو سٹھیا گئی ہے کہ اپنے ساتھ اپنے خاوند اور بیٹے کو بھی بے دین کر ڈالا ہے۔'' یہ کہتے کہتے اتنا مغلوب الغضب ہوا کہ بے کس سمیہؓ کو برچھی کھینچ ماری۔ وہ اس صدمہ سے اسی وقت شہید ہو گئیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی سب سے پہلی شہید ہیں۔ حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی مرگِ بے کسی کا سخت صدمہ ہوا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ اب تو ظلم کی حد ہو گئی۔'' حضور ﷺ نے صبر کی تلقین کی اور دعا مانگی۔ ''اے اللہ آلِ یاسر کو جہنم سے بچا۔''

جب ابوجہل جنگ بدر میں مارا گیا تو حضور ﷺ نے عمارؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''قد قتل الله قاتل امک   اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

اسمِ گرامی صفیہؓ، رسولِ کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو رسولِ کریم ﷺ کی حقیقی خالہ تھیں۔ گویا حضرت صفیہؓ ایک طرف تو نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور دوسری طرف خالہ زاد بہن۔

سید الشہداء عمِ رسولؐ حضرت حمزہؓ حضرت صفیہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح حارث بن حرب سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح عوام بن خویلد سے ہوا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھائی تھے۔ حواریٔ رسولؐ حضرت زبیرؓ انہی عوام سے پیدا ہوئے۔

ہجرت سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو گئیں۔ رسول کریم ﷺ کی دوسری پھوپھیوں کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا یا نہیں، لیکن حضرت صفیہؓ کے متعلق سب متفق ہیں کہ وہ ہجرت سے پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

حضرت صفیہؓ نے اپنے فرزند زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوۂ احد میں جب ایک اتفاقی امر سے مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت صفیہؓ ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے مدینہ سے نکلیں۔ جو لوگ میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے انہیں مارتی تھیں اور نہایت غصہ میں فرماتی تھیں ''رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگتے ہو۔''

حضور ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ کو آتے دیکھا تو ان کے ثابت قدم فرزند حضرت زبیرؓ کو پاس بلا کر ارشاد فرمایا ''صفیہؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔''

حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک کا مُثلہ کیا گیا۔ یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سید الشہداءؓ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال کر چبالیا۔ رسول کریم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ ماں جائی بہن اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی لاش کو اس حالت میں دیکھے۔ اسی لئے حضور ﷺ

Marfat.com

نے حضرت زبیرؓ کو ہدایت فرمائی کہ صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ جب حضرت زبیرؓ نے اپنی ماں کو ارشادِ نبویؐ سنایا تو وہ اس کی علت فائی سمجھ گئیں۔ بولیں ''مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں لیکن میں صبر کروں گی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی۔''

حضورﷺ کو بھی اپنے جاں نثار چچا کی شہادت کا سخت غم تھا۔ جب انہوں نے اپنے عم محترمؓ کی لاش اس حالت میں دیکھی تو اشکبار ہو کر فرمایا ''تم پر خدا کی رحمت ہو، تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔''

جب حضرت صفیہؓ نے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا تو حضورﷺ نے انہیں شہیدِ حق حمزہؓ کی لاش مبارک دیکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ بادیدۂ پرنم لاش پر آئیں اور اپنے محبوب بھائی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے دیکھ کر ایک آہِ سرد کھینچی لیکن آہ وفغاں سے احتراز کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی۔ اپنے جاں باز بھائی کی شہادت پر ایک دردناک مرثیہ کہا جس میں حضورﷺ کو مخاطب کر کے کہا۔

ان یوماً اتیٰ علیک لِیَوم ''کورت شمس و کان مضیاً

(ترجمہ) آج آپ پر وہ دن آیا ہے کہ آفتاب سیاہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے روشن تھا۔

اپنے بھائی کی تدفین کے لئے حضرت صفیہؓ نے حضورﷺ کی خدمت میں دو چادریں بھی پیش کیں اور پھر واپس لوٹ آئیں۔

جنگِ احد کے بعد حضرت صفیہؓ نے جنگ خندق میں شرکت فرمائی اور اس میں کمال شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ غزوۂ خندق میں حضورﷺ نے مستورات کو بغرض حفاظت انصار کے ایک قلعہ فارع میں ٹھہر دیا تھا۔ یہ قلعہ یہود بنی قریظہ کی آبادی کے بالکل قریب واقع تھا۔ یہود نے مسلمانوں کو جنگ میں مشغول پا کر ان کی جاسوسی کرنے کی ٹھانی۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ایک جاسوس ''حصار فارع'' کی مقیم مستورات کی باتیں سننے کے لئے روانہ کیا۔ جب وہ حصار کے گرد چکر لگا رہا تھا حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا وہ اپنی خداداد فراست سے فوراً سمجھ گئیں کہ یہ شخص جاسوس ہے اور اس کی جاسوسی کے نتائج نہایت خطرناک ہو سکتے ہیں۔ حضرت صفیہؓ نے جلدی سے اٹھ کر خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور جا کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس

Marfat.com

نے تڑپ کر جان دے دی۔

اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے سمجھا کہ حصار کے اندر بھی ضرور مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ چنانچہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا اور یوں حضرت صفیہؓ کی شجاعت نے ایک بڑا خطرہ ٹال دیا۔ قلعہ فارع کی نگرانی حضرت حسان بن ثابتؓ کے سپرد تھی لیکن وہ کسی بیماری کی وجہ سے تلوار اٹھانے سے معذور تھے۔ اس لئے یہودی کا قضیہ نپٹانے کا کام حضرت صفیہؓ کو تنہا ہی انجام دینا پڑا۔

حضرت صفیہؓ نے ۷۳ سال کی عمر پائی اور حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ نہایت عقلمند، دور اندیش، شجاع اور صابر عورت تھیں اور تمام عرب میں اپنے حسب ونسب اور قول وفعل کے لحاظ سے نہایت امتیازی درجہ رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکۂ شاعری بھی عطا کیا تھا۔ تاریخوں میں ان کے بعض مرثیے ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا کلام نہایت فصیح وبلیغ ہوتا تھا۔

اپنے والد عبدالمطلبؓ کی وفات پر انہوں نے جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

''رات کو ایک نوحہ کرنے والی آواز نے مجھے رلا دیا۔ وہ ایک مرد کریم کی موت پر نوحہ کناں تھی۔

اور اس حال میں میرے آنسو موتیوں کی طرح میرے گالوں پر بہنے لگے۔

افسوس ہے اس مرد کریم کی موت پر جو بیہودہ نہ تھا اور اس کی بزرگی کا چرچہ دور دور تک تھا۔

وہ عالی نسب، صاحب جود وسخا اور قحط سالی میں لوگوں کے لئے ابرِ رحمت تھا۔

پس اگر انسان کو اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے دوام ہوتا لیکن دوام کی کوئی صورت نہیں

تو وہ مرد کریم اپنی فضیلت اور قدیم شرافت کی وجہ سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا۔

حضور ﷺ کی وفات پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

Marfat.com

یارسول اللہ آپؐ ہماری امید تھے۔آپ ہمارے محسن تھے ظالم نہ تھے۔
آپؐ رحیم تھے۔ہدایت کرنے والے تعلیم دینے والے تھے۔آج دن ہے
کہ ہر رونے والا آپ کے لئے گریہ کناں ہو۔
رسول اللہؐ پر میری ماں، خالہ، چچا اور ماموں قربان ہوں پھر میں خود اور میرا
مال بھی۔
کاش کہ خدا ہمارے آقا کو ہمارے درمیان رکھتا تو ہم کیسے خوش قسمت تھے
۔لیکن حکمِ الٰہی اٹل ہے۔
آپؐ پر اللہ کا سلام ہو اور آپؐ جنات عدن میں داخل ہوں۔
ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے۔
''اے آنکھ رسولؐ اللہ کی وفات پر خوب آنسو بہا۔''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام حلیمہ تھا۔ والد کا نام ابی ذویب اور خاوند کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد سے تھا جو فصاحت و بلاغت اور پانی کی شیرینی کی وجہ سے مشہور تھا۔ سرورِ کائنات ؐ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے۔ ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے۔ دوسرے میری پرورش بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔

شرفائے عرب میں دستور تھا کہ بچوں کو ماں کے پاس نہ رکھتے تھے بلکہ اکثر پرورش کے لئے دوسری عورتوں کو دے دیتے اور قرب وجوار کے قبائلی دیہات میں بھیج دیتے۔ بچے دیہات کی کھلی آب وہوا میں پرورش پاتے۔ چند سال کے بعد ان کے والدین واپس لے جاتے۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد دیہات کی غریب عورتیں شہر میں آتیں اور جو بچے اس مدت میں پیدا ہوتے انہیں لے جاتیں۔

سرورِ کائنات ؐ نے رونق افروز عالم ہو کر سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبہؓ نے چند دن دودھ پلایا۔ اسی اثناء میں قبیلہ بنی سعد کی چند عورتیں بچے لینے مکہ آئیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ دوسری سب عورتوں نے مالدار لوگوں کے بچے لے لئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو کوئی بچہ نہ ملا۔ واپس جانے والی تھیں کہ معلوم ہوا۔ سردار قریش عبدالمطلب کا ایک یتیم پوتا ہے، خاوند سے مشورہ کیا کہ اس بچے کا باپ تو دنیا میں ہے نہیں کہ ہمارے ساتھ اپنے بچے کی پرورش کے عوض کچھ سلوک کرے، البتہ اس کے دادا کی شرافت اور عالی نسبی سے توقع ہے کہ خدا اس بچے کے طفیل ہماری بہتری کی صورت کر دے۔ خاوند نے کہا کچھ مضائقہ نہیں۔ اس بچے کو ضرور لے لو۔ خالی ہاتھ جانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فوراً جا کر یتیم مکہ کو لے آئیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ بچہ دین و دنیا کا سردار ہے اور اسے دودھ پلا کر وہ فلک بوس مقام سعادت و عظمت حاصل کر لیں گی۔

ان دنوں عرب میں قحط کا عالم تھا۔ خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ سوکھ

Marfat.com

گیا تھا۔ فاقوں کی وجہ سے عورتوں کے پستانوں میں بھی دودھ نہیں اترتا تھا اور ان کے بچے بھوک سے بلبلاتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ آئیں تو ان کے ساتھ اپنا شیرخوار بچہ بھی تھا۔ یہ بھی بھوکا پیاسا ہر وقت روتا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس دن میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو گود میں لیا ہماری حالت یکسر بدل گئی۔ میری خشک چھاتیوں میں دودھ اتر آیا اور ہماری اونٹنی کے تھن بھی دودھ سے بھر گئے۔ دونوں بچوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور ہم نے بھی خوب اونٹنی کا دودھ پیا۔ جب مکہ سے چلنے لگے تو ہمارا مریل گدھا جو سارے قافلے سے پیچھے چلتا تھا۔ بہت تیز رفتاری سے چلتا ہوا سارے قافلے سے آگے چلنے لگا۔ میرا خاوند اور قافلے کے دوسرے لوگ بار بار یہی کہتے تھے کہ یہ بچہ بہت برکت والا ہے۔ اور حلیمہؓ بہت خوش قسمت ہے کہ ایسا سعادت مند بچہ اسے مل گیا۔ جب ہم اپنے گھر پہنچے تو ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ گاؤں کے دوسرے جانوروں کا دودھ بدستور خشک تھا اور لوگ ہماری حالت پر رشک کرتے تھے۔ آخر سب گاؤں والے میرے جانوروں کے ساتھ اپنے جانور چرانے لگے۔ خدا کی قدرت ان جانوروں کے بھی دودھ اتر آیا۔

حلیمہؓ اور ان کے گھر والے اس نصیبہ ور بچے پر سو جان سے فدا تھے اور نہایت محبت اور شفقت سے حضور ﷺ کی پرورش کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ دو برس کے ہوئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ وہ اپنے نونہال کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں اور اپنے فرزند کو خوب پیار کیا۔ جدا کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا'' مکہ کی آب و ہوا اس وقت بہت خراب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپؓ فی الحال اس بچے کو میرے پاس رہنے دیں۔'' حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات مان لی اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ساتھ لے کر واپس اپنے قبیلہ میں آ گئیں۔

پانچ برس تک سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس پرورش پائی حتیٰ کہ واقعہ شق الصدر پیش آیا۔ اس کی کیفیت یوں ہے کہ ایک روز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دو بچے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور کہا کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو ک کر لے گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حارث بے تاب اس طرف دوڑے۔ دیکھا کہ حضور ﷺ سلامت ہیں لیکن چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہے۔ حضر حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو گلے لگا لیا اور پوچھا کیا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ک

Marfat.com

سفید پوش آدمی میرے پاس آئے اور مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور اس میں سے میرا دل نکالا اور پھر اس میں سے کوئی چیز نکال لی۔ پھر میرے دل کو سینہ میں رکھ کر درست کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند یہ واقعہ سن کر بہت حیران اور متردد ہوئے کہ کہیں بچہ کو گزند نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد وہ حضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچے اور عام الفیل کے چھٹے سال جبکہ حضور ﷺ کی عمر پانچ سال اور دو دن کی تھی، دنیا کی سب سے قیمتی امانت کو ان کی والدہ کے سپرد کر دیا اور واقعہ شق الصدر اور اپنی تشویش کی کیفیت بیان کی۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا "تمہیں اندیشہ ہے کہ کوئی جن یا شیطان اس بچہ کو گزند پہنچائے گا۔ ہرگز نہیں۔ میرا بیٹا دنیا میں ایک عظیم الشان ہستی بننے والا ہے۔ یہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور خدا اس کی ہر حال میں حفاظت کرے گا"۔ اس کے بعد حضرت آمنہؓ نے وہ تحیر خیز معجزات بیان کئے جو انہیں ایام حمل میں اور ولادت نبویؐ کے وقت پیش آئے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بادل نخواستہ اس قیمتی متاع کو مکہ چھوڑ کر اپنے قبیلہ میں واپس آ گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں۔ ان کا سن وفات معلوم نہیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸ ہجری میں جب حضور ﷺ کی عمر ۶۱ سال کی تھی آپؐ جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ یہ مقام مکہ سے ایک منزل پر ہے۔ اس وقت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھا کر ان کو بٹھلایا اور بے حد تعظیم و تکریم کی۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ یہ آنے والی حضرت حلیمہؓ نہ تھیں بلکہ ان کی بیٹی تھیں۔ بہر صورت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سالِ وفات کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے کئی بچے اور بھی تھے۔ دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام انیسہ اور دوسری کا نام حذافہ (شیماء) تھا اور ایک بیٹا عبداللہ تھا۔ یہ تینوں حضور ﷺ کے دودھ شریک بھائی بہن تھے۔ حضرتؓ حلیمہ سعدیہ جنگِ حنین میں اپنے قبیلہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسیر ہو گئیں۔

حضور ﷺ نے انہیں پہچان کر بے حد عزت و تکریم کی اور آزاد کر کے بہت دے دلا کر رخصت کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ خطاب

آپؓ کا نام فاطمہؓ تھا اور کنیت ام جمیل تھی۔ باپ کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں۔ بنو عدی آپ کا قبیلہ تھا۔

آپؓ کی شادی حضرت سعیدؓ بن زید سے ہوئی جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور ان خوش قسمت ہستیوں میں شامل تھے جنہیں ہادیٔ برحق نے خود اپنی زبان مبارک سے جنت کی بشارت دی۔

حضرت سعیدؓ بن زید آغاز اسلام میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے اور حضرت فاطمہؓ بن خطاب بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے دونوں میاں بیوی سابقون اوّلون میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ بڑی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ ان کی ثابت قدمی کی بدولت ایک ایسی ہستی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی جس نے آگے چل کر دنیا بھر میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ یہ ہستی ان کے بھائی فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تھے۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔ اسی طرح شیر خدا حضرت حمزہؓ بھی عجیب حالات میں اسلام لائے۔ ان واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضور علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہؓ بڑے شجاع تھے۔ نبوت کا چھٹا سال تھا لیکن وہ بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔ ایک دن حضور علیہ السلام کوہِ صفا پر بیٹھے تھے اور لوگوں کو تبلیغ حق فرما رہے تھے۔ اتنے میں ابوجہل وہاں پہنچ گیا اور دشنام طرازی شروع کر دی۔ حضور علیہ السلام خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر ابوجہل نے حضور علیہ السلام کے رُخِ اقدس پر ایک طمانچہ مارا (ایک روایت کے مطابق اس نے حضور علیہ السلام کے سر پر پتھر مارا جس سے خون جاری ہو گیا) حضور علیہ السلام خاموشی سے گھر چلے آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آ رہے تھے کہ ایک لونڈی نے چلا کر کہا "اے کاش آج محمدؐ کا باپ زندہ ہوتا۔"

Marfat.com

حضرت حمزہؓ نے غضبناک ہو کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بات ہے؟ لونڈی نے کہا" ابو عمارہ (حضرت حمزہؓ کی کنیت) تھوڑی دیر پہلے تم یہاں ہوتے تو اپنے یتیم بھتیجے محمد ﷺ کا حال دیکھتے کہ بنو مخزوم کے شریر ابو جہل نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

بنو ہاشم کے شیر حضرت حمزہؓ کا جذبۂ حمیت جوش میں آ گیا۔ غضبناک ہو کر خانۂ کعبہ کی طرف بڑھے جہاں ابو جہل بیٹھا ہوا شیخیاں بگھار رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ زور سے ابو جہل کے سر پر دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ دوسرا وار کیا چاہتے تھے کہ بنی مخزوم کے کچھ آدمی دوڑ کر اس کی مدد کو پہنچے اور حضرت حمزہؓ کو پیچھے ہٹا کر کہا" حمزہؓ شاید تم بھی اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا" اگر ہو گیا ہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے۔ خدا کی قسم میرا بھتیجا جو کہتا ہے سب حق ہے۔ وہ خدا کا سچا رسولؐ ہے۔" اتنا کہہ کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا" بھتیجے میں نے تمہارا بدلہ ابو جہل سے لے لیا۔"

حضور رسول کریم ﷺ نے جواب دیا" عم محترم خوشی تو مجھے اس وقت ہوگی جب آپ دینِ حق قبول کریں۔"

حضرت حمزہؓ رقت انگیز لہجے میں بولے" جانِ عم میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین برحق ہے۔ میں اسے دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضور ﷺ کو اپنے جانباز چچا کے قبولِ اسلام سے بے حد مسرت ہوئی لیکن کفار میں بڑا جوش پھیلا۔ آیہ کریمہ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ وَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَسَبُ جَهَنَّمَ وَاَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ کا نزول بھی ہو چکا تھا۔ ابو جہل نے غضبناک ہو کر ایک اجتماع عام کیا اور کہا:

> "یا معاشر قریش اب تو ابن عبداللہ کی زبان درازیاں ہم سے نہ سنی جائیں گی۔ کل تک تو وہؐ صرف اپنے خود ساختہ مذہب کی تبلیغ کرتا تھا۔ آج تمہارے خداؤں کو وہؐ اور اس کے پیرو بُرا کہتے ہیں۔ تمہارے دین پر طعن کرتے ہیں۔ تمہارے آباؤ اجداد کو آتشِ جہنم کا ایندھن بتاتے ہیں۔ تم لوگوں کی غیرت و حمیت کو کیا ہوا؟ ہمارا ایک ایک آدمی بے دین ہوتا جا رہا ہے۔ تین دن پہلے حمزہؓ بھی اپنے آبائی دین سے منحرف ہو گیا۔ تم یہ روز روز کا جھگڑا ایک ہی دفعہ کیوں نہیں چکا دیتے۔ فساد کی جڑ کو کاٹ دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ کے دین کو پھلتا پھولتا

Marfat.com

دیکھوں۔ تم میں سے جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا۔ ہبل کی قسم میں اسے سرخ اونٹ (بے حد گراں بہا ہوتے تھے) اور چالیس ہزار درہم بطورِ انعام دوں گا۔ ہے کوئی جواں مرد جو تلوار کی قسم کھا کر اس کام کو انجام دے۔''

حضرت عمر فاروقؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ بڑے شجاع اور زورآور تھے۔ جوش میں آ کر کھڑے ہوئے اور پکار کر کہا۔ ''اے اباحکم لات وعزیٰ کی قسم جب تک محمدؐ کو قتل نہ کروں گا زمین پر نہ بیٹھوں گا۔''

ان دنوں بشمول حضرت حمزہؓ صرف چالیس نفوس قدسی ختم رسالتؐ پر ایمان لائے تھے اور کفار کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے رسول کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بن ابی الارقم کے مکان میں مقیم تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمعِ رسالت کو بجھانے کا عزم کر کے حضرت ارقمؓ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ سے ملاقات ہوتی۔ انہوں نے پوچھا ''عمرؓ یہ آج شمشیر بکف کدھر چلے ہو۔''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا ''محمدؐ بن عبداللہ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔''

حضرت نعیمؓ بن عبداللہ بے چین ہو گئے۔ قریش کا یہ نامی بہادر ان کے آقا و مولاؐ کو قتل کرنے جا رہا تھا۔ ان کا ارادہ بدلنے کی نیت سے بولے۔

''عمرؓ یہ بڑا خطرناک کام ہے۔ بنو ہاشم اپنی تلواروں کو نیاموں میں ڈال کر نہیں بیٹھ رہیں گے۔ کیا تمہیں خاندان عبدالمطلب اور خدیجہؓ کی ریاست وامارت سے خوف نہیں ہے؟''

حضرت عمرؓ نعیمؓ کی گفتگو سن کر غضبناک ہو گئے اور بولے۔

''تم نے بھی اپنا آبائی مذہب ترک کر کے محمدؐ کا دین اختیار کیا ہے۔ کیوں نہ تمہیں پہلے اس کا مزہ چکھا دوں۔''

حضرت نعیمؓ بولے ''ہاں ہاں میں دین حق قبول کر چکا ہوں، لیکن ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں اور میری نسبت تم پر ان کا زیادہ حق ہے۔''

حضرت عمرؓ یہ سن کر جوش غضب سے بے قرار ہو گئے اور سیدھے فاطمہؓ بن خطاب کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت گھر کا دروازہ بند تھا اور فاطمہؓ کلام اللہ کی کچھ آیتیں پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی آواز سن لی اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ عمرؓ ہیں۔ اوراق کلام اللہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔ بولیں کچھ نہیں۔''

Marfat.com

اب حضرت عمرؓ کو اور بھی غصہ آیا۔ بولے ''میں سن چکا ہوں تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے لپٹ گئے اور انہیں نیچے گرا کر زدوکوب کرنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو انہیں بھی مارا اور بال پکڑ کر گھسیٹے۔ پھر حضرت سعیدؓ پر ایک اور وار کیا چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ آگے آ گئیں اور وار اپنے آپؓ پر روکا۔ پیشانی اور سر سے خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ بولیں ''بھائی بہن کو بیوہ کیوں کرتے ہو۔ بے شک پہلے مجھے ہلاک کر ڈالو۔ لیکن اب دین حق دل سے نہیں نکل سکتا۔ نہیں نکل سکتا۔ نہیں نکل سکتا۔ ہمارا خاتمہ دینِ محمد ﷺ پر ہی ہوگا۔''

فاطمہؓ بن خطاب کا استقلال اور ثابت قدمی دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ بہن کا خون بہتا دیکھ کر ان کے خون نے بھی جوش مارا اور کچھ سوچنے لگے۔ عرب کے اس نامور فرزند کو جس نے آگے چل کر فاتح عرب و عجم بننا تھا فاطمہؓ بنت خطاب نے اپنا خون بہا کر کسی اور ہی راستے پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر خاموشی سے بیٹھے رہے۔ پھر بولے جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی پڑھ کر سناؤ۔''

حضرت فاطمہؓ نے وضو کر کے اوراق کلام اللہ باہر نکالے اور اسی زخمی حالت میں بڑے جوش سے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کر دی۔

طٰهٰ O مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى O اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى O تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى O اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى O

جوں جوں پڑھتی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی، جب انہوں نے پڑھا۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى O

تو حضرت عمرؓ ضبط نہ کر سکے بولے ''اے فاطمہؓ جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے کیا وہ تمہارے خدا کا ہے۔؟''

فاطمہؓ نے جواب دیا ''بیشک بھائی! ہمارا خدا بڑی شان اور قدرت والا ہے۔''

حضرت عمرؓ بولے ''ذرا یہ اوراق مجھے بھی دو۔'' حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ ''بھائی ہمارے اللہ کا حکم ہے ''لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ جس وقت کوئی پاک وصاف نہ ہو کلام الٰہی کو ہاتھ نہ لگائے۔ آپؓ پہلے غسل کریں۔ پھر میرے کہنے کے مطابق وضو کریں اس کے بعد شوق سے ان اوراق مقدس کو دیکھیں۔''

چنانچہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا، وضو کیا اور نہایت ذوق وشوق سے کلام الٰہی کو دیکھنا شروع کیا۔ جب ان کی نظر اس آیہ کریمہ پر پڑی۔

Marfat.com

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

تو دل پانی ہو گیا۔ بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ اتنا روئے کہ داڑھی کے سب بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا مَا اَحْسَنَ الْکَلَام۔ یہ کلام کتنا پیارا ہے۔

اس کے بعد اپنے بہنوئی اور بہن سے مخاطب ہو کر فرمایا ''خدا کے لئے میری زیادتی معاف کرو اور گواہ رہو کہ میں سچے دل سے محمدؐ پر ایمان لاتا ہوں۔''

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

حضرت فاطمہؓ اور سعیدؓ کو حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے بے حد مسرت ہوئی اور وہ خدا کا شکر بجا لائے۔ حضرت عمرؓ اب آستانہ نبویؐ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت ارقمؓ کے مکان کا دروازہ بند تھا اور اندر رسول کریم ﷺ مع اپنے چالیس جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ انہیں آج قریش کے اجتماعِ عام اور حضرت عمرؓ کے ارادہ کی خبر مل چکی تھی۔ جب دروازے پر دستک ہوئی تو سمجھ گئے کہ عمرؓ ہیں۔ جاں نثاران نبیؐ مرنے مارنے پر تیار ہو بیٹھے۔ عمِ رسولؐ شیر خدا حمزہؓ نے جو صرف تین دن پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ سب کو بٹھا دیا اور فرمایا ''عمرؓ سے میں نپٹوں گا۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اسکا سر قلم کر دوں گا۔''

یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو تلوار عمرؓ کے گلے میں لٹکی ہوئی تھی اور وہ نہایت عجز کی حالت میں کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے سرورِ کائناتؐ کے قدموں پر آ گرے۔ مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔ یہ فاطمہؓ بنت خطاب کی قربانی تھی کہ جو عمرؓ رحمت دو عالم کا سر اقدس اتارنے چلے تھے وہ اپنا سر نبی اکرمؐ کو دے بیٹھے۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ آپؓ نے حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کے صرف ایک بیٹا عبد الرحمٰن تھا اور ایک دوسری روایت کے مطابق چار بیٹے عبد اللہ، عبد الرحمٰن، ازید اور اسود تھے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام اسماءؓ تھا اور ذات النطاقین لقب۔

والد ماجد صدیق اکبر حضرت ابوبکر بن ابی قحافہؓ تھے۔ والدہ کا نام قتلہؓ بن العزیٰ تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے نانا قریش کے ایک نامور رئیس تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی سوتیلی بہن تھیں اور ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر حضرت اسماءؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

ہجرت نبویؐ سے ستائیس سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ روزِ اول سے نہایت پاکیزہ صفات کے حامل تھے۔ ظاہر ہے کہ اپنے پاکباز باپ کے زیرِ سایہ ان کی تربیت کیسی ہوئی ہوگی۔

قبولِ اسلام میں آپؓ سابقون الاولون میں شمار ہوتی ہیں۔ جب چاروں طرف کفر و شرک کی بجلیاں کوند رہی تھیں اور صرف سترہ نفوس قدسی مخفی طور پر ایمان لائے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوگئیں۔

حضرت اسماءؓ کا نکاح حواریٔ رسولؐ جناب زبیرؓ بن العوام سے ہوا جو بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے صاحبزادے تھے۔

جب رسول کریمؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جناب رسالت مآب کا رفیق سفر بننے کا شرف حاصل ہوا۔ شب ہجرت کو آپؐ نے اپنے بستر مبارک پر اپنے جاں نثار بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سلایا۔ دشمنوں کو خدا نے اندھا کر دیا اور حضورؐ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے۔ انہوں نے اپنی لختِ جگر حضرت اسماءؓ کے ساتھ مل کر سامانِ سفر درست کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر حضور ﷺ کے ارادہ سے پہلے ہی آگاہ تھے۔ دو تین دن کا کھانا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تیار

Marfat.com

کر رکھا تھا۔ کھانا اور پانی کے مشکیزہ کو باندھنے کی ضرورت ہوئی۔ رسی گھر میں اس وقت موجود نہ تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھی۔ حضرت اسماءؓ نے اپنا کمر بند (نطاق) کھول کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے کھانے کے برتن کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ سرورِ کائنات ؐ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور انہیں ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا۔

بعض مورخین نے اس واقعہ کو ایک دوسری صورت میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کی رات کو رسول کریم ؐ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی معیت میں مکہ سے نکل کر غارِ ثور میں مقیم ہو گئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روزانہ رات کو اپنے بھائی عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں اور حضورؐ اور اپنے والد ماجدؓ کو کھانا کھلا کر واپس آتی تھیں۔ تیسری شب کو حضورؐ نے حضرت اسماءؓ کے ذریعے شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کو پیغام بھیجا کہ تین اونٹ اور کوئی قابلِ اعتماد رہبر لے کر غارِ ثور میں پہنچ جائیں۔ حضرت علیؓ نے چوتھی شب کو تین اونٹ اور ایک رہبر لیا اور غارِ ثور میں جا پہنچے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین دن کا کھانا تیار کر کے ان کے ہمراہ گئیں اور حضورؐ کی روانگی کے وقت اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے اس سے کھانے کے برتن اور پانی کی چھاگل کا منہ باندھا۔ نبی اکرمؐ نے خوش ہو کر انہیں ''ذات النطاقین'' کا لقب عطا فرمایا۔

جب ہجرت کی پہلی شب رسول کریم نے رختِ سفر باندھا اور سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو دشمنانِ دین حضورؐ کے بچ نکلنے پر غم و غصہ سے دیوانے ہو گئے۔ پہلے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زدوکوب کیا۔ پھر انہیں چھوڑ دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا ''لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟''

انہوں نے جواب دیا ''میں کیا بتا سکتی ہوں۔''

ابوجہل کو سخت غصہ آیا اس نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرہ مبارک پر ایک بھرپور تھپڑ مارا جس سے ان کے کان کی بالی گر گئی۔

اس کے بعد کفار جوشِ غضب کی آگ میں جلتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نابینا والد ابی قحافہ (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) حضرت اسماءؓ سے مخاطب ہو کر بولے۔ ''بیٹی ابوبکرؓ نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈالا

Marfat.com

ہے۔ خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی گھر میں رکھا ہوا تمام روپیہ ساتھ لے گئے تھے۔

لیکن حضرت اسماءؓ نے ضعیف العمر اور نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک کپڑے میں کچھ پتھر ڈالے اور اس گڑھے میں رکھ دیئے۔ جہاں ابوبکر صدیقؓ کا روپیہ رکھا ہوتا تھا۔ پھر ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھ لیں۔ یہ کیا رکھا ہے؟ ابو قحافہ کو اطمینان ہو گیا۔ بولے" ابوبکرؓ نے اچھا کیا۔ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا۔ اس کے جانے کا چنداں غم نہیں۔"

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول کریم ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور ابورافعؓ کو اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ان کے ہمراہ عبداللہ بن بریقط کو تین اونٹ دے کر روانہ کر دیا اور اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہلا بھیجا کہ اپنی بہنوں اور ماں کو ساتھ لے کر مدینہ آ جاؤ۔

چنانچہ حضرت ام رومانؓ عائشہؓ اور اسماءؓ حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں۔ مدینہ آنے کے بعد عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے اپنے سحر سے (یا دعا سے) مسلمانوں کی نسل منقطع کر دی ہے۔ یہی دن تھے کہ ا ہجری میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔ مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے نعرہ ہائے تشکر و تکبیر بلند کئے کیونکہ یہود کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پر دے مارا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے نومولود فرزند کو گود میں لے کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے عبداللہؓ کو گود میں لے کر ان کے منہ میں ایک کھجور چبا کر ڈالی اور پھر انہیں دعائے خیر و برکت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں اور کفار کی سخت دشمن تھیں۔ ایک دفعہ ان کی ماں جو ابھی مشرکہ تھیں حضرت اسماءؓ سے کچھ روپے مانگنے مدینہ آئیں۔ آپؓ نے روپے دینا تو درکنار انہیں اپنے گھر ٹھہرانا بھی گوارا نہ کیا۔ البتہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معرفت حضورؐ سے دریافت کر بھیجا کہ "میری ماں مشرکہ ہیں ان سے کیا سلوک کروں؟" رحمۃ اللعالمینؐ نے فرمایا۔ "اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو۔"

جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی وہ بہت مفلس

Marfat.com

اور تنگدست تھے۔ ان کی ساری متاع ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین فرسخ کے فاصلہ سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں۔ انہیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کو کھلاتیں۔ گھوڑے کے لئے گھاس مہیا کرتیں اور پانی کا ڈول کھینچتی تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج بھی خود ہی سرانجام دیتیں۔ روٹی اچھی طرح نہ پکا سکتی تھیں۔ پڑوس میں چند انصاری خواتین تھیں جو نہایت محبت سے ان کی روٹیاں پکا دیتیں۔ ایک دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر لادے چلی آ رہی تھیں کہ راستے میں رسول کریمؐ اپنے کچھ اصحاب کے ہمراہ مل گئے۔ رحمتِ دو عالمؐ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چاہا کہ اسماءؓ اس پر سوار ہو جائیں۔ حضرت اسماءؓ شرم کی وجہ سے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر میں اپنے شوہر زبیرؓ سے سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا ''سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہ آئی۔''

کچھ عرصے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں ایک غلام عطا کیا جس نے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت سنبھال لی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کم ہوئی۔

شروع شروع میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کرتیں۔ سرکارِ دو عالمؐ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ ''اسماءؓ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ خدا بھی ناپ کر روزی دے گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اپنی عادت سے توبہ کی۔ خدا کی قدرت حضرت زبیرؓ کی آمدنی بڑھنے لگی اور کچھ عرصہ بعد ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہوگئی۔

آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی۔ معمولی کپڑا پہنتیں اور نان جویں سے شکم پری کرتیں۔ البتہ دولت کو خیر خیرات کے کاموں میں بے دریغ صرف کرتیں۔ جب کبھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ضرورت مندوں کی مدد کے لئے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو خدا بھی تمہیں اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔

حضرت اسماءؓ نے ایک جائیداد ورثہ میں پائی جس کو انہوں نے ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور قاسم بن محمدؓ اور ابن ابی عتیق کو جو ان کے قرابتدار تھے اور حاجت مند تھے تمام رقم ان کو دے

Marfat.com

دی۔ باوجود اتنی فیاضی کے شوہر کے گھر بار کی حفاظت انتہائی دیانت داری سے کرتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کی غیر حاضری میں ایک سوداگر آیا اوران کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر التجا کی کہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں مجھے سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔بولیں اگر میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کردیں تو بڑی مشکل بن جائے گی۔زبیرؓ کی موجودگی میں آ کر سائل ہونا۔

حضرت زبیرؓ جب گھر تشریف لائے تو سوداگر پھر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر التجا کی۔'' اے ام عبداللہ میں مسکین آدمی ہوں۔آپؓ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔ اجازت مرحمت فرمائیں۔''

بولیں میرے گھر کے سوا تمہیں مدینہ میں اور کوئی گھر نہ ملا۔؟

حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔'' تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک مسکین کو بیع وشراء سے روکتی ہو۔

حضرت اسماءؓ نے اسے فوراً اجازت دے دی کیونکہ ان کا دلی منشاء بھی یہی تھا۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں زیادہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔تمام صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشاد نبویؐ کی تعمیل کی۔صحابیاتؓ نے اپنے زیور تک اتار کر دے دیئے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی تھی۔آپؓ نے اسے فروخت کر دیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھ گئیں۔جب حضرت زبیر گھر تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے وہ روپیہ مانگا۔آپؓ نے فرمایا میں نے صدقہ کر دیا ہے۔'' حضرت زبیرؓ خاموش ہو گئے کیونکہ خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے وہ بھی طالب تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا دستِ سخاوت بے حد کشادہ تھا لیکن حضرت زبیرؓ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک دن نبی اکرم ﷺ سے پوچھا'' یارسول اللہ ﷺ کیا میں شوہر کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر یتیموں، مسکینوں کو کچھ دے سکتی ہوں؟'' آپؐ نے فرمایا'' ہاں دے سکتی ہو۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کمال درجہ کی عابدہ زاہدہ اور صابرہ تھیں۔ایک دفعہ رسول کریمؐ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔متعدد صحابیاتؓ جن میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہی تھیں۔حضور ﷺ نے نماز کوئی گھنٹے تک طول دیا۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی طبیعت کچھ کمزور تھی۔تھک کر چور چور ہو گئیں لیکن بڑے استقلال کے ساتھ کھڑی

Marfat.com

رہیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں۔ حضورؐ نے چہرہ اور سر پر پانی چھڑکا تو ہوش میں آئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کبھی دردِ سر ہوتا اپنے سر کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتیں ''اے اللہ میں اگرچہ بہت خطا کار ہوں لیکن تیری رحمت اور تیرا فضل بے پایاں ہے۔''

اللہ تعالیٰ انہیں آرام دے دیتا۔

حضور رسول اکرم ﷺ کا ایک جبہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھا۔ جب ان کا وقت وفات قریب آیا تو یہ جبہ مبارک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا اور جب تک زندہ رہیں اسے اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ اگر کبھی گھر میں کوئی علیل ہوتا تو اس بابرکت جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی بیمار کو پلاتیں۔ ان کے فضائل اور تقدس کی وجہ سے لوگ ان کی حد درجہ عزت کرتے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے آرزومند رہتے۔ دُور دُور سے آ کر ان سے اپنی تکالیف دور ہونے کی دعا کراتے۔ اگر کوئی بخار کا مریض ان کے پاس آتا تو دعا بھی کرتیں اور اس کے سینے پر پانی بھی چھڑکتیں۔ فرماتی تھیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''بخار نارِ جہنم کی گرمی ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شجاع بھی بہت تھیں۔ ایک دفعہ مدینہ میں چوریاں بہت ہونے لگیں بلکہ ڈاکے بھی پڑنے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سوتیں اور فرماتیں اگر کوئی چور یا ڈاکو ہمارے گھر آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ یعنی حضرت زبیرؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ مؤرخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ جن میں سب سے قرینِ قیاس یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان معمولی خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں سختی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصہ میں آ گئے اور حضرت اسماءؓ کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ان کے بڑے فرزند عبداللہؓ اتفاق سے گھر موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان سے مدد چاہی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو دخل اندازی سے منع کیا اور کہا کہ اگر تم نے اپنے ماں کی حمایت کی تو اسے طلاق ہے۔ حضرت عبداللہؓ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی آنکھوں کے

Marfat.com

سامنے بوڑھی والدہ کو تشدد کا شکار ہوتا دیکھیں۔ آگے بڑھے اور ان کا بازو حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہوگئی۔ ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہؓ زندگی کے آخری سانس تک ان کے کفیل رہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی فراخ حوصلہ اور نیک دل خاتون تھیں۔ حضرت زبیرؓ کی علیحدگی کے بعد بھی وہ ہمیشہ انہیں عزت و احترام سے یاد کرتیں اور ان کی خوبیوں کی مدح و توصیف کرتیں۔

۳۱ ہجری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے درمیان ''جنگ جمل'' کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ اس جنگ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ میدانِ جنگ سے لوٹتے وقت ایک شخص عمرو بن جرموز نے وادیٔ سباع میں بے خبری کے عالم میں انہیں شہید کر دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو بہت روئیں اور یہ اشعار زبان پر لائیں۔

''ابنِ جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور بلند ہمت سے دغا کی۔ جب کہ وہ نہتا اور بے سرو سامان تھا۔

''اے عمرو اگر تو اپنے ارادہ سے اس کو پہلے مطلع کر دیتا تو زبیرؓ کو ایک نڈر اور بے خوف شخص پاتا۔ خدا تجھے غارت کرے کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔ خدا کا عذاب تجھ پر ضرور نازل ہوگا۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تاریخِ اسلام میں بڑی اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ امام حسینؓ کی المناک شہادت کے بعد بنی امیہ کی قاہر طاقت کا آپؓ نے جس استقامت اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن زبیرؓ کو امام حسینؓ کے رفقاء جیسے چند ساتھی مل جاتے تو وہ بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ اس موقع پر ان کی جلیل القدر والدہ حضرت اسماءؓ نے جس حق پرستی، صبر و رضا اور جرأتِ ایمانی کا ثبوت دیا وہ ان کی کتابِ زندگی کا سب سے تابدار ورق ہے۔ ۳۰ ہجری یا ۳۱ ہجری میں حضرت اسماءؓ مستقل طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہنے لگیں۔ حضرت عبداللہؓ ان کی بے حد تعظیم اور خدمت کرتے تھے اور اپنی شہادت کے سال ۷۳ ہجری تک انہوں نے مسلسل اپنی ضعیف العمر ماں کی

Marfat.com

اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ حضرت اسماءؓ بھی اپنے سعادت مند فرزند کے لئے ہر وقت دعا گو رہتیں۔ یہ انہیں کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ علم و فضل، زہد و اتقاء حق گوئی و بے باکی اور شجاعت و بے خوفی کا ایک مثالی پیکر بنے۔ حضرت امام حسینؓ کی طرح انہوں نے بھی مرتے دم تک یزید کی بیعت نہ کی اور پھر اس کی موت کے بعد بھی اس کے جانشینوں کے مقابلے پر ڈٹے رہے۔ ۶۶ ہجری میں عراق اور عرب کے لوگوں نے انہیں متفقہ طور پر اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ ۷۲ ہجری تک انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنا علم خلافت بلند رکھا۔ ان چھ سالوں میں انہیں دو محاذوں پر لڑنا پڑا۔ ایک طرف مختار ثقفی کی زبردست جماعت تھی۔ دوسری طرف بنی امیہ کی قاہر قوت۔ وہ بڑے حوصلہ سے ان دونوں محاذوں پر لڑتے رہے۔ جب عبدالملک بن مروان مسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ خلافت مکہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے سفاک ترین جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کو مقرر کیا۔

حجاج بن یوسف نے ایک زبردست فوج کے ساتھ یکم ذی الحجہ ۷۲ ہجری کو مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بے مثال استقامت دکھائی اور چھ ماہ تک اموی فوج کو مکہ پر قابض نہ ہونے دیا۔ حجاج نے محاصرہ میں اتنی سختی برتی کہ مکّہ مکرمہ میں اناج کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ بیت اللہ کی عزت و حرمت کو بھی اس نے بالائے طاق رکھ دیا اور منجنیقوں سے کعبہ پر لگاتار پتھر برسائے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر پتھروں کی بارش میں بھی اس انہماک سے نماز پڑھتے کہ کبوتر ان کے سر اور کندھوں پر آ کر بیٹھ جاتے۔ محاصرہ کی شدت اور خوراک کی قلت سے تنگ آ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اکثر ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزندوں نے بھی بے وفائی کی اور حجاج کے پاس جا کر امان کے طالب ہوئے۔ لیکن اس بہتر سال کے بڈھے شیر نے بنی امیہ کے اقتدار کو تسلیم نہ کرنے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ جب گنتی کے صرف چند ساتھی رہ گئے تو حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ''اے مادرِ محترم میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے۔ اب سوائے چند جاں نثاروں کے کوئی بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے، اگر ہتھیار ڈال دوں تو ہو سکتا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو امان مل جائے۔

حضرت اسماء نے جواب دیا ''اے میرے فرزند اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رتبۂ

Marfat.com

شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اگر یہ تمہارا کھکھیڑ ادنیا طلبی کے لئے تھا تو تم سے برا کوئی شخص نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسرے لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جواب دیا۔ ''اے اماں میں نے آج تک جو کچھ کیا ہے خدا کی قسم سب حق کو سربلند کرنے کے لئے تھا۔ فسق و فجور سے میں محترز رہا۔ عمال کا کڑا محاسبہ کیا اور اپنی حدودِ خلافت میں جہاں تک بن پڑا عدل جاری کیا۔ لوگوں سے خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرائی اور اعمالِ بد سے انہیں روکا۔ بخدا دین کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ صرف یہ اندیشہ ہے کہ اہل شام میری لاش کا مثلہ کریں گے اور آپ کو رنج پہنچے گا۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ ''اے بیٹے جب بکری ذبح ہو جاتی ہے پھر خواہ اس کی کھال کھینچیں یا اس کے گوشت کا قیمہ کریں، اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ تو اگر لڑائی میں فتحیاب ہوا تو مجھے مسرت ہوگی اور اگر راہِ حق میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تو صبر کروں گی کہ یہ صبر میری عاقبت سنوارنے کا باعث ہوگا۔ اب جاؤ اور اللہ کی راہ میں لڑو۔''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے زرہ پہنی۔ ہتھیار لگائے اور آخری دفعہ ماں سے رخصت ہونے آئے۔ حضرت اسماءؓ نے ان کے لئے دعائے خیر کی اور پھر انہیں گلے سے لگایا۔ جب زرہ کی کڑیاں چبھیں تو پوچھا۔ ''یہ کیا ہے؟'' حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا ''اماں جان زرہ ہے۔''

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ ''میرے فرزند شہادت کے آرزومند زرہ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اسے اتار دو، دامن کمر سے باندھو اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر حملہ کرو۔''

حضرت عبداللہؓ نے ماں کے حکم کی تعمیل میں زرہ اتار دی اور رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ کافی دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے۔ آخر زخموں سے چور چور ہو کر حضرت اسماءؓ کا یہ اولوالعزم فرزند اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا۔ حجاج نے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔ جہاں تین شبانہ روز تک لٹکی رہی۔ آخر حضرت اسماءؓ اپنی خادمہ کے ہمراہ تشریف لے گئیں اور اپنے پیارے بیٹے کی لاش کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا۔

''کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار گھوڑے سے اترے۔''

اس کے بعد حجاج کو اپنے اس فعل پر بڑی شرم دلائی جس پر اس نے حضرت عبداللہؓ کی لاش

Marfat.com

حضرت اسماءؓ کے سپرد کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب عبدالملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کر کے ان کی لاش کو حجون پر الٹا لٹکا دیا ہے تو اس نے حجاج کو ایک سخت خط لکھا اور حکم دیا کہ عبداللہؓ کی لاش فوراً ان کی والدہ کے سپرد کر دو۔ چنانچہ شہادت کے چند دن بعد حضرت عبداللہؓ کی لاش ان کی والدہ کو مل گئی۔ لاش کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ حضرت اسماءؓ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی کٹی پھٹی لاش کو نہایت صبر کے ساتھ غسل دیا۔ نہ روئیں نہ بین کیا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے حضرت اسماءؓ کی جرأتِ ایمانی اور صبر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیرؓ — سب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابن مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ — جس کی تقدیر میں تھا مرغانِ حرم کا شکار
حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیرؓ — فوج بے دین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار
دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد — بارشِ سنگ سے اٹھتا تھا جو اڑ اڑ کے غبار
تھا جو سامانِ سفر چار طرف سے مسدود — ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا ایک گنج مزار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا — ماں کی خدمت میں گئے ابن زبیرؓ آخر کار
جا کے عرض کی کے اے اختِ حریم نبوی — نظر آتے نہیں اب حرمتِ دیں کے آثار
آپ فرمائیے! اب آپ کا ارشاد ہے کیا — کہ میں ہوں آپ کا اک بندۂ فرماں بردار
صلح کرلوں؟ کہ چلا جاؤں حرم سے باہر — یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار
بولیں وہ پردہ نشیں حرم سرّ عفاف — حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجبِ مار
یہ زمیں ہے وہی قرباں گہ اسماعیل — فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیل کا شعار
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے بآداب و نیاز — آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار
پہلے ہی حملہ میں دشمن کی الٹ دیں فوجیں — جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم — ایک پتھر نے کیا آ کے سر و رُخ کو فگار
خون ٹپکا جو قدم پر تو کہا از رہِ فخر — یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم — خون ٹپکا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار
زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک — آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار

Marfat.com

لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے جو اِک دن اُدھر جا نکلیں دیکھ کر نعش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا خدا نے تیرے لڑکے کو سزا دی۔ اس نے خدا کے گھر میں بے دینی پھیلائی تھی۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ ''تو جھوٹا اور ظالم ہے۔ میرا بچہ بڑا خدا پرست، عابد، زاہد اور نیکو کار تھا۔ تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت۔ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا۔ ہاں مجھے اس لقب پر فخر ہے لیکن سنو میں نے رسول کریمؐ سے ایک حدیث سنی ہے کہ قبیلہٗ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ کذاب (مختار ثقفی) کو میں دیکھ چکی اور ظالم تو ہے۔ حجاج یہ دندانِ شکن جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت اسماءؓ دعا مانگا کرتی تھیں کہ بار ''الٰہا جب تک میں عبداللہؓ کی میت نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ دینا۔'' ان کی یہ دعا قبول ہوئی حضرت عبداللہؓ کی میت کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا اور اس کے چند دن بعد ہی تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں خود بھی جنت الفردوس کو سدھاریں۔ آخر دم تک ہوش و حواس قائم تھے۔ تمام قوائے جسمانی دانتوں سمیت سلامت تھے۔ کئی مؤرخین کا بیان ہے کہ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ اس لئے عبداللہ ابن زبیرؓ کا واقعہ شہادت بچشمِ خود نہیں دیکھا۔ ٹٹول ٹٹول کر یا پوچھ پوچھ کر ہر کیفیت سے آگاہ ہوتی تھیں۔ ان کی وفات پر دوست دشمن سب نے ماتم کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

آپؓ کا نام اسماءؓ تھا اور قبیلہ خشعم سے تھیں۔ والد کا نام عمیس بن سعد تھا۔ والدہ کا نام ہند بن عوف تھا جو قبیلہ کنانہ سے تھیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کا نکاح یکے بعد دیگرے تین ایسی جلیل القدر ہستیوں سے ہوا جو قصرِ اسلام کے عظیم الشان ستون تھیں۔ جو رہبرِ انسانیت سرورِ کائنات ﷺ کو حد درجہ محبوب تھیں اور جنہیں رحمتِ دو عالمؐ کھلے الفاظ میں جنت کی بشارت دے چکے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مہاجرِ حبشہ شہید موتہ حضرت جعفر طیارؓ ابن ابی طالب سے ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد تیسرا نکاح شیر خدا فاتح خیبر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سابقون الاولون میں شمار ہوتی ہیں۔ جب وہ اسلام لائیں تو سخت نامساعد حالات تھے اور ابھی قریباً تیس نفوس ہی اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کے شوہر حضرت جعفرؓ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانہ شروع کر دیا تو رسولِ کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے اپنی جان و ایمان کی حفاظت کے لئے حبش چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ۱۲ مردوں اور ۴ عورتوں کا قافلہ بندرگاہِ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔ ان کے پیچھے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس بھی شامل تھیں۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا، لیکن یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ حبش پہنچ کر یہ سب لوگ امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش مکہ کو اتنی دور بیٹھے ہوئے بھی مسلمانوں کا یہ امن و چین گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے نجاشی شا[ہ] حبشہ کے پاس ایک وفد تحفے تحائف کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ کسی طرح پناہ گزیں مسلمانوں کو اپ[نے]

Marfat.com

ملک سے نکال دے۔ وفد قریش کے ارکان میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمروؓ بن العاص بھی شامل تھے جو بڑے زیرک اور سیاست داں تھے۔ انہوں نے حبش پہنچ کر نجاشی کے درباریوں اور پادریوں کو کچھ تحائف دے کر رام کر لیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ بادشاہ کے سامنے وہ وفد قریش کی حمایت کریں گے۔ اس کے بعد نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحائف پیش کئے اور عرض کیا کہ ہمارے چند سادہ لوح آدمیوں نے ایک نیا مذہب گھڑا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے ہم ملتجی ہیں کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے جو ہمارے پاس سے بھاگ آئے ہیں اور اب آپ کے ملک کو خراب کرنے پر کمربستہ ہیں۔ بطارقہ اور درباریوں نے وفد قریش کے مطالبہ کی پر زور تائید کی لیکن نجاشی ایک انصاف پسند اور رحم دل بادشاہ تھا۔ اس نے کہا جب تک میں خود ان لوگوں کو بلا کر تحقیقِ احوال نہ کر لوں انہیں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے سب مسلمان پناہ گزینوں کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔

دوسرے دن سب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ان سب نے متفقہ طور پر اپنا ترجمان زوجِ اسماءؓ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو مقرر کیا۔ نجاشی نے ان سے پوچھا اے لوگو وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لئے تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا۔

حضرت جعفرؓ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا۔

''اے بادشاہ، ہم سخت جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے۔ اپنی لڑکیاں زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ انسانیت سے عاری تھے۔ کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے خود ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسولؐ بنا کر بھیجا جسؐ کے حسب و نسب سچائی، شرافت، دیانت داری اور پاکبازی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ سچ بولنے وعدہ پورا کرنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، بت پرستی ترک کرنے، بدکاری اور فریب سے بچنے، ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی۔ ہم اس کی تعلیم پر چلے۔ ایک خدا کی پرستش کی، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی۔ ہم کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر پھر بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا کرنا چاہا۔ ہم ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے۔''

Marfat.com

نجاشی یہ تقریر سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے حضرت جعفرؓ سے کہا۔ ''تمہارے نبیؑ پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کا کوئی حصہ مجھے سناؤ۔''

حضرت جعفرؓ بڑے نکتہ رس تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ نجاشی اہلِ کتاب ہے اور دین عیسوی کا پیرو ہے۔ انہوں نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ نجاشی ہکا بکا رہ گیا اور بے ساختہ پکار اٹھا۔

''خدا کی قسم تمہارے نبی کی کتاب اور انجیل مقدس ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔'' پھر قریش کے وفد سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''واللہ میں ان لوگوں کو کبھی اپنے ملک سے نہ نکالوں گا۔''

قریش کے وفد نے ایک دفعہ پھر کوشش کی کہ بادشاہ کا دل مسلمانوں کی طرف سے پھیر دیں۔ دوسرے دن دربار میں باریاب ہو کر عرض کی۔ ''اے بادشاہ یہ لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بہت بُرا عقیدہ رکھتے ہیں کیا آپ اس عقیدہ کے لوگوں کو پناہ دیں گے۔''

نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ دربار میں طلب کیا اور پوچھا۔ ''تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا ''اے بادشاہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی اور روح اللہ مانتے ہیں۔''

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا۔ ''واللہ جو کچھ تم نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے متعلق کہا وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔''

غرض قریش کی سفارت بے نیلِ مرام واپس لوٹ گئی۔ اس کے بعد تمام مسلمان بشمول حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نہایت امن سے حبش میں رہنے لگے۔

حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد چھ برس حبش میں رہے۔ جب ۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا تو وہ حبش سے مدینہ واپس آئے۔ خیبر کی فتح سے مسلمان پہلے ہی خوش تھے۔ اپنے ان بھائیوں کے آنے سے انہیں دوہری خوشی ہوئی۔ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کو گلے لگایا، ان کی پیشانی چومی اور فرمایا۔

''میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔''

حضرت اسماءؓ بنت عمیس، حضرت حفصہؓ کو ملنے ان کے گھر گئیں۔ وہاں حضرت عمر فاروقؓ بھی آ گئے۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے جواب دیا۔ ''اسماءؓ'' زوجۂ جعفرؓ بن ابی

Marfat.com

طالب۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔''ہاں وہ حبش والی، وہ سمندر والی۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔''ہاں وہی''

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔''ہم کو تم پر فضیلت ہے، اس لئے کہ ہم مہاجر ہیں۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ فقرہ سن کر غصہ آ گیا بولیں۔''ہرگز نہیں، تم رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے، لیکن ہماری حالت اور تھی۔ ہم نہایت دور دراز مقام میں اپنے عزیز و اقارب سے بچھڑ کر صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر پڑے رہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔''

اتنے میں رسول کریم ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا''انہوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں، اس لئے تم کو زیادہ فضیلت ہے۔''

حضور ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بے حد مسرت ہوئی۔ حبشہ کے مہاجرین ان کے پاس آتے تھے اور اس واقعہ کی تفصیل سن کر خوش ہوتے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نامدار کو مدینہ آئے ہوئے ایک سال ہی گزرا تھا کہ ان کی آزمائش کا وقت آ گیا۔ شام کے ایک قصبہ موتہ کے رئیس شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول کریم ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ ازدی کو شہید کرا دیا۔ یہ ایک نہایت ذلیل حرکت تھی اور ایک بے گناہ سفیر کا قتل برداشت کرنا دوسرے سفیروں کی جانیں خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ جمادی الاول ۸ ہجری میں رسول کریمؐ کے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر موتہ کی طرف روانہ ہوا۔ فوج کا علم حضرت زیدؓ کو عطا کر کے فرمایا۔

''اگر زیدؓ شہید ہوں تو جعفرؓ علم سنبھال لیں۔ اگر جعفرؓ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ ان کی جگہ لیں۔''

موتہ کے علاقہ میں اتفاق سے ان دنوں ہرقل شاہِ روم بھی آیا ہوا تھا۔ شرجیل بن عمرو نے اپنی مدد کے لئے کچھ شاہی فوج بھی منگوا لی اور قیس جزام۔ لخم وغیرہ کے جنگجو قبائل بھی اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے تقریباً ایک لاکھ کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹ

Marfat.com

گیا۔ غازیانِ دین کی تعداد صرف ۳۰۰۰ تھی ۔مزید کمک طلب کرنا ممکن نہ تھا اور پیچھے ہٹنا باعث ننگ۔ اللہ کے بھروسہ پر غنیم کے ٹڈی دل سے نبرد آزما ہو گئے ۔خوفناک جنگ ہوئی ۔ امیر لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ شہید ہو گئے ۔اب حضرت جعفرؓ نے علم سنبھالا اور اس جرأت اور پامردی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفریں پکار اٹھی ۔تقریباً نوے زخم اس مردِ حق نے اپنے بدن پر کھائے جن میں کوئی بھی پشت پر نہ تھا۔ ۔ایک ہاتھ قلم ہو گیا تو دوسرے ہاتھ سے علم سنبھالا۔ دوسرا ہاتھ شہید ہوا تو دانتوں میں علم پکڑ لیا۔ دشمنوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا۔ تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی ۔آخر رسولِ کریم ﷺ کا یہ قوی بازو اور دین حق کا سچا علمبردار شہید ہو کر گرا اور علم عبداللہؓ بن رواحہ نے سنبھالا ۔ وہ بھی دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے تو حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا۔ موتہ کے میدان میں اب ایک نہایت خونخوار جنگ شروع ہو گئی ۔خالدؓ بن ولید نے للکار کر مسلمانوں کو کہا کہ ''اے غازیانِ دین جنت الفردوس تمہارا انتظار کر رہی ہے اور پیچھے ہٹنے والوں کے لئے جہنم کے شعلے دہک رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور رضائے الٰہی کو پالو۔''

مسلمانوں نے اب ایک نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ حملہ شروع کیا۔ لڑتے لڑتے خالد بن ولید کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں اور بالآخر غازیانِ دین کی بے پناہ شجاعت نے اپنے سے چالیس گنا جمعیت کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ غنیم کے پسپا ہو جانے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ لشکرِ اسلام کو نہایت وقار کے ساتھ بچا کر واپس لے آئے۔

جس وقت لڑائی کی آگ زور سے بھڑک رہی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ کا نقشہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ جب حضرت جعفرؓ کے دونوں بازو شہید ہو گئے اور پھر خود انہوں نے بھی جامِ شہادت پیا تو حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپؐ نے فرمایا ''میں جنت میں جعفرؓ کو دو نئے بازوؤں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھ رہا ہوں۔'' حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق حضرت جعفرؓ طیّار اور ذوالجناحین کے القاب سے مشہور ہوئے ۔اس کے بعد جب حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا تو حضورؐ نے فرمایا ''اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے علم سنبھالا ہے۔ چنانچہ اس دن سے حضرت خالد سیف اللہ کے خطاب سے پکارے گئے۔

اس واقعہ کے بعد حضورؐ حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لے گئے ۔ وہ اس وقت آٹا گوندھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی تھیں ۔آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ جعفرؓ کے بچوں کو

Marfat.com

میرے پاس لاؤ۔ حضرت اسماءؓ نے بچوں کو خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ حضورؐ نے نہایت غم واندوہ کی حالت میں ان بچوں کو گلے سے لگایا اور ان کی پیشانیاں چومیں۔ حضرت اسماءؓ حضورؐ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئیں اور دریافت کیا ''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپ غمگین کیوں ہیں۔ کیا جعفرؓ کے متعلق کوئی خبر آئی ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں وہ شہید ہو گئے۔'' اس سانحہ جانگداز کی خبر سنتے ہی حضرت اسماءؓ کی چیخ نکل گئی۔ ان کی گریہ وزاری سن کر تمام مسلمان عورتیں جمع ہو گئیں۔ رحمتِ دو عالمؐ واپس تشریف لے گئے اور ازواجِ مطہراتؓ کو ہدایت فرمائی کہ آلِ جعفرؓ کا خیال رکھنا۔ وہ آج اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ انہیں سینہ کوبی اور بین کرنے سے منع کرنا۔''

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بھی اپنے شجاع چچا کی مفارقت کا شدید صدمہ ہوا اور وہ ''واعماہ، واعماہ'' کہہ کر روتی ہوئی بارگاہِ نبوتؐ میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے باچشم پرنم فرمایا۔ ''بے شک جعفرؓ جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے''۔

اس کے بعد حضورؐ نے اپنی لختِ جگرؓ سے فرمایا ''فاطمہؓ جعفرؓ کے بچوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ اسماءؓ آج سخت غمزدہ ہیں۔''

تیسرے دن رسولِ کریمؐ حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت جعفرؓ طیار کی شہادت کے ٦ ماہ بعد ۸ ہجری میں غزوہ حنین کے زمانہ میں رسول کریم ﷺ نے حضرت اسماءؓ کا نکاح اپنے محبوب رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پڑھادیا۔ دو برس بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صلب سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت اسماءؓ حج کے لئے مکہ آئی ہوئی تھیں کہ ذوالحلیفہ میں محمد بن ابی بکرؓ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ اب میں کیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا ''غسل کر کے احرام باندھ لو۔''

۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی تو وصیت کی کہ اسماءؓ غسل دیں۔

صدیقِ اکبرؓ کے بعد حضرت اسماءؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر کی عمر اس وقت تقریباً تین برس کی تھی۔ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زیرِ سایہ ہی پرورش پائی۔

ایک دن عجیب لطیفہ ہوا۔ محمدؓ بن جعفرؓ طیار اور محمدؓ بن ابی بکرؓ اس بات پر جھگڑ پڑے کہ دونوں

Marfat.com

میں سے کس کا باپ افضل تھا اور کون زیادہ معزز ہے۔ یہ تکرار کافی دیر جاری رہی۔ حضرت علیؓ نے دونوں بچوں کی دلچسپ بحث سنی تو حضرت اسماءؓ سے فرمایا۔ ''تم اس جھگڑے کا فیصلہ کر دو۔'' حضرت اسماءؓ نے کہا ''میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفرؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابو بکرؓ سے اچھا کسی کو نہ دیکھا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسکرا کر فرمایا۔ ''تم نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔''

حضرت اسماءؓ کے ہاں حضرت علی مرتضیٰؓ کے صلب سے ایک فرزند یحیٰؒ پیدا ہوئے۔

۳۸ ہجری میں حضرت اسماءؓ کے نوخیز فرزند محمد بن ابی بکرؓ مصر میں قتل ہوئے اور ان کے مخالفین نے ان کی نعش بے دردی سے گدھے کی کھال میں جلائی۔ حضرت اسماءؓ نے یہ روح فرسا واقعہ سن کر نہایت صبر وشکر سے کام لیا اور مصلیٰ بچھا کر عبادت میں مصروف ہو گئیں۔

۴۰ ہجری میں حضرت علی مرتضیٰؓ نے شہادت پائی اور ان کے جلدی بعد حضرت اسماءؓ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

رسولِ کریم ﷺ جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے آپ کا مرض ذات الجنب تشخیص کیا اور حضرت امِ سلمیٰؓ کے مشورے سے حضورؐ کو دوا پلانی چاہی، حضورؐ نے دوا پینے کے عادی نہیں تھے۔ انکار فرمایا۔ اسی اثناء میں آپؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ ان دونوں نے دہانِ مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر میں حضورؐ کی غشی دور ہوئی تو کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ فرمایا یہ تدبیر اسماءؓ نے بتائی ہو گی۔ وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائی ہیں۔

حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ آپؐ نے انہیں مصیبت اور تکلیف میں پڑھنے کے لئے ایک دعا بتائی تھی۔ حضرت اسماءؓ تعبیرِ رؤیا میں بھی درک رکھتی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے اکثر خوابوں کی تعبیر لیتے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سات اولادیں ہوئیں۔

حضرت جعفرؓ سے محمدؓ، عبداللہؓ عونؓ اور دو لڑکیاں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے محمدؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یحیٰؒ۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

آپؓ کا نام شفاءؓ۔ باپ کا نام عبداللہ ابن عبدشمس جو قریش کے خاندان عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ماں کا نام فاطمہ بنت ابی رہب تھا۔

آپؓ کی شادی ابوحشمہ بن حذیفہ عدی سے ہوئی۔ ہجرت سے پہلے بڑے ناسازگار حالات میں آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس لئے بڑی جلیل القدر صحابیاتؓ میں شمار ہوتی ہیں۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا زمانۂ جاہلیت میں بھی اہلِ مکہ میں بڑی عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں کیونکہ ایک تو آپؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، دوسرے جھاڑ پھونک جانتی تھیں۔ کئی امراض کے مریض ان کے پاس آتے اور وہ جھاڑ پھونک یعنی منتر ٹوٹکے سے ان کا علاج کرتیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی کو چیونٹی (زہریلی یا سخت قسم) کی کاٹتی تو وہ یہ منتر پڑھ کر کاٹے کی جگہ پھونکتیں۔ " **بسم اللہ سر سلب جبر تعوذا من افواھم انالاتضر احد اللھم اکشف الباس رب الناس**"

جب حضرت شفاءؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول کریمؐ نے ان کی بڑی توقیر کی اور ان سے فرمایا کہ حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا۔ اس لحاظ سے وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی استادہ ہوئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق آپؓ نے حضرت حفصہؓ کو چیونٹی کاٹے کا منتر بھی سکھا دیا۔

حضرت شفاءؓ بڑی عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔ انہیں رسول کریمؐ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضورؐ نے انہیں ایک مکان عطا کیا جس میں وہ اور ان کے بیٹے سلیمانؓ سکونت پذیر تھے۔

کبھی کبھی حضورؐ حضرت شفاءؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہیں آرام فرماتے۔ حضرت شفاءؓ کو حضورؐ سے اتنی عقیدت تھی کہ آپؓ نے حضورﷺ کے لئے ایک بستر اور تہمد علیحدہ رکھ چھوڑا تھا

Marfat.com

تا کہ نبی اکرم ﷺ انہیں استعمال فرمائیں اور ان کا پسینہ مبارک بچھونے اور تہمد میں جذب ہوتا رہے ۔ حضرت شفاءؓ نے ان دونوں مقدس چیزوں کو اپنی زندگی تک اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ کچھ عرصہ بعد اموی خلیفہ مروان نے ان سے یہ تبرکات لے لئے۔ حضرت عمرؓ فاروق ان کی بہت قدر و منزلت کرتے۔ اپنے عہدِ خلافت میں مختلف مسائل اور امور ملکی میں ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کی بہت تعریف کرتے، فاروقِ اعظمؓ کی نگاہوں میں حضرت شفاءؓ بڑی صائب الرائے اور انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ چنانچہ وہ انہیں بازار کا اہتمام بھی سپرد فرما دیتے تھے اور ان کے مشوروں کو بھی بہت وزن دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے انہیں بلا بھیجا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو اتفاق سے عاتکہؓ بنت اسید ؓ بھی وہاں آ گئیں۔ حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی۔ عاتکہؓ بنت اسیدؓ کی چادر حضرت شفاءؓ کی چادر سے بہتر تھی۔ شفاءؓ نے شکوہ کیا اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہارے ہاتھوں پر مٹی پڑے۔ میں عاتکہؓ سے زیادہ قدیم الاسلام ہوں۔ تمہاری بنت عم بھی ہوں۔ تم نے مجھے خود بلا بھیجا تھا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود تم نے عاتکہؓ کو مجھ سے بہتر چادر دی۔ حالانکہ وہ بن بلائے محض اتفاق سے یہاں آ گئی تھیں۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا۔ ’’واللہ یہ چادر تمہارے ہی لئے تھی لیکن جب عاتکہؓ آ گئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی، کیونکہ یہ نسبت میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہیں۔‘‘ حضرت شفاءؓ خاموش ہو گئیں اور خوش خوش گھر واپس لوٹیں۔

حضرت شفاءؓ کی اولاد میں صرف ایک لڑکے سلیمانؓ اور ایک لڑکی کا پتہ چلتا ہے۔ لڑکی جلیل القدر صحابی حضرت شرجیلؓ بن حسنہؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضور رسول کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ فاروق سے حضرت شفاءؓ نے چند حدیثیں روایت کی ہیں ۔ راویوں میں حضرت سلیمانؓ، ابو سلمہؓ اور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ شامل ہیں۔

حضرت شفاءؓ کی وفات کا حال تاریخوں میں درج نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام رملہ یا سہلہ یا رمیثہ تھا۔ اُمِ سلیم اور اُمِ انس کنیت تھی۔

غمیصاء اور رمیصاء لقب تھا۔ والد کا نام لمحان بن خالد (بن زید بن حرام بن جندب بن عامر) تھا۔ ماں کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی بن زید بن مناۃ تھا۔

رسول کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی حضرت امِ سلیمؓ کی دادی تھیں۔ اس نسبت سے حضرت امِ سلیمؓ رسول کریم ﷺ کی خالہ تھیں۔

آپؓ کی پہلی شادی مالک بن نضر سے ہوئی جو ان کے ہم قبیلہ تھے۔ مشہور صحابی حضرت انسؓ انہیں سے پیدا ہوئے۔ حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے نہایت صالح فطرت عطا کی تھی۔ اس لئے اوائلِ اسلام ہی میں مشرف باسلام ہوگئیں۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لئے حضرت امِ سلیمؓ کا شمار انصار کے سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

حضرت امِ سلیمؓ اپنے بچے انسؓ کو بھی کلمہ پڑھاتی تھیں اور انہیں شعائرِ اسلامی سکھاتی تھیں۔ ان کے خاوند مالک بن نضر بدقسمتی سے نہ صرف اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے بلکہ حضرت امِ سلیمؓ کے اسلام قبول کرنے پر بہت خفا ہوئے اور انہیں اپنے لڑکے انسؓ کو کلمہ پڑھانے سے منع کیا۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو کسی ترغیب و تخویف سے اتر جائے۔ حضرت امِ سلیمؓ نہایت سختی سے اسلام پر قائم رہیں اور اپنے فرزند کو بھی اسی رنگ میں رنگتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان سخت کشیدگی پیدا ہوگئی۔ مالک بن نضر ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہاں ہی فوت ہوگئے (یا ایک روایت کے مطابق کسی دشمن کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔)

حضرت ام سلیمؓ اب بیوہ تھیں اور ان کا لاڈلا بچہ یتیم۔ نکاح کے پیغام آنے شروع ہوگئے لیکن حضرت ام سلیم نے ہر ایک کو یہ جواب دیا کہ جب تک میرا بچہ سن شعور کو نہ پہنچے گا۔ میں کسی

Marfat.com

سے نکاح نہیں کرسکتی۔اس انکار کی وجہ ان کی اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے سعادت مند بچے کو سوتیلے باپ کے ہاتھوں کوئی تکلیف پہنچے۔

جب حضرت انسؓ جوان ہوئے تو ان کے قبیلے کے ایک شخص ابوطلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ابوطلحہؓ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔حضرت ام سلیمؓ نے پہلے شوہر سے ان کے شرک کی وجہ سے علیحدگی گوارا کی تھی وہ کیسے برداشت کرسکتی تھیں کہ ایک دوسرے مشرک سے نکاح کرلیں۔صاف انکار کردیا اور کہا:

''میں تو خدا کے سچے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائی ہوں۔افسوس ہے تم پر کہ پتھر اور لکڑی کے بتوں کو پوجتے ہو جو کسی کو نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتے۔میں رب واحد کی پرستار تم بتوں کے پجاری، میرا تمہارا میل کیسے ہوسکتا ہے۔''

یہ باتیں کچھ ایسے دلنشین انداز میں کہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کے دل میں اتر گئیں۔ کچھ دن غور کرتے رہے اور پھر حضرت ام سلیمؓ کے پاس آکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔

حضرت ابوطلحہ کی مالی حیثیت بہت معمولی تھی لیکن حضرت ام سلیمؓ کو ان کے اسلام قبول کر لینے سے اتنی خوشی ہوئی کہ ان سے کہا:

''میں آپؓ سے نکاح کرنے پر رضامند ہوں، دنیاوی مہر معاف کرتی ہوں اور اپنا مہر تمہارا اسلام مقرر کرتی ہوں۔''

اس کے بعد اپنے فرزند حضرت انسؓ سے فرمایا ''اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح پڑھا دو۔'' چنانچہ حضرت انسؓ نے اپنی والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے پڑھا دیا۔ وہ فرمایا کرتے'' میری والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے عجیب وغریب مہر پر ہوا۔''

حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بعد میں بڑے جلیل القدر صحابی ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے بیعتِ عقبہ میں شرکت کی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سرورِ دوعالم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ کچھ عرصہ بعد جب رسول کریمؐ مدینہ تشریف لائے۔حضرت ام سلیمؓ ان کے شوہر اور فرزند بے حد مسرور ہوئے۔ نبی کریمؐ کا ورودِ مدینہ ان کے لئے یوم عید تھا۔حضرت ام سلیمؓ اپنے فرزند انسؓ کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کی ''انسؓ کو میں حضورؐ

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کرتی ہوں اس کے لئے دعا فرمائیں۔'' حضورؐ نے اظہار خوشنودی فرمایا اور حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت انسؓ نے بڑی تندہی سے رسول کریمؐ کی خدمت کی اور خدام خاص کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ حضورؐ انہیں بہت عزیز جانتے تھے۔

چند دنوں کے بعد رسول کریمؐ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ میں بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت امِ سلیمؓ کے مکان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہاں سید البشر ﷺ اور تمام مہاجرینؓ اور انصارؓ اس مقصدِ عظیم کے لئے جمع ہوئے۔

حضرت ام سلیمؓ بڑی اولوالعزم اور شجاع صحابیہ تھیں۔ رسول کریمؐ ان کی بہت قدر و منزلت فرماتے اور غزوات میں انہیں اور انصار کی چند عورتوں کو ضرور اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جنگِ احد (۳ ہجری) میں حضرت ام سلیمؓ اپنے شوہر ابوطلحہؓ کے ساتھ شریک تھیں۔ جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے۔ اس وقت ابوطلحہؓ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی حفاظت میں سینہ سپر تھے۔ حضرت ام سلیمؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں مشک بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

غزوہ خیبر ۷ ہجری میں بھی حضرت ام سلیمؓ شریک تھیں۔ حسب سابق اس غزوہ میں بھی انہوں نے نہایت مستعدی سے زخمیوں کی خدمت کی۔ جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہؓ بن حی نے رسولِ کریم ﷺ کے نکاح میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا تو حضورؐ نے انہیں حضرت ام سلیمؓ کے سپرد کیا کہ نہلا دھلا کر انہیں دلہن بنائیں کیونکہ جنگ کی صعوبتوں نے حضرت صفیہؓ کو بہت خستہ حال کر دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت ام سلیمؓ جنگ حنین میں شریک ہوئیں۔ یہ بڑے سخت غزوات میں شمار ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو تباہ کر دیں تو اہلِ مکہ کے تمام باغات اور جاگیرات جو طائف میں ہیں، ان کے قبضہ میں آ جائیں گے اور یوں مسلمانوں سے بت شکنی کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور چار ہزار جنگجوؤں کے ہمراہ مکہ کو روانہ ہوئے۔ وادیٔ حنین میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جب رسول کریم ﷺ نے خبر سنی تو ۱۲۰۰۰ مجاہدین کو ساتھ لے کر حنین کی طرف بڑھے۔ اس

Marfat.com

لشکر میں مکہ کے ۲۰۰۰ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے، جن میں نو مسلم بھی تھے اور بت پرست معاہد بھی۔ یہ لوگ لشکر اسلام کے آگے آگے چل رہے تھے۔ ادھر دشمن نے ایک تنگ درہ میں اپنے تیرانداز وں کو مسلمانوں کی گھات میں بٹھا دیا تھا۔ جونہی لشکرِ اسلام کے ہراول دستے ان کی زد میں پہنچے انہوں نے تیروں کی بے پناہ بوچھاڑ کر دی۔ مکہ کے نو مسلمانوں اور معاہدین میں ابھی ثابت قدمی اور جان نثاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ گھبرا کر پیچھے کی طرف بھاگے اور باقی لشکر کو بھی سراسیمہ کر دیا۔

ادھر حملہ آوروں کی فوج نے اپنی پوری قوت سے چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا۔ لشکرِ اسلام میں انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ میدانِ جنگ میں سرورِ کائنات ﷺ کے ہمراہ سو، سوا سو کے قریب جان نثار رہ گئے تھے۔ اس نازک وقت میں حضرت ام سلیمؓ ایک خنجر ہاتھ میں لئے شمعِ نبوت ﷺ پر قربان ہونے کے لئے کمربستہ کھڑی تھیں۔ ان کے جانباز شوہر ابوطلحہ بھی نہایت پامردی کے ساتھ حضور ﷺ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا۔

انـــا الـنـبـی لا کـذب　　　انـا ابـن عـبـدالـمـطـلـب

میں نبی ہوں اس میں مطلق جھوٹ نہیں　میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں

جس جس مسلمان کے کان میں یہ آواز پڑی وہ پلٹ پڑا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کے نام لے لے کر بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سن کر فوراً پلٹے۔ اب حضور ﷺ نے فوج کو از سرِ نو مرتب کیا اور انصار و مہاجرین کو آگے بڑھا کر کفار پر ایک زبردست حملہ کیا۔ وہ بھی بڑی جرأت سے لڑے لیکن بالآخر دو حصوں میں منتشر ہو کر طائف اور اوطاس کی طرف بھاگ گئے۔ بعد میں حضور ﷺ سے رحم کے طالب ہوئے اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ حضرت ام سلیمؓ ہاتھ میں خنجر لئے کھڑی تھیں۔ ان کے شوہر ابوطلحہؓ نے حضور کو بتایا ''ام سلیمؓ خنجر ہاتھ میں لئے کھڑی ہیں۔'' حضورؐ نے ام سلیمؓ سے پوچھا خنجر کیا کرو گی؟ ام سلیمؓ نے جواب دیا ''یا رسول اللہ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ حضور ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے۔ اس بعد حضرت ام سلیمؓ نے حضورؐ سے عرض کی ''یا رسول اللہ مکہ کے جو لوگ آج میدانِ جنگ سے بھاگے ہیں انہیں قتل کر دیں۔''

Marfat.com

سرورِ عالمؐ نے فرمایا۔ ''خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔''

ابوطلحہؓ کے صلب سے حضرت ام سلیمؓ کا ایک فرزند تھا جس کا نام ابو عمیرؓ تھا۔ ایک دن حضورؐ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ ننھے عمیرؓ کا چہرہ کچھ اترا ہوا تھا۔ آپؐ نے ام سلیم سے پوچھا ''کیا بات ہے آج ابو عمیرؓ کچھ سست ہے۔'' حضرت ام سلیم نے کہا ''یا رسول اللہؐ ابو عمیرؓ کی چڑیا (نفیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا، آج مرگئی ہے اسی لئے وہ غمگین ہے۔''

حضورؐ نے ابو عمیرؓ کو اپنے پاس بلایا اور اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر رکھ کر پوچھا

یا ابا عمیر ما فعل النفیر

اے ابو عمیر تیری نفیر (چڑیا) کیا ہوئی۔

ابو عمرؓ جواب میں ہنس دیا اور پھر کھیل کود میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت سے رسول کریمؐ کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

چند دنوں کے بعد ابو عمیرؓ نے کمسنی ہی میں وفات پائی۔ ابوطلحہؓ اس وقت گھر سے باہر تھے۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے لاڈلے لختِ جگر کی رحلت پر کمال صبر و استقلال سے کام لیا۔ خاموشی سے اس کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو منع کیا کہ ابوطلحہؓ کو ابو عمیرؓ کی موت کی خبر دیں۔ رات کو حضرت ابوطلحہؓ گھر تشریف لائے۔ ام سلیمؓ نے انہیں کھانا کھلایا۔ جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر تم کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کر دو گے یا اس کا واپس لیا جانا تمہیں ناگوار گزرے گا۔''

حضرت ابوطلحہؓ نے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں۔''

بولیں۔ ''تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لیا۔ اب تمہیں اس کی طرف سے صبر کرنا چاہیئے۔''

حضرت ابوطلحہؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان سے کہا کہ ''تم نے پہلے کیوں نہ بتلایا۔''

بولیں ''تاکہ اطمینان سے کھانا کھالو''

صبح اٹھ کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

Marfat.com

حضورؐ نے ام سلیمؓ کے شیوۂ صبر و رضا پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور دعا فرمائی ’’اللہ تعالیٰ تمہیں اور ام سلیمؓ کو ابو عمیرؓ کا نعم البدل عطا فرمائے۔‘‘

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابوطلحہؓ اور امِ سلیمؓ کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام عبداللہؓ رکھا گیا۔ ان کی تربیت حضورؐ ہی کے زیر سایہ ہوئی۔

حضور رسول کریم ﷺ ام سلیمؓ کے ہاں اکثر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو آرام فرماتے۔ جب بستر سے اٹھتے تو حضرت ام سلیمؓ حضورؐ کے پسینہ مبارک اور ٹوٹے ہوئے موئے مبارک ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں۔ حضورؐ سے آپؓ کو بے پناہ عقیدت تھی۔ ایک دفعہ فراغت حج کے بعد حضورؐ نے مقام منا میں موئے مبارک ترشوائے۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے شوہر حضرت ابو طلحہؓ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ام سلیمؓ نے موئے مبارک کو ایک شیشی میں بند کر کے خیر و برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

ایک بار سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ کے مشکیزے سے اپنا دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ حضرت ام سلیمؓ اٹھیں اور مشکیزہ کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ کے مبارک ہونٹ اس سے مس ہوئے ہیں۔

اگر کبھی حضور ﷺ کو ام سلیم کے گھر میں نماز کا وقت آ جاتا تو وہاں ہی چٹائی پر نماز ادا فرما لیتے۔ اپنی جان نثاری اور عقیدت کی بناء پر حضرت ام سلیمؓ رسول کریمؐ کی نظروں میں بھی بے حد محترم تھیں۔ ازواج مطہرات کے علاوہ عورتوں میں صرف انہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ سید البشرؐ خود چل کر ان کے گھر تشریف لاتے۔ حضورؐ فرمایا کرتے مجھے ام سلیمؓ پر رحم آتا ہے اس کے بھائی (حرامؓ) نے میری حمایت میں شہادت پائی ہے۔

ایک دفعہ ابوطلحہؓ گھر تشریف لائے اور حضرت ام سلیمؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، کچھ کھانا بھیج دو۔ آپؓ نے چند روٹیاں اپنے فرزند حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں اور کہا اسی وقت جا کر اپنے آقاؐ کو کھانا کھلاؤ۔ جب حضرت انسؓ مسجد میں پہنچے تو وہاں رسولِ کریمؐ کے گرد بہت سے صحابہؓ کا مجمع تھا۔ حضورؐ نے حضرت انسؓ سے پوچھا۔ ’’ابوطلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے؟‘‘

عرض کی ’’بے شک یا رسول اللہ ﷺ‘‘ پھر پوچھا ’’کھانے کے لئے؟‘‘ انہوں نے کہا ’’جی ہاں‘‘۔

Marfat.com

حضورؐ سب صحابہؓ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ کو فکر ہوئی کہ اتنے نفوس کے لئے کھانا کافی نہ ہوگا۔ حضرت ام سلیمؓ سے کہا، اب کیا تدبیر کی جائے کہ یہ سارے اصحاب کھانا کھا سکیں۔ حضرت ام سلیمؓ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ یہ باتیں خدا اور خدا کا رسولؐ بہتر سمجھتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت کھانا موجود تھا آپؓ نے رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ حضورؐ حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں کھجوریں اور مکھن پیش کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ''میں روزے سے ہوں۔'' کچھ دیر بعد حضورؐ نے نماز نفل پڑھی اور ام سلیمؓ کے گھرانے کے لئے دعا مانگی۔ حضرت ام سلیمؓ نے عرض کی ''یارسول اللہؐ مجھے اپنے فرزند انسؓ سے جو حضورؐ کا خدمت گار ہے بہت محبت ہے۔ اس کے لئے خاص طور پر دعا فرمایئے۔''

رحمت نبویؐ جوش پر تھی۔ حضورؐ نے نہایت توجہ کے ساتھ حضرت انسؓ کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔ اس دعائے مبارک کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انسؓ تمام انصار میں سب سے زیادہ متمول ہو گئے۔ نہایت طویل عمر پائی اور کثیر الاولاد ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھے کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے تو لوگوں نے کہا۔ ''غمیصاؓ'' بنت لحان ہیں (صحیح مسلم) گویا حضور ﷺ نے ام سلیمؓ کو خود جنت کی بشارت دی۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت انسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زید بن ثابتؓ اور عمرو بن عاصمؓ نے چند احادیث روایت کی ہیں۔ لوگ اکثر ان سے مسائل دریافت کرتے اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔

سنِ وفات کے متعلق تاریخیں خاموش ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام نسیبہ تھا۔ام عطیہؓ کنیت تھی۔باپ کا نام حارث تھا جو انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؓ ان خوش نصیب ہستیوں میں سے تھیں جنہیں اوائل اسلام میں ہی خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔چنانچہ آپؓ نے ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔

جب رسولِ کریمؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ جوق در جوق اسلام قبول کر کے حضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنے لگے۔کئی انصاری خواتین جن میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔حضورؐ سے بیعت سے مشرف ہونا چاہتی تھیں۔چونکہ رسول اکرمؐ غیر عورتوں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ مس نہیں فرماتے تھے۔آپؐ نے بیعت کی خواہش مند عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کی ہدایت فرمائی اور حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں۔

۱۔کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں گی۔
۲۔اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔
۳۔چوری نہ کریں گی۔
۴۔زنا سے بچیں گی۔
۵۔کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گی۔
۶۔اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔

حضرت عمرؓ اس مکان پر تشریف لائے جہاں تمام خواتین جمع تھیں اور دروازے پر کھڑے ہو کر بیعت کی شرائط بیان کیں۔تمام خواتین نے اپنے ہاتھ باہر نکالے اور یوں حضرت عمرؓ فاروق کی وساطت سے رسول کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہوگئیں۔بیعت کے بعد حضرت امِ عطیہؓ نے عمر فاروقؓ سے پوچھا:

''اے عمرؓ! اچھی باتوں سے انکار نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟''

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا ''نوحہ اور بین نہ کرنا''

Marfat.com

سرورِ کائنات حضرت امِ عطیہؓ پر بہت شفقت اور اعتماد فرماتے تھے۔ آپؓ ان چند خواتین میں سے تھیں جنہیں حضورؐ غزوات میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت ام عطیہؓ سات غزوات میں شریک ہوئیں۔ آپؓ مجاہدین کے لئے کھانا پکاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اگر لشکرِ اسلام میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو نہایت تندہی سے اس کی تیمارداری کرتی تھیں۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ نے از راہ شفقت ام عطیہؓ کو صدقہ کی ایک بکری بھیجی۔ آپؓ نے اسے ذبح کر کے تقسیم کیا تو گوشت کا کچھ حصہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں بھی بھیجا۔ حضورؐ اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کھانا مانگا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی "یارسول اللہؐ اور تو کوئی چیز گھر میں موجود نہیں البتہ آپؐ نے نسیبہ کو جو بکری عطا کی تھی اس کا گوشت رکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "لاؤ! کیونکہ وہ حقدار کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

حضرت ام عطیہؓ رسول کریمؐ کے احکام کی پوری تعمیل کرتی تھیں اور کوئی کام حضور رسول اللہ کی اجازت کے بغیر نہ کرتی تھیں۔ اسی' تابعتِ رسول کی وجہ سے صحابیاتؓ میں ان کا درجہ مانا جاتا ہے۔

۸ ہجری میں رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو حضرت ام عطیہؓ نے چند عورتوں کے ساتھ انہیں آخری غسل دیا۔ رسول کریمؐ نے ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔ چنانچہ غسل میت کے بارے میں ان کی حدیث بہت معتبر مانی جاتی ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ و تابعینؒ ان سے غسل میت کی ترکیب و مسائل کے بارے میں سند لیتے تھے۔

حضرت ام عطیہؓ کی زندگی کی زیادہ تفصیلات تاریخوں میں درج نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی وفات کا حال کہیں لکھا ہے۔ البتہ اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ میں زندہ تھیں۔ ان کا ایک لڑکا جہاد پر گیا ہوا تھا وہاں بیمار ہو گیا اور علاج کی غرض سے بصرہ بھیج دیا گیا۔ حضرت ام عطیہؓ کو اطلاع ملی تو اسی وقت مدینہ منورہ سے عازم بصرہ ہوئیں لیکن قدرت کو منظور نہ تھا کہ لختِ جگر سے ان کی ملاقات ہو۔ جب وہ بصرہ پہنچیں تو وہ عالم ابدی کو رخصت ہو چکا تھا۔ آپؓ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔ یہاں آپؓ بنو خلف کے قصر میں ٹھہریں اور پھر ساری زندگی بصرہ ہی میں گزار دی۔ فرزند کی موت کے چوتھے دن آپؓ نے خوشبو منگا کر ملی اور فرمایا" شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے (خواہ وہ حقیقی فرزند ہو) تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔"

حضرت ام عطیہؓ سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔ انہیں حضرت انسؓ، ام شراحیلؓ، ابن عمیرؒ، ابن سیرینؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام عاتکہ تھا اور کنیت امِ معبد تھی۔ باپ کا نام خالد بن خلیف تھا جو بنی خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی تمیم بن عبدالعزی بن متقذ سے ہوا۔

آپؓ کا قیام مکہ سے مدینہ کے راستہ پر ایک مقام قدید میں تھا جو ایک صحرائی جگہ تھی۔

اُمِ معبد رضی اللہ عنہا عربوں کی روایتی مہمان نوازی سے خاص طور پر متصف تھیں۔ آتے جاتے مسافران کے خیمہ پر آرام کے لئے ٹھہرتے۔ وہ انہیں پانی پلاتیں اور حسب مقدور خدمت کرتیں۔

رسولِ کریمؐ ہجرت کے موقع پر جب غارِ ثور سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو راستے میں امِ معبدؓ کے خیمہ پر گزر ہوا۔ حضورؐ نے ام معبدؓ سے پوچھا ''بہن تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟''

حضرت ام معبدؓ نے جواب دیا ''اس وقت اور تو کچھ موجود نہیں۔ یہ ایک بکری حاضر ہے۔ تھوڑا سا دودھ دیتی ہے جو حضورؐ کے لئے کافی نہ ہوگا، چاہیں تو اسے ذبح کر لیں۔''

حضورؐ نے فرمایا ''اگر اجازت ہو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔''

حضرت ام معبدؓ نے عرض کی ''بصد شوق''۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر بکری کے تھنوں کو چھوا اور برتن لے کر دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بکری کے دودھ میں اتنی افراط دی کہ برتن فوراً لبالب بھر گیا۔ یہ دودھ رسول کریمؐ اور حضورؐ کے رفیقوں (حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے غلام اور حضرت عبداللہ بن اریقطؓ) نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی حضورؐ اور ان کے رفقاء نے پیا۔ پھر تیسری بار بکری کو دوہا گیا اور برتن بھر گیا۔ یہ دودھ حضورؐ نے ام معبدؓ کے لئے چھوڑ دیا

Marfat.com

اور آگے روانہ ہوئے۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس بکری کا دودھ رسول کریمؐ نے دوہا۔ وہ بکری حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہد خلافت تک ہمارے پاس رہی۔ ہم صبح شام اس کا دودھ دوہتے تھے اور اپنی ضرورتیں بخوبی پوری کرتے تھے۔

حضور نبی کریمؐ کے تشریف لے جانے کے بعد اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بیوی سے پوچھا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ایک بابرکت نورانی صورت بزرگ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے بکری کو دوہا۔ خود بھی اپنے ہمراہیوں سمیت سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ دودھ ہمارے لئے بھی چھوڑ گئے۔

ان دنوں نبی کریمؐ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ مکہ عرب کا مرکزی شہر تھا۔ عرب کے کونے کونے سے لوگ یہاں حج اور دوسرے کاروبار کے سلسلے میں آتے رہتے تھے۔ جب وہ اپنے قبائل میں واپس جاتے تو لوگوں کو بتاتے کہ قریش میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے خدا ایک ہے اسی کی پرستش کرو۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور جوا، چوری، زنا اور دوسری برائیوں سے باز آؤ۔ چنانچہ ان قبائل میں رسول کریمؐ "صاحب قریش" کے نام سے معروف ہو چکے تھے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے شوہر کے کانوں میں بھی پیغامِ رسالت کی بھنک پڑ چکی تھی۔ جب اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے اسے دودھ کا واقعہ سنایا تو وہ بولا۔ یہ مسافر تو وہی "صاحبِ قریش" ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ذرا تم اس کا حلیہ تو بیان کرو۔"

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے بے ساختہ سید البشر ﷺ کا جو حلیہ مبارک بیان کیا تاریخ نے اسے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ آپؓ نے کہا:

> "پاکیزہ صورت، کتابی چہرہ، خوش خلق، نہ توند نکلی ہوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، حسین و جمیل آنکھیں، موٹی اور سیاہ، بال گھنے اور لمبے، آواز میں بھاری پن، سیدھی گردن، آنکھ کی پتلی روشن، سرمگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، باوقار خاموش۔ تکلم دلنشیں۔ دور سے دیکھنے میں سجیلے اور دل ربا، قریب سے نہایت شیریں و خوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی بیشی الفاظ سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی (یعنی مسلسل مربوط اور برمحل) میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر

Marfat.com

نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی شاخِ تازہ، زیبیدہ منظر عالی قدر، رفقاء ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے لپکتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ ادھوری بات کرنے والا اور نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والا۔''

یہ صفات سن کر اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند بولا ''یہ ضرور صاحبِ قریش ہے اور میں اس سے ضرور جا کر ملوں گا۔''

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام کے متعلق دو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے کان میں ''صاحبِ قریش'' کی بھنک پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ چنانچہ جب پہلے پہل ان کی نظر رسولِ اکرم ﷺ کے رُخِ انور پر پڑی تو ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ وہی ''صاحبِ قریش'' ہیں توحید کے علمبردار ہیں اور نیکی و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

بکری کا واقعہ دیکھ کر تو انہیں قطعی یقین ہو گیا کہ میرا مہمان معمولی مسافر نہیں بلکہ وہ جلیل القدر ہستی ہے جس کے لئے ابراہیم خلیل اللہ نے دعا مانگی تھی اور مسیح ابن مریم نے جس کی آمد کی خوشخبری سنائی تھی۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اسی وقت صدقِ دل سے مسلمان ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد اُمِ معبد رضی اللہ عنہا مدینہ پہنچیں اور مشرف باسلام ہو کر حضور ﷺ کی بیعت سے سرفراز ہوئیں۔

حضور رسولِ کریم ﷺ کے قیام قدید کے متعلق ایک اور روایت ہے کہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کی ایک بکری کے حضورؐ نے تھن چھوئے اور اس کے دودھ میں برکت کی دعا مانگی۔ اس کے علاوہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے ایک دوسری بکری ذبح کی اور رسولِ کریمؐ اور ان کے ساتھیوں کو کھانا کھلایا۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کی زندگی کی دیگر تفصیلات تاریخوں میں نہیں ملتیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا

آپؓ کے نام کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ آپؓ اُمِ رومانؓ سے ہی مشہور ہیں۔

والد کا نام عامر بن عویمر (بن عبد شمس) تھا جو بنو کنانہ کے خاندان فراس میں سے تھے۔

آپؓ کا پہلا نکاح عبداللہ بن حارث سے ہوا اور انہیں کے ساتھ مکہ آ کر سکونت پذیر ہوئیں۔ عبداللہ کے صلب سے آپؓ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن حارث نے وفات پائی۔ چونکہ عبداللہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حلیف بن گئے تھے۔ اس لئے ان کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ام رومانؓ سے خود نکاح کر لیا۔ جنابِ ابوبکر صدیقؓ کے صلب سے اِمِ رومانؓ کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے جو تاریخِ اسلام کی نہایت درخشندہ ہستیاں ہیں۔

جب سرورِ کائناتؐ نے تبلیغِ اسلام کا آغاز فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (بڑوں میں سے سب سے پہلے) صدائے رسالتؐ پر لبیک کہی اور ان کے ساتھ حضرت اِمِ رومان رضی اللہ عنہا بھی مشرف باسلام ہو کر سابقون الاولون میں شمار ہوئیں۔

ہجرت: ۱۲ نبویؐ میں رسول کریمؐ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی حضورؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو اللہ کے بھروسے پر دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا۔

جب مدینہ پہنچ کر کچھ اطمینان ہوا تو رسولِ کریمؐ نے حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت ابورافعؓ کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ان کے ساتھ حضرت عبداللہؓ بن اریقط کو دو تین اونٹ اور زادِ راہ دے کر مکہ بھیجا اور اپنے فرزند عبداللہؓ کو کہلا بھیجا کہ ام رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو اپنے ہمراہ مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ حضرت اِمِ رومانؓ، حضرت اسماءؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن ابوبکرؓ کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوئیں۔ جس وقت یہ

Marfat.com

قافلہ منیٰ پہنچا تو جس اونٹ پر حضرت امِ رومانؓ اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں بھاگ نکلا۔ حضرت امِ رومانؓ بہت مضطرب ہوئیں اور واویلا کرنے لگیں۔ خدا نے رحم کیا کہ اونٹ پکڑا گیا اور حضرت امِ رومانؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تکلیف نہ پہنچی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت امِ رومانؓ اپنے عزیزوں کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں اتریں جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔

۶ ہجری میں افک کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین مدینہ کی سازش سے ناپاک تہمت لگائی گئی۔ جس میں بعض سادہ دل مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ اس کا مفصل ذکر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات میں آ چکا ہے۔ واقعہ کی صورت کچھ ایسی تھی کہ رسولِ اکرمؐ کی طبیعت مبارک بھی پُر ملال ہو گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے اپنے آقا کا ملال قیامت سے کم نہ تھا۔ دکھیا بیٹیوں کی پناہ گاہ دامانِ مادر ہی ہوتی ہے۔ حضورؐ سے اجازت لے کر گرتی پڑتی اپنے والدین کے گھر تشریف لائیں۔ یہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اوپر کی منزل میں تھے۔ حضرت امِ رومانؓ نیچے بیٹھی تھیں۔ بٹی کو اس حالت میں آتے دیکھ کر پوچھا ''میری بچی خیر تو ہے کیسے آئیں؟'' حضرت عائشہؓ نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت امِ رومانؓ ماں تھیں دکھ تو انہیں بھی بہت ہوا لیکن حضرت عائشہؓ کا دل رکھنے کے لئے کہا:

''بٹی گھبراؤ نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اسے شوہر کی نظروں سے گرانے کے لئے سوتیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔''

حضرت عائشہؓ کے دل پر بنی ہوئی تھی۔ انہیں ماں کے جواب سے تسکین نہ ہوئی اور فرطِ الم سے ان کی چیخ نکل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی بچی کی چیخ سن کر بالا خانے سے نیچے اترے۔ واقعہ سنا۔ رقیق القلب تو تھے ہی خود بھی رونے لگے۔ جب ذرا قرار آیا تو حضرت عائشہؓ سے کہا ''بٹی تم اپنے گھر جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔''

جب وہ چلی گئیں تو صدیق اکبرؓ حضرت امِ رومانؓ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچے۔ ام المؤمنین رنج والم کی شدت سے بخار میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ حضرت امِ رومانؓ نے انہیں اپنی گود میں لٹالیا۔

Marfat.com

نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد رسول کریمؐ گھر تشریف لائے اور فرمایا:

''عائشہؓ! اگر واقعی تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو خدا سے توبہ کرو۔''

حضرت عائشہؓ نے ماں باپ کی طرف دیکھا اور کہا آپؓ لوگ جواب دیں، لیکن وہ دونوں رحمتِ دو عالمؐ کے سچے شیدائی تھے۔ اپنے آقا کو پر ملال دیکھ کر اپنی بیٹیؓ کی حمایت کیسے کر سکتے تھے۔ کہنے لگے۔ ''ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔'' اب حضرت عائشہؓ صدیقہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ میں بالکل بے گناہ ہوں۔''

جب حضورؐ پر وحی نازل ہوئی جس میں قطعی طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت کر دی گئی تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا دل باغ باغ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا ''بیٹی اٹھو اور اپنے آقاؐ کے قدم لو۔''

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ''اماں جان نہ میں ان کی ممنون ہوں نہ اپنے والدین کی۔ میں صرف اپنے اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میری بے گناہی کی شہادت دی۔''

اسی سال کے آخر میں ایک یادگار واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اصحابِ صفہ میں سے تین بزرگوں کو اپنے گھر بطورِ مہمان لائے۔ پھر نبی اکرمؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ زیادہ دیر ہو گئی۔ جب گھر لوٹے تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا ''مہمانوں کو چھوڑ کر آپؓ کہاں چلے گئے تھے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا ''میں اپنے آقا و مولاؐ کی خدمت میں تھا تم مہمانوں کو کھانا کھلا دیتیں۔''

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''میں نے انہیں کھانا بھجوایا تھا لیکن ان لوگوں نے نہیں کھایا۔'' اب حضرت صدیق اکبرؓ خود کھانا لے کر گئے اور تینوں بزرگوں کو کھلایا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ تقریباً تین گنا کھانا برتنوں میں موجود رہا اور مہمان سیر ہو گئے۔ چنانچہ یہ سب کھانا اٹھوا کر رسولِ کریمؐ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رحمتِ دو عالمؐ نے خود ان کو قبر میں اتارا اور فرمایا ''جو شخص عورتوں میں حورعین کو دیکھنا چاہے وہ امِ رومانؓ کو دیکھے۔''

اس کے بعد حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام برکہ اور کنیت اُمِ ایمن تھی۔
والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ جو حبش کے رہنے والے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا رسولِ کریم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں۔ جب انہوں نے وفات پائی تو حضورؐ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ان کی پرداخت اور پرورش کا شرف حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا ہی کو حاصل ہوا۔

جب رسول کریم ﷺ جوان ہوئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا وراثتاً حضورؐ کے حصہ میں آئیں۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح عبیدؓ بن زید سے ہوا، جو رسول اللہؐ کے صحابی تھے۔ حضرت عبیدؓ نے نہایت جانبازی سے لڑ کر جنگ حنین میں شہادت پائی۔ ان کے بعد رسول مقبولؐ نے حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے محبوب آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ سے پڑھا دیا۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلے ہجرت کر کے حبش گئیں۔ پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔

مدینہ پہنچ کر حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے جنگ احد اور جنگِ خیبر میں شرکت کی۔ وہ ان چند خواتین میں تھیں جنہیں ان غزوات میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی تیمار داری کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپؓ کے صاحبزادے ایمن بن عبیدؓ نے جنگ خیبر میں شرفِ شہادت حاصل کیا تو آپؓ نے نہایت صبر وضبط سے کام لیا۔

حضور رسول کریم ﷺ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کی نہایت عزت و تعظیم کرتے تھے اور

Marfat.com

فرماتے تھے ''اُم ایمنؓ میری ماں ہیں'' حضورؐ انہیں امّی کہہ کر خطاب فرماتے اور ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے **هذه بقية اهل بيتي**۔

جب ان کے پہلے خاوند عبیدؓ بن زید نے وفات پائی تو حضورﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے وہ ام ایمنؓ سے نکاح کرے۔''

ایک دفعہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضورؐ سے عرض کی ''یا رسول اللہؐ مجھے سوار کر دیجیے'' حضورؐ نے فرمایا ''تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کر دوں۔'' حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا یہ مزاحِ لطیف نہ سمجھ سکیں کہا ''یا رسول اللہؐ اونٹ کا بچہ میرا بوجھ نہ سہار سکے گا اور میں اونٹ کا بچہ تو نہیں مانگتی۔''

حضورؐ نے متبسم ہو کر فرمایا ''میں تو تمہیں اونٹ کے بچہ ہی پر بٹھاؤں گا۔''

حضرت اُمِ ایمنؓ نے خیر البشر کی پرورش کی تھی۔ اس لئے انہیں حضورؐ پر بہت ناز تھا۔ رسولِ کریمؐ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے شربت پیش کیا۔ حضورؐ نے کسی وجہ سے نہ پیا تو بہت ناراض ہوئیں۔

حضور رسولِ اکرمؐ کے پاس انصارِ مدینہ کے دیئے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر غلبہ حاصل ہوا تو حضورؐ نے انصارؓ کو اپنے نخلستان واپس کرنا شروع کئے۔ ان میں سے کچھ باغات حضرت انسؓ بن مالک کے بھی تھے جو حضورؐ نے ام ایمنؓ کو عطا کئے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے یہ باغات حضرت انسؓ کو واپس لوٹائے اور وہ ان کا قبضہ لینے آئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے ان کے دینے میں تأمل کیا۔ حضورؐ کو اطلاع ملی تو انہوںؐ نے ان باغات سے دس گنا زیادہ عطا فرما کر حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو راضی کر دیا۔

جب رسول کریمﷺ نے وفات پائی تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا۔ وفورِ الم سے نڈھال ہو گئیں۔ بے اختیار روتی تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ فاروق تشریف لائے۔ انہیں تسلی دی اور فرمایا ''رسولِ اکرمؐ کے لئے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔'' حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''یہ تو مجھے معلوم ہے۔ روتی میں اس لئے ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔'' یہ جواب سن کر حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔

جب فاروقِ اعظمؓ شہید ہوئے تو حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بہت روئیں اور فرمایا ''

Marfat.com

اَلْیَوْمَ وَهَنَ الْاِسْلَامُ'' آج اسلام کمزور پڑ گیا۔

حضرت انسؓ بن مالک، حنش ابنِ عبداللہؓ اور ابو یزید مدنی نے حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر سے ایمنؓ، دوسرے سے اسامہؓ۔ دونوں صحابیؓ تھے۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ نے جنگ خیبر میں شہادت پائی۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ نے بڑا درجہ حاصل کیا۔ حضور ﷺ ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد

آپؓ کا نام فاطمہ تھا۔ والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔

رسولِ کریم ﷺ کے جد حضرت عبد المطلب کی بھتیجی تھیں۔

رسولِ کریم ﷺ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؓ سے نکاح ہوا۔ انہیں سے شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے۔ گویا آپؓ خیر البشر ﷺ کی حقیقی چچی اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرؓ کی خوشدامن تھیں۔

آپؓ پہلی ہاشمی عورت تھیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔

جب رسولِ اکرمؐ نے تبلیغِ حق کا آغاز فرمایا تو بنی ہاشم نے ان کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے بھی فوراً حق کی آواز پر لبیک کہی اور سابقون اولون میں شمار ہوئیں۔

ان کے فرزند حیدرِ کرارؓ رسول اللہؐ کے دست و بازو بنے اور شوہر جاں نثار سرپرست، بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب آخر دم تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تأمل ہے جس شخص نے نہایت نامساعد حالات میں بھی اپنے یتیم بھتیجے کی سرپرستی سے ہاتھ نہ اٹھایا جس کے صلب سے حیدرِ کرارؓ جیسا فرزند پیدا ہوا اور جس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد جیسی جلیل القدر رفیقۂ حیات ملیں، وہ مشرک کیسے رہ سکتا تھا؟ حضرت ابو طالبؓ نے جس بے لوثی اور وفاداری کے ساتھ آخرِ دم تک حضورؐ کی سرپرستی کی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صالح فطرت عطا کی تھی۔ بھلا ایسا نیک نہاد اور نیک فطرت انسان نعمتِ اسلام سے کیسے محروم رہ سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض مصالح کے پیشِ نظر انہوں نے اپنا آبائی مذہب اعلانیہ ترک نہ کیا۔ پھر بھی اکثر مؤرخین متفق ہیں کہ اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت ابو طالبؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

جب حضرت ابو طالبؓ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی فرماتی رہیں۔ رسول کریمؐ نے ان کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی۔

" لم یکن احدبعد ابی طالب ابربی منهما "

ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا۔

جب عام مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ملا تو آپؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔ یہاں آپؓ کے فرزند جنابِ علی مرتضیٰؓ کا رسول اللہ کی لختِ جگر زہرا بتولؓ سے نکاح ہوا۔ اس موقع پر زوجِ بتولؓ نے اپنی والدہ فاطمہ ﷺ بنت اسد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپؓ کی مدد کریں گی۔''

رسول کریمؐ اکثر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد سے ملنے آتے اور ان کے گھر آرام فرماتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے مدینہ منورہ میں رسولِ کریمؐ کی حیات مبارک میں ہی وفات پائی۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن دیا اور تدفین سے پہلے قبر میں ز کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ ''ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے مہربانی نہیں کی۔ میں نے ان کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی کہ جنت میں بہشتی لباس ان کو پہنایا جائے اور قبر میں لیٹ گیا تا کہ شدائد قبر میں آسانی ہو۔''

آپؓ کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں۔ طالبؓ، عقیلؓ، جعفر طیارؓ، علی کرم اللہ وجہہ، اُمِ ہانیؓ، جمانہؓ اور ربطہؓ۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا اسمِ گرامی نسیبہؓ تھا لیکن تاریخ میں اپنی کنیت ''اُمِ عمارہ'' ہی سے مشہور ہیں۔ انصاریہ تھیں اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔

ہجرتِ نبویؐ سے تقریباً ۴۰ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

آپؓ کی شادی اپنے ابنِ عم زید بن عاصم سے ہوئی۔ ان سے دولڑکے عبداللہؓ اور حبیبؓ پیدا ہوئے۔ زید کی وفات کے بعد آپؓ کا نکاح عربہ بن عمرو سے ہوا۔ ان سے بھی دو بچے پیدا ہوئے۔

جب رسول کریم ﷺ نے ظلمتِ عرب کو نورِ اسلام سے منور کرنے کا آغاز کیا تو کفار نے ان کے راستے میں مشکلات و مصائب کے پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ بالخصوص اہل مکہ نے تو صدائے حق کو دبانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن کفار کی ان کوششوں کے باوجود سرورِ کائنات کا آوازۂ حق دور و نزدیک پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے اکثر باشندوں نے بڑی صالح فطرت پائی تھی۔ جب وہاں یہ خبر پہنچی کہ مکہ کے قبیلہ قریش کے معزز ترین خاندان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کی راست گوئی، دیانت داری اور پاکبازی کا دوست دشمن سب کو اعتراف ہے۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور اللہ کا سچا رسولؐ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ نیک فطرت مدنیوں کے قلوب متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ ۱۱ ہجری نبوت میں حضورؐ کے ارشادات سن کر مدینہ کے ۶ آدمیوں کے سینے نورِ اسلام سے جگمگا اٹھے۔ انہوں نے خود بھی اسلام قبول کر لیا اور دوسرے لوگوں میں بھی تبلیغ شروع کر دی۔ دوسرے سال ۶ اور نیک بندے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان ۱۲ سعید روحوں کے ساتھ حضرت مُصعبؓ بن عمیر کو مدینہ روانہ کیا تاکہ وہاں تبلیغ حق کا فریضہ پوری تندہی سے انجام دیں۔ حضرت مُصعبؓ بن عمیر اور ۱۲ مدنی مسلمانوں کی پُرخلوص کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے لوگ بڑی تیزی سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ پہلے پہل جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں خاندان نجار بھی

Marfat.com

تھا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اسی خاندان کی ایک رکن تھیں ۔ اس لئے انہیں سابقون الاوّلون میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سن ۱۳ نبوتؐ میں ۷۳ مرد اور عورتیں مدینہ سے حضورؐ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور حج کے تین دن بعد ایک پہاڑی کی گھاٹی (عقبہ) کے نیچے نبی اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان دو عورتوں میں ایک منیع اور دوسری اُمِ عمارہؓ تھیں۔ اُمِ عمارہؓ کے شوہر عربہؓ بن عمرو بھی اس مقدس قافلہ میں شامل تھے۔ رسولِ کریمؐ نے ان لوگوں کو اللہ کا پیغام اپنے مخصوص انداز میں سنایا۔ جوں جوں یہ لوگ ارشاداتِ رسولؐ سنتے تھے۔ انہیں محسوس ہوتا تھا کہ مسرت اور اطمینان کا ایک سیلاب ہے جو انہیں بہائے لئے جا رہا ہے۔ سب نے نہایت خلوص کے ساتھ رسول کریمؐ سے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمارے شہر میں تشریف لے چلیں تا کہ سب لوگ نورِ رسالتؐ سے پوری طرح مستفیض ہوں۔''

حضورؐ نے پوچھا ''جب تمہارے شہر میں جا بسوں تو کیا تم لوگ اپنی جان و مال اور اولاد کے ساتھ میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔''

اہلِ مدینہ نے جواب دیا ''یا رسولؐ اللہ ہمیں اس کا اجر کیا ملے گا؟''

حضورؐ نے فرمایا ''خلدِ بریں''

اب اہلِ مدینہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمیں کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔''

حضورؐ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔ میرا جینا اور میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔''

اتنا سنتے ہی یہ عاشقانِ نبیؐ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے۔ سب نے سرورِ کائنات ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ اگر حضور ﷺ مدینہ تشریف لے چلیں تو ہم اپنی جان و مال اور اولاد سب کچھ راہِ حق میں قربان کر دیں گے۔''

اسی عہد پر حضورؐ نے اُمِ منیعؓ اور اُمِ عمارہؓ سے بھی بیعت لی۔ اگر چہ ان سے ہاتھ نہیں ملایا، کیونکہ رسالت مآبؐ خواتین سے ہاتھ ملانے سے اجتناب فرماتے اور ان کا زبانی عہد ہی بیعت کے لئے کافی سمجھتے۔

ہجرتِ نبویؐ کے تیسرے سال مسلمانوں کو احد کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ بھی اپنے نامدار شوہرؓ اور دو بیٹوں عبداللہؓ اور حبیبؓ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں۔ جب تک

Marfat.com

مسلمان فتح یاب رہے، آپؓ مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر مجاہدینِ اسلام کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ جب چند مسلمانوں کی ایک نادانستہ غلطی کی وجہ سے مجاہدین انتشار کا شکار ہو گئے۔ اس وقت رسولِ کریم ﷺ گنتی کے چند مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عظیم جمعیت کے مقابلہ پر میدان میں رہ گئے۔ سرورِ کائناتؐ کے ان مقدس جاں نثاروں میں حضرت اُمِ عمارہؓ نے شمع رسالتؐ پر فدا ہونے کا تہیہ کر لیا۔ انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور خیر البشرؐ کے لئے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار بھی اس دن شمعِ رسالتؐ بجھانے پر تلے ہوئے تھے۔ بار بار یورش کر کے حضور ﷺ کی طرف بڑھتے۔ حضرت اُمِ عمارہؓ پہلے تو انہیں چند نفوس قدسی کے ہمراہ تیر اور تلوار سے روکتیں۔ جب کوئی سوار قریب آ کر حملہ آور ہوتا تو اس کا وار اپنی ڈھال پر روکتیں اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر ایسا بھرپور ہاتھ مارتیں کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ رہتے۔ اب نبی کریم ﷺ ان کے بیٹے عبداللہؓ کو آواز دیتے۔ وہ دوڑ کر اپنی ماں کے پاس پہنچتے اور دونوں ماں بیٹے مل کر حملہ آور کافر کو جہنم واصل کر دیتے۔

رسول کریمؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ ”غزوۂ احد میں اُمِ عمارہؓ کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے دیکھتا تھا۔“

یکا یک ایک بد بخت نے دُور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس سے رسالت مآب ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ شمعِ نبوتؐ کے پروانے مضطرب ہو کر ادھر متوجہ ہوئے تو ابن قمیہ نامی ایک کافی دندناتا ہوا حضورؐ کے قریب پہنچ گیا اور تلوار کا ایک تند وار کیا۔ حضورؐ خود پہنے ہوئے تھے۔ ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی اس کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں اور وہاں سے خون کی دھاریاں پھوٹ نکلیں۔ یہ سب کچھ چشمِ زدن میں ہو گیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ بے تاب ہو گئیں اور بڑھ کر ابن قمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شہسوار تھا لیکن حضرت اُمِ عمارہؓ ذرا بھی نہ گھبرائیں اور اس پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ اگر وہ زرہ نہ پہنے ہوتا تو اس جانبازہ مجاہدہؓ کے وار سے ختم ہو گیا ہوتا لیکن اس کی دوہری زرہ آڑے آئی اور اس نے پلٹ کر حضرت اُمِ عمارہؓ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ابن قمیہ کو بھی پھر ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ تیزی سے گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے زخم سے بڑی تیزی سے خون نکل رہا تھا۔ رسولِ کریمؐ نے ان کے زخم پر خود پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام

Marfat.com

لے لے کر فرمایا ''آج اُمِ عمارہؓ نے ان سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔''

حضرت اُمِ عمارہؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میرے لئے دعا فرمایئے کہ جنت میں بھی حضورؐ کی معیت اور قرب نصیب ہو۔''

حضورﷺ نے نہایت خشوع وخضوع سے ان کے لئے دعا مانگی۔

ما ابالی ما اصابنی من الدنیا

یعنی اب دنیا میں مجھے کسی مصیبت کی پروانہیں

جنگِ احد میں حضرت اُمِ عمارہؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ بھی زخمی ہوئے۔ آپؓ نے خود اپنے ہاتھوں ان کا زخم باندھا اور پھر فرمایا ''بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑو۔''

حضور رسولِ کریمؐ نے فرمایا ''اے اُمِ عمارہؓ جتنی طاقت تجھ میں ہے کسی اور میں کہاں ہوگی؟''

جنگِ احد کے بعد آپؓ نے بیعت الرضوان، جنگِ خیبر، غزوۂ حنین اور فتح مکہ میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا۔

یمامہ کے قبیلے بنوحنیفہ کا ایک شخص مسیلمہ بن حبیب ۱۰ ہجری میں مدینہ منورہ پہنچا اور رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا لیکن جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو حرص وآز میں اندھا ہو کر مرتد ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے حضرت محمدؐ نے اپنی نبوت میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ اس کے بعد اس نے سرورِ کائنات کی خدمت اقدس میں یہ خط بھیجا۔

''مسیلمہ رسولِ خدا کی طرف سے محمدؐ رسول خدا کے نام!

السلام علیک۔ ''میں آپؐ کے کام میں شریک ہوا اور نصف ملک میرے لئے اور نصف قریش کے لئے قرار پایا لیکن قریش ایک زیادتی پسند قوم ہے۔''

حضورﷺ نے مسیلمہ کو یہ جواب لکھوایا

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

''جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد تجھ کو معلوم ہو کہ ملک خدا کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کے لئے ہے۔''

Marfat.com

اس خط و کتابت کے جلد ہی بعد رسولِ کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اب مسیلمہ کھل کھیلا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں اس نے بڑے زور و شور سے نبوت کا دعوی کیا۔ بنوحنیفہ کے رؤسا میں سے ایک شخص نہار الرجال ایاس بن عنقوہ، کافی عرصہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں رہا تھا اور حضورؐ نے اسے اہلِ یمامہ کا معلم یا نقیب اسلام مقرر کر کے بھیجا تھا۔ بدقسمتی سے یہ شخص بھی مرتد ہوگیا اور مسیلمہ کا داعی اور حامی بن گیا۔ اس نے ایک جھوٹی حدیث گھڑ کر لوگوں کو سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے سامنے فرمایا ہے کہ مسیلمہ میری نبوت میں شریک ہے۔ اس جھوٹی حدیث کو سن کر بہت سے لوگوں نے مسیلمہ کذاب کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ تقریباً ۴۰۰۰۰ جنگجو آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔ اب اس نے اپنے مخالفین کو بڑی اذیتیں پہنچانی شروع کر دیں۔ حضرت اُمِ عمارہؓ کے فرزند حبیبؓ بن زیدؓ عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ مسیلمہ کذاب کے آدمیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ جب وہ مسیلمہ کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ان سے سوال کیا "کیا تم محمدؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہو۔" انہوں نے جواب دیا "بے شک" مسیلمہ نے کہا نہیں کہو "مسیلمہ خدا کا رسول ہے۔" آپؓ نے نہایت سختی اور حقارت سے انکار کر دیا۔ ظالم مسیلمہ نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہو "مسیلمہ رسول اللہ ہے۔" جواں مرد حبیبؓ نے پھر انکار کیا۔ مسیلمہ غضبناک ہوگیا اس نے ان کا ایک ایک بند کاٹ کر اپنی نبوت کے ماننے پر اصرار کیا، لیکن اس مردِ حق کے پائے ثبات راہِ حق سے ذرا بھی نہ ڈگمگائے اور "محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں" پکارتا ہوا اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

وہ پاک نفس مجاہد جس نے اُمِ عمارہؓ کا دودھ پیا تھا، ایک کذاب کو کیسے رسول مان سکتا تھا۔ جب حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اپنے فرزند کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجا لائیں لیکن عہد کر لیا کہ مسیلمہ سے ضرور اس ظلم کا بدلہ لیں گی۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی پر مامور کیا تو حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت خالدؓ کی فوج میں شامل ہوگئیں۔ مسیلمہ نے بھی مقابلہ کی زبردست تیاری کی۔ اس نے بنوحنیفہ اور اپنے دوسرے حامیوں کی قبائلی عصبیت کو خوب بھڑکایا اور ۴۰۰۰۰ جنگجوؤں

Marfat.com

کو حضرت خالدؓ بن ولید کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد مرتدین کا ایک چوتھائی بھی نہیں تھی لیکن دینِ حق کی خاطر وہ اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج کا منہ پھیر دیا۔ اب مسیلمہ کے بیٹے شرجیل نے اپنے قبیلے کو خطاب کر کے کہا "اے بنو حنیفہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ آج قومی غیرت و حمیت کا دن ہے اگر تم نے شکست کھائی تو تمہارے اہل و عیال پر مسلمان قبضہ کر لیں گے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ مرو۔"

شرجیل کی اس تقریر نے بجلی کا کام کیا اور بنو حنیفہ اس شدت سے لڑے کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ مسلمانوں کو اب تک سخت لڑائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب حضرت خالدؓ بن ولید نے مسلمانوں کے تمام قبائل کو الگ الگ کر دیا اور اعلان کیا کہ ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے لڑے تاکہ پتہ چل جائے کون راہِ حق میں آج ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اس تدبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہر ایک قبیلے نے شجاعت اور ثابت قدمی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی اور اس جانبازی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج اپنے متواتر و مسلسل خوفناک حملوں کے باوجود انہیں پیچھے نہ دھکیل سکی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے تجربہ کار افسران شہید ہو گئے جن میں حضرت زید بن خطابؓ، حضرت ابو حذیفہؓ، حضرت ثابتؓ بن قیس وغیرہ بھی شامل تھے لیکن ان کے پایۂ ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اب مسیلمہ کی فوج پیچھے ہٹی اور اس نے باغ حدیقۃ الرحمٰن میں گھس کر اندر سے پھاٹک بند کر لیا۔ حضرت براؓ بن مالکؓ دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود پڑے اور نہایت شجاعت کے ساتھ لڑتے بھڑتے باغ کے دروازے پر پہنچ گئے اور پھاٹک اندر سے کھول دیا۔ اب مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شروع سے لے کر اب تک بڑی شدت کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ بار بار زخم کھاتی اور دشمنوں کی صفیں الٹتی مسیلمہ تک پہنچنے کوشش کرتیں لیکن بنو حنیفہ کی آہنی دیوار راستے میں حائل ہو جاتی۔ حضرت خالدؓ بن ولید مسیلمہ کو جہنم واصل کرنے کی تاک میں تھے لیکن موقع ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ اس وقت ۱۲۰۰ کے قریب مسلمان جامِ شہادت نوش کر چکے تھے لیکن ۹۰۰۰ کے قریب مرتدین بھی قتل ہو چکے تھے اور لڑائی کا رخ پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ اب مسیلمہ جان بچا کر بھاگنے کی فکر میں تھا کہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے اسے تاک لیا اور زخم پر زخم کھاتی اپنی برچھی سے صفیں الٹتی

Marfat.com

اس کی طرف بڑھیں۔ اس کوشش میں انہیں ۱۱ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا چاہتی تھیں کہ اتنے میں دو تلواریں اس پر ایک ساتھ پڑیں اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے پہلو میں اپنے فرزند عبداللہؓ کو کھڑے پایا اور قریب ہی وحشی (قاتلِ حمزہؓ) کھڑے تھے۔ وحشی نے اپنا برچھا مسیلمہ پر پھینکا تھا اور حضرت عبداللہؓ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کے قاتل اور مسلمانوں کے اس بدترین دشمن کی موت پر سجدۂ شکر بجا لائیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور دوسرے صحابہ کرامؓ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور قدر و قیمت جانتے تھے۔ انہوں نے بڑی تندہی سے ان کا علاج کرایا اور کچھ عرصہ بعد ان کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ اگرچہ ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے خدا کی راہ میں داغِ جدائی دے گیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے سالِ رحلت کے بارے میں تمام تاریخیں خاموش ہیں۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں بھی زندہ تھیں اور انہی کے عہدِ خلافت میں انہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں ایک دفعہ مالِ غنیمت میں ایک نہایت قیمتی زر کا دوپٹہ بھی آیا۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ یہ دوپٹہ عبداللہؓ بن عمرؓ کی اہلیہ کو دے دیا جائے اور بعض نے کہا امِ کلثومؓ بنت علیؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ''نہیں اس کی سب سے زیادہ مستحق اُمِ عمارہؓ ہیں کیونکہ احد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

ما التفت یوم احد یمینا و لا شمالا الا وارھا تقاتل دونی

(یعنی احد کے دن میں جدھر دیکھتا اُمِ عمارہؓ ہی اُمِ عمارہؓ لڑتی نظر آتی تھیں)

چنانچہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے وہ دوپٹہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جو حارثؓ بن عبداللہ، اسعدؓ، عبادؓ بن تمیم بن زیدؓ، لیلیٰ (کنیز) اور عکرمہؓ سے مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو بن الشرید

آپؓ کا نام تماضر اور خنساء لقب تھا جو عربی زبان میں ہرنی کو کہتے ہیں۔ بہت چست ہوشیار اور خوبرو تھیں۔ اس لئے اس لقب سے مشہور ہوئیں۔

نجد کی رہنے والی تھیں اور قبیلۂ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح اپنے قبیلۂ سلیم کے ایک شخص رواحۃ بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اس کی موت کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابوعامر سے ہوا۔

حضرت خنساءؓ کے بچپن کے حالات تو معلوم نہیں لیکن اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ ان کی پرورش کسی بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ عنفوانِ شباب ہی میں شعروسخن کے نہایت اعلیٰ ذوق اور عربی ادب پر کامل عبور نے ان کی شہرت چاروں طرف پھیلا دی۔ شروع شروع میں وہ کبھی کبھار دو چار شعر کہہ لیا کرتیں۔ انہی دنوں ان کے قبیلہ کی بنو اسد کے ساتھ جنگ ہوگئی۔ اس جنگ میں ان کا بھائی صخر جس سے وہ بے پناہ محبت کرتی تھیں، شدید زخمی ہوا۔ حضرت خنساءؓ نے کئی ماہ تک بڑی تندہی سے اس کی تیمارداری کی لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا۔ صخر بڑا شجاع، عاقل اور خوبصورت جوان تھا۔ حضرت خنساءؓ کو اسکی موت سے شدید صدمہ پہنچا۔ ان کے دل و دماغ میں ایک آگ بھڑک اٹھی جس نے نہایت دردناک مرثیوں کی شکل اختیار کرلی۔ انہوں نے صخر کے فراق میں ایسے ایسے دل سوز اور جانگداز مرثیے کہے جو سنتا، اشکبار ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ان مرثیوں نے انہیں سارے عرب میں مشہور کردیا اور صرف عام لوگ بلکہ اان کے ہم عصر شعراء بھی ان کی استادی کا لوہا مان گئے۔

زمانۂ جاہلیت میں تمام اہلِ عرب ربیع الاول سے لے کر ذیقعدہ کے مہینہ تک مختلف مقامات پر بڑی دھوم دھام سے میلے لگاتے تھے۔ بازارِ عکاظ کا میلہ ان میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس میلے میں عرب قبائل کے تمام رؤوسا اور ہر قسم کے اہلِ ہنروفن شامل ہوتے۔ قبائل کے

Marfat.com

نئے سردار چنے جاتے اور ہر قسم کے باہمی تنازعات کا فیصلہ ہوتا۔ غرض یہ میلہ ہر لحاظ سے نہایت اہم اور مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ عرب کے کونے کونے سے ہر چھوٹا بڑا شاعر اس میں شریک ہوتا اور لوگوں کو اپنا کلام سناتا۔ حضرت خنساءؓ بھی بازار عکاظ کے اس عظیم اجتماع میں ضرور شرکت کرتیں۔ جب ان کی آمد آمد ہوتی تو لوگ اس طرف ٹوٹ پڑتے اور ان کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال کر مرثیے سنانے کے لئے اصرار کرتے۔ جب وہ اپنے کسی مرثیہ کے چند اشعار پڑھتیں تو سامعین فرطِ رنج والم سے دھاڑیں مار مار کر روتے اور یہ سامعین کون ہوتے تھے۔ نہایت سنگ دل اور خوفناک جنگجو، جن کے لئے قتل وغارت محض ایک کھیل تھا۔ حضرت خنساءؓ کے اشعار سن کر ان کے دل بھی پگھل جاتے اور سیلِ اشک ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتا۔ یہ سیلِ اشک ان میں جذبۂ انسانیت بیدار کرنے کا باعث بنتا۔

حضرت خنساءؓ کو اپنی زبان کے صرف ونحو پر کمال درجہ کا عبور حاصل تھا۔ وہ مرثیہ گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ بازارِ عکاظ میں ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے تھے۔

''ارثی العرب'' یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو''

حضرت خنساءؓ نے اپنے بھائی صخر کی یاد میں جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''اے میری آنکھو! سخاوت اختیار کرو اور بخل سے کام نہ لو۔
کیا تم صخر جیسے سخی پر نہیں روتیں۔
کیا تم اس شخص پر نہیں روتیں جو نہایت جری اور جوانِ رعنا تھا۔
کیا تم اس سردار پر نہیں روتیں جو سرو قد تھا اور جس کا پر تلہ بڑا لمبا تھا۔
جو کمسنی میں ہی اپنے قبیلے کا سردار بن گیا۔
قوم نے اس کی طرف اپنے ہاتھ دراز کئے تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کر لئے
اور ان بلندیوں پر پہنچ گیا جو لوگوں کے ہاتھوں سے بھی بلند تھیں۔
اور اسی عزت وعظمت کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

Marfat.com

بزرگی اس کے گھر کا راستہ دکھاتی ہے۔
اگر شرافت اور عزت کا ذکر آئے تو دیکھو گے کہ صخر نے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے۔
صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتداء کرتے ہیں، گویا وہ ایک پہاڑ ہے۔
جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔''

بازار عکاظ میں عرب کا عظیم ترین شاعر نابغہ زبیانی بھی آتا تھا۔ سوق عکاظ میں ایک سرخ رنگ کا خیمہ اس کے لئے لگایا جاتا جو سارے میلے میں منفرد ہوتا۔

نابغہ اپنے دور کے شاعروں میں مسلم الثبوت استاد مانا جاتا تھا اور بڑے بڑے نامی شعراء اسے اپنے اشعار سنانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جب حضرت خنساءؓ پہلی مرتبہ بازار عکاظ میں آئیں اور ان کے اشعار نابغہ نے سنے تو بے اختیار پکار اٹھا۔

''واقعی تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے۔ اگر میں اس سے پہلے ابوبصیر (اعشیٰ) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس زمانے کے تمام شعراء پر فضیلت دیتا۔''

تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعر پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔

حضرت خنساءؓ کا آغازِ پیری تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا۔ عرب کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے جگمگانے لگا۔ مکہ کے اکثر بدبخت لوگوں نے اس نورِ ہدایتؐ کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں بلکہ پھونکوں سے اس چراغ کو بجھانے دوڑے۔ ادھر مدینہ کے پاک نفس لوگوں کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی کہ اس متاعِ بے بہا کے میزبان بنیں۔ چنانچہ جب حضورؐ نے یثرب کی ہجرت فرمائی تو پیغامِ حق بڑی تیزی سے عرب قبائل کے کانوں میں پہنچنے لگا۔ حضرت خنساءؓ کے کانوں میں بھی اس پیغام کی بھنک پڑی۔ حساس اور صالح فطرت تھی۔ دل و دماغ کی دنیا بدل گئی۔ اپنے قبیلے کے چند لوگوں کو ساتھ لیا اور منزلوں پر منزلیں مارتی سرکارؐ دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس نعمت لازوال سے بہرہ اندوز ہوئیں جس نے انہیں خلدِ بریں کا حقدار بنا دیا۔ آقائے دو جہاںؐ بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنا کئے اور اظہارِ حیرت

Marfat.com

فرماتے رہے۔

اس کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس تشریف لے گئیں اور لوگوں کو پیغامِ رسالتؐ پہنچا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت خنساءؓ کبھی کبھار حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتیں۔ ان کے سر پر ہمیشہ بالوں کا ایک گچھا بندھا ہوتا جو عرب میں انتہائے غم کا مظہر ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس طرح کا سر بند باندھ کر سوگ منانا اسلام میں منع ہے۔ حضرت خنساءؓ نے جواب دیا۔

''ام المومنینؓ اس سر بند باندھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔''

حضرت عائشہؓ نے پوچھا ''وہ کیا؟''

حضرت خنساءؓ نے کہا ''ام المومنین میرا خاوند انتہائی فضول خرچ اور قمار باز تھا۔ اس نے اپنا تمام زر و مال جوئے میں ہار دیا اور ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ جب میرے بھائی صخر کو میری حالت کا پتہ چلا تو اس نے اپنے تمام مال کا بہترین نصف مجھے دے دیا۔ جب میرے شوہر نے اسے بھی ضائع کر دیا تو میرے بھائی نے اپنا بقایا مال کا بہترین نصف پھر مجھے دے دیا۔ صخر کی بیوی اس پر معترض ہوئی کہ تم اپنے مال کا بہترین حصہ اپنی بہن کو دیتے ہو اور اس کا شوہر اسے قمار بازی میں تلف کر ڈالتا ہے۔ یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا؟

میرے بھائی نے جواب دیا ''خدا کی قسم میں اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا۔ وہ پاک دامن ہے اور میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اس کے عار و ننگ کا لحاظ رکھوں۔ اگر میں مر جاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی والی چادر میرے غم میں چاک کر ڈالے گی اور میرے غم میں اپنے سر پر بالوں کا سر بند باندھے گی۔''

چنانچہ یہ سر بند اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھتی ہوں۔''

حضور رسول کریم ﷺ کی رحلت کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں فتنۂ ارتداد کے شعلے عرب کے کونے کونے میں بھڑک اٹھے۔ حضرت خنساءؓ نے نہایت مضبوطی سے دامنِ اسلام تھامے رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں قادسیہ کی خوفناک جنگ پیش آئی جس نے ایران کی قسمت کا بڑی حد تک فیصلہ کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت خنساءؓ باوجود پیرانہ سالی کے اپنے چار مجاہد فرزندوں سمیت شریک ہوئیں اور

Marfat.com

یہ ان کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔

۱۳ ہجری میں جب حفاظتِ قوم اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اسلامی فوجیں ایران پر حملہ آور ہوئیں اور ایرانی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیں تو ایرانی قوم کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ انہوں نے اپنی ملکہ تختِ حکومت سے اتار کر جواں سال یزدگرد کو اپنا حکمراں بنایا اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے پوری قوت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے تجربہ کار سپہ سالار رستم نے ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ ادھر عرب میں حضرت عمر فاروقؓ نے اعلانِ جہاد کر دیا اور تقریباً تیس ہزار مجاہدینِ اسلام کی فوج میں حضرت خنساءؓ بھی اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ شامل تھیں۔ قادسیہ کے میدان میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے معمول کے مطابق رستم کے پاس سفیر بھیج کر اسلام، جزیہ یا تلوار کی پیش کش کی۔

رستم نے تلوار یعنی جنگ کو ترجیح دی اور غضبناک ہو کر کہا ''میں سارے عرب کو برباد کر دوں گا۔''

چنانچہ رمضان ۱۴ ہجری میں قادسیہ کے میدان میں ایک خونریز جنگ لڑی گئی جو تین دن تک جاری رہی اور دنیا کی سخت ترین اور فیصلہ کن جنگوں میں شمار ہوئی۔

جس صبح لڑائی کا آغاز ہوا اس سے پہلی رات اور بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق عین آغازِ جنگ سے قبل حضرت خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کے سامنے ایک مؤثر تقریر کی۔ فرمایا:

> ''پیارے بیٹو! تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا اور اپنی خوشی سے ہجرت کی، ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی بوڑھی ماں کو فارس کے آگے لا کر ڈال دیا۔ خدائے واحد کی قسم اپنے ماں اور باپ کے جائز اور سچے فرزند ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ تمہارا نسب بیداغ ہے اور تمہارا حسب بے عیب ہے۔ یاد رکھو یہ دنیائے فانی عالم ابدی کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:
>
> **یا ایها الذین امنوا اصبروا وصابروا و رابطوا والتقوا الله لعلکم تفلحون .**
>
> یعنی اے مسلمانو! (ان تکالیف کو جو راہِ حق میں تمہیں پیش آئیں) برداشت کرو اور

Marfat.com

ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ مراد کو پہنچو۔ (آل عمران پارہ لن تنالو۴)

جب تم دیکھو کہ جنگ کے شعلے پوری تیزی سے بھڑک اٹھے ہیں تو لڑائی میں گھس پڑو اور خوب لڑو اور رب ذوالجلال سے فتح و نصرت کے امیدوار رہو۔ انشاء اللہ آخرت میں سرخرو ہو گے۔ اب جہاد کی تیاری کرو۔"

چنانچہ جب لڑائی پورے جوش پر آئی۔ حضرت خنساءؓ کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں ایک ساتھ تھام کر میدانِ جنگ میں کود پڑے اور جس طرف جھکے ایرانیوں کے پرّے کے پرّے صاف کر دیئے۔ اپنی جلیل القدر ماں کی تقریر نے ان کے قلوب میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر لڑ رہے تھے کہ سینکڑوں ایرانیوں نے نرغہ میں لے کر شہید کر دیا۔ ان نونہالوں کے اسمائے گرامی یہ تھے:

حضرت عبداللہؓ، حضرت ابوشجرؓ، حضرت زیدؓ، حضرت معاویہؓ

جب حضرت خنساءؓ کو چاروں فرزندوں کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرمایا:

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے فرزندوں کو اپنی راہ میں قربان کرنے کی سعادت نصیب کی۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔"

حضرت خنساءؓ کے بچوں سمیت تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار مسلمانوں نے اس جنگ میں جامِ شہادت پیا اور یوم لامارث۔ یوم الاغواث اور یوم العماس کے خونریز معرکوں کے بعد ایرانی فوج کو شکست فاش دی، رستم بھاگتا ہوا مارا گیا اور ایرانیوں کی قسمت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی۔

حضرت خنساءؓ کے مجاہد فرزندوں کے نام دو سو درہم فی کس سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی شہادت کے بعد یہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام منتقل کر دیا۔

اسلام کی اس جلیل القدر خاتونؓ نے جنگِ قادسیہ کے دس سال بعد ۲۴ ہجری میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

آپؓ کا نام تاریخوں میں درج نہیں ہے۔ اپنی کنیت اُمِ ورقہؓ ہی سے مشہور ہیں۔ باپ کا نام عبداللہ بن حارث تھا جو انصار کے کسی قبیلے سے تھے۔

جب نبی اکرمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہو گئیں اور رسول کریمؐ کی بیعت کی۔

جب غزوۂ بدر کی تیاری ہونے لگی تو حضرت اُمِ ورقہؓ نے رسولِ کریمؐ سے اجازت مانگی کہ مجھے بھی لڑائی میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ ممکن ہے خدا مجھے شہادت نصیب کرے۔

حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''تم گھر میں رہو۔ خدا تم کو یہیں شہادت عطا فرمائے گا۔'' یہ ایک پیش گوئی تھی جو حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں پوری ہوئی۔

حضرت اُمِ ورقہؓ قرآن حکیم پڑھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے انہیں گھر کی عورتوں کا امام بنایا ہوا تھا اور ایک مؤذن بھی ان کی درخواست پر مقرر فرمایا تھا۔ آپؓ عورتوں کی امامت کرتیں اور راتوں کو قرآن پڑھتیں۔

ایک دفعہ حضرت اُمِ ورقہؓ نے اپنے ایک غلام اور ایک لونڈی سے فرمایا ''میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو''۔ ان دونوں کی نیت خراب ہو گئی اور حضرت اُمِ ورقہؓ کے وعدے کا قبل از وقت فائدہ اٹھانا چاہا۔ رات کو دونوں بدبختوں نے ایک چادر ڈال کر اپنی مالکہ کو شہید کر ڈالا اور بھاگ گئے۔ یہ حضرت عمرِ فاروقؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ صبح ہوئی تو فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا ''آج خالہ ورقہؓ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آئی۔ معلوم نہیں ان کی طبیعت کا کیا حال ہے؟''

Marfat.com

اس کے بعد حضرت اُمِ ورقہؓ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا تو ایک گوشے میں چادر میں لپٹی ہوئی شہید پڑی ہیں۔ بہت صدمہ ہوا اور فرمایا ''خدا کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا کہ تم گھر میں شہید ہو گی۔'' اس کے بعد واپس آ کر لوگوں کو یہ افسوسناک خبر سنائی اور قاتلوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ یہ پہلے مسلمان تھے جنہیں مدینہ منورہ میں پھانسی کی سزا ملی۔

حضور رسولِ کریم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں وقتاً فوقتاً حضرت اُمِ ورقہؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کرتے تھے ''آؤ! شہیدہ کے گھر چلیں۔'' گویا حضرت اُمِ ورقہؓ کی شہادت صداقتِ رسول کا ایک زبردست نشان بنی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام امیمہؓ اور کنیت امِ ابی ہریرہ تھی۔ باپ کا نام صفیح بن حارث تھا۔

آپؓ کے عام حالات زندگی کی تفصیل تاریخوں میں نہیں ملتی۔ ان کی شہرت کا سبب ایک تو یہ تھا کہ وہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے اسلام کے لئے خود رسولِ مقبولؐ نے دعا فرمائی تھی۔

جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ مشرکہ تھیں اور اسلام سے سخت متنفر تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسلام کے سچے شیدائی تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ ان کی والدہ بھی اس نعمتِ عظمٰی سے محروم نہ رہیں لیکن کچھ بس نہ چلتا تھا۔ ایک دن ان کی والدہ نے حضورؐ کی شان اقدس میں کچھ نامناسب الفاظ کہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ روتے ہوئے سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہؐ میری ماں کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولِ حق کی توفیق دے۔''

رحمتِ دو عالمؐ نے بارگاہِ الٰہی میں حضرت ابی ہریرہؓ کی والدہ کے لئے دعا مانگی۔ اُدھر ان کے دل کی دنیا زیروزبر ہوگئی۔ غسل کر کے کپڑے بدلے اور جب حضرت ابو ہریرہؓ گھر تشریف لے گئے تو فرمایا ''اے فرزند گواہ رہنا کہ میں خدا اور اس کے سچے رسولؐ پر صدقِ دل سے ایمان لاتی ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرطِ مسرت سے بے خود ہوگئے اور رسولِ کریم ﷺ کو اپنی ماں کے قبولِ اسلام کی اطلاع دی۔

حضور رسولِ مقبول ﷺ بھی مسرور ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام خدافہ اور عرف شیماءؓ تھا۔

باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ تھا۔ ماں حضرت حلیمہؓ سعدیہ تھیں جنہیں نبی کریم ﷺ کی دایہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

جب حضور ﷺ خورد سال تھے اور حضرت حلیمہؓ کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے تو شیما رضی اللہ عنہا بھی اپنی والدہ کے ساتھ حضورؐ کو کھلایا کرتیں اور یہ شعر گایا کرتیں۔

''یا اللہ محمدؐ کو زندہ رکھ۔ یہاں تک کہ ہم ان کو جوان دیکھیں۔
پھر ہم ان کو ایک صاحبِ عزت سردار دیکھیں۔ اس حال میں کہ ان سے
حسد کرنے والے دشمن مغلوب ہوں۔
اے اللہ محمدؐ کو دائمی عزت عطا کر۔''

حضرت شیماءؓ حضور ﷺ کے سنِ شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئیں۔ سالوں پر سال گزرتے چلے گئے۔ حضرت شیماءؓ گمنامی کی حالت میں اپنے قبیلہ میں زندگی بسر کرتی رہیں لیکن ان کی دعا یا ان کا گایا ہوا گیت عملی صورت اختیار کرتا رہا۔

حضرت شیماءؓ کے ننھے محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے وہ رفعت و عظمت عطا کر دی تھی کہ جن و ملائک اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی ذاتِ گرامی پر نازاں تھا۔ رمضان ۸ ہجری کو حضورؐ نے مکہ فتح کیا اور شوال ۸ ہجری میں غزوۂ حنین پیش آیا۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبیلوں نے طائف کی جاگیروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ پر حملہ کا قصد کیا۔ دوسری طرف حضورؐ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مکہ سے نکل کر وادیٔ حنین میں اترے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ امان کے طالب ہوئے۔ رحمۃ للعالمینؐ نے سب کو معافی دے دی اور جب قیدی اُن کے سامنے پیش کیے گئے تو انہیں بھی آزاد کر دیا۔

Marfat.com

انہی قیدیوں میں شیماؓ بھی تھیں۔ جب وہ حضورؐ کے سامنے لائی گئیں تو عرض کی "یارسول اللہؐ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں" (رسول کریمؐ اور شیماؓ دونوں نے حلیمہؓ کا دودھ پیا تھا) اس کے بعد انہوں نے ایک ایسا نشان بتا دیا کہ ان کی بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ حضورؐ اپنا عہدِ طفلی یاد کر کے آب دیدہ ہو گئے اور اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر حضرت شیماءؓ کو نہایت عزت سے بٹھایا۔ پھر ان سے فرمایا "بہن اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت آرام سے رہو اور اگر اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہو تو اختیار ہے۔"

حضرت شیماءؓ کی زندگی اپنے قبیلہ میں ہی گزر گئی تھی۔ انہوں نے واپس جانا چاہا اور ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے نہایت عزت واکرام کے ساتھ انہیں اپنے قبیلہ میں واپس بھیج دیا اور جاتی دفعہ کچھ روپیہ ایک بکری، تین غلام اور ایک لونڈی ان کو عنایت فرمائے۔

حضرت شیماءؓ کے مزید حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء

آپؓ کا نام ربیع تھا۔ باپ کا نام معوذ بن حارث تھا جو انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے۔ ماں کا نام اُمِ یزیدؓ بنت قیس تھا۔

عفرا حضرت ربیعؓ کی دادی تھیں اور معوذ بن حارث کی تمام اولاد اپنی دادی کی اولاد مشہور تھیں۔

حضرت ربیعؓ کی شادی ایاس بن بکر لیثی سے ہوئی۔

ابھی رسولِ کریمؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی کہ حضرت ربیعؓ بنت معوذ کے کانوں میں توحید کی آواز پڑی۔ اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ انہیں واقعہ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ۶ ہجری میں حضورﷺ اپنے رفقاءؓ سمیت حج کے ارادے سے عازمِ مکہ ہوئے۔ چونکہ جنگ و جدل کی نیت نہ تھی، اپنے ساتھ کوئی ہتھیار وغیرہ نہ لئے۔ صرف قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے انیس میل کے فاصلے پر واقع ہے تو حضورؐ نے اپنے آنے کی اطلاع دینے اور مکہ میں داخلے کی اجازت لینے کے لئے حضرت عثمانؓ بن عفان کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ ان کے جانے کے بعد مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا ہے یا قید کر دیا ہے۔ مسلمان بالکل بے سروسامان تھے لیکن سرورِ کائنات کو یہ خبر سن کر بہت رنج ہوا۔ آپؐ نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''تم میں سے کون ہے جو خدا کی راہ میں ثابت قدمی سے لڑنے کا عہد کرتا ہے اور اپنی جان خدا اور خدا کے رسولؐ کے لئے وقف کرتا ہے۔''

حضورﷺ کے ۱۴۰۰ ساتھیوں نے جن میں حضرت ربیع بنت معوذ بھی شامل تھیں۔ بیک آواز جواب دیا ''یارسول اللہﷺ ہم آپؐ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔'' چنانچہ اسی عہد پر حضورؐ نے ان تمام نفوس قدسی سے بیعت لی۔ ان بے سروسامان مجاہدوں کا جذبۂ جاں نثاری دیکھ کر بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا۔

Marfat.com

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃَ۔

چنانچہ تاریخ میں یہ بیعت ''بیعت رضوان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو اس بیعت میں شرکت کی وجہ سے بڑا درجہ حاصل ہوا۔

حضرت ربیعؓ ان خوش قسمت خواتین میں تھیں جنہیں حضورؐ غزوات میں لشکرِ اسلام کے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت ربیعؓ نے کئی غزوات میں شرکت کی اور بڑی تندہی سے مریضوں کی تیمار داری کرنے اور مجاہدین کو پانی پلانے کے علاوہ کئی دوسری خدمات انجام دیں۔ رسولِ کریم ﷺ سے بے پناہ عقیدت رکھتی تھیں اور وہ بھی ان پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ربیعؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ چھوہارے اور انگور لے کر گئیں۔ حضورؐ نے قبول فرمائے اور حضرت ربیعؓ کو از راہِ قدر دانی کچھ سونا عطا فرمایا۔

ایک دفعہ رسولِ کریمؐ حضرت ربیعؓ کے گھر تشریف لائے اور ان سے وضو کے لئے پانی مانگا۔ حضرت ربیعؓ نے نہایت مسرت وعقیدت سے کھڑے ہو کر حضورؐ کو وضو کرایا۔ عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابوعبیدہ بن محمدؓ نے ایک دفعہ حضرت ربیعؓ سے سرورِ کونین کا حلیہ مبارک پوچھا تو آپؓ نے جواب دیا۔

''بیٹا تم نے اگر حضور ﷺ کو دیکھا ہوتا تو یوں سمجھتے گویا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔''

حضرت ربیعؓ کے ایک بھائی کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے مشہور دشمن اسلام ابوجہل کو جنگِ بدر میں قتل کیا۔ ایک دفعہ ایک قریشی عورت اسماء بنت مخربہ جو عطر بیچا کرتی تھی اپنا عطر فروخت کرنے حضرت ربیعؓ کے گھر آئی اور حضرت ربیعؓ سے ان کے خاندانی حالات پوچھنے لگی۔ جب اسے پتہ چلا کہ حضرت ربیعؓ کے بھائی نے ابوجہل کو قتل کیا تھا تو اس کی خاندانی عصبیت عود کر آئی اور بولی ''تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بہن ہو''۔ حضرت ربیعؓ کو ایک مسلمان عورت کے منہ سے ابوجہل کے لئے سردار کا لفظ سُن کر بہت غصہ آیا۔ فرمایا ''میں تو غلام کے قاتل کی بہن ہوں۔'' اسماء کو ابوجہل کی یہ اہانت ناگوار گزری۔ کہنے لگی ''مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔'' حضرت ربیعؓ نے جوشِ ایمان میں جواب دیا۔ ''مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ میں تمہارے عطر کو گندگی سمجھتی ہوں۔''

حضرت ربیع کا سالِ وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔

آپؓ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں۔ راویوں میں ابوعبیدہ بن محمد، عبداللہ بن محمد عقیل، عائشہ بنت انس شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابوطالب

فاختہ نام اور اُمِ ہانی کنیت تھی۔

رسولِ کریم ﷺ کی بنتِ عم اور حضرت جعفر طیارؓ اور حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

ان کی ماں جلیل القدر صحابیہ فاطمہؓ بنت اسد اور باپ، سرپرستِ رسولؐ جناب ابوطالب تھے۔ گویا خالص ہاشمی النسل تھیں۔ دادھیال آفتاب تو ننھیال ماہتاب تھا۔

اُمِ ہانیؓ کی شادی ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے ہوئی۔

۲۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو جب رسولِ کریم ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے اسی دن اسلام قبول کر لیا۔ البتہ ان کے شوہر ہبیرہ نجران کی طرف بھاگ گئے اور یہ شعر کہے۔

> ''تیری عمر کی قسم میں نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بزدلی سے پیٹھ نہیں پھیری، نہ قتل کے خوف سے، مگر میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو تیر اور تلوار سے کام لینا کافی نہ دیکھا جب تک اپنی جائے قیام تنگ نہ دیکھی ٹھہرا رہا۔ پھر لوٹ آیا جس طرح شیر اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔''

حضور ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت اُمِ ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے قبولِ اسلام سے خوش ہوئے اور ان کے مکان میں غسل فرمایا اور نماز پڑھی۔

حضرت اُمِ ہانیؓ نے اپنے مکان میں دو مشرکوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ سرورِ عالم ﷺ نے بھی انہیں پناہ دیدی۔

Marfat.com

اسی زمانے میں ایک دن حضور ﷺ حضرت اُمِ ہانی ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں شربت نوش فرمایا اور اس میں کچھ حضرت اُمِ ہانی ؓ کو عطا فرمایا۔ وہ روزہ سے تھیں لیکن اس شربت کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر پی گئیں۔ حضورؐ نے ان سے روزہ توڑنے کا سبب پوچھا تو جواب دیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کا جوٹھا کیسے واپس کر سکتی تھی۔''

سرورِ کائناتؐ نے ایک روز ازراہِ شفقت اُمِ ہانیؓ سے فرمایا ''اُمِ ہانی بکری لے لو۔ یہ بڑی خیر و برکت والا جانور ہے۔''

حضرت اُمِ ہانیؓ فقہ سے بھی دلچسپی رکھتی تھیں اور وقتاً فوقتاً نبی کریمؐ سے مختلف مسائل دریافت کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول کریمؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ اب میں بوڑھی ہوگئی ہوں چلنے پھرنے میں کمزوری محسوس کرتی ہوں، کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جسے بیٹھے بیٹھے پڑھ سکوں۔ حضورؐ نے بڑی شفقت سے ایک وظیفہ بتا دیا۔

''ایک روایت میں اس وظیفہ کی تصریح یوں کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اُم ہانی سے فرمایا کہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ، ایک سو مرتبہ الحمدللہ، ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔''

حضرت اُمِ ہانی نے امیرِ معاویہؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

اولاد میں عمرو، ہانی یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔

حضرت اُمِ ہانیؓ نے رسول کریم ﷺ سے ۴۶ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے راویوں میں عبداللہؓ بن عباسؓ، عبداللہؓ بن حارث، عبداللہؓ بن عباسؓ اور عروہؓ بن زبیرؓ جیسے اکابر شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنتِ جحش ؓ

حمنہؓ نام تھا۔ جحش بن رباب کی بیٹی تھیں جو قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن حزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں، جو رسول کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ مشہور جاں نثار رسولؐ حضرت عبداللہؓ بن جحش آپؓ کے حقیقی بھائی اور اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش آپؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جلیل القدر صحابی حضرت مصعبؓ بن عمیر سے ہوا۔ وہ سابقون الاولون میں تھے۔ حضرت حمنہؓ نے بھی انہی کے ساتھ دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ اس کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

۳ ہجری میں حضرت حمنہؓ کو جنگِ احد میں شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ دوسری خواتین کے ہمراہ زخمیوں کی تیمارداری کرتیں، مجاہدین کو پانی پلاتیں اور بوقتِ ضرورت زخمیوں کو ان کے گھر پہنچاتی تھیں۔

جنگِ احد میں ان کے شوہر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے نہایت جانبازی سے لڑکر شہادت پائی۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر بہت خوبرو اور خوش لباس تھے۔ رسول کریمؐ نے ان کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا:

> ''میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن تم

Marfat.com

بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہو گے۔"

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنی یادگار ایک لڑکی زینب چھوڑی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت حمنہؓ کا نکاح حضرت طلحہؓ سے ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابیؓ تھے اور حضورؐ نے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ محمد (سجاد) اور عمر دو لڑکے ان سے پیدا ہوئے۔

حضرت حمنہؓ چند دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کی طرح واقعۂ افک میں منافقین کے فریب میں آ گئیں اور حضرت عائشہؓ پر لگائی گئی جھوٹی تہمت کی تائید کی۔

بارگاہِ خداوندی سے جب حضرت صدیقہؓ کی بریت ہوئی تو آپؓ نے بھی توبہ کی۔ اگرچہ حضرت صدیقہؓ کو ان کی شرکتِ افک کا ہمیشہ قلق رہا۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے ۲۰ ہجری کے بعد کسی سال انتقال کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا بنت خالدؓ بن سعید

آپؓ کا نام اَمتہ اور کنیت اُمِ خالد تھی۔

جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن سعیدؓ بن عاص کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کا نام ہمنہ بنت خلف تھا۔

حضرت اُمِ خالدؓ حبش میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت ان کے والدین مکہ سے ہجرت کر کے حبش میں قیام پذیر تھے۔

آپؓ نے مسلمان ماں باپ کی گود میں آنکھ کھولی، اس لئے پیدائشی مسلمان تھیں۔ جب نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو چند سالوں کے بعد اُمِ خالدؓ بھی اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ آ گئیں۔ اس وقت وہ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔

جس وقت مسلمان حبشہ سے روانہ ہونے لگے تو نجاشی شاہ حبشہ نے نہایت عقیدت سے ان مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

''تم سب رسول اللہ کو میرا سلام پہنچا دینا۔''

حضرت اُمِ خالدؓ فرمایا کرتی تھیں، میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھی جنہیں شاہ حبش نے رسول اللہ کے لئے پیغامِ سلام دیا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نبی اکرم کو نجاشی کا سلام پہنچایا۔

مدینہ آ کر آپؓ کا نکاح رسولِ کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوا۔ ان کے صلب سے دو بیٹے عمر اور خالد پیدا ہوئے۔

کریب بن سلمان کندی اور ابراہیم بن عقبہ وغیرہ نے حضرت اُمِ خالدؓ سے چند احادیث روایت کی ہیں۔

وفات کا حال معلوم نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمُّ الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام لبابہ اور کنیت اُمُّ الفضل تھی۔ باپ کا نام حارث بن حزن اور ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔

اُمُّ المومنین حضرت میمونہؓ بنت حارث حضرت اُمُّ الفضل رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت اسماءؓ بنتِ عمیس آپؓ کی اخیافی بہن تھیں۔ یعنی دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھیں۔ البتہ باپ الگ تھے۔

حضرت اسماءؓ پہلے حضرت جعفر طیارؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نکاح میں آئیں اور جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آخری نکاح ہوا۔ آپؓ کی ایک تیسری بہن سلمیٰؓ کی شادی حضرت حمزہؓ سے ہوئی۔

خود حضرت اُمُّ الفضلؓ عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔ حضرت اُمُّ الفضلؓ کی والدہ ہند بنت عوف پر لوگ رشک کرتے تھے کہ سمدھیانے کے لحاظ سے کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں ہوئی۔

خواتین میں جس خاتون کو سب سے پہلے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ دوسرے نمبر پر حضرت اُمُّ الفضلؓ کو اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا شرف حاصل ہوا۔ اس لئے وہ سابقون الاوّلون میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

حضرت اُمُّ الفضلؓ نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

Marfat.com

حضرت اُمّ الفضلؓ نہایت پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتیں۔

حضور رسول کریم ﷺ کے رشتہ میں چچی تھیں اور اُن سے بہت محبت وعقیدت رکھتی تھیں۔ نبی کریمؐ ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے۔ دوپہر کا وقت ہوتا تو وہاں ہی آرام فرماتے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ رسولِ کریمؐ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر حضور ﷺ کے بال صاف کرتیں اور کنگھی پھیرتیں۔

ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''اُمّ الفضلؓ، سلمیٰؓ، میمونہؓ اور اسماءؓ چاروں مومنہ بہنیں ہیں۔''

حضرت اُمّ الفضلؓ نہایت مسرور ہوئیں کہ آقائے دو جہاںؐ نے خود اپنی زبان مبارک سے انہیں مومنات میں شامل فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ الفضلؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریمؐ کے اعضائے مبارک میں سے ایک عضو ان کے گھر میں ہے۔ انہوں نے اپنا خواب رسول کریمؐ سے بیان کیا تو حضورؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ میری لختِ جگر فاطمہؓ کو فرزند عطا کرے گا اور تم اس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔ یہ شہیدِ کربلا امام حسینؓ تھے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ نے انہیں اپنا دودھ پلایا اور ان کی کفیل بن گئیں۔ اس لئے سارا خاندانِ نبوت حضرت اُمّ الفضلؓ کی بہت عزت و تکریم کرتا تھا۔ ایک دن حضرت اُمّ الفضلؓ امام حسینؓ کو اپنی گود میں لئے ہوئے رسولِ کریمؐ کے پاس تشریف لائیں۔ حضورؐ نے اپنے پیارے نواسےؓ کو ان کی گود سے لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ ننھے حسینؓ نے حضورؐ کی گود مبارک میں پیشاب کر دیا۔ حضرت اُمّ الفضلؓ نے فوراً حضورؐ کی گود سے لے لیا اور جھڑک کر کہا۔

''ارے ننھے یہ تو نے کیا کیا کہ اپنے بابا جان کی گود میں پیشاب کر دیا۔''

رسولِ کریمؐ کو اُمّ الفضلؓ کا اتنا جھڑکنا بھی گوارا نہ ہوا اور فرمایا ''اُمّ الفضلؓ تو نے میرے بچے کو یونہی جھڑکا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد پانی منگا کر لباس مبارک کا پیشاب آلود حصہ دھلوا دیا۔

Marfat.com

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اُمّ الفضلؓ کو رسول کریمؐ کے ساتھ حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ عرفہ کے دن بعض لوگوں نے خیال کیا کہ حضورؐ روزہ سے ہیں۔ جب حضرت اُمّ الفضلؓ کو ان لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دودھ کا پیالہ رسولِ کریمؐ کو بھیجا۔ حضورؐ نے اسے نوش فرمالیا۔ اس سے لوگوں کا شک دور ہو گیا۔

حضرت عباسؓ کے صلب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اُمّ الفضلؓ کو ۶ لڑکے اور ایک لڑکی عطا کی جن کے اسماء یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، معبد، عبیداللہ، قثم، عبدالرحمٰن اور اُمِ حبیبہ۔

حضرت اُمّ الفضلؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں اپنے شوہر کے سامنے ہی وفات پائی۔ نمازِ جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی۔

حضرت اُمّ الفضلؓ سے ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس

آپؓ کا نام فاطمہؓ تھا۔ ماں کا نام امیمہ بنت ربیعہ اور باپ کا نام قیس خالد اکبر تھا۔

آپؓ کا پہلا نکاح حضرت ابوعمرو حفصؓ بن مغیرہ سے ہوا۔ انہوں نے کسی وجہ سے طلاق دیدی تو حضورؐ کے ارشاد کے مطابق دوسرا نکاح اسامہ بن زیدؓ سے ہوا۔

اوائلِ اسلام میں ہی مشرف باسلام ہوگئیں اور پھر ہجرت کے دورِ اوّل میں دوسری خواتین کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت فاطمہؓ بنتِ قیس صورت اور سیرت ہر لحاظ سے ہمہ صفت موصوف تھیں۔ وہ نہایت عقل مند ذی علم اور صائب الرائے خاتون تھیں۔

۱۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول کریمؐ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں ایک لشکر لے کر عازمِ یمن ہوئے۔ اس لشکر میں حضرت فاطمہؓ کے شوہر ابوعمرو حفصؓ بھی شریک تھے۔ روانگی سے پہلے انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو طلاق دے دی۔ آپؓ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم عدت کا زمانہ اپنے ابنِ عم حضرت ابنِ مکتومؓ کے ہاں گزارو۔ وہ نابینا اور نہایت شریف النفس بزرگ تھے۔ جب عدت کا زمانہ گزر گیا تو معاویہؓ بن سفیانؓ، ابوجہمؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ حضورؐ خود انہیں شرفِ ازدواج بخشیں گے لیکن مصلحتِ خداوندی اس میں نہ تھی۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہؓ نے اپنے نکاحِ ثانی کے بارے میں رسول اللہؐ سے مشورہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ ''معاویہؓ مفلس ہے، ابوجہمؓ سخت مزاج ہے۔ تم اسامہؓ بن زیدؓ سے نکاح کرلو۔''

حضرت فاطمہؓ کچھ متامل ہوئیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیوں عذر ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔'' چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے سرورِ کائناتؐ کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے نکاح کرلیا۔ وہ بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے اور حضورؐ انہیں

Marfat.com

بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان سے نکاح کے بعد حضرت فاطمہؓ لوگوں کے نزدیک قابلِ رشک بن گئیں۔

۵۴ ہجری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے وفات پائی تو حضرت فاطمہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد تا زندگی دوسرا نکاح نہیں کیا اور اپنے بھائی ضحاک بن قیس کے پاس رہنے لگیں۔ یزید نے جب انہیں عراق کا حاکم مقرر کیا تو ان کے پاس کوفہ چلی آئیں اور وہاں ہی مستقل سکونت اختیار کی۔

مروان کے عہدِ حکومت میں حضرت فاطمہؓ کی بھانجی کو ان کے شوہر عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے طلاق دے دی تو آپؓ نے اسے کہلا بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ۔ مروان نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا حضورؐ نے خود مجھے اپنے ایامِ عدت اپنے ابنِ عم کے پاس گزارنے کی اجازت دی تھی۔ اس لئے میں نے اپنی بھانجی کو بھی اپنے پاس بلایا ہے۔ مروان نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور ان کی بھانجی کو اپنے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔

تاریخوں سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ عبداللہؓ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت تک حیات تھیں۔ سنِ وفات کے متعلق تمام تاریخیں خاموش ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید

آپؓ کا نام اسماءؓ اور اُمِ سلمہ کنیت تھی۔ باپ کا نام یزید بن السکن تھا۔

جب نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مشرف باسلام ہوگئیں اور چند عورتوں کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور یہ تقریر کی:

''یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان ہوں۔ میں مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لائی ہوں۔ خداوند کریم نے حضورﷺ کو مردوزن سب کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے۔ ہم حضورﷺ پر ایمان لائے ہیں لیکن عورتوں اور مردوں کی حالت میں بڑا فرق ہے۔

عورتیں گھروں کے اندر رہتی ہیں اس لئے مردوں کی طرح نماز باجماعت ،نمازِ جمعہ اور نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی حج اور جہاد میں عمومیت سے حصہ لے سکتی ہیں۔ البتہ جب مرد باہر ہوتے ہیں، عورتیں ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں، ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے اہل دعیال کی پوشاک کے لئے کپڑا بنتی ہیں۔ کیا عورتوں کو بھی مردوں کے کارہائے خیر کا اجروثواب ملے گا۔''

رسولِ کریمﷺ کے پاس اس وقت بہت سے صحابہ کرامؓ جمع تھے۔ حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا تم نے دین کے بارے میں کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی ہے۔'' صحابہ کرامؓ نے جواب دیا ''یا رسول اللہﷺ ہمارے خیال میں بھی نہ آسکتا تھا کہ کوئی عورت ایسی گفتگو کر سکتی ہے۔ اس پر رسولِ اکرمﷺ نے اسماءؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''عورت کے لئے شوہر کی رضا جوئی بہت ضروری ہے۔ اگر ایک عورت فرائضِ زوجیت ادا کرتی ہے اور شوہر کی فرماں برداری کرتی ہے تو اس کو بھی مرد کے برابر اجر ملے گا۔''

Marfat.com

حضرت اسماءؓ اوران کی ساتھی خواتین رسولِ اکرمؐ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سن کر بہت مسرور ہوئیں۔

حضرت اسماءؓ اس وقت اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں۔ حضورؐ کی نظر ان پر پڑی تو حضورؐ نے پوچھا ''کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ حضرت اسماءؓ نے نفی میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا ''کیا تم کو یہ پسند ہے کہ آخرت کے دن خدا ان کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے۔''

حضرت اسماءؓ نے کنگن اپنے ہاتھ سے فوراً اتار دیئے اور عرض کی ''یارسول اللہؐ اگر ہم زیور نہ پہنیں تو شوہر کی نظروں سے گر جائیں گی۔

حضورؐ نے فرمایا ''تو پھر چاندی کے زیورات بنواؤ اور ان پر زعفران مل دو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے۔'' اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے دوسری خواتین کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی بیعت کرنا چاہی اور حضور رسول اللہؐ سے اپنا دستِ مبارک بڑھانے کے لئے عرض کی۔ حضورؐ نے فرمایا ''میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ البتہ تم ان باتوں کا اقرار کرو تو بیعت ہو جائے گی۔

(۱) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ (۲) کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ گی۔
(۳) چوری نہ کرو گی۔ (۴) زنا سے بچو گی۔
(۵) کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ گی۔ (۶) اچھی باتوں سے انکار نہ کرو گی۔

حضرت اسماءؓ اور دوسری خواتین نے صدقِ دل سے ان باتوں کا اقرار کیا اور اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

جب اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی رخصتی ہوئی تو حضرت اسماءؓ نے چند دوسری خواتین کے ہمراہ انہیں سنوارا اور انہیں حجلے میں بٹھا کر رسولِ کریم ﷺ کو اطلاع دی۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ کسی نے دودھ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے تھوڑا سا نوش فرما کر باقی دودھ حضرت عائشہؓ کو دیا۔ انہوں نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ حضرت اسماءؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہؐ جو دیتے ہیں لے لو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بھی کچھ دودھ پی لیا۔

ایک دفعہ حضرت اسماءؓ رسولِ کریمؐ کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھیں کہ وحی نازل ہوئی۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اونٹنی اس وقت بوجھ تلے دبی جاتی تھی۔ میں ڈرنے لگی کہ کہیں اس کی

Marfat.com

ٹانگیں نہ ٹوٹ جائیں۔

ایک مرتبہ کاشانۂ نبوتؐ میں حاضر ہوئیں۔حضورؐ نے دجال کا ذکر فرمایا۔ بڑی متاثر ہوئیں اور رونے لگیں۔حضورؐ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تشریف لائے تو حضرت اسماءؓ کی شدتِ گریہ سے بدستور ہچکی بندھی ہوئی تھی۔حضورؐ نے فرمایا'' اتنا کیوں روتی ہو؟'' حضرت اسماءؓ نے جواب دیا'' یارسول اللہؐ ہم سے تو اتنی بھوک بھی برداشت نہیں ہوتی کہ لونڈی اطمینان سے آٹا گوندھ کر روٹی پکالے۔دجال کے عہد میں جو قحط پڑے گا ہم اپنے ایمان پر کیسے ثابت قدم رہیں گے۔

حضورؐ نے فرمایا'' اس دن کثرت سے اللہ کا ذکر بھوک سے بچائے گا۔''

پھر انہیں دلاسا دیا۔کہ گریہ وزاری کی ضرورت نہیں۔اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں گا تو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جاؤں۔اگر دجال کا ظہور میرے بعد ہوا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی خود حفاظت کرے گا۔''

حضرت اسماءؓ بہت مہمان نواز، عاقل، خداترس اور شجاع تھیں۔حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں انہیں یرموک کی عظیم لڑائی میں دوسری خواتین کے ہمراہ جہاد کی سعادت بھی نصیب ہوئی جب ایک موقع پر مسلمان پیچھے ہٹ گئے اور عیسائی فوج عورتوں کے خیموں تک آ پہنچی تو تمام عورتیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئیں۔ان میں حضرت اسماءؓ بھی شامل تھیں۔انہوں نے اپنی چوب سے نو رومیوں کو ہلاک کیا۔

حضرت اسماءؓ نے جنگِ یرموک کے کافی عرصہ بعد وفات پائی۔چند احادیث بھی آپؓ سے مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ حکیم رضی اللہ عنہا بنت حارث

آپؓ کا نام معلوم نہیں۔ کنیت اُمِ حکیم تھی اور اسی سے مشہور ہیں۔

باپ کا نام حارث بن ہشام تھا جو قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھے۔ ماں کا نام فاطمہ بنت ولید تھا جو حضرت خالدؓ بن ولید کی ہمشیرہ تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت اُمِ حکیمؓ سیف اللہؓ کی بھانجی تھیں۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کی پہلی شادی اپنے ابن عم عکرمہؓ بن ابوجہل سے ہوئی۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کا خسر ابوجہل اور شوہر عکرمہؓ مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ حضرت اُمِ حکیمؓ بھی ان کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہیں۔ ابوجہل تو جنگ بدر میں کفر کی حالت میں ہی قتل ہوا۔ البتہ عکرمہؓ نے دوسرے کفار کے ساتھ شمعِ اسلام کو بجھانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ غزوۂ احد میں اُمِ حکیمؓ نے بھی اپنے شوہر کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف زور وشور سے حصہ لیا۔ جب ۸ ہجری میں سرورِ کائناتؐ نے مکہ فتح کیا تو حضرت اُمِ حکیمؓ اپنی والدہؓ فاطمہ بنت ولید کے ہمراہ مشرف باسلام ہو گئیں۔ عکرمہؓ سالہا سال تک مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہؐ قابو پا کر ان کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ اس موقع پر وہ اپنی جان بچا کر یمن بھاگ گئے۔ اُدھر رحمت دو عالمؐ نے معافی عام کا اعلان کر دیا جس سے اسلام کے بڑے بڑے دشمن بھی مستفیض ہوئے۔ حضرت اُمِ حکیمؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی۔ سرکارِ دو عالمؐ نے عکرمہؓ کی زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیا اور انہیں معاف فرما دیا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ یمن گئیں اور عکرمہؓ کو سارا ماجرا سنا دیا۔ وہ اپنی جان بخشی کے متعلق سُن کر اتنے متاثر ہوئے کہ کفر وشرک کی تمام نجاستوں کو دل سے نکال دیا۔ اُمِ حکیمؓ کے ہمراہ واپس آ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت عکرمہؓ کی زندگی میں انقلابِ عظیم پیدا ہو گیا۔ جس شدت سے انہوں نے اسلام کی مخالفت کی تھی اب اس سے کئی گنا زیادہ شدت کے ساتھ انہوں نے اسلام کی خدمت کی۔ کئی غزوات میں بڑے جوش سے

Marfat.com

شرکت کی اور حق شجاعت ادا کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں جب مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی تو حضرت عکرمہؓ بھی اُمِ حکیمؓ کے ہمراہ مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو گئے۔ کئی معرکوں میں نہایت جانبازیوں سے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور بالآخر اجنادین کی لڑائی میں نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور یوں اپنے تمام سابقہ گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔

ایامِ عدت گزرنے کے بعد اُمِ حکیمؓ کو نکاح کے پیغام ملنے شروع ہو گئے۔ ان میں حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا پیغام بھی تھا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ نے اور سب پیغام تو رد کر دیئے البتہ خالد بن سعیدؓ سے نکاح پر رضامندی ظاہر کی۔ خالد بن سعیدؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ سابقون الاولون میں تھے اور دو ہجرتوں سے مشرف ہوئے تھے۔ (پہلی ہجرت حبش کی اور دوسری ہجرت مدینہ کی تھی) فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک، وغیرہ میں سرورِ کائنات کے ہم رکاب رہے تھے۔ اس لئے اُمِ حکیمؓ نے انہیں سب پر ترجیح دی۔ چنانچہ ۴۰۰ دینار مہر پر آپؓ کا نکاح حضرت خالد بن سعیدؓ کے ساتھ مرج الصفر کے مقام پر ہو گیا۔ یہ جگہ دمشق کے قریب واقع ہے۔ اس وقت لشکرِ اسلام دمشق کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور عیسائیوں سے جھڑپیں ہو رہی تھیں۔ نکاح کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے رسمِ عروسی ادا کئے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت اُمِ حکیمؓ نے کہا "دشمن سے لڑائی کا ہر وقت خطرہ ہے۔ چند دن ٹھہر کر اطمینان سے یہ رسم ادا ہو جائے تو بہتر ہوگا۔" حضرت خالدؓ نے فرمایا "مجھے اس معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے۔" حضرت اُمِ حکیمؓ خاموش ہو گئیں۔ رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ صبح کو دعوتِ ولیمہ کی گئی۔ ابھی لوگ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ ایک رومی نے مبارز طلبی کی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ تیر کی طرح جھپٹ کر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور نہایت بہادری سے لڑ کر اس کے ہاتھوں جامِ شہادت پیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت اُمِ حکیمؓ اپنے شوہر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ اسی وقت نہایت جوش سے اٹھیں اپنے کپڑوں کو باندھا اور خیمہ کی چوب اکھاڑ کر لڑائی میں شریک ہو گئیں۔ زخمی شیرنی کی طرح ہر طرف حملے کرتی تھیں اور اپنی چوب سے رومیوں کو مار گراتی تھیں۔ اس معرکہ میں ان کے ہاتھ سے ۹ رومی جہنم واصل ہوئے۔ اس معرکہ کے بعد خلافتِ فاروقی کے عہد میں آپؓ کو جنگِ یرموک میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں بھی دوسری خواتین کے ہمراہ آپؓ نے رومیوں کے خلاف بڑی دلیری سے جنگ کی۔

حضرت اُمِ حکیمؓ کی زندگی کے اور حالات کتبِ سیر میں درج نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سلمہؓ

آپؓ کا نام زینبؓ تھا۔ باپ کا نام ابی سلمہؓ بن عبدالاسد تھا۔ وہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ماں اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہؓ تھیں جو ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد سرورِ کائناتؐ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

جب مسلمانوں نے حبش کی طرف ہجرت کی تو ان میں حضرت اُمِ سلمہؓ اور حضرت ابو سلمہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت زینبؓ کی ولادت حبش میں ہی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت اُمِ سلمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت زینبؓ ان کے ساتھ تھیں۔ مدینہ پہنچیں تو حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر صدیقؓ نے زینبؓ کو اپنا دودھ پلایا۔ ماں باپ نے ان کا نام برہ رکھا تھا، لیکن رسولِ کریمؐ نے بدل کر زینبؓ رکھ دیا۔

۴ ہجری میں جب حضرت اُمِ سلمہؓ سے سرکارِ دو عالم ﷺ کا نکاح ہوا تو حضرت زینبؓ بھی ان کے ساتھ آئیں۔

حضور رسولِ کریمؐ حضرت زینبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضورؐ نے نہایت توجہ اور شفقت سے ان کی پرورش کی۔ حضرت اُمِ سلمہؓ سے نکاح کے وقت زینبؓ شیر خوار تھیں۔ حضورؐ گھر تشریف لاتے اور زینبؓ کو دودھ پیتے دیکھتے تو واپس ہو جاتے تھے۔ جب وہ پاؤں چلنے لگیں تو حضور ﷺ غسل فرماتے ہوتے تو آپؓ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے حضورؐ کے پاس آ جاتیں۔ حضورؐ پیار سے ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے۔ اس پانی کی برکت سے بڑھاپے تک ان کے چہرے پر جوانی کی آب و تاب قائم رہی۔

آپؓ کی شادی عبداللہؓ بن زمعہ بن اسود سے ہوئی جس سے ۶ لڑکے اور ۳ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

۶۳ ہجری میں ایک عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ ان کے دولڑکوں کی شہادت تھی جو واقعہ حرہ میں ہوئی۔ اس سال مدینہ کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کرلی تھی اور یزید کے تمام عاملوں کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔

یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک مضبوط فوج دے کر مدینہ پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن ساز وسامان کی کمی کی وجہ سے مغلوب ہوگئے۔ اس لڑائی میں کئی انصاری اور دوسرے اہلِ مدینہ شہید ہوئے۔ ان میں حضرت زینبؓ کا ایک لڑکا بھی شامل تھا۔ اس کے بعد شامی فوج تین دن تک بے دریغ مدینہ کو لوٹتی رہی۔ لوگوں کو گھروں سے کھینچ کھینچ کر نکالا اور قتل کر ڈالا۔ ایسے مظلوموں میں حضرت زینبؓ کا ایک دوسرا لڑکا بھی شہید ہوگیا۔ جب دونوں نوجوان فرزندوں کی لاشیں ان کے سامنے لائی گئیں تو آپؓ نے فرمایا ''مجھ پر بڑی مصیبت پڑی۔ میرا ایک فرزند تو لڑ کر شہید ہوا لیکن دوسرا لختِ جگر تو خانہ نشین تھا۔ ظالموں نے اسے گھر میں گھس کر ناحق قتل کیا۔ اس کے بعد نہایت حوصلہ اور صبر سے اپنے دونوں نونہالوں کو سپرد خاک کیا۔

حضرت زینبؓ نے جنابِ رسولِ کریمؐ کے دامنِ شفقت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے نہایت ذی شعور اور عالمہ فاضلہ تھیں۔ وہ اپنے دور کی فقیہہ خواتین میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال فضل وکمال عطا کیا تھا۔ بڑے بڑے ذی علم لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابورافعؓ کا قول ہے۔

''جب میں نے مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا ذکر کیا تو زینبؓ بنت ابوسلمہؓ کو ضرور یاد کیا۔''

چند احادیث بھی آپؓ سے مروی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت زین العابدینؓ اور عروہ بن زبیر جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔

حضرت زینبؓ نے ۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا بنتِ ملحان

آپؓ کی کنیت اُمِ حرامؓ سے ہی مشہور ہے۔ نام معلوم نہیں۔

باپ کا نام ملحان بن خالد اور ماں کا نام الملیکہ بنت مالک تھا۔

آپؓ حضرت اُمِ سلیمؓ کی حقیقی بہن تھیں اور جلیل القدر صحابی حضرت انسؓ آپؓ کے بھانجے تھے۔ آپؓ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھیں۔

حضرت اُمِ حرامؓ کا پہلا نکاح حضرت عمرؓو بن قیس انصاری سے ہوا۔ انہوں نے غزوۂ احد میں بڑی پامردی سے لڑ کر رسولِ کریمؐ پر اپنی جان نثار کر دی۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت حرامؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں آئیں۔

حضرت اُمِ حرامؓ کو رسولِ کریمؐ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ وہ اسلام کی سچی شیدائی تھیں اور انہیں راہِ خدا میں جہاد کرنے اور رتبۂ شہادت پر فائز ہونے کی بے حد تمنا تھی۔ رسولِ کریمؐ وقتاً فوقتاً قبا تشریف لے جاتے۔ جہاں حضرت اُمِ حرامؓ اور ان کے شوہر عمرؓو بن قیس کی سکونت تھی۔ حضورؐ حضرت اُمِ حرامؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور کھانا کھا کر آرام فرماتے۔

ایک دن حضورؐ معمول کے مطابق حضرت اُمِ حرامؓ کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر سو گئے۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے حضورؐ کا سر مبارک دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضورؐ خواب سے بیدار ہوئے تو ہونٹوں پر تبسم تھا۔ فرمایا ''اُمِ حرامؓ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سمندر کے رستے آمادۂ سفر ہیں''۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اور سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے اور پھر وہی خواب بیان کیا۔ حضرت اُمِ حرامؓ نے پھر سابقہ دُعا کے لئے عرض کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تم اسی جماعت کے ساتھ ہو۔'' حضرت اُمِ حرامؓ کو بے حد مسرت ہوئی۔

Marfat.com

یہ جنگ احد سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جنگ اُحد میں حضرت عمرؓو بن قیس نے شہادت پائی تو جلیل القدر صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے آپؓ کا نکاح ہوگیا۔

۲۸ہجری میں جب حضرت عثمانؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ حاکمِ شام امیر معاویہؓ نے امیرالمؤمنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص (EYPRUS) پر حملہ کے لئے ایک بحری بیڑہ تیار کیا۔ قبرص پر حملہ کرنے والے لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابیؓ شامل تھے۔ عبادہؓ بن صامت بھی ان میں سے ایک تھے۔ حضرت اُمِ حرامؓ بھی اپنے شوہر کے ہمراہ اس لشکر کے ساتھ قبرص گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور قبرص پر پرچمِ اسلام لہرانے لگا۔ جب مجاہدین اپنا مشن پورا کر کے واپس ہونے لگے تو حضرت اُمِ حرامؓ بھی سواری پر بیٹھنے لگیں۔ جانور منہ زور تھا۔ اس نے زمین پر گرا دیا۔ حضرت اُمِ حرامؓ سخت زخمی ہوئیں اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ سرزمین قبرص ہی کو ان کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا اور یوں تقریباً ۳۵ برس کے بعد سرورِ کائنات ﷺ کے خواب کی تعبیر پوری ہوگئی۔

حضرت عمرؓو بن قیس انصاری سے دو لڑکے قیس اور عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عبادہؓ بن صامت سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔

حضرت اُمِ حرامؓ سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عبادہؓ بن صامت اور حضرت انسؓ بن مالک جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ عقبہ

آپؓ کے نام کے متعلق تمام سیر کتب خاموش ہیں۔اس لئے اپنی کنیت اُمِ کلثومؓ سے ہی مشہور ہیں۔

باپ کا نام عقبہ بن ابی معیط اور ماں کا نام اروی بنت کریز تھا۔حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے اخیافی بھائی تھے۔یعنی دونوں کی ماں ایک تھیں۔

حضرت اُمِ کلثومؓ کا والد عقبہ اسلام کا سخت دشمن تھا لیکن بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے صالح فطرت عطا کی تھی۔ چنانچہ نہایت نامساعد حالات میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے خاندان کی مخالفت کی کچھ پروانہ کی۔

جب رسول کریمؐ اور دوسرے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت اُمِ کلثومؓ کا دل بھی ہجرت کے لئے تڑپ اٹھا۔لیکن ابھی کنواری تھیں ۔باپ اور بھائی کڑی نگرانی رکھتے تھے۔اس لئے ان کا بس نہ چلا۔حتیٰ کہ حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔اس میں کفارِ مکہ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو معاہدہ ہوا، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو مدینہ آئے گا تو مسلمانوں کو اسے واپس مکہ بھیج دینا ہوگا۔اتفاق سے حضرت اُمِ کلثومؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا موقع صلح حدیبیہ کے بعد میسر آیا۔وہ کفروشرک کے ماحول میں بڑی مشکل سے اپنی زندگی کے دن گزار رہی تھیں۔ان کے باپ اور بھائی وغیرہ ہر وقت رسولِ کریمؐ اور دینِ حق کے خلاف زبان درازی کرتے تھے۔حضرت اُمِ کلثومؓ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا باتیں سن کر دل مسوس کر رہ جاتیں۔عورت ذات تھیں اور پھر اکیلی تھیں اور تو کچھ نہ کرسکتی تھیں۔یہی چاہتی تھیں کہ اڑ کر اس ناپاک ماحول سے دور ہو جائیں اور اپنے آقاؐ کے قدموں میں پہنچیں۔ایک دن بنی خزاعہ کا ایک شخص مدینہ جارہا تھا۔یہ موقع پاکر اس کی معیت میں پاپیادہ ہی مدینہ کی طرف چل دیں اور دن رات ایک کرکے اپنے آقاؐ کے قدموں میں جاگریں۔جب گھر والوں کو ان کے

Marfat.com

فرار کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے دو بھائیوں ولید بن عقبہ اور عمارہ بن عقبہ کو سخت غصہ آیا اور وہ اپنی بہن کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ خوش قسمتی سے حضرت اُمِ کلثومؓ انہیں راستہ میں نہ مل سکیں۔ دونوں بھائی سیدھے مدینہ پہنچے اور رسولِ کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ شرط کے مطابق ہماری بہن کو واپس کیجئے۔ ادھر حضرت اُمِ کلثومؓ نے فریاد کی ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے در سے نہ دھتکاریئے۔ میں ایک کمزور عورت ہوں اور مشرکین میں واپس جا کر میرا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔'' رسولِ کریم ﷺ کو فکر ہوئی کیونکہ معاہدہ کی شرط میں عورتوں کا ذکر نہ تھا۔ اس وقت بارگاہِ الٰہی سے یہ آیت اتری۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَ کُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ . فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ.

ترجمہ: اے مومنو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لو۔ اللہ ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کرو۔

اس آیت کے مطابق رسولِ کریم ﷺ نے حضرت اُمِ کلثومؓ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت اُمِ کلثومؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ان کے بھائی بے نیلِ مرام مکہ کو لوٹ گئے۔

ہادیٔ برحقؐ نے حضرت اُمِ کلثومؓ کی بہت قدر افزائی کی اور اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ سے بیاہ دیا۔ جب زیدؓ نے غزوۂ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیر بن العوامؓ سے نکاح ہوا۔ ان سے نباہ نہ ہو سکا اور طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے نکاح ہوا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت عمروؓ بن عاص فاتح مصر کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ اس نکاح کے ایک مہینہ بعد ہی حضرت اُمِ کلثومؓ نے وفات پائی۔ اس وقت حضرت عمروؓ بن عاص مصر کے حاکم تھے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ اور عمرو بن العاصؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زبیرؓ سے ایک لڑکی زینبؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے چار لڑکے ابراہیم، حمید، محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے۔ حضرت اُمِ کلثومؓ سے کئی احادیث مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرتِ ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ

ہندؓ یا ہندہ نام تھا۔ باپ کا نام عتبہ بن ربیعہ تھا۔ جو قریش کا معزز ترین سردار تھا۔ ماں کا نام صفیہ بنت امیہ تھا۔

پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا۔ ان سے نباہ نہ ہو سکا تو ابوسفیان بن حرب کے نکاح میں آئیں۔

ہند کا باپ عتبہ بن ربیعہ اور شوہر ابوسفیان اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ شمع اسلام کو بجھانے کے لئے انہوں نے سرتوڑ کوششیں کیں۔ یہ ان کی ایذا رسانیوں کا نتیجہ تھا کہ سرورِ کائنات کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ مشرکین مکہ پھر بھی باز نہ آئے اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے بدر کے میدان میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ہند کا باپ عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا اور ابوجہل بھی مقتول ہوا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی اور مکہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد مشرکین مکہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ آئی اور ہندہ نے بھی جوش و خروش کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹایا۔ وہ بڑی شعلہ بیان مقررتھیں اور باپ کے قتل نے تو ان کے دل میں جذبۂ انتقام کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ ۳ ہجری میں مشرکین مکہ نے ابو سفیان کی زیرِ قیادت بڑی تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا اور غزوۂ احد پیش آیا۔ ہند خصوصیت سے اپنے باپ کے قاتل حمزہؓ سے انتقام لینا چاہتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا۔ وحشی بھالا پھینکنے میں زبردست مہارت رکھتا تھا۔ جب لڑائی کا تنور گرم ہو گیا تو ہند نہایت اشتعال انگیز رجز پڑھ کر کفار کو جوش دلا رہی تھیں۔ حضرت حمزہؓ بہادری سے لڑ رہے تھے۔ جدھر رخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتے۔ تقریباً ۳۰ کافر ان کے ہاتھ سے جہنم واصل ہو چکے تھے کہ وحشی نے ایک چٹان کی آڑ لے کر ان پر بھالے کا وار کیا جو جسم کے پار ہو گیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ کفار کی عورتوں نے اس رجلِ عظیم کی

Marfat.com

شہادت پر مسرت کے گیت گائے۔ ہندہ نے جوشِ انتقام میں حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئیں لیکن گلے سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگلنا پڑا۔ رسول کریم ﷺ کو اس دردناک واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا۔

۸ ہجری میں رسولِ اکرمؐ نے مکہ فتح کیا اور فاتحانہ شان سے ۱۰۰۰۰ اصحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کوئی طاقت نہ تھی جو رسولِ کریم کو انتقام سے باز رکھ سکتی لیکن رحمتِ دو عالمؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ حتیٰ کہ اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ابو سفیانؓ نے اس موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہندہؓ پر بھی اب اسلام کی صداقت واضح ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ چند برقعہ پوش خواتین کے ہمراہ رسولِ کریمؐ کی بیعت کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اس موقع پر بھی انہوں نے حضورؐ سے نہایت بے باکانہ گفتگو کی جو درجِ ذیل ہے۔

ہندؓ: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں۔

سرورِ کائناتؐ: شرک نہ کرو اور خدا کی واحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندؓ: یہ عہد آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن پھر بھی ہمیں منظور ہے۔

سرورِ کائنات: چوری نہ کرو۔

ہندؓ: میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہوں، معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

سرورِ کائنات: اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندؓ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا (یعنی قتل نہیں کیا تھا) جب بڑے ہوئے تو آپؐ نے قتل کر ڈالا۔

رسولِ کریم ﷺ کا دامنِ کرم بڑا کشادہ تھا۔ ہندہ نے اگرچہ ان کے محبوب چچا کا جگر چبایا تھا اور پھر اس موقع پر بھی ایسی بے باکانہ بلکہ گستاخانہ گفتگو کی تھی۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان کی تمام خطاؤں سے درگزر فرمایا۔ ہندؓ کو اپنی جان بخشی کی امید نہیں تھی۔ لیکن رحمۃ اللعالمینؐ نے انہیں بالکل معاف کر دیا تو ان کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی اور صدقِ دل سے مسلمان ہو گئیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

Marfat.com

''یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے حضورؐ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا، لیکن آج حضورؐ سے بڑھ کر کوئی محبوب و محترم نہیں ہے''

اس کے بعد گھر جا کر اپنے معبود بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ہندہؓ کی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جب روم و فارس کی مہمات پیش آئیں تو حضرت ہندہؓ بھی اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ مجاہدینِ اسلام کے لشکر میں شامل ہوگئیں۔ جس جوش و خروش کے ساتھ یہ دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوا کرتے تھے۔ اس سے کئی گنا زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اپنے قبولِ اسلام سے قبل کی اسلام دشمنی کا کفارہ ادا کرنے کی دل و جان سے کوشش کی گئی۔ کئی معرکوں میں وہ استقلال اور جرأت سے لڑے کہ شجاعت اور جانبازی کا حق ادا کر دیا۔

شام کی جنگوں میں جنگِ یرموک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ تھی جس میں قیصرِ شام نے اپنی پوری طاقت جنگ کی آگ میں جھونک دی تھی۔ بعض روایتوں کے مطابق ۱۰ لاکھ کے قریب تھی۔ مجاہدینِ اسلام کی تعداد ۳۰ اور اور ۴۰ ہزار کے درمیان تھی۔ اس جنگ میں حضرت ہندہؓ اور ان کے شوہر سفیانؓ دونوں نے شرکت کی۔ بڑی خوفناک جنگ ہوئی۔ جس میں کئی بار مسلمانوں کے قدم پیچھے ہٹے، لیکن عورتوں نے غیرت دلائی اور خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر یا پتھر ہاتھوں میں لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوگئیں۔ حضرت ہندہؓ رجز پڑھ پڑھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ اگر کوئی مسلمان لڑائی سے پیٹھ پھیرتا تو اس کے گھوڑے کے منہ پر خیمے کی چوب مار کر غیرت دلاتیں کہ جنت چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو اور اپنی عورتوں کو رومیوں کے حوالے کرتے ہو۔ یہ ہندؓ اور دوسری خواتین کی استقامت اور غیرت ہی تھی کہ پیچھے ہٹتے ہوئے مسلمان پلٹ کر اس زور سے رومیوں پر حملہ کرتے کہ ان کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

ایک موقع پر پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ ہندؓ نے انہیں دیکھ لیا اور اپنے خیمے کی چوب لے کر ان کی طرف لپکیں اور کہا:

''خدا کی قسم تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسولؐ کو جھٹلانے

Marfat.com

میں بڑے سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ اس رزمگاہ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولؐ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی جان قربان کردو تاکہ خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔''

حضرت ابوسفیانؓ کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر دشمن کے ٹڈی دل میں گم ہو گئے۔

اسی جنگ میں ایک اور موقع پر رومی عورتوں کی خیمہ گاہ تک آ پہنچے۔ تمام عورتوں نے (جن میں اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ، اُمِ ابانؓ، اُمِ خولہؓ اور ہندؓ بھی شامل تھیں) اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر رومیوں کا منہ پھیر دیا۔ جب تک مسلمانوں کا ایک دستہ ان کی مدد کو نہ آ پہنچا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں اور متعدد کو جہنم واصل کیا۔

حضرت ہندؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ ان کی اولاد میں امیرِ معاویہؓ بہت مشہور ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوالعاصؓ

آپؓ کا نام امامہؓ تھا۔ والد کا نام ابوالعاصؓ بن ربیع اور والدہ کا نام حضرت زینبؓ بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ گویا امامہؓ رسول کریم ﷺ کی حقیقی نواسی تھیں۔

حضور ﷺ کے عہدِ بابرکات میں پیدا ہوئیں۔ آپؐ امامہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک انگوٹھی رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں بطورِ تحفہ بھیجی۔ حضورؐ نے فرمایا ''اسے میں اس کو دوں گا جو مجھے بہت محبوب ہے۔'' سننے والوں نے خیال کیا کہ یہ شرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حاصل ہوگا۔ لیکن حضورؐ نے امامہؓ کو بلایا اور ان کی انگلی میں انگوٹھی پہنادی۔

حضور ﷺ کو جس طرح اپنے دوسرے نواسوں سے محبت تھی اسی طرح حضرت امامہؓ سے بہت پیار تھا۔ کئی دفعہ اوقاتِ نماز میں بھی انہیں اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے۔ ایک دن اسی حالت میں تشریف لائے کہ حضرت امامہؓ شانہ مبارک پر سوار تھیں۔ انتہائی محبت میں انہیں شانہ مبارک سے نہ اتارا اور اسی حالت میں نماز پڑھنی شروع کی۔ جب رکوع میں جاتے تو امامہؓ کو آہستہ سے اتار دیتے جب کھڑے ہوتے پھر شانہ مبارک پر سوار کر لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔

Marfat.com

جب رسول کریمؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت امامہؓ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امامہؓ سے نکاح پڑھا لیا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام کی سرپرستی میں تقریب نکاح انجام پائی۔

۴۰ ہجری میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابنِ ملجم کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے اور جانبری کی کوئی امید نہ رہی تو آپؓ نے مغیرہؓ بن نوفل کو وصیت کی کہ میرے بعد امامہؓ سے نکاح کر لینا۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ والیٔ شام نے حضرت امامہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ مغیرہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً امام حسنؓ سے اجازت لے کر حضرت امامہؓ سے نکاح پڑھ لیا۔

مغیرہؓ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ حضرت امامہؓ نے مغیرہ بن نوفل کی زندگی میں ہی ان کے گھر وفات پائی۔ وفات کی تاریخ اور زندگی کے دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اروی رضی اللہ عنہا بنتِ عبدالمطلب

آپؓ کا نام ارویؓ اور کنیت ابی طلیب تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور رسولِ کریمؐ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

آپؓ کی شادی عمیر بن وہب سے ہوئی۔

جب رسولِ کریمؐ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو جن پاک نفوس نے اس دعوت کے قبول کرنے میں نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر اولیت کا شرف حاصل کیا ان میں حضرت اروی رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے طلیبؓ بن عمیر بھی تھے۔ ہادیٔ برحقؐ ان ایام میں حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کے گھر پناہ گزیں تھے۔ حضرت طلیبؓ بھی وہاں جا کر مشرف باسلام ہوئے اور حضورﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے گھر تشریف لائے۔ اپنی ماں سے فرمایا:

''اماں جان میں اپنے بھائی (ماموں زاد) محمدﷺ پر سچے دل سے ایمان لے آیا ہوں۔ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔''

حضرت اروىؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن بڑے خلوص سے اپنے فرزند سے کہا ''بیٹے تمہارا بھائی آج مخالفتوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے، بے کس اور مظلوم ہے اور واقعی تمہاری امداد کا مستحق ہے۔ اے کاش کہ آج مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو اپنے یتیم بھتیجے کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچاتی۔''

طلیبؓ نے کہا ''اماں تو پھر آپ اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتیں۔ ماموں حمزہؓ بھی بھائی محمدؐ کی رسالت کا اقرار کر چکے ہیں۔ اب کون سی چیز آپ کو قبولِ حق سے مانع ہے۔

حضرت اروىؓ نے کہا ''مجھے دوسری بہنوں کا انتظار ہے کہ وہ کیا کرتی ہیں؟''

حضرت طلیبؓ نے کہا ''اماں اب انتظار کا وقت نہیں۔ خدا کے لئے میرے ساتھ بھائی کے پاس چلو اور دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو جاؤ۔''

حضرت اروىؓ مزید عذر نہ کر سکیں۔ اسی وقت اپنے بیٹے کے ساتھ ارقمؓ کے گھر جا کر ہادیٔ برحق پر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

جب حضرت اروئؓ نے اسلام قبول کیا تو رسولؐ خدا خوفناک مصائب اور مشکلات سے دو چار تھے۔ کفارِ مکّہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھا رہے تھے۔ حضرت اروئؓ اپنے بھتیجے کی تکالیف پر بہت کڑھتی تھیں لیکن عورت تھیں عملی طور پر تو کفار کا مقابلہ کرنے سے معذور تھیں البتہ اپنے بیٹے طلیبؓ کو ہر وقت رسولِ کریمؐ کی مدد کرنے پر آمادہ کرتی رہتیں۔ حضرت طلیبؓ پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے جان نثار تھے۔ ماں کی تائید سے ان کا حوصلہ بہت بلند ہو گیا اور انہوں نے اپنی زندگی ہادیٔ برحق کی حفاظت اور خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دی۔

ایک دن طلیبؓ کے ماموں ابولہب نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور انہیں حبسِ بے جا میں رکھا۔ حضرت طلیبؓ کو بہت غیرت آئی اور اپنے ماموں کو خوب پیٹا۔ بہت سے مشرکین انہیں لپٹ گئے اور ابولہب کو چھڑا لیا۔ اب مشرکین نے طلیبؓ کو باندھ دیا۔ چونکہ بڑے معزز خاندان کے فرد تھے کچھ دیر بعد چھوڑ دیا۔ ابولہب نے ان کے خلاف اپنی بہن سے شکایت کی۔ حضرت اروئؓ نے جواب دیا "طلیبؓ کی زندگی کا بہترین وقت وہی ہے جب وہ محمدؐ کی مدد کرے۔"

ایک دن عوف بن حرہ سہمی نے حضرت طلیبؓ کے سامنے رسولِ کریمؐ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ حضرت طلیبؓ نے جوشِ غضب میں اس کو اونٹ کے گلے سے مار کر زخمی کر دیا۔ عوف نے حضرت اروئؓ سے شکایت کی۔

انہوں نے جواب دیا۔

ان طلیبا نصر ابن خالہ　　واساہ فی دمہ ومالہ

طلیبؓ نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی

اور اس کے خون اور اس کے مال کی غمخواری کی

ایک دفعہ حضرت طلیبؓ کو معلوم ہوا کہ ابوہاب بن غریر دارمی رسولِ کریم ﷺ کو شہید کرنے پر آمادہ ہے۔ طلیبؓ نے اپنی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت اروئؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اظہارِ خوشنودی کیا۔

سنِ وفات اور دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

بعض مؤرخین کے نزدیک گو حضرت اروئؓ اپنے بھتیجے کی خیر خواہ تھیں لیکن ان کا اسلام لانا محقق نہیں ہے۔ ابنِ سعد، ابن القیم اور بعض دوسرے مؤرخین کے نزدیک حضرت اروئؓ نے یقینی طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

اُمُّ الخیر رضی اللہ عنہا بنتِ صخر

نام معلوم نہیں۔اپنی کنیت ام الخیر سے ہی مشہور ہیں۔

والد کا نام صخر بن عامر تھا جو قریش کے خاندان بنی تمیم سے تھے۔

آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ تھیں۔ابو قحافہ سے شادی ہوئی اور انہیں سے صدیقِ اکبرؓ پیدا ہوئے۔

جب ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ اپنے آبائی مذہب پر ہی تھیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسولِ کریمؐ کے تتبع میں لوگوں کو دعوتِ حق دینی شروع کی۔مشرکین مکہ اس سے سخت غضبناک ہوئے۔ایک دن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے۔مشرکین نے انہیں گھیر کر بہت زدوکوب کیا۔جب وہ بے ہوش ہو گئے تو بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو رحم آیا۔وہ انہیں اٹھا کر گھر لے گئے۔جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا۔

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔''

سارے گھر والے انہیں ملامت کرتے رہے لیکن وہ برابر پوچھتے رہے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ مجھے ان کی خبر لا کر دو۔'' اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے آئے۔انہیں اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔فرطِ محبت سے ان کی پیشانی چومی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت لجاجت سے عرض کی'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری والدہ ہیں، ان کے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب کرے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اُمّ الخیر کے لئے دعا فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے ان کا دِل نورِ اسلام سے منور کر دیا۔اسی وقت صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا اور تا دمِ مرگ خدمتِ اسلام کرتی رہیں۔

مبارک تھی وہ ماں جس نے صدیقِ اکبرؓ جیسا فرزند جنا۔سال وفات معلوم نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت اُمِّ مسطح رضی اللہ عنہا

نام معلوم نہیں ہے۔مشہور صحابی حضرت مسطح بن اثاثہ کی والدہ تھیں۔

حضرت اُمّ الخیرؓ بنتِ صخر آپؓ کی بہن تھیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھانجے۔

اوائلِ اسلام میں ایمان لائیں ۔ نہایت راسخ العقیدہ اور ثابت قدم مسلمان تھیں۔ واقعۂ افک میں منافقین نے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر ناپاک تہمت لگائی تو بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی اس پر یقین کرلیا۔ان میں حضرت مسطحؓ بھی شامل تھے۔غزوہ بنومصطلق سے واپس آ کر جب انہوں نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا تو وہ سخت غضبناک ہوئیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت مسطح سے کچھ سلوک کیا کرتے تھے لیکن اُمِ مسطحؓ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور فوراً اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس جا کر اپنے فرزند کو بددعائیں دینے لگیں۔انہوں نے فرمایا ''نانی اماں آپؓ کا فرزند بدری صحابی ہے۔آپ اسے کیوں بددعائیں دیتی ہیں۔''

اُمِ مسطح نے کہا'' خدا اسے غارت کرے وہ لوگوں کی افترا پردازی میں شریک ہوگیا ہے۔''اس کے بعد تمام واقعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سنایا۔وہ سکتے میں آ گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بریت کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور ان کی امداد بند کردی۔

اس کے بعد جب خداوند کریم کی طرف سے درگزر کرنے اور معاف کردینے کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے پھر مسطح کی امداد جاری کردی۔ جب یہ حکم نازل ہوا۔

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو ۸۰ کوڑے لگاؤ''

تو حضرت مسطح پر بھی حد جاری ہوئی ۔ اگر ان کی والدہ اپنے فرزند کا لحاظ کرتیں تو حضرت مسطح بالکل بچ جاتے تھے لیکن انہوں نے ہر قسم کے نتائج وعواقب سے بے پرواہ ہو کر حق گوئی سے کام لیا۔

زندگی کے دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبداللہ

آپؓ کا نام معاذہؓ تھا۔ باپ کا نام عبداللہ بن جریرالضریر تھا۔

مدینہ کے مشہور منافق عبداللہ بن ابی سلول کی کنیز تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں دولتِ اسلام عطا کی تو عبداللہ بن ابی سلول بہت غضبناک ہوا۔ وہ ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا ۔اعلانیہ تو اسلام سے روک نہ سکتا تھا۔ البتہ معاذہؓ کو ایذا پہنچانے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو معلوم ہوگا تو وہ انہیں چھڑانے آئیں گے اور اسے کچھ رقم فدیہ میں مل جائے گی۔ حضرت معاذہؓ نے نہایت ثابت قدمی سے ہر تکلیف کو برداشت کیا لیکن راہِ حق سے منہ نہ موڑا۔ آخر رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ (سورہ نور)

ترجمہ: اور نہ زور کرو اپنی لونڈیوں پر بدکاری کے واسطے

اس آیت کے تحت عبداللہ بن ابی کے پنجۂ استبداد سے آپؓ کو رہائی نصیب ہوئی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ بھی رسولِ کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح سہل بن قرظ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حمیر بن عدی سے نکاح ہوا۔ ان سے تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے اور طلاق تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد عامر بن عدی سے نکاح ہوا۔

سہل بن قرظ کے صلب سے ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی امِ سعید پیدا ہوئیں ۔حمیر بن عدی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی اور عامر بن عدی سے ایک لڑکی اُمِ حبیب پیدا ہوئی۔

سال وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنتِ ثعلبہ

خولہؓ نام، ثعلبہ بن اصرم کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنی عوف بن خزرج سے تھے۔ بعض روایتوں میں خولہؓ کے والد کا نام مالک درج ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بیوی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپؓ کا نکاح حضرت عبادہؓ بن صامت کے بھائی اوس بن صامتؓ سے ہوا تھا۔

اسلام قبول کر کے رسولِ کریمؐ کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔

آپؓ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ قرآن حکیم کی آیت قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُ یعنی خدا نے اس عورت کی بات سُن لی جو تم سے جھگڑتی تھی۔ آپؓ ہی کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دفعہ ان کے شوہر اوس بن صامتؓ نے کہا مجھے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ خدا کے واسطے تم ہی ہادیٔ برحقؐ سے اس کے متعلق فتویٰ لو۔ حضرت خولہؓ رسولِ کریمؐ کی خدمت میں پہنچیں۔ حضورؐ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تھے۔ حضرت خولہؓ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا ''میرے خیال میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ہو۔'' حضرت خولہؓ کو بہت صدمہ ہوا۔ قسم اٹھا کر کہا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی۔ غصہ میں آ کر ایک نامناسب بات کہہ دی۔'' رسول کریمؐ اپنی رائے پر قائم رہے اور خولہؓ بڑی عاجزی سے حضورؐ کو قائل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ''اے مولائے کریمؐ میں تجھ سے اپنی سخت ترین مصیبت کی فریاد کرتی ہوں۔ اے اللہ جو بات ہمارے لئے رحمت کا باعث ہو اسے اپنے نبیؐ کی زبان پر ظاہر فرما۔'' یہ منظر اتنا دردناک تھا کہ حضرت عائشہؓ بھی اشکبار ہوگئیں۔

اتنے میں حضورؐ پر وحی نازل ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ کر دیا۔ اپنے شوہر سے کہو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کریں۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں

Marfat.com

باپ حضورؐ پر قربان۔ میرے خاوند کے پاس نہ کوئی لونڈی ہے نہ غلام۔'' حضورؐ نے فرمایا ''تو تواتر کے ساتھ ۶۰ روزے رکھیں۔'' خولہؓ نے عرض کی ''واللہ میرا شوہر بہت کمزور ہے۔ ۶۰ روزے رکھنا اس کے لئے ناممکن ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا تو اس سے کہو ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔'' خولہؓ نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ اس کی بھی استطاعت نہیں۔'' اب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اچھا تو اُمّ المنذر بنت قیس سے ایک بارشتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔'' خولہؓ نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ میرے شوہر اتنا ضرور کر دیں گے۔''

یہ کہہ کر گھر آئیں۔ اوسؓ دروازے پر منتظر تھے۔ بے تابی سے پوچھا ''کیوں خولہؓ حضور ﷺ نے کیا حکم دیا؟'' خولہؓ نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ تم بہت خوش قسمت ہو۔ جاؤ اور اُمّ المنذر بنت قیس سے ایک بارشتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کرو تا کہ تمہاری قسم کا کفارہ ادا ہو جائے۔ حضرت اوسؓ نے یہ کام بڑی خوشی سے انجام دیا۔ اس واقعہ سے حضرت خولہؓ کا مرتبہ لوگوں کے نزدیک بہت بلند ہو گیا اور وہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دن مسجد سے آ رہے تھے کہ راستے میں حضرت خولہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ فاروقِ اعظمؓ نے انہیں سلام کیا تو بولیں ''اے عمرؓ! میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تمہیں لوگ عمرؓ کہہ کر پکارتے تھے۔ اب تمہارا لقب امیر المومنین ہے۔ پس مخلوقِ خدا کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور یقین جانو کہ جو شخص عذابِ الٰہی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو ہر وقت مرنے کا دھڑ کا لگا رہے گا۔''

چند لوگ حضرت عمرِ فاروقؓ کے ساتھ تھے۔ ایک نے کہا بڑی بی تم نے تو امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ دوسرے نے کہا ''امیر المومنینؓ اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ آ گئے۔'' حضرت عمرِ فاروقؓ نے فرمایا جانے دو تمہیں معلوم بھی ہے یہ بڑھیا کون ہے، یہ خولہؓ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اس کی بات سن لی اور مجھ اللہ کے ناچیز بندے کو تو اس کی بات اور سُننی چاہیئے۔ واللہ اگر یہ رات بھر ٹھہرتی تو بھی میں سوائے نماز کے اور کوئی کام نہ کرتا اور اس کی باتیں سنا کرتا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی خثمہ

آپؓ کا نام لیلیٰؓ اور کنیت اُمِ عبداللہ تھی۔ ابی خثمہ بن حذیفہ آپ کے والد کا نام تھا جو قریش کے خاندان عدی سے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ عنزیؓ سے نکاح ہوا۔

اوائل اسلام میں ہی اپنے شوہر کے ساتھ دینِ حق قبول کیا۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں ۔ پہلی ہجرت حبشہ کو کی اور دوسری حبشہ سے مدینہ کو ۔ چونکہ آپؓ قدیم الاسلام تھیں ۔ اس لئے انہیں قبلۂ اوّل (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ حبش کی ہجرت کرنے سے پیش تر حضرت عمرؓ مکہ میں ان پر بہت تشدد کرتے تھے ۔ وہ ابھی مشرف با اسلام نہیں ہوئے تھے ۔ تنگ آ کر انہوں نے حبشہ کے لئے سامانِ سفر باندھا۔

قافلہ روانہ ہونے والا تھا کہ حضرت عمرؓ کا گزر ادھر سے ہوا۔ پوچھا، اُمِ عبداللہ کدھر جا رہی ہو؟ حضرت لیلیٰؓ نے جواب دیا ''تم نے ہمارا جینا حرام کر دیا ہے جدھر سینگ سمائیں گے چلے جائیں گے۔'' حضرت عمرؓ ان کی حالت سے متاثر ہوئے اور حیران ہوئے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اسلام چھوڑنے پر آمادہ نہیں لیکن سفر کی صعوبتیں اور جلاوطنی کے مصایب برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ نہایت نرم اور اداس لہجے میں بولے ''اچھا جاؤ خدا تمہارا ساتھی ہو۔''

حضرت لیلیٰؓ ان کے اس لب ولہجہ پر حیران ہوئیں ۔ جب ان کے شوہر عامرؓ بن ربیعہ تشریف لائے تو ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ عامرؓ نے کہا '' کیا تم چاہتی ہو کہ عمرؓ بھی دین قبول کر لیں ۔ حضرت لیلیٰؓ نے فرمایا '' میری دلی تمنا یہی ہے'' کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کر دی اور حضرت عمرؓ دائرۂ اسلام میں آ گئے۔

ایک بار رسول کریم ﷺ کے سامنے انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا '' تَعَال اَعُطِکَ '' یہاں آؤ میں تم کو کچھ دوں گی۔'' رسول کریم ﷺ نے پوچھا تم اپنے بیٹے کو کیا دینا چاہتی تھیں ۔ جواب دیا۔ کھجور۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم کچھ نہ دیتیں تو میں تمہیں جھوٹا سمجھتا۔

سالِ وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کی تفصیل نہیں ملتی۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

یہ محترم خاتون پہلی صدی ہجری میں بصرہ کے مقام پر پیدا ہوئیں۔ علم وفضل زہد واتقاء اور عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھیں۔ دنیائے اسلام میں ان کے بعد آج تک ان کے درجہ کی خاتون پیدا نہیں ہوئی۔ ان کے زمانے کے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور عالمانِ دین دقیق سے دقیق مسائل ان سے پوچھنے آتے اور وہ اپنی خداداد فراست سے انہیں چٹکیوں میں حل کر دیتیں۔

حضرت رابعہؒ بصری کے والدین بے حد مفلس تھے۔ جس رات رابعہؒ کی پیدائش ہوئی ان کے پاس بچی کو لپیٹنے کے لئے کپڑے کی ایک دھجی تک نہ تھی اور دیا جلانے کے لئے تیل کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ حضرت رابعہؒ کی والدہ نے اپنے شوہر سے کہا ''آج بڑا مشکل وقت ہے۔ اپنے ہمسائے سے ایک کپڑا اور تھوڑا سا تیل ادھار مانگ لائیے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد نے کہا ''نہیں نہیں جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ اپنے اللہ سے مانگنی چاہیے۔''

حضرت رابعہؒ کی والدہ نے کہا ''جو ادھار ادا کرنے کی نیت سے مانگا جائے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ آپؒ اپنے ہمسایہ سے یہ چیزیں ضرور مانگ لیجیے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد مجبور ہو کر ہمسائے کے مکان پر گئے۔ بار بار اس کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ پایا۔ گھر والے گہری نیند میں سوئے پڑے تھے۔ حضرت رابعہؒ کے والد دِل شکستہ ہو کر واپس آ گئے اور سو گئے۔

خواب میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا ''اے شخص دل شکستہ نہ ہو، تمہاری بیٹی یگانہ روزگار ہوگی۔ اس کی نیکی اور پرہیزگاری کی شہرت دور دور پھیلے گی۔ صبح اٹھ کر

Marfat.com

بصرہ کے حاکم کے نام ایک خط لکھو کہ تم رسولِ کریم ﷺ کو ہر جمعہ کی رات جو تحفہ بھیجا کرتے تھے۔ اس جمعہ کی رات کو کیوں نہیں بھیجا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کے عوض تمہیں ۴۰۰ دینار دے۔''

حضرت رابعہؒ کے والد صبح کو خوش خوش بیدار ہوئے۔ فرمانِ نبویؐ کے مطابق حاکمِ بصرہ کو خط لکھا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اسی وقت ۴۰۰ دینار اور کئی دوسرے تحائف حضرت رابعہؒ کے والد کی خدمت میں بھیجے اور پھر خود ان کی اور بچی کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر حاضر ہوا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت رابعہؒ کے والد ہر روز سونے سے پہلے کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ جس رات حضرت رابعہ بصری پیدا ہوئیں ان کے گھر فاقہ تھا۔ جب رات کو سوئے تو رسولِ کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''فلاں سوداگر ہر روز تین ہزار مرتبہ درود شریف اس طرح پڑھتا ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس کے پاس جاؤ اور ہماری طرف سے کہو کہ تمہیں ایک ہزار اشرفی دے۔''

سوداگر یہ سن کر بہت مسرور ہوا کہ اس کے آقا و مولاؐ نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اسی وقت اٹھا اور ایک ہزار کی بجائے دو ہزار اشرفی لا کر حضرت رابعہؒ کے والد کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔

حضرت رابعہؒ اپنے والدین کی چوتھی اولاد تھیں۔ ان سے پہلے ان کی تین بہنیں اور تھیں۔ اس لئے والدین نے آپ کا نام رابعہ یعنی چوتھی رکھا۔ ابھی وہ سن شعور کو نہیں پہنچی تھیں کہ ماں باپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان دنوں بصرہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ ان کی بہنوں نے حضرت رابعہؒ کو ایک سنگدل شخص کے ہاتھ چند سکوں کے عوض بیچ دیا۔ آپؒ ایک لونڈی کی طرح اس کے گھر رہنے لگیں۔ بچپن سے ہی بے حد عبادت گزار تھیں۔ اپنے آقا کے گھر سخت محنت اور مشقت کرتیں لیکن زبان پر ہر وقت ذکرِ خدا جاری رہتا۔ جب ذرا مہلت ملتی، نماز کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور نہایت خشوع و خضوع کے نماز ادا فرماتیں۔ جب مالک سو جاتا تو ساری رات یادِ الٰہی میں گزارتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔ ایک رات اتفاق سے آقا کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا کیا ہے حضرت رابعہؒ سجدے میں پڑی ہوئی گڑگڑا کر رو رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

''اے مولائے کریم تو علیم و بصیر ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں تیری عبادت کی کس قدر مشتاق ہوں۔ لیکن دن کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں

Marfat.com

ملتی کہ اس کی زر خرید ہوں ۔ رات کو اس کے سونے کے بعد تیری خدمت میں حاضر ہوتی ہوں اور جو کچھ بندگی بن آتی ہے بجالاتی ہوں ۔ اگر چہ ایسی بندگی قابلِ قبول نہیں لیکن بے بس ہوں کہ تیرا ایک بندہ بھی مجھ سے اپنی خدمت کراتا ہے۔''

یہ ماجرا دیکھ کر حضرت رابعہؒ کے آقا کے ہوش اڑ گئے ۔ رات بڑی بے چینی سے کاٹی، صبح اٹھ کر حضرت رابعہؒ کی کمال عزت و تعظیم کی اور بے حد معذرت کر کے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت رابعہؒ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور پھر شہر سے باہر ایک خراب خستہ حال مکاں میں سکونت اختیار کی ۔ یہاں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتیں ۔

بڑے بڑے نامور فقیہ، محدث اولیاء اور علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے علم و فضل سے مستفیض ہوتے ۔

حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؒ کے گھر کے سامان کا جائزہ لیا۔ دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا پیالہ رکھا ہے جس سے آپؒ وضو کرتی اور پانی پیتی ہیں ۔ایک پرانی چٹائی ہے جو جائے نماز کا کام دیتی ہے اور ایک اینٹ ہے جو تکیہ کا کام دیتی ہے ۔ دو تین اور معمولی برتن تھے اور یہ آپؒ کے گھر کی کُل کائنات تھی ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد میں حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ اس وقت گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھ رہی تھی ۔ آپؒ گفتگو میں اس قدر محو ہو گئیں کہ ہانڈی کا خیال نہ رہا۔ شام کے بعد ایک روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا پیالہ لے کر بیٹھ گئیں ۔ اس وقت آپ کو ہانڈی کا خیال آیا۔ دیکھا تو قدرتِ خداوندی سے گوشت نہایت لذیذ پکا ہوا موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے بھی وہ گوشت کھایا۔ نہایت لذیذ تھا۔ ایسا گوشت ہم نے کبھی نہیں کھایا۔

حاکمِ بصرہ نے چند خادم حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت کے لئے بھیج دیئے تھے لیکن آپؒ نے ان سے کبھی کوئی خدمت نہ لی ۔ وہ دن رات چین اڑاتے تھے ۔ایک دفعہ حضرت حسن بصری اور ذوالنون مصریؒ حضرت رابعہ سے ملنے گئے ۔ انہیں عبادت الٰہی میں مشغول پایا۔ خادم

Marfat.com

مزے کر رہے تھے۔ دونوں حضرات خادموں پر ناخوش ہوئے کہ تم اپنی مالکہ کی خدمت نہیں کرتے۔ سب خادموں نے مل کر ایک مکان درست کر کے بخوشامد حضرت رابعہؒ کو وہاں رکھا۔ دو تین دن وہاں بڑی مشکل سے کاٹے اور پھر اپنی پرانی جھونپڑی میں آ پڑیں اور چالیس برس اسی حال میں ذوق وشوق اور ذکرِ الٰہی میں گزار دیئے۔

حضرت رابعہؒ بصری کبھی کبھار اپنے ہم عصر ولی اللہ خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس وعظ میں تشریف لے جاتیں۔ خواجہ حسن بصریؒ اس دن بڑے زور وشور سے وعظ فرماتے ہیں جس میں علم و معرفت کے دریا بہا دیتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا ''یا حضرت آپ اسی دن وعظ کیوں فرماتے ہیں جس دن رابعہؒ آپ کے پاس تشریف لاتی ہیں۔ حالانکہ مخلوقِ خدا کا ہمیشہ آپ کے پاس ہجوم رہتا ہے۔''

خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا ''جو شربت ہاتھیوں کے برتنوں کے لئے ہوتا ہے وہ چیونٹیوں کے برتنوں میں نہیں ڈالا جاتا۔''

ایک دفعہ بصرہ کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ''اے رابعہؒ مردوں کو کیوں ایسے مرتبے حاصل ہیں جو عورتوں کو کبھی میسر نہیں آئے۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اور اسی لئے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ مرتبۂ نبوت پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مردوں ہی کو فائز کیا ہے۔ خدا نے اس اعزاز کے لئے صرف مردوں کو ہی منتخب کیا اور عورتوں کو محروم رکھا۔''

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا ''بھائیو کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی عورت نے آج تک خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ استکبار بھی صرف مردوں ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ انہوں نے خدائی تک کا دعویٰ کرنے سے گریز نہیں کیا اور جتنے نبی، صدیق، شہید، ولی ہوئے ہیں وہ عورتوں ہی کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور انہیں کی گود میں تربیت پائی اور پروان چڑھے۔ کیا عورت کا یہ مرتبہ کم ہے۔'' تمام لوگ لاجواب ہو گئے۔

ایک دن کچھ لوگ حضرت رابعہؒ بصری کے پاس عبادت کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا۔ ''میں عبادت الٰہی دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں۔''

Marfat.com

ایک دوسرا شخص بولا ''میں تو عبادت الٰہی جنت کے حصول کے لئے کرتا ہوں۔''

حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا ''بھائیو تم مزدوروں کی طرح خوف یا لالچ کی وجہ سے خدا کی عبادت نہ کرو، بلکہ صرف اپنے مولائے کریم کی خوشنودی اور رضا کے لئے اس کا ذکر کرو۔ عذاب وثواب سب اس کی مرضی پر چھوڑ دو۔''

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ نے حج کا ارادہ کیا۔ ایک خچر خریدا اور سامانِ سفر درست کر کے مکہ معظمہ جانے والے ایک قافلے کے ساتھ چل پڑیں۔ راستے میں جانور بیمار ہو کر مر گیا۔ اہلِ قافلہ حضرت رابعہؒ کے قدر شناس تھے۔ انہوں نے ان سے عرض کی کہ آپؒ کوئی فکر نہ کریں۔ ہم آپؒ کا سامان لادلیں گے اور آپ کو بھی سوار کر لیں گے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا آپ لوگ جائیں۔ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ قافلے والوں نے بہت اصرار کیا لیکن رابعہؒ نہ مانیں۔ ناچار وہ آگے روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت رابعہ بصریؒ نے نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی کہ ''اے میرے آقا اے دونوں جہانوں کے مالک تو نے اپنی لونڈی کو اپنے گھر کی زیارت کے لئے بلایا۔ راستے میں میرا خچر مر گیا۔ سب سامانِ سفر بکھرا پڑا ہے اور تیری لونڈی خستہ حال ہے۔ تیری لونڈی ہو کر میں کسی کی محتاج کیوں بنوں۔ مولا اس جنگل بیابان میں میری مدد کر کہ تیرے گھر کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کروں۔''

رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ اس بیابان میں ایک خچر حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ اس پر سوار ہو کر قافلہ سے جا ملیں۔ وہ لوگ حیران رہ گئے۔ وہ خچر بڑا اصیل اور تیز رفتار تھا۔ مدت تک حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس رہا اور پھر معقول قیمت پر بک گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ ہمیشہ شب بیدار رہتیں اور چار سو رکعت نماز ادا کرتیں۔ پھر صبح کو نماز پڑھ کر کسلمندی دور کرنے کچھ دیر جائے نماز پر بیٹھ جاتیں۔ ذرا آنکھ لگتے ہی پھر اٹھ کھڑی ہوتیں اور نفس کو بہت لعنت ملامت کرتیں کہ تو کب تک خوابِ غفلت میں پڑا رہے گا۔ موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ اس کے بعد پھر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ ایک ہاتھ میں پانی کا لوٹا اور دوسرے میں آگ کی

Marfat.com

انگیٹھی لئے کہیں جارہی تھیں۔ راستے میں ایک شخص نے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہے اور آپ کدھر جارہی ہیں۔ فرمایا ''اس پانی سے دوزخ کی آگ بجھاؤں گی اور آگ سے بہشت کو جلادوں گی۔'' اس شخص نے پوچھا ''کیوں؟''

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا ''اس لئے کہ لوگ اللہ کی عبادت نہ بہشت کے لالچ اور نہ دوزخ کے خوف سے کریں بلکہ ہمیشہ اپنے آقا کی رضا اور خوشنودی کو مدنظر رکھیں۔''

ایک دفعہ دو نیک آدمی حضرت رابعہؒ بصری کی زیارت کے لئے آئے۔ طویل سفر سے تھکے ہوئے تھے اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔ حضرت رابعہؒ بصری کے گھر اس وقت دو روٹیاں تھیں۔ چاہتی تھیں کہ مسافروں کے سامنے رکھیں کہ ایک سائل نے دروازے پر دستک دی اور کھانے کو کچھ مانگا۔ حضرت رابعہؒ بصری نے دونوں روٹیاں اسے دے دیں۔ مہمانوں کے چہرے پر تردد کے آثار پیدا ہوئے۔

حضرت رابعہؒ بصری نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''بھائیو تم تنگ دل کیوں ہوتے ہو۔ کیا اللہ ہمارے حال سے آگاہ نہیں۔ وہی سب کا رازق ہے۔''

ابھی یہ بات ان کے منہ ہی میں تھی کہ ایک لونڈی کچھ روٹیاں کپڑے میں لپیٹے ہوئے حاضر ہوئی اور کہا میری مالکہ نے یہ روٹیاں آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ حضرت رابعہؒ بصری نے روٹیاں لے کر گنیں اور پھر انہیں لونڈی کو واپس دے کر کہا۔ تمہاری مالکہ سے گننے میں غلطی ہوئی ہے جتنی روٹیاں وہ بھیجنا چاہتی تھی ان میں سے دو روٹیاں کم ہیں۔''

لونڈی روٹیاں واپس لے گئی اور تمام قصہ اپنی مالکہ سے بیان۔ اس نے کہا بے شک دو روٹیاں میں نے غلطی سے کم گنی ہیں اور بیس کی بجائے اٹھارہ روٹیاں بھیج دیں۔ اس کے بعد اس نے پوری بیس روٹیاں حضرت رابعہؒ کی خدمت میں بھیجیں۔ حضرت رابعہؒ بصری نے یہ روٹیاں مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور فارغ ہو کر حضرت رابعہؒ سے پوچھا ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ دو روٹیاں کم ہیں۔''

فرمایا۔ جب میں نے دو روٹیاں سائل کو دیں تو اپنے مالکِ حقیقی رُس کی۔

Marfat.com

''اے میرے مولا تیرا وعدہ ہے کہ ایک کے بدلے دنیا میں دس اور آخرت میں ستر عطا کرے گا۔ دو روٹیاں تیری راہ میں دے رہی ہوں تو اپنا وعدہ پورا کرنا۔''

اللہ نے میری دعا سن لی۔ اب جو مجھے اٹھارہ روٹیاں ملیں تو یقیناً یہ گننے والی کی غلطی تھی ۔یہی وجہ تھی کہ میں نے پہلی مرتبہ روٹیاں واپس کر دی تھیں۔

دونوں مہمان حضرت رابعہ بصریؒ کے توکل پر حیران رہ گئے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے ساری عمر نکاح نہیں کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتیں۔ آپ نے جواب دیا۔

''مجھ کو آخرت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی ہے۔ پھر نکاح کیسے کروں۔ روزی دینے والا خدا ہے۔ وہ ہر جاندار کو ضرورت کے مطابق رزق دیتا ہے۔ مجھے اسی پر بھروسہ ہے۔''

لیکن اس کے برخلاف دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سنت نبوی کے تتبع میں حضرت رابعہ بصریؒ نے نکاح کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تین فرزند عطا کئے جن کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ تھے۔

خاوند کے انتقال کے بعد البتہ آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے بیٹے بہت سعادت مند تھے اور ہر وقت اپنی ماں کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔

حضرت رابعہ بصریؒ جب معراجِ کمال پر پہنچ گئیں تو وہ زیادہ وقت خاموش ہی رہتی تھیں ۔اگر کبھی ضرورت کے وقت گفتگو کرنی پڑتی تو صرف قرآن مجید کی آیات سے ہی اپنا مطلب ادا کرتیں ۔فرماتی تھیں کہ میں قرآن حکیم کے الفاظ میں اس لئے گفتگو کرتی ہوں کہ فرشتے انسان کی ہر بات لکھ لیتے ہیں اور جب وہ میری باتیں میرے اعمالنامے میں لکھیں گے تو سب قرآن کریم ہی کی آیات ہوں گی اور کوئی ایسی بات نہ لکھ سکیں گے جو میرے رب نے نہ فرمائی ہو۔''

ایک دفعہ حج سے واپسی کے وقت راستہ بھول گئیں ۔جس قافلے کے ہمراہ تھیں وہ آگے چلا گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر عبادت کرنے لگیں ۔حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو جا رہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ تنہا میدان میں بیٹھی ہوئی ذکرِ الٰہی میں مشغول ہیں ۔انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس جا کر کہا ''السلام علیکم

Marfat.com

ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔"

حضرت رابعہ بصریؒ: سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ. (سلام قول ہے اللہ مہربان کی طرف سے)

عبداللہ بن مبارکؒ: خدا آپ پر رحمت کرے۔ آپ یہاں کیسے بیٹھی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو راہ بتانے والا کوئی نہیں)

مطلب یہ کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کا اردہ کہاں جانے کا ہے؟

حضرت رابعہ بصریؒ: سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف)

مطلب یہ کہ حج سے فارغ ہو کر اب بیت المقدس (یروشلم) جانے کا ارادہ ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کب سے یہاں پڑی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (تین پوری راتیں)

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔ یہ وقت آپ نے کیسے گزارا؟

حضرت رابعہ بصریؒ: هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ (وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ میرے رزق کا بندوبست کردیتا ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ وضو کیسے کرتی ہیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (نہ پاؤ پانی تو پاک مٹی سے تیمم کرلو)

مطلب یہ کہ پانی کے بغیر تیمم کرلیتی ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: میرے پاس کھانا ہے۔ کیا آپ کھائیں گی؟

حضرت رابعہ بصریؒ: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (پھر تمام کرو روزے کو تم رات تک)

Marfat.com

مطلب یہ کہ میں روزے سے ہوں۔

عبداللہ بن مبارکؒ: یہ رمضان المبارک کا مہینہ تو نہیں ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (جو بطورِ نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے)

مطلب یہ کہ میرا روزہ نفلی ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: لیکن سفر میں تو ہمیں اجازت ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، بشرطیکہ تم جانتے ہو)

عبداللہ بن مبارکؒ: جس طرح میں آپ سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آپ مجھ سے کیوں باتیں نہیں کرتیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (نہیں منہ سے نکالتا کوئی بات مگر یہ کہ اس پر ایک مخبر مقرر ہے)

مطلب یہ کہ انسان کو اپنی بات کا جواب دِہ ہونا پڑے گا۔

عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ . اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (نہ واقف ہو اس چیز سے جس کا تجھ کو علم نہیں۔ بلاشبہ کان اور دِل سب سے باز پرس ہوگی)

مطلب یہ کہ ایسی باتوں سے دل اور کان کو آلودہ نہ کرو جن کا جواب دینا پڑے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: مجھ سے غلطی ہوئی معاف فرمایئے!

حضرت رابعہ بصریؒ: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (نہیں سرزنش تم پر آج۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: میں آپ کو اپنی اونٹنی پر بٹھا کر لے چلوں گا۔ جہاں آپ چاہیں گی وہاں پہنچا دوں گا۔

حضرت رابعہ بصریؒ: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (نیکی کا جو کام تم کرو گے اللہ اس کو جانتا

Marfat.com

ہے۔
عبداللہ اپنی اونٹنی ان کے قریب لائے اور ان سے کہا کہ اس پر سوار ہو جایئے۔ حضرت رابعہؒ یوں گویا ہوئیں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (کہو مومنوں سے کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

مطلب یہ کہ آپ اپنی آنکھیں بند کرلیں یا منہ پھیر کر کھڑے ہو جائیں تاکہ میں بلا جھجک سوار ہو جاؤں۔

عبداللہ بن مبارک نے اپنی بند کرلیں اور کہا کہ لیجیے! اب سوار ہو جایئے۔ حضرت رابعہ بصریؒ جب سوار ہونے لگیں تو اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی اور ان کی اوڑھنی کجاوے سے الجھ کر پھٹ گئی۔

حضرت عبداللہؒ نے اظہارِ افسوس کیا تو حضرت رابعہ بصریؒ بولیں۔

مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے)

یعنی تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں یہ میرے اعمال کا نتیجہ ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: اچھا آپ ذرا ٹھہریں۔ میں اونٹنی کے پاؤں باندھ دوں تاکہ آپ اطمینان سے سوار ہو سکیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ: فَفَهَّمْنَا هَا سُلَيْمٰنَ (پس سمجھایا ہے سلیمان نے)

یعنی اونٹنی کے پاؤں ضرور باندھو یہ اسی طرح سمجھے گی۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اونٹنی کے پاؤں باندھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ اطمینان سے اس پر سوار ہو گئیں۔ جب وہ چلنے لگی تو آپ نے فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (پاک ہے وہ اللہ جس نے اس کو ہمارا مطیع کیا اور ہم اس کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے

Marfat.com

ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حیوانوں کو ہمارا مطیع کیا۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور حدی خوانی کرتے چل پڑے۔ آواز جوش میں بہت بلند ہوگئی۔ حضرت رابعہؒ بصری نے فرمایا۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (ترقی کرو اپنی چال میں اور آہستہ رکھو اپنی آواز کو)

یعنی بے شک تیز چلو لیکن بلند آواز سے حدی خوانی نہ کرو۔

عبداللہؒ بن مبارک نے اپنی آواز نیچی کر لی لیکن اشعار میں ترنم کو باقی رکھا۔

حضرت رابعہؒ بصری: فَاقْرَءُ وْمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (پڑھو جتنی توفیق ہو قرآن سے)

مطلب یہ کہ اس حدی خوانی سے بہتر ہے کہ کوئی رکوع پڑھو۔

عبداللہ بن مبارکؒ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیاں دی ہیں۔ سب لوگ آپ جیسے کس طرح بن جائیں۔

حضرت رابعہؒ بصری: وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ (نہیں سمجھتے مگر عقل والے)

یعنی نیکیاں حاصل کرنے سے ہو سکتی ہیں۔ تم بھی صاحبِ عقل ہو، بھلائی کی طرف چلو۔

عبداللہؒ بن مبارک نے چلتے چلتے پوچھا، کیا آپ کے شوہر بھی ہیں۔

حضرت رابعہؒ بصری: يَااَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ (اے ایمان والو ان باتوں کو مت دریافت کرو جو تم پر ظاہر ہو جائیں تو ناگوار معلوم ہوں)

مطلب یہ کہ آپ کو اس تجسس کی کیا ضرورت ہے۔

عبداللہؒ بن مبارک خاموش ہو گئے اور تیزی سے چلتے ہوئے قافلے کے قریب جا پہنچے۔ حضرت رابعہؒ بصری سے پوچھا" کیا قافلہ میں آپ کا کوئی قرابت دار ہے۔

حضرت رابعہؒ بصری: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں۔

Marfat.com

عبداللہؒ بن مبارک نے اس سے سمجھ لیا کہ ان کوئی بیٹا قافلہ میں ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کوئی نشانی بتاؤ تو میں تلاش کروں۔

حضرت رابعہ بصری: وَعَلَامَاتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (اور علامتیں ہیں اور ستاروں سے راستہ پاتے ہیں۔

یعنی میرے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ اونٹنی کی مہار پکڑ کر قافلے میں چکر لگانے لگے اور حضرت رابعہ بصری سے کہا اپنا خیمہ پہچانیے!

حضرت رابعہ بصری: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا . وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا . يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (بنایا ابراہیمؑ نے اللہ کو دوست اور بات کی موسیٰؑ نے اچھی طرح۔ اے یحییٰ لے لو کتاب کو مضبوطی سے۔

مطلب یہ کہ تم ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ کا نام لے کر پکارو!

عبداللہ بن مبارکؒ نے تینوں نام بآوازِ بلند پکارے۔ تین نوعمر لڑکے لپک کر ایک خیمہ سے نکلے اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنی والدہ کو اونٹنی سے اتارا۔

حضرت رابعہ بصری نے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں۔ پھر دیکھے کون سا کھانا ستھرا ہے۔ سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا)

یہ سنتے ہی ایک لڑکا دوڑا گیا۔ جو کچھ ملا عبداللہؒ بن مبارک کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

حضرت رابعہ بصری: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (کھاؤ اور پیو برکت کے ساتھ عوض ان خالی دنوں کے جو تم گزار چکے ہو)

یعنی ان دنوں کے عوض جن میں تم روزہ دار تھے۔ آج خوب کھاؤ اور پیو۔

عبداللہ بن مبارکؒ حیران رہ گئے کہ حضرت رابعہ بصری کو قرآن پر کس قدر عبور حاصل ہے۔ وہ ان کے فرزندوں سے ان کے حالات دریافت کرنے لگے۔ ابراہیم نے کہا کہ "ہماری

Marfat.com

والدہ نے ۴۰ سال سے زبان سے کوئی لفظ سوائے آیاتِ کلامِ پاک کے نہیں نکالا تا کہ ایسا نہ ہو کوئی لفظ ایسا زبان سے نکل جائے جس کی قیامت کے دن باز پُرس ہو۔

حضرت رابعہؒ بصرہ میں فوت ہوئیں۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس زمانے کے بڑے بڑے علماء اور اولیاء ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور کہا "کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ بندے کا وصال اپنے مالک سے ہے۔ اس میں کسی غیر کا گزر نہ ہونا چاہیئے۔

چنانچہ تمام حاضرین آپ کا ارشاد سن کر باہر نکل آئے۔ حضرت رابعہؒ بصری نے کلمۂ طیبہ کا ذکر شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد سب نے ایک آواز سنی۔

"اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آ ؤ!"

سب بزرگ دوبارہ حضرت رابعہؒ بصری کے حجرے میں داخل ہوئے تو دیکھا آپ کا طائرِ روح رحمتِ الٰہی کی طرف پرواز کر چکا تھا۔

حضرت رابعہؒ بصری نے جس دن وفات پائی، جہاں جہاں اس کی خبر پہنچی وہاں حشر بپا ہو گیا۔ جنازے میں لاکھوں اشخاص نے شرکت کی۔ مزار مبارک بصرہ ہی میں واقع ہے۔ ہر روز سینکڑوں لوگ اپنی عقیدت کے پھول اس رفیع المرتبت کی قبر پر نچھاور کرتے ہیں۔

حضرت رابعہؒ بصری اپنی زندگی میں موٹے کمبل کا کرتہ پہنے رہتیں۔ بوقت رحلت وصیت کی کہ مجھے اسی کا کفن دے کر دفنا دینا۔ لوگوں نے ویسے ہی کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بصرہ کی ایک پارسا عورت نے خواب میں حضرت رابعہؒ بصری کو دیکھا کہ نہایت عمدہ ریشمی کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ پوچھا وہ کمبل کا کرتہ کہاں ہے؟

حضرت رابعہؒ بصری نے جواب دیا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کیا ہے۔

عورت نے پوچھا اے رابعہؒ کوئی ایسی بات بتا جس سے قربِ الٰہی حاصل ہو۔

حضرت رابعہؒ بصری نے فرمایا "یادِ الٰہی سے زیادہ کوئی ذریعہ قربِ الٰہی کا نہیں ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا بڑی عظیم المرتبت عارفہ گزری ہیں۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زیارت سے مشرف ہوئی تھیں اوران سے حدیث بھی روایت کیا کرتی تھیں۔

جب آپ کے شوہر کا انتقال ہوا تو آپ نے دل میں عہد کیا کہ اب کبھی بستر اور تکیہ استعمال نہ کروں گی۔ اس عہد کوانہوں نے تادم مرگ نبھایا۔

جب صبح ہوتی تو خیال کرتیں کہ بس آخری دن مہلت کا ہے اور آج ہی مجھ پر موت وارد ہو جائے گی۔

جب رات ہوتی تو خیال کرتیں کہ بس آخری رات زندگی کی ہے۔ جس قدر یادِ خدا ہو سکے کر لو۔ بس اسی طرح رات دن عبادت الٰہی میں مستغرق رہتیں۔ اگر رات کو نیند کا غلبہ ہوتا تو اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیتیں۔ نفس سے مخاطب ہو کر فرماتیں۔ نیند تیرے سامنے ہے۔ قبر میں سونے کا خوب موقع ملے گا۔ رات دن ٦۰۰ نوافل علاوہ سنن وفرائض کے پڑھا کرتیں۔

کسی نے ان سے کہا کہ تم اپنے نفس کو ضرورت سے زیادہ تکلیف دیتی ہو، فرمایا ''تکلیف کیسی بھائی۔ رات کو جب نیند آتی ہے تو نفس کو کہتی ہوں کہ اب خدا کی یاد کر۔ جب زندگی کی شام ہو تو ہمیشہ کے لئے سونا۔ دن کو بھوک لگتی ہے تو نفس کو کہتی ہوں اب کام کرنے کا وقت ہے۔ رات کو فرصت سے کھا لینا۔ یہ بھی کوئی تکلیف کی بات ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

سیدہ عائشہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی صاحبزادی تھیں۔ کمال درجہ کی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ۱۴۵ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

اکثر فرمایا کرتیں۔ اے اللہ تیری عزت و جلال کی قسم اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈالا تو میں اپنی توحید کو ہاتھ میں لونگی اور تمام دوزخیوں کو سناؤں گی کہ میں نے اس کی واحدانیت کا سچے دل سے اقرار کیا اور اس نے مجھے عذاب دیا۔

یہ مقامِ ناز تھا۔ عارفانِ کامل اپنے خالق پر ناز کرتے ہیں اور وہ ان کے ناز اٹھاتا ہے۔

☆☆☆

رابعہ رحمۃ اللہ علیہا بنتِ اسماعیل

زہد و اتقا میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ اپنے شوہر سے کہا کرتیں کہ میں بحیثیت بیوی کوئی محبت نہیں رکھتی بلکہ بطریقِ اخوان طریقت مجھ کو تم سے محبت ہے جو محض اللہ کے لئے ہے۔

ہمیشہ روزہ دار رہتی تھیں۔

فرمایا کرتیں:

(۱) میرے جیسی عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کبھی افطار کرے۔ اس کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔

(۲) جب برف دیکھتی ہوں نامۂ اعمال یاد آتا ہے۔

(۳) جب اذان سنتی ہوں، قیامت کے دن کا منادی مجھے یاد آتا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کس کا ملک ہے۔

(۴) جب بندہ طاعتِ الٰہی پر مداومت کرتا ہے تو اللہ اس کی برائیوں سے مطلع فرما دیتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا والوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت منفوسہ رحمۃ اللہ علیہا بنت زید

آپ کا نام منفوسہ تھا۔ زید ابن ابی الفورس کی بیٹی تھیں۔ بہت بڑی عارفہ گزری ہیں۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتی تھیں۔ بے حد صابر تھیں۔ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ سب بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتے۔ جب کوئی بچہ مرتا تو نہایت اطمینان سے اس کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھ جاتیں اور کہتیں۔

''خدا کی قسم بے شک تیرا آگے جانا میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ تو میرے پیچھے جائے اور میرا صبر بہتر ہے اس سے کہ میں تجھ پر نوحہ کرو۔ اگر تیری جدائی حسرت ناک ہے تو یقیناً اس کا اجر اللہ کے ہاں بہتر ہے۔''

پھر جوش میں آ کر حضرت عمرو بن معدی کربؓ کا یہ رجز یہ شعر پڑھتیں۔

و انا القوم لا یفیض دمدمنا

علی ھالک مناوان قصم الظھر

(ترجمہ) ہم ایسے لوگ ہیں کہ اپنے مردوں پر نہیں روتے۔ اگرچہ صدمہ سے کمر ٹوٹ جائے۔

اس کے بعد نہایت صبر سے بچہ کی تجہیز و تکفین کرتیں اور پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

☆☆☆

Marfat.com

قابل مطالعہ کتابیں

نام کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
کشف المحجوب (اردو)	حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ	۱۶۰ روپے
اللہ والے	ظہور الحسن شارب	۱۱۰ روپے
اللہ والیاں	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	۱۱۰ روپے
تاریخ مشائخ نقشبند	محمد صادق قصوری	۲۰۰ روپے
امام اعظم	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۱۵۰ روپے
حسن الجردہ (شرح قصیدہ بردہ شریف)	مولانا عبدالمالک	۸۰ روپے
تاریخ اولیاء (نظامی بنسری)	حضرت خواجہ سید حسن نظامی دہلوی	۱۷۰ روپے
جنتی زیور	عبدالمصطفیٰ اعظمی	۱۲۰ روپے
مزارات اولیاء اور توسل	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۷۰ روپے
اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۹۰ روپے
اولاد کو سکھاؤ محبت اہل بیتؓ کی	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۱۰۰ روپے
معین الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	۸۰ روپے
دلی کے بائیس خواجہ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	۱۰۰ روپے
حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	بشیر حسین چشتی نظامی	۷۰ روپے
اسلام میں شادی کا تصور	پروفیسر حافظ محمد سعید احمد	۷۰ روپے
ضیاء الحدیث	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۸۰ روپے
ملفوظات و فوائد حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ	خواجہ بشیر حسن چشتی نظامی	۱۰۰ روپے
شیریں حکایات	محمد امین شرقپوری	۱۰۰ روپے
گلدستہ احادیث	حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیربلوی	۹۰ روپے
بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۹۰ روپے
محفل اولیاء	حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی	۱۵۰ روپے
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰ روپے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۵۰ روپے
زلف و زنجیر مع لالہ زار	علامہ ارشد القادری	۹۰ روپے
تصوف و طریقت	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۹۰ روپے
خواتین کے دینی مسائل	حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری	۷۰ روپے
مجموعہ فتاویٰ بریلی شریف	محمد اختر رضا قادری ازہری	۲۰۰ روپے
فتاویٰ حامدیہ	مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی	۲۰۰ روپے

زاویہ پبلشرز

۲۰ مرکز الفردوس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ
لاہور۔ فون ۷۲۴۸۶۵۷ — ۰۴۲
موبائل ۹۴۶۷۰۴۷ — ۰۳۰۰

Marfat.com